۸ کیلو میٹر   میجید- بئرالراحۃ

۲۸   "   بئرالراحۃ- قریش

۴۰   "   قریش - بیارعلی

۸   "   بیارعلی - المدینۃ

میزان ۲۰ کیلومیٹر یا تقریباً ۲۶۲ میل،

ضمیمہ (۳)

منازل سفر از جدّہ تا مدینہ

جدہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان موٹر جن جن منزلوں پر ٹھہرتا ہے، ان میں سے چند کا ذکر سفرنامہ میں ضمناً آگیا ہے، بعض کے ناموں میں کچھ غلطیاں ہو گئی ہیں، ذیل میں کل منزلوں کے صحیح نام مع ان کے درمیانی مسافتوں کے درج ہیں، یہ فاصلہ بحساب کیلومیٹر ہیں، ایک کیلومیٹر تقریباً ۵ فرلانگ کا ہوتا ہے:۔

۳۵	کیلومیٹر	جدّہ ۔ ذہبان
۳۴	"	ذہبان ۔ ثول
۸	"	ثول ۔ القضیمۃ
۵۵	"	القضیمۃ ۔ رابغ
۴۱	"	رابغ ۔ مستورہ
۶۸	"	مستورہ ۔ بیار بن حصانی
۴۵	"	بیار بن حصانی ۔ شفیۃ
۳۲	"	شفیۃ ۔ مسیجید

گرانیان عین اُسی وقت ہوتی ہین، جب ہجوم کا شباب ہوتا ہی،

(۱۳) معلّم سے سابقہ پڑنا ناگزیر ہی، حتی الامکان معلّم کو خوش رکھنا چاہیے لیکن اُس پر بہت زیادہ اعتماد ہرگز نہ کرنا چاہیے، مسائلِ حج سے نیز عربی زبان سے جتنی زیادہ واقفیت ہوگی اسی نسبت سے معلّم کی محتاجی سے بے نیازی رہیگی، مسائلِ حج وزیارت کی بہترین وجامع ترین رہنما اردو مین، مولانا منور الدین صاحب بہاری کی ضخیم ومفصل کتاب الحج والزیارت ہے، ضروری مسائل کے لئے مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرہٗ کی مختصر اور جیبی زبدۃ المناسک بالکل کافی ہی عربی مین بیسیون کتابین ہین،



پاخانے، اور چار چار غسل خانے مع پانی کے نل اور بجلی کی روشنی کے موجود، دو دو بڑے باورچی خانے، ۱۳۱۲ء میں والد ماجد مرحوم جب حج کے لئے جا رہے تھے، ان کے ہمراہ اس مسافر خانہ میں کئی دن قیام کا اتفاق ہوا تھا، اب کی پھر گھوم پھر کر دیکھا، داروغہ مسافر خانہ مولوی حضرت اللہ صاحب، ماشاء اللہ ایک پیکر نور اور اُن کے نائب منشی عبد الستار صاحب، سراپا خدمت و ایثار،

(۱۰) حاجیون کے لئے جہازی کمپنیان تین ہین، ان تینون مین سب سے بڑی مغل لائن ہے، جو عملاً اب ٹرنر ماریسن کمپنی کے ہاتھ مین ہے، یورپ کے جاجیوا جہازون کے آرام و آرائش کا تو خیال ہی حاجیون کو چھوڑ دینا چاہئے، بہ حالت موجودہ ٹرنر ماریسن کے انتظامات سب سے بہتر ہین، اور انھین کو غنیمت سمجھنا چاہئے اس کے جہاز رحمانی اور رضوانی حال کے بنے ہوئے، اور نسبۃً سب سے زیادہ آرام دہ ہین، ان سے اتر کر اکبر اور جہانگیر ہین،

(۱۱) مسافر زیادہ تر تکلیف، خود اپنی جلد بازی، گھبراہٹ اور بے صبری سے اٹھاتے ہین، اگر جہاز سے اترتے وقت، یا چڑھتے وقت ذرا صبر و سکون سے کام لیا جائے، اور اس کی کوشش نہ کیجائے، کہ خواہ مخواہ دھکے کھاتے ہوئے، اور ہجوم کو چیرتے پھاڑتے ہوئے بہتر سے بہتر جگہ پر قبضہ ہوجائے، تو بالآخر جگہ سب کو مل ہی جاتی ہے، کوئی رہ نہین جاتا، ضرورت صرف تھوڑے سے صبر و تحمل کی ہے

(۱۲) اگر کفایت، آسایش، اور ہجوم کی کشمکش سے بچنا بنظر ہے، تو لازمی ہے کہ سفر عین موسم حج مین نہین بلکہ اس سے کچھ قبل اختیار کیا جائے، اور واپسی فوراً نہین بلکہ کچھ ٹھہر کر ہو، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، جدہ، سب کہین زیادہ قیمتین اور

آسانی سے ہر شخص کو رفیق و شریک ہرگز نہ بنا لینا چاہئے، بڑی بڑی پرانی دوستیاں اور عزیز داریاں اس سفر مین ٹوٹتے دیکھین بھی اور سنین بھی، محض خلوص اور دوستی کے بھروسہ پر ہرگز کام نہ چلیگا، القیادہ دینے نفسی کو رفاقت و شرکت سفر کا لازمی معیار رکھنا چاہئے، کھانے پینے کے انتظام مین جتنی علٰحدگی رہ سکے بہتر ہی،

(۸) حجاز مین، گنیان بہت کام آتی ہین، اس لئے بمبئی سے بجائے نوٹ اور روپیون کے گنیان ضرور ہمراہ لے لینی چاہئے، اونٹ کا کرایہ معلم صاحب کے مطالبات، موٹر کا کرایہ ان سب مواقع پر گنی ہی کام آئین گی، البتہ جہاز کے مصارف کے لئے، روپیہ یا نوٹ بھی کچھ ضرور رکھ لینے چاہئے، اٹھنی، چونی، اکنی وغیرہ ریزگاری کی بھی ایک معقول تعداد ہروقت موجود رہنی چاہئے، حجاز مین چاندی کی ریزگاری آسانی سے چل جاتی ہے نکل کے سکون مین دقت ہوتی ہی،

(۹) بمبئی مین حاجی، عموماً مسافرخانون مین ٹھہرتے ہین، تین مسافرخانے مشہور ہین، ایک مسافرخانہ سیٹھ اسمٰعیل حبیب کا بھنڈی بازار مین ہی بھنڈی بازار بڑا بازار ہی، جہان تمام چیزین بہ آسانی مل جاتی ہین، یہ مسافرخانہ عام ہی حاجی اور غیر حاجی سب اسمین ٹھہر سکتے ہین، حاجیون کے لئے مخصوص ایک مسافرخانہ واری بندر مین ساحل سمندر کے قریب، سیٹھ قمو سلیمان کا ہی اور دوسرا مسافرخانہ حاجی حاجی صابو صدیق مرحوم کا کرناک روڈ پر بڑے اسٹیشن کے قریب، اور کرافرڈ مارکٹ سے بالکل متصل ہی، مارکٹ مین دنیا بھر کی چیزین ملجاتی ہین عظیم الشان چومنزلی عمارت، ۱۸۰ کمرے ہین، ہر کمرہ وسیع و ہوادار، ۱۰۰۰ مسافرون کے قیام کی گنجایش، سب سے اوپر کا صحن ایک خوش منظر تفریح گاہ، ہر منزل مین آٹھ آٹھ

اور کراچی سے لیکر عدن تک اور پھر مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے درمیانی راستہ کی تمام منزلون کے لئے سمت قبلہ کے درجے اور دقیقے درج کر دیئے ہین، رسالہ مذکور حسب ذیل مقامات سے غالباً بلاقیمت مل جائے:۔

(۱) مولوی محمد عبداللہ صاحب احمر، مکان نمبر ۲ کوچہ حسین الملک، پرانا باغ، ڈاکخانہ رودلے پیٹ، مدراس،

(۲) منیجر صاحب مظفری کمپنی، مینار والی مسجد، بمبئی،

(۶) ہر شخص کی آسایش اور ضرورتون کا معیار دوسرون سے جدا ہوتا ہے، اس لئے کوئی ایک تخمینہ مصارف سب کے لئے نہین بتایا جاسکتا تاہم عموماً واو سطاً یہ کہنا غالباً غلط نہ ہو کہ جہاز مین تیسرے درجہ کے ٹکٹ لینے والے اور حجاز مین اونٹ پر سفر کرنے والے، چھ سو روپیہ، اور جہاز مین اونچے درجون کے ٹکٹ لینے والے، اور حجاز مین موٹر پر سفر کرنے والے، ایک ہزار روپیہ فی کس کے حساب سے اپنے ہمراہ رکھین، تو بہتر ہوگا، ہم لوگون کا اوسط خرچ اس تخمینہ سے بہت کم پڑا، لیکن ہم لوگون کو خدا کے فضل سے بعض غیر معمولی سہولتین حاصل ہو گئی تھین، ہر شخص کو یہ کفایتین نہین حاصل ہو سکتین، بہت سے مصارف ناواقفیت کی بنا پر پڑ جاتے ہین اگر انسان پہلے حج کر آیا ہے یا حجاز مین اس کے شناسا موجود ہین تو خاصی کفایت ہو سکتی ہے، کئی شخص مل کر الگ سفر کرین، تو بھی کافی بچت ہو جاتی ہے،

(۷) ہمسفری کی برکتین ظاہر و واضح ہین، اور اگر کوئی واقف کار و تجربہ کار شخص بطور رفیق سفر مل جائے، تو مصارف مین بھی کمی رہتی ہے، اور صعوبات سفر سے بھی ایک حد تک نجات ہو جاتی ہے تاہم اس سفر کی رفاقت ہے بڑی نازک چیز

یا خاطر سے اُس کے رفیقِ سفر بنکر آجاتے ہین، اُنھین کو سبسے زیادہ تکلیف محسوس کرتے اور بات بات پر پریشان ہوتے دیکھا، اللہ اس ابتلاء سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے،

(۳) حجاز مین اب تقریباً سب ہی چیزین ملنے لگی ہین، اس لئے گھر سے زائد سامان لانے کی ہرگز ضرورت نہین، باربرداری وغیرہ کے مصارف اتنے پڑجاتے ہین کہ کفایت کا پہلو بھی نہین نکلتا، ضروری سامان بمبئی مین خرید لیا جائے جہاز پر اگر عملۂ جہاز سے ربط پیدا کر لیا جائے، تو بہت سی مشکلین آسان ہوجاتی ہین، مکہ مین سب کچھ مل جاتا ہے اور مدینہ مین بھی ضرورت بھر کی چیزین، پہلے لوگ گھی کے پیپے ساتھ لیکر چلتے تھے، اب حجاز مین بہتر سے بہتر گھی ملنے لگا ہے، البتہ اگر کھانے کی خشک چیزین، جو عرصہ تک اچھی رہ سکتی ہون، گھر سے ہمراہ لے لیجائین، تو بہتر ہے، کھانا نہ ملنے کی صورت مین وقت بے وقت بہت کام دین گی،

(۴) بخار، قبض، بدہضمی وغیرہ کی چند دوائین، جو اپنے تجربہ مین آچکی ہون ہمراہ رکھ لینا چاہئے، میرٹھ کے مولوی حکیم محمد مصطفیٰ صاحب (دار الشفاء مصطفائی میرٹھ) نے شفاء الحجاج کے نام سے ایک چھوٹا سا بکس ایسی ہی مجرب دکارآمد دواؤن کا تیار کیا ہے، چند روپیون مین آجاتا ہے،

(۵) حاجیون کو جہاز کے اوپر نماز باجماعت مین جو دقتین پیش آتی رہتی ہین، وہ تو اپنی جگہ پر ہین ہی، اُن کے علاوہ ایک بڑی دشواری سمت قبلہ سے متعلق پیش آتی رہتی ہے، قطب نما کا ساتھ رکھنا ضروری ہے لیکن محض قطب نما سے بھی کام نہین چل سکتا، مدراس کے ایک صاحب نے (خدا انھین جزائے خیر دے) ایک مستقل "رسالہ دریافت سمت قبلہ" کے نام سے مرتب کرکے شائع کر دیا ہے جسمین بمبئی

ضمیمہ (۲)

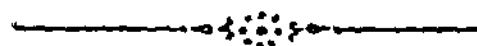
عام ہدایات

(۱) سفر خواہ چند ہی میل کا ہو، بہر حال سفر ہوتا ہے، پھر حج کا سفر تو ہزاروں میل کا سفر ہے، ریل، جہاز، اونٹ، موٹر سب ہی سواریوں سے سابقہ پڑتا ہے، ملک کی اجنبیت زبان کی ناواقفیت، آب و ہوا کا اختلاف ہجوم کی چپقلش، اس کے علاوہ ہیں، تھوڑی بہت تکلیف پیش آنی ناگزیر ہے، لیکن یہ تکلیف ہرگز ایسی نہیں ہوتی، کہ کسی معنی میں بھی ناقابلِ برداشت کہی جاسکے، خیالی تکلیفوں اور اندیشوں کا بیشتر حصہ بالکل باطل ثابت ہوتا ہے، اور اسے اس سفرِ مبارک کی کرامت سمجھئے یا جو کچھ، کہ اکثر دقتیں عین وقت پر ایک بالکل غیر متوقع طور پر حل ہو جاتی ہیں، جن صاحبوں پر حج فرض ہے، وہ صعوباتِ سفر کے اندیشہ سے ہرگز اپنی ہمت کو پست نہ ہونے دیں،

(۲) بڑی چیز، جذبۂ شوق و ولولۂ عقیدت ہے، جو لوگ اپنے دلی شوق سے اور حج کی اہمیت کو سمجھ کر آتے ہیں، انھیں کوئی وقت، دقت محسوس ہی نہیں ہوتی، سارا سفر ہنسی خوشی، صبر ہی کے ساتھ نہیں، شکر کے ساتھ گذار دیتے ہیں، بخلاف اس کے، جن کے دل اس سفر کی اہمیت سے خالی ہیں، اور وہ محض کسی کے اصرار

سخت اور ناقابلِ برداشت ٹھیس لگتی ہی، یہ مقصود نہین، کہ ان پر از سرِ نو قبے تعمیر ہون لیکن ان کو غلاظت اور گندگی سے صاف رکھنا، اور ہر قسم کی توہین اور بے ادبیون سے بچانا بہر حال لازمی ہے، قبرین بالکل پست اور خام سہی لیکن یہ تو نہ ہو کہ صحابۂ کرام و ازواجِ مطہرات، اولیاء و صالحین کی قبور پر معاذ اللہ مزبلہ کا دھوکا ہونے لگے!

(۲۰) مکہ، مدینہ، اور جدہ، تینون مقامات پر کرایہ کی سوارئیون کا انتظام فوری توجہ کا محتاج ہے، موسمِ حج مین شرحِ کرایہ کی گرانی کا مضائقہ نہین، لیکن اس کے بعد سواری تو خاصی آسایش و آرام کی ملنی چاہیے، یہ تو نہ ہو کہ راکب کو خود مرغ بنکر رہنا پڑے!



لین دین کرنا تکلیف دہ ہوتا ہے، سائلوں اور مزدوروں دونوں کی یہ حرکتیں، ہر مسجد کے ادب و احترام کے منافی ہیں، چہ جائیکہ مسجد نبوی کے! خدا معلوم حکومت اب تک کیوں اس باب میں رواداری و چشم پوشی سے کام لے رہی ہے؛

(۱۶) مسجد نبوی کے پانچ دروازوں میں سے ایک دروازہ، باب النساء کے نام سے موسوم، عورتوں کے لئے مخصوص کہا جاتا ہے، لیکن عموماً اس دروازہ پر بھی مردوں کا برابر قبضہ رہتا ہے، اگر مردوں کی آمد و رفت اس دروازہ سے قطعاً روک دی جائے، تو عورتوں، اور خصوصاً ہندوستان کی کمزور اور شرمیلی عورتوں کو بڑی راحت و سہولت ہو جائے،

(۱۷) ارکان حج کے ادا کرنے میں ہر اسلامی فرقہ اپنے اپنے طریق پر آزاد ہے؛ اور یہی ہونا چاہیے تھا، لیکن ضرورت یہ ہے اس رواداری و فراخ مشربی کو زیارت مدینہ منورہ کے باب میں بھی وسیع کیا جائے، اور آداب زیارت میں بھی ہر فرقہ کو اسی کے طریق پر آزاد چھوڑ دیا جائے، تاوقتیکہ اُس کی آزادی، دوسرے فرقوں کی دلآزاری کا سبب نہ بنجائے،

(۱۸) مسجد نبوی میں، اور مقصورہ شریفہ سے متعلق جو سپاہی اور پہرہ دار مقرر رہتے ہیں، ضرورت ہے کہ وہ خاص طور پر خوش خلق، متحمل، اور شیریں زبان ہوں، خلق محمدی کا نمونہ ہوں، اور سب و شتم، بدزبانی، و درشت کلامی کو کسی حال میں بھی کام میں نہ لائیں،

(۱۹) جنت البقیع اور جنت المعلیٰ دونوں مسلمانان عالم کے محترم ترین اور متبرک ترین قبرستان ہیں، ان کی موجودہ حالت دیکھ کر مسلمانان عالم کے جذبات کو

زیادہ رنج دہ ہوتا ہی، خصوصاً قبل سے روضۂ شریفہ کا ایک بڑا حصہ (یعنی منبر نبوی اور محراب نبویؐ کا درمیانی حصہ) والی اور اُن کے رفقا کے لئے خالی کرالیا جاتا ہو، اور حکومت کے سپاہی، نماز پڑھنے والوں اور تلاوت کرنے والوں کو بھیر اٹھادیتے ہیں جب یہ سب ہو لیتا ہی، تو عین نماز کے وقت والی مدینہ مسلح سپاہیوں اور بندقچیوں کے غول کے ساتھ مسجد میں آتا ہی، سلطان، بدعات کے دشمن ہیں، پھر خدا معلوم یہ سب سے زیادہ کھلی ہوئی "بدعت" اب تک کیونکر روا رکھی گئی ہی؟

(۱۲) مسجد نبویؐ کے موجودہ قالین، بوسیدہ و ادنیٰ، اور موجودہ روشنی ناکافی اور بار بار بجھ جانے والی، ہرگز اس مسجد کے شایانِ شان نہیں، اعلیٰ و بہتر فرش، اور بہتر روشنی کی فوری ضرورت ہے،

(۱۳) مسجد نبویؐ کے موجودہ وضوخانوں کے نل ایک تو تعداد میں بہت کم ہیں اور پھر جتنے ہیں، وہ بھی ناقص و از کار رفتہ، بعض اوقات نمازیوں کو وضو کے لئے سخت دقتوں کا سامنا ہوتا ہی،

(۱۴) مسجد نبویؐ کے اندر، ستونوں کے پاس، یا صفوف کے درمیان، گندے، بدبودار اور نجاست آمیز جوتوں کو لا کر ڈھیر کر دینے کا نظارہ سخت تکلیف دہ ہی، اس کی قطعی ممانعت ہوجانا چاہئے،

(۱۵) مسجد نبویؐ کے اندر سائلوں پر کوئی روک ٹوک نہیں، عین حالت نماز، تلاوت، ذکر و دعا میں اُن کے ہاتھوں، خصوصاً اُن کے چھوٹے بچوں کے ہاتھوں جو اذیت قلب اٹھانی پڑتی ہی، اس کا اندازہ تجربہ کے بعد ہی ممکن ہے، اور اس سے بھی بڑھکر مزورین کا شور و شغب، اور عین مقصورۂ شریفہ کے پہلو میں یہ آوازِ بلند

ہے، بجاے اس کے کہ ایک جگہ بہت سی دوکانین لگادیجائین، جن کے وجود کی خبر بھی دور افتادہ حاجیون کو نہین ہونے پاتی، بہتر یہ ہوگا، کہ ہر ہر کیمپ کے لئے الگ الگ بازار، اُس کیمپ کے مذاق کی مناسبت سے قایم کرایا جائے،

(۸) انتظامات حج کے لئے کوئی کمیٹی اس وقت بھی حکومت کے ماتحت یقیناً موجود ہوگی، اس کمیٹی کے حلقۂ خدمت کو وسیع تر اور اس کی خدمات کو مفید تر بنانے کے لئے ضروری ہے، کہ اس حج کمیٹی مین ہر سال، باہر سے آنیوالے حاجیون کے بھی کچھ نمایندے شریک کئے جائین، جو اپنے اپنے ملک کے حاجیون کی ضروریات کا حتی الامکان پورا انتظام کر سکین،

(۹) شفاخانون اور متعدد شفاخانون کے عارضی قیام کی ضرورت منیٰ، عرفات، مزدلفہ اور ان کے علاوہ مکہ و مدینہ و جدہ کی درمیانی منزلون مین ہے، اس کی بھی شدید ضرورت ہے، کہ یہ شفاخانے اپنی جگہ اور اپنے رنگ وغیرہ کے لحاظ سے بہت نمایان ہون تاکہ ہر شخص بلا دشواری اور بہ آسانی اُن تک پہونچ سکے،

(۱۰) طواف و داخلۂ حرم شریف کے سلسلہ مین، سلطان معظم کو خود اپنے طرز عمل پر بھی غور و نظر ثانی کرنے کی ضرورت ہے، خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم کا اسوہ اُن کے سامنے ہے، وہ حضرات جب حرم شریف کے اندر داخل ہوتے تھے، اور طواف کرتے تھے، تو نہ اُن کے ہمراہ مسلح غلامون یا سپاہیون کا غول ہوتا تھا، نہ اُن کے لئے مطاف خالی کرایا جاتا تھا، نہ اور کسی حیثیت سے وہ اپنے کو عام حاجیون سے ممتاز رکھتے تھے،

(۱۱) مدینہ منورہ کے والی کا طرز عمل جمعہ کے دن، مسجد نبویؐ مین اور نہ بھی

پوسٹرون کی صورت مین ہون، جدہ، مکہ، مدینہ، منیٰ وغیرہ نیز راستہ کی منزلون مین نمایان مقامات پر چسپان کر دیئے جائین،

(۴) منیٰ مین ایک یا ڈیڑھ سڑک کا ہونا (جیسا اس وقت ہی) سرتاسر ناکافی ہی اور حاجیون کو خصوصاً واپسی کے وقت، بڑی ہی شدید زحمت اور کشمکش کا سامنا کرنا ہوتا ہے، تین یا چار راستون کا ہونا ضروری ہے، کم از کم دو راستون کا فوری انتظام ہونا تو از بس ضروری ہی، اس وقت تو حالت یہ ہے، کہ اونٹ، خچر، گھوڑے، موٹر، پیدل اور آنے والون اور جانے والون سب کے لئے کل ایک ہی راستہ ہی، ہجوم کے وقت وہ نفسی نفسی کا عالم ہوتا ہی، کہ میدان حشر کا نقشہ نظرون کے سامنے پھر جاتا ہی،

(۵) عرفات اور مزدلفہ مین مختلف ممالک کے لحاظ سے الگ الگ کیمپ قایم ہونے چاہیئن، مثلاً ہندی کیمپ، مصری کیمپ، جاوی کیمپ وغیرہ، وقس علی ہذا، ان مختلف محلون کے لئے الگ الگ عارضی سڑکین بھی ہونی چاہیئن، شارع ہندیہ، شارع مصر وغیرہ تاکہ بھٹکے ہوئے حاجی آسانی اپنے اپنے کیمپ تک پہونچ سکین، ہر ہر معلم کیلئے کوئی خاص نمایان علامت یا نمبر ہونا چاہئے، پھر اس کے ماتحت ہر ہر خیمہ کا نمبر ہونا چاہئے، اس وقت خیمون کے جنگل مین بچھڑے ہوئے حاجیون پر جو مصیبت گذرتی ہے اس کا حال کوئی انھین کے دل سے پوچھے،

(۶) بھٹکے ہوؤن کی رہنمائی کے لئے عرفات اور مزدلفہ مین، حکومت کی چوکیان بھی جابجا، اور نمایان مقامات پر قایم ہونی چاہئے، ان مین ایسے افسر رکھے جائین جو مختلف زبانین جانتے ہون، اور شفقت، حلم، وہمدردی مین ممتاز ہون،

(۷) عرفات و مزدلفہ مین دوکانون کا موجودہ انتظام بھی اصلاح کا محتاج

(۲) اب حاجیون کو سب سے زیادہ تکلیف معلمون کے ہاتھ سے پہونچتی ہے، حاجی خصوصاً غریب و ناواقف حاجی معلم کے ہاتھ مین ایک بے جان آلہ کی طرح ہوتا ہے، معلم اُس کو جو مظالم چاہے کرے، جس طرح چاہے اسے لوٹے، فریاد و دادرسی کا کوئی کھلا ہوا راستہ اُس کے علم مین نہین ہوتا، حکومت اگر حرم شریف کے مختلف دروازون پر نیز عرفات اور منیٰ مین مختلف نمایان و مشہور مقامات مین اپنے عمّال کو متعین کر دیا کرے جنھین معلمون نیز شوفرون کی شکایات سننے کے اختیارات ہون اور ان عارضی عدالتون کو خوب اچھی طرح مشتہر بھی کر دیا کرے، (یہ آخری شرط بہت ضروری ہے) تو حاجیون کو ایک بڑی حد تک، شدید تکلیفون سے نجات مل سکتی ہے،

(۳) حاجیون کی بہت سی تکلیفون کی جڑ اُن کی ناواقفیت و اجنبیت ہوتی ہے، ملک اجنبی، زبان اجنبی، ہر شے اُن کے لئے اجنبی ہوتی ہے، سواری والے اُن سے جو چاہین کرایہ وصول کر لین، ہر شخص انھین جس طرح چاہے، دھوکا دے لے، ان بیچارون کے پاس عموماً کوئی ذریعہ ان دقتون سے بچنے کا نہین ہوتا، حکومت اگر یہ کرے، کہ موسمِ حج مین، حاجیون کے لئے جدہ، مکہ، مدینہ، عرفات، مزدلفہ، منیٰ، وغیرہ کے متعلق ضروری معلومات کے مختصر ہدایت نامے (جنمین مشہور مقامات کے پتے، اہم مقامات کے درمیانی فاصلے، سواریون کے کرایے، اشیاء کے نرخنامے وغیرہ درج ہون) لاکھون کی تعداد مین، مختلف زبانون (یعنی عربی کے علاوہ فارسی، اردو، ترکی، بنگلہ، جاوی وغیرہ) مین چھپوا کر شایع کر دے، تو حاجی صاحبان بہت سی زحمتون اور پریشانیون سے بچ جائین، یہ ہدایت نامے زیادہ تر ہنڈبل کی شکل مین ہون، اور جو سرزمین حجاز پر قدم رکھتے ہی حاجیون کے ہاتھ مین پہونچ جایا کرین، ان کے علاوہ کچھ بڑے بڑے

ضمیمہ (۱)

حکومت حجاز اور خدمت حجاج

حکومت حجاز کی اصلی اور نمایان حیثیت، دنیاے اسلام کی نظر مین خصوصًا حاجیون اور زائرون کی نظر مین خادم حرمین کی ہی، حجاز کا حاکم مکہ و مدینہ کا خادم ہوتا ہی مناسکِ حج، آداب زیارت، حاجیون کی خدمت اور اُن کی ضروریات کے سلسلہ مین، بہت سے کام اسی کے کرنے کے ہوتے ہین، ان خدمات کا ذکر رودادِ سفر کے ضمن مین اپنے اپنے موقع پر، جابجا آچکا ہی، ذیل مین ان کی پوری فہرست مرتب کرکے یکجا پیش کیجاتی ہے، جن اردو خوان حضرات کو موجودہ حکومت حجاز مین رسوخ و تقرب حاصل ہو اگر وہ ان معروضات کو سلطان تک پہونچادین، تو علاوہ خدمتِ حجاج کے اجر کے، یہ حکومت حجاز کے ساتھ بھی عین ہواخواہی ہوگی،

(۱) سرزمین حجاز، سالہا سال سے بدامنی کا مرکز بنی ہوئی تھی، حاجیون کا مال الگ رہا، جان تک ہر وقت خطرہ مین رہتی تھی، سعودی حکومت کی سب سے بڑی برکت و سعادت یہ ہے، کہ راستون مین امن و امان قایم ہوگیا، اور بدویون کی لوٹ مار کے واقعات، افسانے بن گئے، اس خدمت عظیم پر موجودہ حکومت کی جسقدر بھی شکرگذاری کیجائے، بجا و درست ہی،

کے بعد، پھر وہین واپس پہونچا، پہلے حج کا سفر برسون کا کام تھا، چھ چھ مہینے تو ابھی چند سال قبل تک لگ جاتے تھے، اب بحمد اللہ تین مہینے کے اندر، بہ اطمینان و فراغت تمام یہ سارا سفر ممکن ہو گیا ہے، بلکہ اگر جہازون کا انتظار آمد و رفت مین کرنا نہ پڑے اور مدینہ منورہ مین مختصر قیام پر اکتفا کیا جائے، تو چھ سات ہفتے بھی کافی ہو سکتے ہین،

اللّٰھم لک حججتُ وبک آمنتُ وعلیک توکّلتُ ولک اسلمتُ وایّاک اردتُ فتقبّل نسکی واغفر لی ذنوبی وکفّر عنّی سیاٰتی واستعملنی فی طاعاتک ابداً ما القیتنی واغننی عن الناس، اللّٰھم انّی استودعک دینی وامانتی وخواتیم عملی فاحفظھا علیّ وعلیٰ کلّ مومنٍ ومومنۃٍ انّک سمیع الدّعاء، اللّٰھم لا تجعل ھذا آخر العھد من بیتک وارزقنی العود الیہ واحسن ادبی حتی تبلغنی اجلی واکفنی موتی ومونۃ عیالی وجمیع خلقک آئبون تائبون عابدون ساجدون ولربنا حامدون صدق اللّٰہ وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ،

دارالخلافہ پہونچتے پہونچتے ۱۱ بج چکے تھے، مدت کے بعد آج اطمینان و فراغت
ن مرضی کے موافق غسل کیا، اور جب کھانا سامنے آیا، تو گویا مر بھوکون اور ندیدون
کی طرح کھایا، وطن کی قدر سفر کے بعد ہی ہوتی ہے، ہر ہر شے مین ایک خاص لذت
محسوس ہو رہی ہے، خاص خاص دوستون اور عزیزون کے نام تار روانہ کر دیئے
بمبئی مین ڈیڑھ دن، باوجود شدید بارش کے مصروفیت ہی مین گذرا، سیٹھ عمر بھائی
چاند بھائی سے مل کر بقیہ امانت اُن سے واپس لینا، گنیون کو روپیہ مین تبدیل کرانا،
عزیزون دوستون کے لئے تحفہ تحائف خرید کرنا، سارا وقت اسی دوڑ دھوپ مین
بسر ہو گیا، اخبارات کو مدت سے ترسا ہوا تھا، دنیا کے انقلابات، ہندوستان کے
واقعات کی کچھ خبر نہ تھی، دفتر خلافت مین جلدی جلدی اخبارات کی فائلون پر ایک
نظر کر گیا، ۷ رجون کو شب کے وقت پشاور اکسپریس سے لکھنؤ کے لئے روانہ ہوا، قافلہ
کے دوسرے اشخاص اپنی اپنی منزلون کے لئے متفرق ہو گئے، چودھری محمد علی ردولوی
کا ساتھ لکھنؤ تک رہا، بھوپال اسٹیشن پر حیات صاحب (پبلسٹی آفیسر) اور سید مرتضیٰ علی
احب جج ہائی کورٹ (جنھین آج مرحوم لکھتے ہوئے قلم کا کلیجہ شق ہوتا ہے) سید
لطاف احمد صاحب مع دوسرے احباب کے موجود تھے، ۸ رجون کو صبح ۹ بجے لکھنؤ
سٹیشن پہونچا، اور احباب و مخلصین کی ایک پوری جماعت کو موجود پایا، گھر پہونچ کر
لدۂ ماجدہ کی قدمبوسی کی، بچیون کے سر پر ہاتھ پھیرا، عزیزون کی خوشی کا کیا پوچھنا
ں ماں کی مسرت کا رنگ ہی سب سے الگ ہے، ہر لفظ اور ہر عبارت اس کیفیت
اظہار سے قاصر ہے، قریب ایک ہفتہ کے لکھنؤ مین قیام رہا، اور سب سے ملنا ملنا ہوتا
۱۳ رمارچ کو دریاباد سے روانہ ہوا تھا، اور ۱۶ رجون کو پورے تین مہینے تین دن

کی اجازت نہین، جہازی کمپنی کے اعلیٰ افسرون اور حج کمیٹی کے ممبرون نے جہاز پر قدم رکھا، ٹرنر مارسین کے ایجنٹ بمبئی مسٹر براون سے ملاقات ہوئی، اور حالات سفر پرمنٹ دو منٹ کی گفتگو، شوکت صاحب، مولوی عرفان، مولوی شفیع داودی سب اس وقت عزیزون سے بڑھکر عزیز معلوم ہورہے ہین، جہاز سے اترنے کا مرحلہ بھی جہاز پر چڑھنے کے مرحلے سے کچھ کم نہین ہوتا، بھیڑ بھاڑ، دھکم دھکا، چقلش کے سارے لوازم موجود مولانا شوکت علی کی مہربانی سے ساتھ کی بیویان فوراً اتر گئین، اور اسی وقت موٹر پر "دارالخلافہ" کی طرف روانہ بھی ہوگئین، کچھ دیر کے بعد ہم لوگ بھی اترے، جہاز کے رکتے ہی قلیون کی ایک پوری جماعت اوپر آجاتی ہے، یہ لوگ خوب سدھے ہوئے اور ہوشیار ہوتے ہین، اور بڑی بات یہ کہ ایمان دار اور دیانت دار بھی ہوتے ہین، مزدوری طے کرکے، جو چیز چاہیے ان کے سپرد کر دیجئے، اترنے کے ساتھ ہی بمبئی کے مشہور خادم حجاج حاجی بچو علی صاحب کی طرف سے ہر حاجی کی خدمت مین ایک ایک کلچہ نان اور دو دو کیلے پیش ہوتے ہین، ٹھنڈے پانی اور پھلون کو مدت سے ترسے ہوئے تھے اس وقت کیلون کا یہ تحفہ بڑی ہی نعمت معلوم ہوا، اور ایسے محسن کے حق مین دل سے دعا نکلی، جہاز سے اترنے کے بعد ایک بڑا مرحلہ "چنگی خانہ" (کسٹم) کا ہوتا ہے، گھنٹون لگ جاتے ہین، ایک ایک چیز کھول کر دکھانی پڑتی ہے، مین خود تو حسب معمول، بغیر کسی دقت مین پڑے ہوئے موٹر پر اپنے معزز میزبانون کے ساتھ روانہ ہوگیا، اور سامان کالانا اپنے رفیق و عزیز شیخ منیر الزمان صاحب کے جو بہترین رفیق سفر ثابت ہوئے، نیز اپنے ان کے خانہ زاد ملازم، حاجی محب علی کے جن کی ذات سے سفر کی تقریباً ہر مشکل آسان ہوتی رہی، سپرد کر آیا، چنانچہ کچھ دیر کے بعد سامان بخیریت پہونچ گیا،

فرسٹ کلاس والے سب سے اوپر کے عرشہ پر آکھڑے ہوئے، سب کی نگاہیں شوق واشتیاق کی تصویر بنی ہوئی ساحل کی طرف جمی ہوئیں دیکھیے اب پلیٹ فارم صاف نظر آنے لگا، اور استقبال کرنے والون کے چہرے دکھائی دینے لگے، ہلکا ترشح ہو رہا ہے، بہت سے سرون پر چھتریان لگی ہوئی ہین اس وقت کی خوشی کا کیا ٹھکانا! کوئی اپنے کسی عزیز کو ڈھونڈھ رہا ہے، کوئی اپنے کسی دوست کو، اور جس کے کوئی دوست یا عزیز موجود نہین، اس کے لئے اس وقت وطن کے غیر اور بیگانے بھی کسی دوست یا عزیز سے کم نہین! "بابائے خلافت" (اس موزون و دلچسپ لقب کو لوگون نے خواہ مخواہ طنزیہ مفہوم مین لینا کیون شروع کر دیا ہے) جناب شوکت صاحب ماشاء اللہ اپنے اس تن و توش کے ساتھ بھلا کسی مجمع مین کسی کے چھپائے چھپ سکتے ہین! اپنی رنگین چکدار عبا، اور مسکراتے ہوئے چہرہ کے ساتھ، رومال ہلاتے ہوئے، سب سے پہلے نظر پڑے، مولانا عرفان، مولوی شفیع داؤدی، سیٹھ عبد اللہ ہارون مولوی سید مرتضیٰ صاحب بہادر (مدراس) کہنا چاہیے کہ ساری کی ساری خلافت کمیٹی پلیٹ فارم پر موجود، حج کی تحقیقاتی کمیٹی کا اجلاس بمبئی مین شروع ہو رہا ہے اس کے سارے ارکان جمع ہین، باہم اشارے ہو رہے ہین، صاحب سلامت، مبارکباد، مزاج پرسی، سارے کام ہاتھون کی حرکت سے انجام پا رہے ہین، اور ظالم جہاز ہے کہ ایک ایک انچ کی رفتار سے سرک رہا ہے!

آدھ گھنٹہ، پون گھنٹہ، خدا خدا کر کے انتظار کی گھڑیان ختم ہوئین، کوئی نو بجے ہون گے، کہ جہاز پلیٹ فارم پر آکر رکا، سیڑھیان لگین، لیکن ابھی مسافرون کو اترنے

کرنے کے لئے بار بار بھیا نمک میٹیاں دے رہا تھا، کسی کا دل ناخدا سے، اور کسی کا خدا سے اٹکا ہوا، دلوں میں ہول و اضطراب اور زبانوں پر دعا و استغفار، پورا طوفان تو نہ تھا، البتہ طوفان کا ایک ہلکا سا نمونہ ضرور دیکھنے میں آگیا، جہاز کے لاسلکی کے ذریعہ سے بمبئی، دفتر خلافت کمیٹی کو اپنی آمد کا تار دیدیا، اور جی بے اختیار یہ چاہ رہا تھا کہ تار ہی میں ناشتہ کی، خصوصاً تازہ پھلوں کی بھی فرمائش کر دیجائے، چہارشنبہ کی شام کیسی خوش آیند شام تھی! جہازوں کی شکلیں اور دور دور کی عمارتیں سہ پہر ہی سے نظر آنی شروع ہو گئی تھیں غروب آفتاب کے بعد ساحل کی روشنیاں صاف دکھائی دینے لگیں، ——— یہ روشنیاں کوئی نئی اور انوکھی نہیں بارہا کی دیکھی ہوئی ہیں، لیکن آج کی سی کشش اور دل کشی ان میں کبھی پیشتر بھی محسوس ہوئی تھی؟ ——— شب کے دس بجے ہوں گے، کہ جہاز سمندر میں ساحل سے فاصلہ پر لنگر انداز ہو گیا، اب صبح کو گودی میں داخل ہوگا، اور کہیں نو دس بجے تک اترنا ہوگا، اتنا انتظار کس سے ہوگا! اور یہ رات کیسے کاٹے کٹے گی!

بیت اللہ کے زائروں کے صبر و انتظار کا آخری لطیف مجاہدہ خدا خدا کرکے ختم ہوا ۱۰ رجون، پنجشنبہ کی صبح ہوئی، بندرگاہ کے افسروں اور ڈاکٹر وغیرہ کی آمد و رفت جہاز پر شروع ہوئی، دن نکلا اور کچھ دیر کے بعد جہاز نے آہستہ آہستہ گودی کی طرف کھسکنا شروع کیا، نیچے کے درجوں کے مسافر بیچارے اپنی گٹھری مٹری سنبھالے، اپنے کندھوں اور سروں پر بوجھ لادے اوپر کے حصہ پر آگئے، اور

کا کوئی معقول انتظام نہین، وقت تو مردون کے لئے بھی بڑا کرتی ہے، عورتون کیلئے اس سے بھی کہین بڑھکر پیش آتی رہتی ہے، ———— لیکن ان خوش نصیبون کی موت کا کیا پوچھنا! گناہون سے پاک صاف، تازہ حج کئے ہوئے، عرفات کی حاضری اور دیدار کعبہ سے مشرف، غریب الوطنی کی موت، سمندر کی قبر جنت کا راستہ سیدھا کھلا ہوا، جی مین آتا ہی، کہ آنسو بہانے کے بجائے، ان مرنے والون اور مرنے والیون کی خوش قسمتی پر جی کھول کر رشک کیجئے، رحمت حق کا نزول ان پر بھی نہ ہوگا، تو اور کس پر ہوگا!

---

۱۴ مئی (۱۰ ذی الحجہ) کو دوشنبہ کا دن تھا، جب سہ پہر کے وقت جدہ سے روانہ ہوئے تھے، ۲۰ جون کو ایک ہفتہ پورا ہو کر دوشنبہ آگیا، اور وطن کی آتش شوق اب تیز سے تیز تر ہو گئی، دن کے گھنٹے اور رات کی گھڑیان اب کاٹے نہین کٹتی تھین، ایک ایک دن پہاڑ ہو رہا تھا، بھوک اور پیاس سے حال ابتر ہو رہا تھا، اس پر بھی سہ شنبہ کا دن سامان کے رکھاؤ ٹھیک ٹھاک مین بسر ہوا، زائد بستر بندھتے تھے اور کھلتے تھے، اور پھر بندھتے تھے، بکس، صندوق، سوٹ کیس بیگ، ہینڈ بیگ، بار بار بند ہوتے تھے کھلتے تھے اور پھر بند ہوتے تھے، چہار شنبہ کو طوفانی حالت تیز ہو گئی، سمندر مین تلاطم تو تھا ہی، بارش بھی اچھی خاصی ہو گئی، جہاز پر بارش کا منظر خاصہ مہیب و دہشت انگیز ہوتا ہے، کمزور دل والے بادل کی گرج، بجلی کی کڑک، ہوا کے زور، بارش کے شور، اور فضا کے اندھیرے گھپ کو دیکھ دیکھ کر سہمے جاتے تھے، اور جہاز اس فضائے تیرہ و تار مین دوسرے جہازون کو اپنے وجود سے مطلع

بڑھکر مصیبت پانی کی تھی، ٹھنڈا پانی عنقا! فرسٹ کلاس والے تک گویا نیم گرم پانی پینے پر مجبور! جہاز پر برف تھی، اور روزانہ تیار ہوتی تھی لیکن اتنی قلیل مقدار مین، کہ صرف انگریز افسران جہاز کے لئے کافی ہوسکے، جہاز کے انگریز اور نیم انگریز افسر اور ماتحت برف پی رہے ہین، اور ٹھنڈے پھل (سنترے وغیرہ) کھا رہے ہین، اور حاجی غریب (بڑے سا بڑا حاجی بھی ہر چھوٹے سے چھوٹے انگریز کے سامنے غریب ہی ہی!) ہر قیمت ادا کرنے کو تیار، اس پر بھی قسمت مین تشنگی و خشک لبی ہی لکھی ہوئی!

واپسی کے وقت جہاز پر عموماً موتین بھی خاصی تعداد مین ہوتی رہتی ہین، سفر کی بے احتیاطیان اور بد پرہیزیان، خاتمۂ سفر پر رنگ لاہی کر رہتی ہین، خصوصاً جو لوگ لاغر و نحیف، مریض و ضعیف الجثہ ہوتے ہین، اور ساتھ ہی اپنے آرام و آسایش کے لئے زیادہ خرچ بھی نہین کر سکتے، وہ تو ہجوم، غذا، موسم، آب و ہوا، وغیرہ کی سختیون کو اور بھی برداشت نہین کر سکتے، زیادہ تر موتین اسی طبقہ مین ہوتی ہین، ہمارے جہاز مین غالباً ۱۶، ۱۷ موتین ہوئین، دس دن کے عرصہ مین، اور سترہ سو کی آبادی مین یہ تعداد کچھ ایسی بہت زائد تو نہین، تاہم دلون مین دھڑکن پیدا کر دینے کیلئے کافی سے زائد تھی، ایک پچیس تیس سال کے جوان سرحدی کی موت، جو نمونیا سے ہوئی اور ساحل بمبئی سے صرف چند میل ادھر ہوئی، بہت دردناک تھی، افریقہ کے ایک یمنی تاجر مع اپنے حشم و خدم کے فرسٹ کلاس کے مسافر تھے، ان کی جوان بیوی کی وفات بھی بڑی حسرتناک ہوئی، شیرخوار بچی کو ان باپ وطن چھوڑ آئے تھے، جہاز پر انتقال کے بعد غسل مین سخت دقت ہوئی، حاجیون کا جہاز، اور اس پر غسل و تکفین

کوئی دوران سفر مین گرفتار، کوئی استغراغ مین مبتلا، الا ماشاء اللہ، کچھ اللہ کے بندے محفوظ بھی رہے، ــــــــ نماز بہترین عبادت ہی، لیکن نماز کے بعد ہی دعا و استغفار کا بھی حکم ہے، روزہ افضل ترین مجاہدہ ہے لیکن ختم رمضان پر ادائے صدقہ فطر کا بھی ارشاد ہے، حج جیسے بابرکت سفر مین، اپنی کوتاہیون، اور نفس پرستیون سے جو جو آلائشین اور کثافتین جمع ہو جاتی ہین، اُن کے تصفیہ و تنقیہ کے لئے اس اضطراری مجاہدہ سے بڑھکر لطیف و پر اثر نسخہ اور کیا ہو سکتا ہے!

دن جاتے اور فاصلہ طے ہوتے دیر کیا لگتی ہے، ابھی نواح جدہ مین تھے، ابھی کامران کے سامنے سے گذرنے لگے، بحر احمر ختم ہوا، بحر عرب شروع ہوا، سقوطرہ سے گذرے، باب المندب سے نکلے، عدن کو پیچھے چھوڑا، ساحل حمان بھی نظر سے غائب ہوا، بحر ہند کی گہرائیون کے اوپر آگئے، لیکن وطن جون جون قریب آتا جا رہا ہے، سمندر کا تلاطم بڑھتا ہی جا رہا ہے، گرمی کی شدت برسات کی سی امس، اس پر مستزاد جسم پسینہ مین شرابور، غسل سے بھی تسکین نہین جاتے وقت مسلم نوویگیشن کمپنی کے کھانے کا انتظام اچھا تھا، اور انتظام مین اگر کچھ کمی تھی بھی، تو منیجر اور اسسٹنٹ منیجر کی خوش اخلاقیان اس کی تلافی کر دیتی تھین، اب کی مرتبہ یہ کوئی صورت بھی نہ تھی، جو چیز مانگئے ہوٹل مین موجود نہین، کھانا اول تو کھایا ہی کس سے جاتا تھا، بھوک غائب تھی، لیکن جو کھانا چاہتے انھین ملتا ہی کیا تھا! جو خوشحال تھے، انھین مجبوراً انگریزی ہوٹل سے انتظام کرنا پڑا، جو بیچارے اتنا خرچ نہین کر سکتے تھے، اور محض مسلم ہوٹل کے بھروسہ پر تھے، اُن کی حسرت نصیبی قابل رحم تھی، کھانے سے کہین

ہر تمکینہ کے غارت گر ا،

سمندر میں برسات کا موسم اور برساتی ہوائیں بہت قبل سے شروع ہو جاتی ہیں، کپتان وارڈ نے بتایا تھا، کہ " ۔ ۔ ا جون تک بمبئی ضرور پہونچ جانا ورنہ برسات شروع ہو جائیگی، اور بحری سفر میں برسات کا وسط نہیں، بلکہ ابتدائی اور آخری حصہ زیادہ خطرناک اور تکلیف دہ ہوتا ہے" چنانچہ ہم لوگوں نے مکہ سے روانگی میں جو اس قدر عجلت کی تھی، اس کا ایک بڑا سبب یہی تھا، جدہ سے ۲۱ مئی کو روانہ ہوئے تھے، اب اطمینان تھا، کہ خطرہ کے وقت سے قبل ہی بمبئی انشاءاللہ پہونچ جائیں گے لیکن کیا انسان اور کیا انسان کا ارادہ اور اندازہ! تین چار دن تو سمندر کی حالت غنیمت رہی اس کے بعد تیز و تند ہوائیں چلنی شروع ہو گئیں، اور موجوں نے بلند ہو ہو کر جہاز سے ٹکریں کھانی شروع کیں، اس کیفیت کا پورا اندازہ بغیر بحری سفر کا ذاتی تجربہ کئے ہو نہیں سکتا، یہ معلوم ہوتا تھا، کہ سطح سمندر سے دس دس اور بارہ بارہ، بلکہ پندرہ پندرہ اور بیس بیس فٹ اونچی موجیں، ہر سمت سے امنڈ امنڈ کر اور بلند ہو ہو کر جہاز پر حملہ آور ہو رہی ہیں! اور ساتھ ہی جہاز ڈانواڈول ہونا شروع ہوا، اوپر کے عرشہ پر بیٹھ کر دیکھئے، تو ابھی یہ نظر آ رہا ہے، کہ جہاز کا داہنا پہلو نیچا ہوتے ہوتے بالکل زیر آب ہوا جاتا ہے، اور ابھی یہ نظر آنے لگا کہ داہنا پہلو تو نکل آیا اور اب بایاں پہلو جھکتے جھکتے غرق ہونے پر ہے! دلوں کی گھبراہٹ کو چھوڑیئے، زبانوں کی دعا و بکا کا بھی ذکر نہیں، ستم یہ ہوا کہ سروں میں چکر آنے شروع ہو گئے، اور متلی کی بیماری پھیل گئی، جسے دیکھئے بستر پر پڑا ہوا، جو اٹھ کر چلا وہ لڑکھڑا کر گرا،

علمی ہمدردیوں اور خدمتگزاریوں پر زیادہ مستعد ہوگئے ہیں، ایک ایک کے علاج تیمارداری کے لئے موجود، نئے ساتھیوں میں ڈپٹی امیر احمد صاحب علوی کاکوروی، اور محمد اکرم خان صاحب (ایڈیٹر محمدی، کلکتہ) کا ساتھ بھی ہر طرح خوش گوار و دلچسپ رہا،

اب پھر دہی ڈیڑھ ہفتہ کے لئے، لق ودق (ورا تھاہ سمندر سے سابقہ، خشکی اور خشکی کی ہر شے سے بے تعلقی، نہ پہاڑ نہ جنگل، نہ شہر نہ دیہات، نہ چرند نہ پرند نہ باغ نہ مکان، نہ شجر نہ حجر نہ سڑک نہ دوکان، بس ہر وقت اور ہر سمت عالم آب، اوپر نیلا آسمان اور نیچے نیلا سمندر، نہ کہیں اسٹیشن نہ قیام، دن رات مسلسل روانی ہی روانی، اب کی کلمران میں بھی ٹھہرنا نہیں بس بمبئی تک برابر چلتے ہی رہنا ہے، کچھ تو حج کی برکت، اور کچھ اس لئے کہ طبیعت مانوس ہو چکی ہے، واپسی میں سمندر کی دہشت، اور سمندر سے وحشت کسی قدر کم ضرور ہو جاتی ہے، لیکن جاتی نہیں رہتی، وطن کا شوق دل پر غالب کہ کل کے پہونچتے آج ہی پہونچ جائیں، اور انتظار کی ایک ایک گھڑی طبیعت پر گراں لیکن دن اور رات، گھنٹے اور منٹ تو بہرحال اپنے وقت مقررہ ہی پر پورے ہوں گے ہر روز خوش خوش حساب لگ رہے ہیں، اور اندازے ہو رہے ہیں، کہ فلاں تاریخ، فلاں وقت بمبئی پہونچیں گے، فلاں فلاں سے ملیں گے، فلاں ٹرین سے روانہ ہوں گے، یوں وطن کو تار دیں گے، یوں وطن پہونچیں گے، کپتان سے سوالات کی بھرمار ہو رہی ہے اور جن بیچاروں کی رسائی کپتان تک نہیں، وہ خلاصیوں ہی سے پوچھ پاچھ کر دل کو تسکین دے رہے ہیں، سب اپنے اپنے حال میں مست اور اپنے اپنے منصوبوں میں مگن، لیکن سمندر کا تلاطم ہر منصوبے پر غالب، اور ہوا کے ہول انگیز تھپیڑے

رہائی اس وقت تک، ٹرنر مارلیسن کے جہازون مین سب سے بہتر ہے، سب سے
زیادہ وسیع اور سب سے زیادہ آرام دہ، اول درجہ کے کیبن؛ دوسرے جہازون سے
زیادہ گنجایشی اور آرام دہ، بعض بعض کیبن بجائے دو آدمیون کے چار آدمیون کیلئے
سکنڈ کلاس مین پنکھے لگے ہوئے، ہر کیبن کے اندر پائپ مین پانی کے از خود آجانے کا
انتظام موجود، نہ یہ کہ پانی والا پانی کے خزانہ مین الگ سے لاکر پانی انڈیل جائے، شروع
کے کسی نمبر مین بیان ہو چکا ہے، کہ جاتے وقت اکبر جہاز مین جگہ سب سے اوپر کپتان کے
کمرہ سے متصل مل گئی تھی، اس وقت تو مولانا شوکت علی کی عنایت تھی، واپسی مین اس
جگہ کے ملنے کی کیا توقع ہو سکتی تھی، لیکن جو خدائے مہربان بمبئی مین تھا وہی جدہ
مین بھی تھا، اب کی اس نے کسی بیرونی کرمفرما کے نہین، بلکہ خود ٹرنر مارلیسن کمپنی کے
ایجنٹ اور حاکم جدہ، حاجی عبد اللہ علی رضا زینل کے دل مین نیکی ڈال دی، انھون
نے کپتان کے نام چٹھی لکھ بھیجی، چنانچہ جب جہاز پر آنا ہوا تو دیکھا کہ وہی سب سے اوپر کے
عرشہ مین کپتان کے کمرے کے متصل کمرہ، اس عاجز و گمنام کے لئے محفوظ اور خالی، کپتان
سے قدرۃً ہر وقت کا سابقہ، اس کپتان کا نام لک ہے، گو نیکی اور خوش مزاجی مین
کپتان وارڈ سے کمتر ہے، لیکن مستعدی، کارگزاری، وخوش تدبیری مین اس سے بڑھا
ہوا ہے، جہاز کے دوسرے کارکن بھی مستعد و کارگزار ہین، مسافرون کی خاصی بڑی
تعداد حسب معمول بنگالی حاجیون کی ہے، پیشاوری و سرحدی بھی بکثرت ہین، اپنے
قافلہ کے علاوہ، پرانے ساتھیون مین چودھری محمد علی ردولوی مع اپنے دو لڑکون
کے بکس اور اپنی بیمار لیکن نہایت ہمدرد و شریف خصلت زوجہ مکرمہ کے اب کی بھی
ہم سفر ہین، خوش مزاجی کی دھوم پہلے ہی سے تھی، اب حج کی برکت سے ماشاء اللہ

باب ۴،

جہاز رحمانی۔ وطن

جاتے وقت اکبر پر گئے تھے ــــــ اللہ اکبر کی بڑائی اور کبریائی پکارنے والون کی سواری کے لئے اکبر سے زیادہ موزون جہاز اور کون ہو سکتا تھا؟ ــــــ

واپسی کے وقت رحمانی پر سوار ہونا نصیب مین آیا، جو ذرہ کو آفتاب بنا دیتا ہے، پھر اگر واپس ہونے والون کے ساتھ رحم و رحیمیت کے معاملات شروع ہو گئے ہون، اور تمام تر رحمت و رحمانیت کے کاروبار ہونے لگے ہون، تو دل رحمانی کے نام سے کیون نہ تفاول کرے، اور رحمٰن و رحیم کے مرحمت و غفران کے بیشمار حیلون اور بے حساب بہانون مین ایک تازہ عنوان کا اضافہ کرتے کیون ہچکچاسکے؟ رحمانی صرف جہاز ہی کا نام کیون سمجھئے، سواری پر جتنے سوار تھے، اگر وہ سب کے سب رحمانی ہون، اگر ان سب کا شمار رحمانیون مین ہو گیا ہو، تو خدائے رحمان و رحیم کے رحم و کرم سے کچھ بھی بعید ہے؟ کسی کی بڑائی پکارنے والے دل نہ سہی، بڑائی پکارنے والی زبانین تو سب ہی کی تھین، اور خود اس بڑے کا دیدار نہ سہی، اُس بڑے کے گھر کی زیارت کرنے والی آنکھین تو ہر ایک کی تھین، پس اگر واپسی کے وقت بحر قدرت کے عبور کے لئے، سفینۂ رحمت و رحمانیت عطا کر دیا گیا ہو، تو اس پر حیرت کیون کیجئے، اور اس تجود و نوال فضل و کرم پر تنگدل کیون ہوجئے؟

بھی،" اور زیادہ آرام وہ بھی، سکنڈ کلاس مین بھی نکلے موجود، اگرچہ پندرہ سو مسافر تھے، اس پر ستر سو مین، جہاز کا عملہ اس کے علاوہ، ۹ بجے تک ہم لوگ پہونچ گئے تھے، ۵ گھنٹے کے بعد، سہ پہر کو روانگی کی سیٹی ہوئی،" اور جہاز وطن کی طرف روانہ ہوا —

"وطن"! کیا خدا کی شان ہے، حجاز کا مسافر ہندوستان کو "وطن" لکھ رہا ہے،" اور سمجھ رہا ہے! یہ وہی مسلم خانمان برباد ہے، جو کبھی حجاز آیا تھا، جس کے باپ دادا کی رگون مین حجازی خون گردش کر رہا تھا، چند صدیون کے بعد آج وطن پردیس ہو گیا ہے،" اور پردیس وطن کے حکم مین داخل ہو گیا ہے! حجاز اب اس کے لئے پردیس ہے! اور مکہ و مدینہ کے جوار مین اب وہ اپنے تئین غریب الوطن سمجھ رہا ہے!

---

۱۷ رذی الحجہ اتوار کا دن ملنے جلنے، سامان سفر درست کرنے، اور اشیا کی خریداری
مین گذرا ہندوستان سے ڈاک خدا خدا کر کے آئی، سہ پہر کو تقسیم ہوئی لیکن بمبری
ڈاک کا ایک بہت قلیل جز دیا، صرف ایک پلندہ تھا جس کے اندر چند اخبارات لپٹے ہوئے
تھے، میرے اندازہ مین ایسے ایسے پندرہ بیس پلندے ہونے چاہیے تھے معلوم ہوتا ہے
بقیہ ڈاک آیندہ جہاز سے موصول ہوگی، پوسٹ ماسٹر کے پاس اپنا ہندوستان کا پتہ چھوڑے
جاتا ہون، اب جو ڈاک آئیگی، وہ وہین واپس کر دین گے خیال یہ تھا کہ ڈاک یہان ملجاتی
تو جہاز پر اسے دیکھ ڈالتا، اور ہندوستان پہونچتے پہونچتے، بھر دنیا کے حالات سے باخبر
ہو جاتا خیر، ۱۸ رذی الحجہ، ۲۰ رمئی، دوشنبہ کا دن تھا کہ صبح سویرے اپنا اسباب ٹھیلون پر
لاد کر ساحل کی طرف روانہ کر دیا، سب قافلہ والے ہمراہ گئے، اور ساحل سے کشتی کرایہ
کر کے جہاز کے لئے روانہ ہوئے، جو دو ڈھائی میل کے فاصلہ پر سمندر مین اور بہت سے
جہازون کے ہجوم مین کھڑا تھا، وکیل صاحب کے مطالبات دے دلا کر کچھ دیر کے بعد
ہم دونون میان بیوی، ٹرنر مارسین کے موٹر بوٹ پر روانہ ہوئے، اور بہت جلد جہاز
تک پہونچ گئے، جدہ مین کشتی سے جہاز پر چڑھنے کا مرحلہ سخت ہوتا ہے، کشتی برابر ہلتی
رہتی ہے، اور اس سے بھی کہین بڑھکر لوگون کا دھکم دھکا، سیڑھی پر ایک وقت مین
ایک ہی آدمی چڑھ سکتا ہے، اسباب کے چھوٹ جانے کا اندیشہ مزید برآن ہر حال ناتوانون
اور ضعیفون کو اس وقت بڑی احتیاط کی ضرورت ہے، گو خدا کے فضل سے کوئی
حادثہ عموماً پیش نہین آتا لیکن اس کا خطرہ ہر وقت لگا رہتا ہی، رحمانی ٹرنر مارسین کمپنی
کا نو تعمیر جہاز ہے ۲۸ء مین تیار ہوا ہی، اور اس کے کل جہازون مین سب سے بڑا اور سب سے
بہتر اور سب سے وزنی ہی، ۵۲۹۱ ٹن کے وزن کا ہے، کمرے اکبر کے کمرون سے بڑے

ہو، اور جس شخص کو ہزارہا اہلِ حاجت سے سابقہ رہتا ہو، اس کے لئے سب کو مطمئن و رضامند رکھنا آسان بھی نہیں۔ ——— اپنا تجربہ تو ان کے متعلق یہی ہوا کہ انھوں نے اپنے اسم بامسمیٰ ہونے کا ثبوت دیا، اور علاوہ ٹکٹ مین مدد دینے کے جس کی اس وقت نہایت درجہ قدر ہوئی، کھلانے پلانے مین، چائے پلانے اور کھانا کھلانے مین جس لطف و مدارات کا برتاؤ کرتے رہے، اس سے تو رہ رہ کر دھوکا ہوتا تھا، کہ کوئی نئے شناسا نہین بلکہ پرانے بے تکلف دوست ہین، اور (احباب پنجاب معاف فرمائین) پنجاب کے باشندہ نہین اودھ کے رہنے والے ہین، اڈنر مارسین کے دفتر کے قاضی عزیز الدین صاحب سے بھی اب کی زیادہ سابقہ رہا، ضلع بارہ بنکی کے قصبہ سیدن پور کے رہنے والے، گویا اپنے ہموطن تھے، انھون نے اگر بالکل عزیزون کا سا برتاؤ کیا تو اُن سے اسی کی توقع بھی تھی، جدہ سے روانگی کے وقت، ہم میان بیوی انھین کے موٹر لانچ پر روانہ ہوئے، کمپنی کے ایجنٹ، اور شہر جدہ کے حاکم، حاجی عبداللہ علی رضا زینل کے اخلاق کی کیا تعریف ہو، چہرہ کی نورانیت، انورِ باطن کا آئینہ، پردیسیون کے حق مین آیۂ رحمت، شیخ عبدالرحمٰن الفضل سے بھی ملاقات رہی، ان کی محبتین اور خاطر داریان بھی بھولنے کی چیز نہین، اور شیخ نصیف کا آرام دہ اور پرفضا چبوترہ، مئی کے آخری ہفتہ کی گرمی، اور جدہ مین حاجیون کا ہجوم، اگر اب کی بھی فرطِ کرم سے شیخ نے اپنا چبوترہ عنایت نہ کر دیا ہوتا، تو خدا معلوم دو راتین کس طرح بسر ہوتین! جدہ مین رہنے والے گویا اللہ کے گھر کے ڈیوڑھی بان ہین، حجاج کی خدمت کرنے اور انھین آسائش پہونچانے کے انھین بہترین مواقع حاصل ہین، خوش نصیب ہین وہ افراد جو ان موقعون کو ہاتھ سے جانے نہین دیتے اور انھین اپنے لئے توشۂ آخرت بناتے جاتے ہین،

کرلیا تھا، وہ اس لاری نے، ڈیڑھ گھنٹے مین طے کیا! ساتھیون سے معلوم ہوا کہ راستہ مین ہر قسم کی افتاد، شوفر کی حرکتون سے لاری کو پیش آتی رہی، یہان تک کہ ایکبار اُس کی سگریٹ کی چنگاریون سے لاری مین آگ بھی لگ گئی، اور کپڑے جلنے شروع ہو گئے، لیکن بے درد و شقی القلب شوفر کسی قسم کی مدد و ہمدردی کرنا الگ رہا لاری کو روکنے تک کا روادار نہ ہوا! مولانا مناظر صاحب اور دوسرے رفقا برابر النار النار الحریق الحریق پکارتے رہے، اور صراحیون کا پانی ڈال ڈال کر جس طرح بن پڑا آگ بجھائی، ورنہ اگر جانین بھی چلی جاتین، تو کچھ بعید نہ تھا! کوکب الشرق کمپنی کی گاڑیون کا ایک ہی تجربہ ہوا، اور خدا نہ کرے اس تجربہ کے اعادہ کی نوبت آئے،

رحمانی، بمبئی کے لئے ۱۸ ذی الحجہ کو روانہ ہو رہا تھا، اُس پر جگہ ملنے سے بالکل مایوسی تھی، اور خیال یہی تھا، کہ دوسرے جہاز کے انتظار مین ابھی کئی دن جدہ مین پڑا رہنا ہوگا، لیکن رحمت باری کو مایوس دلون کو شگفتہ کرتے کیا دیر لگتی ہے، ——— اور اس سفر کے دوران مین تو اس کا مشاہدہ قدم قدم پر کرایا گیا ——— ۱۷ کی صبح کو جب منشی احسان اللہ صاحب کے ہان سے گیا، تو کچھ دیر کے بعد معلوم ہوا، کہ اسی جہاز مین پورے قافلہ کے لئے جگہ نکل آئی ہے! یہ احسان تمامتر اللہ ہی کا تھا، لیکن احسان کا واسطہ احسان اللہ کی ذات کو بنایا گیا، منشی صاحب کی عنایت و نوازش کی جب کوئی تعریف کرتا ہے، تو وہ جھینپنے سے لگتے ہین، اور چشم تصور یہ دیکھ رہی ہے، کہ منشی صاحب سفرنامہ کی اِن سطور کو پڑھتے جاتے ہین، اور ان کا استقبال بجائے تبسم کے، چین ابرو سے کر رہے ہین، لیکن ——— دوسرون کا تجربہ جو کچھ

اور ضابطے اپنے مقرر کر رکھے ہین، کہ اگر کسی شخص کیساتھ خاص رعایت اور عنایت کرنا چاہین بھی، تو آسانی سے نہین کر سکتے، ہر شخص کو اس کے نمبر ہی پر ٹکٹ ملیگا، اس لئے ان جو گفتگو ہوئی وہ بھی کچھ امید افزا نہ تھی،

مین خود تو جدہ پہونچ گیا، لیکن رفقا کہان ہین؟ موٹر پہونچے ہوئے مدت ہو گئی لیکن ساتھیون کی لاری کا اب تک پتہ نہین، موٹر مانا کہ لاری سے قبل پہونچتی ہے لیکن بس وہی گھنٹہ پون گھنٹہ قبل، اس سے زائد کا فرق تو نہ ہونا چاہئے، گھنٹہ گذرا، ڈیڑھ گھنٹہ دو گھنٹے، تین گھنٹے، چار گھنٹے مجھے پہونچے ہوئے ہو گئے، مین ظہر کے اول وقت پہونچا تھا اب عصر کا اوسط وقت ہو گیا، اور لاری کا کہین پتہ نہین، گھبرا کر بار بار وکیل صاحب سے دفتر کو کپ الشرق کو ٹیلیفون دلواتا تھا، اور وہان سے کوئی جواب نہ ملتا تھا، جب بالکل شام ہونے لگی، تو استغاثہ لے کر منشی احسان اللہ صاحب کے مکان پر گیا، وہ خود تو موجود نہ ملے، البتہ اُن کے ہان مولوی حاجی نثار احمد صاحب کان پوری مل گئے، اور بڑے اخلاق اور تپاک سے ملے، وہ ماشاءاللہ متعدد حج کر چکے ہین، اور یہان کی زبان، جغرافیہ، حالات سب سے خوب واقف ہین، بیچارے ازراہ ہمدردی از خود میرے ہمراہ ہو گئے، اور کمپنی کے دفتر کی تلاش مین نکلے، اور جب اس سے بھی کوئی نتیجہ نہ نکلا، تو اب اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ رضا بالقضا پر مجبوراً عمل کر کے، شہر پناہ کے پھاٹک پر کھڑے ہو کر صبر کے ساتھ انتظار دیکھا جائے، اتفاق دیکھئے کہ جون ہی پھاٹک پر پہونچے، پہلی لاری جو دکھائی دی، وہ ہمارے ہی قافلہ کی تھی، عین غروب آفتاب کا وقت تھا، گویا مکہ سے جدہ تک جو فاصلہ میری موٹر نے ڈھائی گھنٹے مین طے

موٹر کا سفر بحمد اللہ ہر طرح خوشگوار و آرام دہ رہا، اور گو مئی کی ۲۵ رتھی، موسم بہت زائد سخت نہ تھا، موٹر اچھا تھا، مصری شوفر اچھا تھا، ہندی رفقا اچھے تھے، درمیان میں ذرا کی ذرا بحرہ میں ٹھہرے یہاں چائے کی میز پر چند جاوی حاجیوں کا ساتھ رہا، ایک دوسرے کی زبان سے یکسر اجنبی، اس پر بھی ملاقات پُرلطف و شگفتہ رہی، ڈھائی گھنٹہ میں جدہ کی عمارتیں دکھائی دینے لگیں، اور چند منٹ کے بعد موٹر اپنی جگہ پر کر ٹھہر گیا!

آج ہندوستان کی ڈاک کی تقسیم کا دن تھا، وطن چھوڑنے کے بعد یہ پہلی اخباری ڈاک تھی، جو سرزمین عرب پر ملنے والی تھی، عزیزوں کی خیریت میں دوستوں کے ذاتی حالات میں، اور ملک کے عام قومی کیفیات میں دل لگا ہوا تھا، اپنی ڈاک پوسٹ ماسٹر جدہ کے پتہ پر طلب کر آیا تھا، موٹر سے اترتے ہی دوپہر میں پیدل ڈاکخانے پہونچا، یہ معلوم کرکے مایوسی ہوئی کہ ڈاک کے جہاز کی آمد ہے، لیکن ابھی آنہیں چکا ہے، مجبوراً واپس ہوا اور اپنے وکیل صاحب بسیونی کے مکان پر پہونچا، بیسیوں قافلے اس وقت سے کہیں پیشتر جدہ واپس پہونچ چکے تھے، اور اکثروں کے ٹکٹ کا انتظام ہو چکا تھا، وکیل صاحب کے مکان کے اندر ہجوم، اور باہر ایک میلہ سا لگا ہوا! ہم لوگوں کے پہونچنے میں اچھی خاصی تاخیر ہوئی ——— وہی معلم صاحب کی عنایت! ——— اور اس اثنا میں جہاز کی سب جگہیں بھر چکیں، بمبئی کے لئے ٹرنر موریسن کا پہلا جہاز، رحمانی کل ہی پرسوں روانہ ہونے والا ہے، اس کی گنجائش بھر کے مسافر سب آچکے، اب بھلا اس پر جگہ ملنے کی کیا صورت؟ وکیل صاحب نے بھی مایوس کر دیا، اور جہازی کمپنی کے دفتر والوں نے بھی کمپنی کے دفتر ہی میں تھا کہ اتفاق سے منشی احسان اللہ صاحب وائس کانسل وہاں آگئے، ٹکٹوں کا معاملہ انھیں کے ہاتھ میں ہے، مگر انھوں نے اپنے ہاں کے قاعدے

سے ہم رکی دوپہر کو نکلے تھے۔ اسی طرح شہر مکہ سے ۱۵ ذی الحجہ کو بعد مغرب روانہ ہوئے اور ۳۱ گھنٹے کے انتظار کے بعد ۱۶ کو نماز چاشت کے وقت شہر پناہ سے باہر ہوئے ہندوستانی وقت کے حساب سے کوئی ۱ بجے ہوں گے، کہ حدود مکہ سے موٹر روانہ ہو گیا۔

دیکھتے ہی دیکھتے یہ چند روز کا با برکت زمانہ قیام ختم ہو گیا، اب عمر بھر اسی کی یاد رہیگی، اور اسی کی حسرتیں! اسی کا دھیان رہیگا اور یہیں کا ارمان! یہیں کی تمنائیں رہینگی، اور یہیں کی آرزوئیں! اسی در کی طلب اور اسی آستان کی تڑپ! ایک خواب تھا کہ چشم زدن میں ختم ہو گیا! اب عمر بھر کی بیداریاں ہوں گی اور تمنائے خواب! ——— لیکن یہ یاس کا غلبہ اور مایوسی کا ہجوم کیوں؟ جس قادر علی الاطلاق نے بلا کسی حق و استحقاق کے ایک بار ان آنکھوں سے اس کی زیارت کرا دی، اُس کے فضل و کرم سے کیا کچھ بعید ہے، کہ ایک بار پھر، اور ایک ہی بار کی قید کیوں، بار بار پھر جیتے جی، اس جنت ارضی کی سیر کرا دے، اور کراتا رہے، وہ لائے اور پھر لیجائے، لیجائے اور پھر لائے، لائے اور بار بار لائے، اور ایسا لائے کہ پھر اس جسم ناسوتی کو جنت البقیع یا جنت المعلّٰی کے احاطہ میں حشر تک کے لئے سلا دے! یہیں سلائے اور یہیں سے اٹھائے! "زندگی" کی طلب رکھنے والوں کو انگلستان و فرانس، امریکہ و جرمنی کی سیر مبارک، لیکن "موت" کے دامن میں پناہ ڈھونڈھنے والا حجاز اور حجاز والے کے سوا، کس کا آسرا لگائے؟ "جنت نظیر" کی آرزو والے کشمیر اور "جنت نشان" کی تمنا والے فرنگستان کی گلگشت میں مصروف رہیں لیکن "جنت نظیر" اور "جنت نشان" کی شاعری کا مفتون نہیں، جنت کی حقیقت کا بھوکا، اگر ادھر نہ آئے، تو کدھر جائے گا؟

قافلہ سے ہم تین آدمی، تھانہ پہونچے، اور بہ مشکل تھانہ دار صاحب کے ہان باریابی نصیب ہوئی، نجدیون کی عام ذہنیت کا کافی تجربہ ہوچکا تھا، پھر یہ تھانہ دار صاحب تو ماشاءاللہ محکمہ پولیس کے ایک ذی اختیار عہدہ دار تھے، اور گو نسبًا نجدی ہون یا نہ ہون لیکن اپنے عہدہ کے اعتبار سے تو بہر حال حکومت سعودیہ ہی کے ایک رکن تھے، ان کے حسن اخلاق کا جو نمونہ دیکھنے مین آیا، خدا نہ کرے وہ آیندہ کبھی کسی حاجی کو دیکھنا پڑے! مولانا ناظم صاحب نے حجاز آکر خوب خوب مجاہدے کئے تھے، لیکن اس سرزمین پر اُن کے لئے سب سے بڑا مجاہدہ شاید اس سفر کی سب سے اخیر گھڑیون کے لئے اٹھ رہا تھا، گفتگو وہی فرما رہے تھے، ان بیچارہ پر جو زبردست ڈانٹ پڑی ہے، اس کو صبر کے ساتھ برداشت کر لیجانا انھین کا ظرف تھا،

صبح ۵ بجے ہو چکی تھی، ۶ بجے، ۸ بجے، ۸½ بجے، ۹ بجے خدا خدا کرکے مشکل آسان ہوئی، اور کوکب الشرق کمپنی (ایک مصری موٹر کمپنی کا نام ہے) کی ایک لاری ہم لوگون کے لئے نظر آئی، رفیقان قافلہ اس پر سوار ہوئے، مجھے خود ایک چھوٹے موٹر مین جگہ مل گئی، اس موٹر پر مولانا شوکت علی کے داماد اور بھانجے عثمان علی خان صاحب مع اپنے دو رامپوری دوستون کے آرہے تھے، موٹر اور لاری کے کرایہ مین کچھ زیادہ فرق نہین، لیکن آرام مین اچھا خاصا فرق ہے، موٹر نسبۃً کم وقت لیتا ہے، اس مین جھٹکے کم لگتے ہین، بیٹھنے کی جگہ زیادہ آرام دہ ہوتی ہے، کرایہ اب خوب یاد نہین، فی کس ایک گنی سے غالبًا ایک آدھ روپیہ زائد ہے، مدینہ سے روانگی کے وقت کبھی یاد ہوگا، کہ شہر سے ۳، ذی الحجہ کو رخصت ہوئے تھے، اور ۷، ۸ گھنٹے کے انتظار کے بعد، شہر پناہ کے پھاٹک

باب ۳۹

جدہ-جہاز

"جملہ معترضہ" ختم ہوا، یہ ساڑھے چار کالموں کا "جملہ" صرف نحوی اصطلاح میں نہیں، اپنے لفظی معنی میں بھی "معترضہ" ہی تھا، اور معلّموں کی چیرہ دستیوں سے آئندہ حاجیوں کو آگاہ و خبردار کرنے کے لئے یہ جملہ معترضہ، سفرنامہ کا ایک ضروری جزو تھا، اب پھر اصل سفر کی داستان شروع ہوتی ہے، عشا کا اول وقت ہو چکا تھا، جب مجمع کو چیرتے ہوئے، ہم سب لوگ اعرابیوں پر سوار، مکہ کی آبادی سے باہر اُس مقام پر پہونچے جہاں روانگی کے لیے موٹر ملتے ہیں، سوار پہونچ گئے لیکن سواری ندارد، ساری رات میدان میں گذاری، کچھ وقت معلّم صاحب کے ساتھ زق زق بق بق میں گذرا، اور باقی سونے میں، صبح ہوئی، نماز فجر پڑھی، آفتاب نکلا، چائے اور ناشتہ سے فراغت کی، سواری کا اب بھی پتہ نہیں! دیر کے بعد معلوم ہوا کہ فرلانگ دو فرلانگ پر سرکاری تھانہ ہے، اصلاح ٹھہری، کہ وہاں چل کر قسمت آزمائی کیجائے، پولیس اگر مسافروں تک نہیں آتی، تو مسافر تو بہرحال پولیس تک جا سکتے ہیں، ممکن ہے، پولیس کچھ دستگیری کر سکے، ——— توکل کا یہ مرتبہ کہاں نصیب تھا کہ اللہ کے گھر میں آکر تو اللہ ہی پر بھروسہ کئے بیٹھے رہیں، خلق اللہ سے استعانت ناگزیر تھی، ———

کی خدمت گزاری پوری توجہ و تندہی کے ساتھ کر رہے تھے، اور بعض ثقا
بزرگون سے معلوم ہوا کہ سید امین عاصم مرحوم کے پوتے، سید عقیل عطاس معلن
کے طبقہ مین ایک یگانہ ہستی ہین،



(شارح ابوداؤد) شریعت وطریقت کے جامع بزرگ، حج کے موقع پر ۹ ذی الحجہ کو منیٰ مین قبل طلوعِ فجر، اپنے نوافل معمولہ مین مصروف تھے، کہ معلّم صاحب نے اکر شور مچانا شروع کر دیا، کہ عرفات کے لئے فوراً روانہ ہون، اس ہنگامہ مین سکون قلب کے ساتھ نماز مین مشغول رہنا مولانا ہی کا کام تھا، سلام پھیرنے کے بعد غصہ کے ساتھ معلّم سے ارشاد ہوا، کہ ہم نے تمھین مطوف قرار دیا ہے، استاد یا پیر نہین قرار دیا ہے، ہم شروق آفتاب سے ایک منٹ پہلے بھی نہین اٹھین گے، جمّالون کو اپنے اونٹون پر اختیار ہے، اپنے اونٹون کو لیجائین، ہم پیدل انشاء اللہ عرفات پہونچ جائین گے" (تذکرۂ خلیل صـ ۲۶-۲۷، ملخصًا) ان چند شہادتون سے اندازہ ہو گیا ہو گا، کہ عالم، عامی، صوفی، رئیس، جس کسی کو بھی حج کی سعادت نصیب ہوئی ہے، اسے ساتھ ہی معلّم صاحبون کی ان عنایتون کا بھی لذت آشنا ہونا پڑا ہے، گویا ؎

جو تری بزم سے نکلا، سو پریشان نکلا

ان معلّمین ہی کے طائفۂ عالیہ کی شان مین ہے، بدوون کی لوٹ مار کے افسانے آج سے چند سال قبل ہر شخص کی زبان پر تھے، معلّمون کے کارنامے اب تک عام نظرون سے مخفی ہین، ——— ظاہر ہے کہ کسی طبقہ کے سب افراد یکسان نہین ہوتے، یہ جو کچھ لکھا جا رہا ہے، ایک عمومی اور اکثری حیثیت سے لکھا جا رہا ہے، بعض معلّم صاحبان یقینًا کلیہ مین مستثنیات کی حیثیت رکھتے ہین، ناظر یار جنگ بہادر کے معلّم کو (جو شاید حیدرآبادی حجاج کے معلّم ہین) مین نے خود دیکھا، کہ وہ اپنے حاجیون

نہین کرتے، جس کی وجہ سے لوگون کو تکلیف ہوتی ہی، یہ شکایت خانہ کعبہ مین (غالباً
حرم شریف مراد ہے) لوگون کی زبانی سنی جاتی تھی، .... ہم کو بھی اپنے معلم سے
تکلیف ہی ہوئی، اور کوئی ایسا آرام اس سے نہین ملا" (ص۳۷)

اس کے آگے اپنی تکلیف کی تفصیلات لکھی ہین، یہ تکلیفین وہی ہین، جو اکثر و بیشتر
حاجیون کو معلمین کے ہاتھون پیش آتی رہتی ہین، مثلاً عین وقت پر باوجود ہر طرح کے
پختہ وعدون کے، سواری کے انتظام سے جواب دیدینا، سواری کا سامان (شقدف
وغیرہ) باوجود پوری قیمت لینے کے، بوسیدہ اور تکلیف دہ قسم کا دینا، مکہ سے روانگی کے
وقت سواری کے بہم پہونچانے مین مطلق مدد نہ دینا، وغیرہ وغیرہ،

معلم حضرات اگر صرف اسی پر بس کرتے، کہ حاجیون سے زیادہ سے زیادہ
وصول کرلیا کرین، اور اس کے بعد حاجیون کو پوری طرح اعمالِ حج ادا کرنے
دیتے، تو بھی زیادہ مضائقہ نہ تھا، معلم بیچارون کا آخر ذریعۂ معاش یہی حاجیون
کی آمدنی ہی ٹھہری، لیکن اصلی رونا اُن کی حرص و ہوس کا نہین، بلکہ قیامت
یہ ہے کہ رہبری کا دعویٰ کرکے کام رہزنی کا کرتے ہین، مدعی اس کے ہوتے
ہین کہ حج صحیح طریقے پر کرادین گے، مگر ہوتا اس کے برعکس عموماً یہ ہے، کہ انھین
معلمین کے باعث خدا معلوم کتنے مستحبات چھوٹ جاتے ہین، سنن رہجاتے ہین، اور
کتنی بیش بہا گھڑیان محض ضایع ہوہوجاتی ہین، پھر ان کی وجہ سے قلب کو جس تشویش
وخلجان کا شکار بننا پڑتا ہی، اور عین شکستگی و فروتنی کے وقت زبان پر جیسے جیسے ناملائم
کلام آتے ہین، یہ سب مستزاد، مولانا گنگوہی کے خلیفہ مولانا خلیل احمد مرحوم ومغفور

.....جب وقت حجاج جدہ شریف آتے ہین، تو یہ لوگ خود یا اپنے معتمدون کو جدہ
روانہ کرکے حجاج کو اپنے دام مین کر لیتے ہین........حاجیون کو یہ لوگ کھیتی سمجھتے
ہین، اور سالانہ پیداوار جہان تک ممکن ہو نکالنے مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین
کرتے........جہان تک ان سے ممکن ہوتا ہے، حجاج کو لوٹتے ہین، اور
کسی طرح اپنے سال بھر کے گذارے کا مبلغ جمع کر لیتے ہین......انتہا یہ ہے کہ
مطوفین......امیر حاجی کو لنگوٹی بندھوا کر چھوڑنا زیادہ ثواب سمجھتے ہین، یہ حالت
عام ہے، شاذ کا ذکر نہین، خوف مین ڈالنا، غلط خبرین سنا کر روحی ایذا پہونچانا تو
معمولی باتین ہین،......ناواقف ہندوستانیون کے لئے یہی کافی ہے کہ فلان مطوف
مکی ہے، مکہ کے رہنے والے ہندوستانیون کی نظر مین معصوم اور واجب التعظیم ہین ہوا
ان کے افعال کچھ ہی کیون نہ ہون........یہ جو کچھ مین نے لکھا ہے میرا اور
مختلف حجاج کا تجربہ ہے" (صفحہ ۲۳۹ تا صفحہ ۲۴۳ حصہ اول)

امرتسر کے ایک صاحب محمد شریف ہین۔ انھون نے ۱۹۲۷ء مین سفر حج کیا، اور
واپسی پر اپنا مختصر سا سفرنامہ ۳ جزو کا شایع کیا، معلوم ہوتا ہے، کہ بزرگون کی آنکھین دیکھے
ہوئے ہین، اس چھوٹے سے رسالہ کے اوراق مین بار بار اس کی تاکید کرتے ہین، کہ جو کچھ
گذرے، حاجی کو چاہئے کہ صبر و تحمل کے ساتھ اُسے برداشت کرے، جو امور ناگوار طبع
پیش آئین، اُنھین اللہ کی جانب سے آزمایش سمجھے، قس علی ہذا، لیکن ان مواعظ ونصائح
کے باوجود، یہ لکھنے پر مجبور ہین، کہ:-

"عموماً یہ سنا گیا کہ مکہ شریف مین بہت سے معلم لوگ اپنے فرائض پوری طرح ادا

ہوجاتا ہے، (ص۵۵-۵۶)

آگے مکان کے کرایہ خیمہ کے کرایہ وغیرہ مین معلم صاحبان کے حقوق کا تذکرہ کرنے کے بعد آخر مین کہتے ہین:-

"یہ تو چند ظاہری باتین ہین جن کو مین نے ظاہر کیا، ورنہ اس کا تو منشا ہی یہ ہوتا ہے کہ دھوکے سے فریب سے ہنت سے سماجت سے جس طرح ہو آپ سے حاصل ہی کرتا جائے"

یہ الفاظ ایسے شخص کی زبان سے نکلے ہین جسکی فیاضیان حد اسراف تک پہونچی ہوئی ہین، اور جس کی داد و دہش کی صوبہ بھر مین شہرت ہے اور جس کو خود اپنے معلم سے مطلق کوئی شکایت نہین پیدا ہوئی تھی،

خان بہادر عبدالرحیم صاحب نقشبندی، علاقہ پنجاب کے رہنے والے، مدراس کے محکمہ سروے کے کسی معزز عہدہ پر ممتاز تھے، ۱۹۱۱ء مین انھون نے سفر حج کیا اور سفر حرمین الشریفین کے عنوان سے اپنا مفصل و مبسوط سفرنامہ تین حصون مین شایع کیا، اس مین معلم صاحبان کے حالات و اسرار خاصی تفصیل سے بیان کئے ہین، سب کی نقل کی گنجایش نہین جستہ جستہ فقرے کافی ہون گے، فرماتے ہین:-

"گو یہ امر بدمزہ ہے، اور طبیعت پر اس کے اظہار سے ناگواری اور گرانی ہے کیونکہ یہ اغیار کی برائیان نہین ہین، بلکہ خود اپنے عیب دوسری اقوام کے روبرو بیان کئے جاتے ہین، مگر ان واقعات کا چھپانا جو حجاج کی ایذا کے باعث اور عرب کی بدنامی کے موجب ہین، اس سے بھی زائد ناگوار ہے، بس کہنا ہی پڑا کہ علی العموم ان بزرگوارون (یعنی معلمون) سے ہندوستانی حجاج کو سخت ایذا و تکلیف پہونچی ہے

سے کہ بعض فقرے سننے کے قابل ہین، مولوی صاحب موصوف جانتے ہین، کہ اس قسم کی کوئی بات زبان سے نکالنا خوش عقیدگی کے مذہب مین کتنا بڑا جرم ہے، اس لئے بیان کرنے سے قبل تمہید بیان یون اٹھاتے ہین :۔

" اس کے بعد مین مطوفون کے پورے حالات لکھونگا، مین خوب جانتا ہون کہ اول تو لوگ اس کو باور ہی نہ کرین گے، اور اگر واپس آئے ہوئے حاجی میری اس تحریر کو دیکھین گے، تو یقیناً مجھ پر بیدینی یا اہلِ حرم کی عظمت کا دل مین خیال نہ ہونے کا الزام لگائین گے، ...... مگر دو خیالون نے اس گستاخی کا ارتکاب کرایا ہی، اول یہ کہ یہ تحریر ناتمام نہ رہے، دوسرے جانے والے اشخاص آگاہ ہو جائین" (صفحہ ۵۵)

اس کے آگے مطوفون کے مناقب سنئے :۔

" اب سنئے، مطوف آپ کے ساتھ ہرگز ہمدردی سے نہ پیش آئین گے، وہ ظاہری طور پر آپ کو چکنی چپڑی باتون سے خوب خوش کرین گے، مین خادم ہون، کفش بردار ہون، آپ کی مرضی مین میری بھی مرضی ہے، جو حکم دیجئے بجا لاؤن ...... لیکن کسی شہر والے سے حتی الوسع آپکو ملنے نہ دیگا، اگر ... جبراً قہراً ملائیگا، تو خود یا اپنے ملازم کو جسے وہان کی اصطلاح مین صبی کہتے ہین، ساتھ کریگا، جب آپ کے ساتھ ان مین سے کوئی ہوگا، تو اگر کوئی صلاح آپ چاہین کہ وہان کے کسی شخص سے لے سکین ناممکن ہوگی، ..... یہ برتاؤ عام لوگون کے ساتھ ہے، خاص لوگون کے ساتھ علانیہ تو ایسا نہین کرتے، مگر در پردہ یہی تمام باتین ان کے ساتھ بھی کیجاتی ہین، .....

سودے سلف مین تبرکات کی خریداری مین مطوف کا حق لازمی ہی، جسکا پتہ آپکو نہ چلیگا جیسے بنارس یا لکھنؤ کے دلال ساتھ ہو لیتے ہین، اور اشارہ کے ساتھ خریداری مین حق قائم

چنانچہ مولانا مجبوراً، آیندہ عازمِ حج کو مشورہ دیتے ہیں، کہ وہ بجائے مطوفون کے،
"مکہ سے کسی ذی علم سمجھدار کے ساتھ ہولے .... اور ادائے ارکان
حج مین مطوفون کا پابند نہ رہے" (ص۶۲)

فقہ حنفی مین ۱۲ کو منیٰ سے مکہ کی واپسی بعد زوال ہی درست ہے نہ کہ قبل زوال
لیکن ظالم مطوفون کے ہاتھون مولانا پر کیا گذری، اسے مولانا ہی کی زبان سے سنئیے:

"" بارہوین کو صبح سے مطوف کے ملازمین نے مکہ چلنے کے لئے تقاضا شروع کیا اور
بدوؤن کو ایسا سبق پڑھایا، کہ ہرگز زوال کے وقت تک ٹھہرنے کو راضی نہ ہوئے، مطوف
کے ملازم کچھ پڑھے ہوئے بھی تھے ایک کتاب مین سے ایک روایت امام ابوحنیفہؒ
کی دکھائی جس سے اس دن قبل زوال بھی رمی کرنے کا جواز نکلتا تھا، مین نے
کہا یہ روایت ظاہر روایت کے خلاف ہے، اور غیر مفتیٰ بہا ہے، مگر انھون نے ایک
نہ مانا، مجبوری اُن کا ساتھ چھوڑنا پڑا، وہ میرا سارا سامان لیکر چل دیئے، مین مع
اپنے چند رفیقون کے رہ گیا، اور زوال کے بعد رمی کرکے روانہ ہوا، راہ مین بمشکل
سواری کے لئے گدھا ملا" (ص۶۷)

مولانا کے مذہب مین عرب و اہلِ عرب کے متعلق شکایت کا ایک حرف بھی
زبان پر لانا گناہ، کیسی کچھ اذیت پہونچی ہوگی، جب جاکر دبے لفظون مین اتنا
بھی قلم سے نکلا،

۱۹۰۳ء مین گورکھپور کے مشہور رئیس مولوی سبحان اللہ خان صاحب نے
سفرِ حج کیا، اور واپسی پر اپنا سفرنامہ میرا سفرِ حج کے عنوان سے شائع کیا، اس سفرنامہ

مولانا محمد حسین الہ آبادی کا نام بالکل غیر معروف نام نہین، حضرت حاجی امداد اللہ
کے مرید و خلیفہ تھے، اور تمامتر عشق و محبت کے رنگ مین رنگے ہوئے اجمیر مین عین حالت
سماع مین انتقال فرمایا، اور اس زمانہ مین سارے ہندوستان مین اس واقعہ کی دھوم
مچ گئی تھی، آج سے ۳۰، ۳۲ سال قبل ۱۳۱۷ھ مین چوتھی بار حج کے لئے تشریف لے گئے،
اور واپسی پر والہانہ و مستانہ زبان مین مختصر سفرنامہ حالۃ المسکین الی البلد الامین کے نام سے
شایع فرمایا، داستان سفر کیا ہے، گویا داستانِ عشق ہے، عرب اور اہلِ عرب کے ساتھ
محبت و شیفتگی مین یہ غلو، کہ ان کے خلاف ایک حرف شکایت سننا بھی گوارا نہین، (ص۳۵ و
ص۴۰ وغیرہ) با اینہمہ آپ بیتی بیان کرتے وقت یہ لکھنے پر مجبور ہین، کہ مکہ سے ۸ ذی الحجہ
کو منیٰ روانہ ہوتے وقت

"اس سال اونٹون کے ملنے مین بہت دیر لگی، اس وجہ سے عصر کے وقت مکہ سے
روانگی ہوئی، مغرب حدودِ منیٰ مین پڑھی، اور عشا کے وقت منیٰ مین قیام ہوا، فجر کی
نماز پڑھکر وہان سے چلنا چاہئے تھا، مگر بدو اور مطوف کے ملازمین نے نہ مانا، منیٰ
مین قیام بھی بمشکل میرے اصرار سے کیا تھا، آخر شب مین عرفات کو چل دیئے، اور
قبل طلوع آفتاب وہان پہونچ گئے، بدو اور مطوف چونکہ ہمیشہ حج کو آیا جایا کرتے
ہین، اور مقصود ان کا حج ہوتا بھی نہین، فقط حاجیون سے تحصیل زر مد نظر ہوتی ہے
اس وجہ سے ان کی نظر مین سنن یا مستحبات چندان با وقعت نہین ہوتے.......
یہ ستم پیشہ مطوفین اور ان کے ملازمین اس کا کچھ لحاظ نہین کرتے، اور اپنی تھوڑی
سی راحت کے لئے ان کو (یعنی حاجیون کو) رنج بھی پہونچاتے ہین اور ثواب سے
محروم رکھتے ہین" (ص ۶۱، ۶۲)

باب ۳۸

"جملۂ معترضہ"

معلم عبد القادر سکندر کے مظالم کا تذکرہ بار بار آچکا ہے، عجب نہین کہ بعض ناظرین اس تذکرہ سے اکتا گئے ہون، لیکن حقیقۃً جو کچھ کہا جا چکا ہے، اس سے کہین زیادہ وہ ہے، جو نہین کہا گیا ہے! آپ بیتی کے یہ چند موٹے موٹے واقعات تھے، جنکا ذکر ناگزیر تھا، باقی اگر وہ کل جزئیات لکھے جائین، جو ہم لوگون کو پیش آکر رہے، یا ہم نے دوسرون کو پیش آتے دیکھے، اور کسی ایک پر نہین، بلکہ امیر احمد صاحب علوی کاکوروی، ڈسٹرکٹ جج سے لیکر غریب سے غریب ہر طبقہ کے حاجیون پر گذرتے دیکھے، اگر ان سب کو لکھا جائے، تو یہ سفرنامہ، سفرنامہ کے بجائے اچھا خاصہ "سکندر نامہ" بن کر رہ جائے، اور سکندر نامہ بھی پرانے طرز کا "بری" یا "بحری" نہین، بلکہ نئے طرز کا "ریگستانی"! ——— خوش عقیدہ ناظرین اپنے دلون مین کہہ رہے ہون گے، کہ یہ عجب طرح کا مسافر حجاز ہی، گیا تھا حج کرنے، اور لگا معلم کے مظالم کا دکھڑا رونے، اگر واقعۃً معلم کی ذات ایسی ہی ظالم و طامع خود غرض و بے درد ہوتی ہے، تو آخر دوسرے حجاج یہ شکوے کیون نہین کیا کرتے، اتنا شور و شغب یہی تنہا کیون کر رہا ہی؟ لیکن خوش عقیدہ حضرات کا یہ حسن ظن صحیح نہین، یہ تباہ کار پہلا مسافر حجاز نہین، جس نے معلمون کے خلاف فریاد برپا کی ہو،

اور حرم شریف سے باہر آکر مساکین کو کچھ صدقہ بھی دیدے، عصر اور مغرب کے درمیان ہم لوگون کا سامان بندھ کر تیار ہوگیا، مغرب کی نماز حرم مین پڑھی، اور بعد نماز طواف وداع کے مراتب سے فارغ ہوئے، مغرب پڑھے ہوئے کوئی پون گھنٹہ گزرا ہوگا، کہ ہم لوگون کے قدم احدود حرم شریف سے باہر آگئے، یہ وقت بھی عجیب ہوتا ہی، کوئی ہشاش بشاش کوئی غمگین و افسردہ، کسی کا دل امیدون اور امنگون سے لبریز، اور کسی کا قلب غم و حسرت کے بار سے دبا ہوا، کوئی یہ سمجھ رہا ہی، کہ اب دوبارہ ان آنکھون کو یہ دربار اور یہ دیار دیکھنا کاہیکو نصیب ہوگا، کسی کو یہ یقین کہ پھر آئین گے اور بار بار آئین گے اور سو بار اگر وداع و رخصت کی تلخیان جھیلین گے تو ہزار بار آمد و وصال کی لذتین اور حلاوتین بھی حاصل کرین گے کوئی مغموم کہ کعبہ چھوٹ رہا ہے، کوئی مسرور کہ کعبہ ساتھ چل رہا ہے، اپنی اپنی نسبت اور اپنا اپنا ظرف، کس کو خبر، کہ دلون کے مالک کی نظر مین کس کی نذر مقبول، اور کس کا تحفہ قابل قبول!

یہاں بعد عصر پھر آنا ہوا! اور اس وقت ہر طرف سے عاجز و مجبور ہو کر یہیں سے اس مضمون کا تار قاری اسحق صاحب کی وساطت سے، منشی احسان اللہ صاحب انگریزی وائس کانسل جدہ کے نام دینا پڑا۔

"۳ روز سے برابر سواری کی تلاش ہے، معلم کے کبھی نہ پورے ہونے والے وعدے اب تک یہاں روکے ہوئے ہیں"

خدا کی شان، کہ جو قسی القلب "اللہ" سے نڈر تھا، وہ احسان اللہ سے ڈر کر فوراً سواری کا انتظام کر لایا، اور آدھ گھنٹہ کے اندر معلم نے خود آکر یہ خبر دی کہ لاری کا انتظام ہو گیا اور اب ہم لوگ جب چاہیں، روانہ ہو سکتے ہیں!

رخصتی کا طواف، طواف الوداع کہلاتا ہے، ملک الملوک کے دربار کا یہ آخری سلام ہوتا ہے، طواف الصدر و طواف الافاضہ بھی اسی کے نام ہیں، یہ طواف وطن واپس جانے والوں پر حنفی مذہب میں واجب ہے، البتہ عورتیں اپنے خاص زمانہ میں اس وجوب سے مستثنیٰ ہیں، یہ طواف اسی طرح ہو گا جس طرح اور سب طواف ہوتے ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ اسمیں رمل نہیں، باقی سات چکر کاٹنا، مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھنا، زمزم پینا، حجر اسود کو بوسہ دینا، اور موقع ملے تو ملتزم سے لپٹنا، یہ سب چیزیں اسیطرح بدستور رخصت کے وقت کی بعض دعائیں جو حرم شریف کے دروازہ سے باہر نکلتے وقت پڑھی جاتی ہیں، کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں معلم اس وقت پڑھا دیتے ہیں، بہتر یہ ہے کہ کعبہ سے جب روانہ ہونے لگے، تو الٹے پاؤں در حرم تک آئے، حج کی مقبولیت کی، اور دوبارہ حاضری کی بار بار دعا کرے، اور کعبہ سے جدائی پر آنکھیں روئیں یا نہ روئیں لیکن کم از کم دل ضرور روتا ہو

کے درمیان عدم تطابق صرف ہندوستان ہی کے لئے مخصوص نہین، بلکہ بیت اللہ
کے جوار مین بھی بیٹھکر بہ آسانی ممکن ہی، بہرحال سارے دن کی بے نتیجہ تگ و دو کے بعد
۱۴ ار کا بھی دن ختم ہو گیا، اور سواری کے بہم پہونچنے کی کوئی صورت نہ نکلی، دارو غہ
حبیب اللہ بیچارے نے اخلاصمندی کے ساتھ بہت کچھ مدد کرنی چاہی، لیکن معلّم صاحب
کے داؤ پیچ کے سامنے وہ بے بس تھے،

زائد سامان اونٹون پر لدکر ۱۴ ار کی شب مین جدہ روانہ ہو چکا تھا، اب ہم لوگ تھے
اور سعیٔ واپسیِ وطن، صبح اور شام کے اوقات اور دوپہر اور سہ پہر کے گھنٹے اسی کام
کے لئے وقف تھے، کہ اُدھر سے اِدھر، اِدھر سے اُدھر سواری کی تلاش مین دوڑا جائے
اور پھر در سے محروم و مایوس واپس آیا جائے، کیسی نمازین اور کہان کے طواف، ایک
سودا تھا کہ سر پر، اور ایک چکر تھا کہ پیرون پر سوار تھا، ۱۵ ار کو جمعہ کا دن تھا، صبح کے
اوقات تو انھین سرگردانیون کی نذر ہوئے، دوپہر کو جب نماز جمعہ کے لئے حرم شریف
کے اندر پہونچے ہین، تو جگہ مطلق نہین، آج حرم شریف ماشاء اللہ نمازیون سے کھچا کھچ
بھرا ہوا ہے، رکوع و سجود کا ذکر نہین، کھڑے ہونے تک کی گنجائش نہین، مجبوراً
حرم شریف کے اندر کی جماعت کا خیال ترک کرکے باب ابراہیم کے بالاخانہ پر مدرسہ
فخریہ عثمانیہ کے جو کمرے ہین، اُن مین چڑھ گئے، اور قاری اسحٰق صاحب مہتمم مدرسہ کے
لطف و کرم سے، کسی نہ کسی طرح یہان جگہ مل گئی، فاصلہ اس قدر تھا اور باہر سڑک
پر شور و ہنگامہ اتنا، کہ تکبیر کی آواز تک نہین سنائی دیتی تھی، الٹے سیدھے، جس طرح
بن پڑا، کسی طرح نماز ادا ہوگئی، سہ پہر کو مدرسہ کا سالانہ جلسہ تھا، اس تقریب سے

نسترعزیزون سے ایکبار پھر سابقہ شروع ہوا،

مدینہ سے روانگی کے وقت، سواری کے دستیاب ہونے مین، جو جو زحمتین پیش آئی تھین، اُن کا تذکرہ اپنے مقام پر آچکا ہی خیال یہ تھا، کہ مکہ پایۂ تخت سلطانی ہی یہان کے انتظامات بہت بہتر ہون گے، اور ہر طرح نظم و باقاعدگی ہوگی، تجربہ سے معلوم ہوا، کہ اس زمین کا بھی آسمان وہی ہی، الحرین کمپنی، جس کی لاریون پر جدہ سے مدینہ گئے تھے، اور مدینہ سے مکہ پہونچے تھے، اس کا معاہدہ ختم ہوچکا تھا، اب نئی سواری کا انتظام کرنا تھا، اور یہ یاد رہے کہ سواری کا انتظام معلم ہی کی معرفت ہو سکتا ہی، براہ راست کوئی حاجی اپنی سواری کا انتظام نہین کر سکتا، کرنا چاہے تو کوئی سواری والا اس سیدھے منہ بات بھی نہ کریگا، بلا وساطت معلم، سواری کا انتظام، قانون حکومت کا جرم ہے، ایک تاجر عبد الحمید کبتی ہندی ہین، ان کے نام بمبئی سے چلتے وقت سیٹھ عمر بھائی چاند بھائی نے تعارف نامہ لکھدیا تھا، ان کی موٹرین چلتی ہین، ان سے درخواست کی، اور بار بار کی، پہلے تو بہت اخلاق سے ملے، لیکن یہ خاص غرض جب پیش کی گئی، تو پہلے کچھ گول سے جوابات دیئے، اور کئی مرتبہ کی دوڑ دھوپ کے بعد بالآخر انکار فرما دیا، ایک تعارف نامہ دہلی کے مشہور حاجی علیجان والون کی کوٹھی کے شیخ عبد الوہاب صاحب کے نام بھی تھا، ہم ارکی صبح کو ان سے ملاقات کی، امداد کا وعدہ فرمایا، اپنے بعض بزرگ عزیزون کے نام چٹھیان لکھدین، ان مین سے ایک بزرگ نے جنکا نام غالبًا عبید اللہ صاحب تھا، سواری دینے کا پورا وعدہ بھی کر لیا تھا، ان کے در دولت پر خدا معلوم کتنی بار حاضری دینی پڑی، اور بالآخر یہ معلوم ہوا کہ وعدہ اور ایفائے وعدہ

مین پانچ کالم، حجاز مین سالانہ چندہ ۳ ریال ہے، اور باہر کے لئے ۶ ریال (ایک ریال سعودی، انگریزی سکہ مین ۸ ار آنے کا ہوتا ہے، یا کچھ زائد) جو لوگ حج و حجاز کے متعلق سرکاری اطلاعات سے باخبر رہنا چاہتے ہین، اُن کے لئے اس کا مطالعہ ضروری ہے!

حاجیون کو عموماً حج سے فراغت کے ساتھ ہی مکہ سے روانگی کی جلدی پڑجاتی ہے، کچھ مدینہ جانا چاہتے ہین، اور کچھ وطن واپس ہونا، ٹھہرنے والے بہت ہی کم ہوتے ہین، بعض بزرگون کے ارشادات بھی اسی قسم کے ہین، کہ حج کے بعد ہی روانہ ہوجانا چاہئے، زیادہ قیام نہ کرنا چاہیے، حضورؐ نے صحابہؓ سے بھی بعد حج صرف تین دن کیلئے قیام کے لئے فرمایا تھا، ہم لوگون کو واپسی کی عجلت تھی، اور پروگرام یہ تھا، کہ جدہ سے پہلے جہاز پر روانہ ہوجائین گے، منشی احسان اللہ خان صاحب نے کہہ رکھا تھا، کہ پہلے جہاز پر جگہ ملنے کی ذمہ داری صرف اسی صورت مین کیجا سکتی ہے کہ جلد سے جلد، یعنی ۱۳ ار کو جدہ آجاؤ، منیٰ سے ہم لوگ ۱۲ ار کی شام کو مکہ واپس آگئے تھے، اور خیال یہ کئے ہوئے تھے کہ ۱۳ ار ہی کو کسی وقت جدہ پہونچ جائین گے، موٹر کا دو ڈھائی گھنٹہ کا راستہ ہے، بات ہی کیا ہے، جس وقت چاہین گے چل کھڑے ہون گے ——— تجربہ سے معلوم ہوا، کہ یہ محض حسن ظن تھا، واپسی اتنی آسان ہرگز نہین جتنی ہم لوگ سمجھے ہوئے تھے، پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ واپسی کے لئے سواریان اسی وقت مل سکتی ہین، جب پہلے منشور سلطانی جاری ہولے، بغیر فرمان شاہی جاری ہوئے، کسی سواری کا ملنا خلاف قانون ہے، اور فرمان کے لئے یہ لازمی نہین، کہ اسکا اجرا ۱۳ ار ہی کو ہوجائے! خیر خدا خدا کرکے ۱۴ ار کو فرمان جاری ہوا، اور اس کے بعد اب معلم صاحب کے

کا نہ وقت ملا، نہ اُن کے باب مین کوئی مفصل واقفیت حاصل ہوئی، مگر محض عبا دنگاہ نہین؛ اچھا خاصا وسیع متمدن شہر ہے، مدرسے، اسپتال، موٹرین، سائکلین، بجلی کی روشنی اور پنکھے برنٹ پریس، ہوٹل سارے لوازم تمدن موجود، عبادات سے اگر قطع نظر کرکے محض تمدنی حیثیت سے نگاہ دوڑائی جائے تو یہ معلوم ہی نہ ہوگا کہ حجاز کا کوئی شہر ہے، بس یہ معلوم ہوگا کہ لکھنؤ یا کانپور یا آگرہ مین بیٹھے ہوئے ہین، بہت وسیع بازار، جسمین اعلیٰ سے اعلیٰ ولایتی کپڑا ہر قسم کا موجود، بہتر سے بہتر کھانے کی دوکانین اور ہوٹل تلاش کیجائے، تو ہر مذاق کا کھانا مل سکتا ہے، مٹھائیان پھل میوے، بہ افراط، تار گھر ہے، ٹیلیفون ہی، اور غالبًا لاسلکی کا بھی اسٹیشن موجود، علاج، ترکون کے زمانہ سے عمومًا ڈاکٹری ہونے لگا ہی، تاہم یونانی طبیبون کی بھی کمی نہین، اور دہلی کے دواخانون سے آئی ہوئی یونانی دوائین بھی اچھی اور قابلِ اطمینان ملجاتی ہین، دہلی، اودھ، پنجاب، دکن، بمبئی، گجرات، ہندوستان کے ہر صوبہ اور ہر گوشہ کے باشندے اچھی خاصی تعداد مین آباد، اور ہندوستان کی یاد کو تازہ کیے ہوئے ہین، حکومت وقت کی عنایت قدرۃً گروہ اہل حدیث پر زائد ہے، اور جسکا اس گروہ سے کچھ بھی تعلق ہی وہ فی الجملہ صاحب رسوخ و اثر، مصری اخبارات رسائل کے علاوہ ہندوستان سے اردو کے پرچے بھی اچھی تعداد مین جابجا آتے رہتے ہین، ایک ہفتہ وار اخبار ام القریٰ کے نام سے نکلتا ہے، ہر جمعہ کو شایع ہوتا ہے، دفتر حرم شریف سے قریب ہے، ولیعہد کے محل کی پشت پر واقع ہے، سچ سے بتلادیا ہے، وقت ہوتا تو اندر جاکر مدیر سے ملاقات کیجاتی، اور دفتر کے حالات کا مشاہدہ ہوتا، باہر سے تو دفتر کی عمارت خاصی شاندار معلوم ہوتی ہے، پرچہ کی حیثیت نیم سرکاری بلکہ کہنا چاہئے کہ سرکاری ہی ہے، بڑی تقطیع کے چار صفحے ہوتے ہین ہر صفحہ

اور سوا سو روپیہ ماہوار غالباً دربار بھوپال سے امداد ملتی رہتی ہے، کچھ متفرق چندوں سے مل رہتا ہے، موسم حج میں مکانِ مدرسہ کرایہ پر اٹھا دیا جاتا ہے، اور چونکہ حاجیوں کے لئے بہترین موقع پر واقع ہے، اس لئے کرایہ خاصہ معقول وصول ہو جاتا ہے، بسنہ ۱۳۶۲ھ سنہ ۱۳۶۳ھ میں دو دو ہزار سے اوپر کی رقمیں حاصل ہوئیں، مجموعی آمدنی اوسطاً ۸ ہزار سالانہ کی رہتی ہے، مصارف بھی ۷ ہزار سے کم نہیں ہوتے، سنہ ۱۳۶۳ھ میں آمدنی بہت ہی کم ہوئی تھی، مالی حالت قابلِ اطمینان نہیں، اہل خیر کی توجہ و التفات کی ضرورت ہے، مدرسہ کے مہتمم قاری محمد اسحٰق صاحب مدرسہ کی رپورٹ ہمدرد پریس (دہلی) میں چھپوا لیتے تھے، ان کے نام سے واقفیت اس ذریعہ سے ہوئی، پھر ایکبار غالباً سنہ ۱۳۶۴ھ میں حیدر آباد میں سرسری ملاقات بھی ہوئی تھی، بڑے مستعد، کار گذار، صاحب ہمت اور خدمت گذار شخص ہیں، مدرسہ کی ترقی کے لئے بڑے بڑے منصوبے رکھتے ہیں، لیکن بیچارے بے زری اور تہیدستی سے معذور ہیں، مدرسہ کی عمارت اپنی ذاتی نہیں کرایہ کے مکان میں ہے، اور مصارف کی سب سے بڑی مد یہی کرایۂ عمارت ہے، ایک ایک سال میں بارہ بارہ تیرہ تیرہ سو روپیہ کرایہ میں دینا پڑتا ہے، ہندوستان کے جو اہلِ کرم مدد کرنا چاہیں، وہ حاجی عبد الغفار صاحب کوٹھی علی جان صاحب مرحوم، چاندنی چوک، دہلی، یا حاجی عبد اللہ بھائی، عبد الرحیم صاحب، ناگدیوی اسٹریٹ بمبئی، کے ذریعہ سے روپیہ مدرسہ کے نام بھیج سکتے ہیں،

مکہ میں ان دونوں کے علاوہ اور بھی مدرسے ہیں؛ لیکن ان تک پہونچنے

کا کفارہ کررہی ہی لیکن مدرسہ اب بھی ماشاء اللہ اچھی حالت مین ہی، غالباً بارہ سو سالانہ کی اعانت سرکار نظام اور سرکار بھوپال دونون سے ہوتی رہتی ہی، ۱۸ سو سالانہ نواب چھتاری کے ہان سے مقرر ہین، اور متفرق چندے ہین، مدرسہ کی عمارتین خاصی وسیع و عالیشان ہین، لاکھ سوا لاکھ سے کیا کم لاگت مین تعمیر ہوئی ہونگی، ساہی کرہ ۲ ہزار کی رقم سرکار آصفیہ سے یکمشت ادا ہوئی تھی، طلبہ مین حجازی، بخاری، ہندی، جاوی، مراکشی، سب ہی قومین شامل ہین، گو افسوس ہی کہ حجازیون کی تعداد بہت کم ہے، تعلیم شروع مین طلبہ کی مادری زبان مین ہوتی ہی، استاد بھی مختلف قومون کے ہین، دارالمطالعہ مین اُس وقت ہمدرد جاتا تھا، سچ جا رہا ہی، اور بھی ہندوستان کے مختلف پرچے، بحیثیت مجموعی ہندوستانیون کا ایک اچھا خاصا مرکز ہی، ناظم مدرسہ مولانا محمد سعید کیرانوی اس وقت رخصت پر اپنے وطن مین ہین، قایم مقام ناظم مولوی محمد سلیم کے حسنِ اخلاق کا تذکرہ بار بار آچکا ہی، مدرسہ باوجود اپنے موجودہ ذرایع آمدنی کے اہلِ خیر کی امداد کی ضرورت سے بے نیاز نہین،

خیر البلاد مین، ہندیون ہی کا ایک دوسرا قابلِ ذکر مدرسہ، مدرسہ فخریہ عثمانیہ ہے، یہ مدرسہ، تاجدار دولت آصفیہ میر عثمان علیخان بہادر آصفجاہ کے اسم گرامی کیساتھ منسوب ہے، اور حرم سے بالکل متصل، بلکہ کہنا چاہئے کہ حرم شریف کے اندر ہی باب ابراہیم کے بالاخانہ کی چھت پر اس کے کمرہ واقع ہین، ان کمرون مین اگر نماز پڑھی جائے، تو گویا حرم شریف ہی کی نماز سمجھی جاتی ہی، طلبہ مین، ہندی، حجازی، جاوی سب قومون کے بچے شامل ہین، دو سو روپیہ ماہوار سرکار نظام سے

باب ۳۷

رخصتی

مدرسہ صولتیہ کا نام اور مجمل تذکرہ اوپر کئی بار آچکا ہے، تمام ہندوستان مین پہلے سے مشہور رہے، مجمل تذکرہ نے دلون مین اشتیاق بڑھادیا ہوگا، تفصیل کی نہ ان صفحات مین گنجایش نہ یہ اس کا محل، لیکن اتنا کہہ دینے اور آپ کے سن لینے مین کوئی ہرج نہین، کہ سرزمین عرب پر ہندوستانیون کے قایم کئے ہوئے مدارس مین شاید سب سے زیادہ پرانی اور مشہور درس گاہ یہی ہے، مولانا رحمۃ اللہ کیرانہ ضلع مظفرنگر کے باشندہ، ہنگامۂ ۱۸۵۷ء سے قبل، ہندوستان کے ایک نامور مناظر عالم تھے، مشہور دشمن اسلام پادری فنڈر کو اُن ہی نے میدان مناظرہ مین شکست دی تھی، سرکار برطانیہ کی نگاہ مین معتوب و مشکوک قرار پائے، ہجرت کرکے مکہ معظمہ چلے آئے، اور یہین کلکتہ کی فیاض و عالی ہمت خاتون صولت النساء بیگم کی مالی امداد سے ۱۲۹۱ھ مین اس دینی مدرسہ کی بنیاد ڈالی، اور اُس وقت سے اب تک خدا کے فضل سے یہ مدرسہ بخوبی چل رہا ہے، زمانہ کے انقلابات بھی قایل دید ہوتے ہین، سلطان عبدالعزیز خان اور سلطان عبدالحمید خان کے زمانہ مین مولانا کی بڑی قدر و تکریم ہوتی رہی، موجودہ حکومت حجاز، کارکنان مدرسہ کے ساتھ شاید اُن "غلطیون"

صدیون کی مدت مین اور لاکھون کی آبادی مین، وہی چار پیدا ہوتے ہین، یہ کروڑہا کروڑ اور اربہا ارب مخلوق جو اس ساڑھے تیرہ سو برس کی مدت مین روے زمین کے ہر ہر گوشے مین پیدا ہوتی رہی، اور آیندہ خدا معلوم کب تک پیدا ہوتی رہے، کیا ان سب کی محنت حج اور سفرِ حج کے لئے سرے سے بے کار و لاحاصل ہی رہتی ہے؟

—— قربان جائیے اس کی رحمت کے جو سب رحم کرنے والون سے بڑھکر رحیم اور سب کرم کرنے والون سے بڑھکر کریم ہی، کہ اس نے ایسے رحمۃ للعالمین کو ہادی و دلیل، حاکم و حکیم، مرشد و معلم بنا کر بھیجا جس نے اپنے ہر نمونۂ عمل مین اقویاء سے کہین زیادہ ضعفاء کا، حوصلہ مندون سے کہین زیادہ پست ہمتون کا، بڑون سے کہین زیادہ چھوٹون کا، اور طاقت والون سے کہین زیادہ کمزورون کا خیال رکھا، اس سب سے زیادہ کامل، اور سب سے زیادہ مقبول حج کرنے والے کے حج و اعمالِ حج و سفرِ حج کی ایک ایک تفصیل حدیث اور فقہ کی کتابون مین قلمبند ہے، اور وہ جو آخرت مین ہر بےکس کا سہارا، اور ہر بے آس کا آسرا ثابت ہوگا، اس دنیا مین بھی ہر طاعت اور ہر عبادت کی طرح حج کے معاملے مین اپنے ذاتی عمل سے، سختیون اور مشقتون کے بجائے سہولتون اور آسانیون کی راہ کھول گیا ہے، صلی اللہ علیہ وسلم، اور اسی کے اتباع مین ہر مایوس کو آس کی جھلک اور ہر ناامید کو امید کی شعاع نظر آرہی ہی،

رکھنا چاہیئے۔ فلاں عمل کے ذریعہ سے یوں تزکیۂ نفس کرنا چاہیئے، فلاں عمل کو یوں اپنی اصلاح کا وسیلہ بنانا چاہیئے، اور فلاں فلاں اعمال سے ان ان مجاہدات کا کام لینا چاہیئے، اور پھر ہر ہر مجاہدے کے ساتھ تابعین سے لیکر اپنے زمانہ کے اولیاء کبار کی حکایات بھی درج کی ہیں، جس حج کے قبول کے لئے مقبولوں کو یہ یہ مشقتیں جھیلنی پڑی ہوں، اس کی مقبولیت کا ہم جیسے تباہ کار کبھی خواب میں بھی گمان نہیں کر سکتے ہیں؟ جس طاعت کے ادا کرنے میں اللہ والوں کو یہ یہ ریاضتیں اُٹھانی پڑی ہوں، اس کے مقبول ہونے کا ہم نفس کے بندے کبھی بھی حوصلہ کر سکتے ہیں؟ عارفوں نے جس عبادت کا معیار یہ رکھا ہو، ہم تہی مایہ کس منہ سے کہہ سکتے ہیں، کہ وہ ہم سے کسی درجے میں بھی بن پڑی! —— پھر کیا سفر حج کی یہ ساری دوڑ دھوپ خدانخواستہ لا حاصل ہی رہی؟ اور وطن سے بے وطن ہونے، بیسیوں اہل وطن سے دور رہنے، سیکڑوں روپیہ صرف کرنے، موسم کی سختیاں اٹھانے کا نتیجہ، خدانخواستہ کچھ بھی نکلا؟

بڑوں کی باتیں بڑوں پر چھوڑیئے، کچھوا دوڑ میں خرگوش کا دم کہاں سے لائے، جو مفلس و بے نوا ہے، وہ تاجداروں اور زرّیں کلاہوں کی ریس کا حوصلہ کیوں کرے؟ اور مور ضعیف سلیمانؑ وقت کی ہمسری کا سودا ہی اپنے سر میں کیوں پیدا کرے؟ جو اللہ کے شیر ہیں ان کا معاملہ انھیں پر چھوڑیئے، اگر کہیں لوازم حج میں وہی سب کچھ داخل ہوتا جو ابھی بیان ہوا ہے، اگر کہیں قبول حج کے لئے یہی سب شرطیں ہوتیں، تو فرمایئے کہ ہم جیسے ضعیفوں اور زبوں ہمتوں کا کیا حشر ہوتا؟ جنیدؒ و بایزیدؒ، ہجویریؒ و غزالیؒ، تو کہیں

دینا اپنے اوپر حرام قرار دے لیتے ہیں، جب خانہ کعبہ کا طواف کرنے لگتے ہیں تو آیۂ کریمہ و
تری الملٰئکۃ حافین من حول العرش کو یاد کرکے، عرش الٰہی کے گرد طواف کرنے
والے فرشتوں کا تصور جماتے ہیں، جب حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں، تو گویا اس وقت حق تعالیٰ
کے ہاتھ پر اپنی بیعت کی تجدید کرتے ہیں، اور اس کے بعد اپنے ہاتھ کا کسی خواہش کیطرف
بڑھانا گناہ سمجھ لیتے ہیں جب صفا پر چڑھتے ہیں تو اپنے قلب کی کدورت کو بھی صفائی
سے بدل لیتے ہیں جب سعی کرنے میں تیز دوڑتے ہیں، تو گویا شیطان سے بھاگتے ہوتے
ہیں، جب عرفات میں حاضر ہوتے ہیں تو تصور کے سامنے میدان حشر کا نقشہ جماتے
ہیں، جب مزدلفہ میں آتے ہیں تو ان کے قلب ہیبت و عظمت حق تعالیٰ سے لبریز
ہوتے ہیں، جب کنکریاں پھینکتے ہیں تو اپنے اعمال و افعال یاد کرتے جاتے ہیں جب
سر منڈاتے ہیں تو ساتھ ہی حب جاہ و خود پسندی پر بھی استرہ چلاتے جاتے ہیں، اور
جب قربانیوں کو ذبح کرتے ہیں تو ساتھ ہی ساتھ اپنے نفسوں پر بھی چھری چلاتے
ہیں، ــــ جنھوں نے یہ آداب حج اپنی کتابوں میں لکھے، اور جنھوں نے عمل میں
وہ نور کے بنے ہوئے پتلے نہ تھے، اور آسمانوں پر اڑنے والے فرشتے نہ تھے، ہماری آپکی
مٹی کے پتلے اور اسی مادی کھول کر زمین پر چلنے پھرنے والے انسان ہی تھے،

ــــ امید کو ا

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء میں مناسک حج کی فقہی تفصیل کے بعد ایک مستقل
باب حج کے دقائق اعمال اور آد اب باطنی پر لائے ہیں، اور اس کے اندر جتنے
حج ہوتے ہیں اول سے آخر تک ان سب کے اسرار و آداب باطنی بیان فرمائے
فلاں عمل کے وقت یہ نیت رکھنا چاہیے، فلاں عمل کے وقت اس مقصد کا تصور

مقام تن امن باشد از دشمن وشمشیر الشیان ودخول مقام دل امان بود از قطعیت واخوات آن،

(کشف المحجوب کشف الحجاب الثامن)

اور اس طرح مقام خلت پر فائز ہو جائے، مقام تن مین داخل ہونے کے معنی دشمن وشمشیر دشمن سے امان پا جانے کے ہین، اور مقام دل مین داخل ہونے کے معنی اللہ کی جدائی اور اس کے نتائج سے محفوظ ہو جانے کے ہین،

دل والون نے جب جب حج کئے ہین، اس طرح کئے ہین، کہ محض تن والے دنگ رہ گئے ہین، نہ زاد و توشے کی فکر کی ہے، نہ مرکب و راحلہ کا سامان کیا ہے، نہ رفیق و عزیز کو ہمراہ لیا ہے، نہ منزلون پر پہنچ کر قیام کیا ہے، نہ پانی کی صراحیان ساتھ لی ہین، تن تنہا اٹھ کھڑے ہوئے ہین، اور خالی ہاتھ چل دیئے ہین، بادیہ کی جلجلاتی ہوئی ریگ پر ننگے پیر، اور عرب کی تمتاتی ہوئی دھوپ مین ننگے سر، ایک دو دن کی نہین ہفتون اور مہینون کی مسافتین طے کی ہین، روزہ ن پر روزے رکھے ہین، اور فاقون پر فاقے کئے ہین، کوئی ایک دو مثالین ہون تو درج کی جائین، کس کس کے نام، اور کہان تک گنائے جائین، طاؤس الفقرا شیخ ابو نصر سراج اپنی کتاب اللمع مین اس طرح کی بہت ساری حکایات روایات درج کر کے لکھتے ہین، کہ ان اللہ والون کے آداب حج یہ ہین کہ یہ جب میقات پر پہونچ کر غسل کرتے ہین، تو اپنے جسم کو پانی سے دھونے کے ساتھ ہی اپنے قلب کو توبہ مین غسل دیتے ہین، جب احرام پہننے کے لئے اپنے جسم سے لباس اتارتے ہین تو قلب سے بھی لباس محبت دنیا اتار ڈالتے ہین، جب زبان سے لبیک لا شریک لک لبیک کہنا شروع کرتے ہین، تو حق کو پکارنے کے بعد شیطان ونفس کی پکار پر جواب

اور صاحب خانہ دونون کا جلوہ دیکھا، اور جب تیسری بار گیا، تو صرف صاحب خانہ ہی کا جلوہ ہر طرف دکھائی دیا، اور مکان کے درو دیوار نظرون سے غائب! شیخ ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سب حکایات و اقوال نقل فرمائے ہین، خود اپنی تحقیق تحریر فرماتے ہین کہ حرم کو حرم اس لئے کہتے ہین کہ اس کے اندر مقام ابراہیم ہے، اور مقام ابراہیم کی دو قسمین ہین، ایک مقام تن، ایک مقام دل، مقام تن کا نام مکہ ہے اور مقام دل کی تعبیر مرتبۂ خلت ہے، جن کی ہمتین محض مقام تن تک محدود ہین، انھین چاہیے کہ اپنا معمولی لباس اتار کر احرام کی کفنی پہنین، حدودِ حرم مین شکار نہ کھیلین، عرفات مین حاضر ہون، طواف کرین، وقس علیٰ ہذا، لیکن جسکا حوصلہ یہ ہو کہ مقام ابراہیم کے مقام دل تک پہونچے تو اسے چاہئے کہ:-

چون کسے قصد مقام دل وے کند از مالوفات
اعراض باید کرد و بہ ترک لذات و راحات
و گفت از ذکر اغیار معرض شود و از نگر
التفات وے بہ کون محظور باشد آنگاہ
بہ عرفات معرفت قیام گیرد و از ان جا
قصدِ مزدلفہ الفت گرد و و از آن جا سر
را بہ طوافِ حرم تنزیہ حق فرستد و سنگ
ہوا و خاطر ہاے فساد را بہ منائے ایمان
بیندازد، و نفس را اندر منحر گاہ مجاہدت
قربان کردہ بہ مقام خلت رسد پس دخول

اپنے شوق و خواہش کی چیزون کو چھوڑ دے لذتون
اور راحتون کو ترک کر دے، غیر اللہ کا تذکرہ
تک زبان پر نہ لائے، اس لئے کہ عالم کون
کی جانب التفات ہی اس وقت ممنوع ہے،
اس کے عرفاتِ معرفت مین وقوف کرے،
وہان سے مزدلفۂ الفت کا قصد کرے، وہان سے
اپنے قلب کو تنزیہِ حق کے طواف کے لئے
روانہ کرے، اور منائے ایمان مین خواہشات
نفس کے سنگریزون کو پھینکدے قربانگاہ
مجاہدات میں اپنے نفس کی قربانی پیش کردے

کیا تھا، ارشاد ہوا کہ پھر تم نے قربانی ہی نہیں کی، پھر پوچھا کہ جب کنکریاں ماری تھیں تو اپنے جہل اور نفسانیت پر بھی ماری تھیں؟ کہا کہ یہ تو نہیں کیا تھا، ارشاد ہوا کہ پھر تم نے رمی بھی نہ کی، اور اس ساری گفتگو کے بعد آخر میں فرمایا کہ تمھارا حج کرنا نہ کرنا برابر رہا، اب پھر جاؤ، اور صحیح طریقہ پر حج کرو،

سید الطائفہؒ کی یہ ساری تقریر محض خیال آرائی و تخیل طرازی نہیں، حضرت ذوالنون مصریؒ اپنی آنکھوں کی دیکھی بات بیان کرتے ہیں، کہ منیٰ میں میں نے ایک جوان کو دیکھا کہ جس وقت ساری خلقت قربانیوں میں مصروف تھی، وہ سب سے الگ چپکا بیٹھا ہوا ہے، میں برابر اس کی طرف دیکھتا رہا، کہ دیکھوں اب یہ کیا کرتا ہے، آخر میں نے دیکھا کہ اس نے مناجات شروع کی، کہ اے پاک پروردگار! ساری خلق قربانی کرنے میں مشغول ہے، میں چاہتا ہوں کہ تیرے حضور میں خود اپنے نفس کی قربانی پیش کروں، اسے قبول فرما، یہ کہا اور اپنی انگشت شہادت کو اٹھایا، اور دھڑسے زمین پر گر پڑا، میں نے قریب جا کر دیکھا تو روح پرواز کر چکی تھی! اللہ اللہ! بڑوں کی باتیں بھی کیسی بڑی ہوتی ہیں، انھیں جو کچھ ملتا ہے، وہ سب کے نصیب میں کہاں آسکتا ہے، وہ جو کچھ دیکھ لیتے ہیں، اسے دیکھنے کے لئے ہر اندھا، کہاں سے آنکھیں لائے! حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ وہ عبادت ہی کیا، جو کل آج جائے، اور اس کا ثواب کل کے لئے ادھار رہے، اللہ کی طاعت کے معنی تو یہ ہیں، کہ طاعت اور مزد طاعت ساتھ ہی ساتھ دم نقد وصول! چنانچہ اپنے متعلق فرماتے ہیں، کہ جب پہلی بار حج کو گیا، تو بجز خانۂ کعبہ کے اور کچھ دکھائی نہ دیا، دوبارہ گیا تو خانہ اور

فرماتے ہین، کہ ایک صاحب حضرت جنید بغدادیؒ کی خدمت مین حاضر ہوئے، آپ نے پوچھا، کہ کہان سے آرہے ہو؟ جواب ملا کہ حج سے واپس ہو رہا ہون، پوچھا حج کرچکے؟ عرض کیا کہ کرچکا، فرمایا کہ جس وقت گھر سے روانہ ہوئے، اور عزیزون سے جدا ہوئے تھے، اپنے تمام گناہون سے بھی مفارقت کی نیت کرلی تھی؟ کہا "نہین، یہ تو نہین کیا تھا" فرمایا بس تم سفر حج پر روانہ ہی نہین ہوئے، پھر فرمایا کہ راہ مین جون جون تمھارا جسم منزلین طے کررہا تھا، تمھارا قلب بھی قرب حق کی منازل طے کرنے مین مصروف تھا؟ جواب دیا کہ "یہ تو نہین ہوا" ارشاد ہوا کہ پھر تم نے سفر حج کی منزلین ہی طے نہین کین، پھر پوچھا کہ جس وقت احرام کے لئے اپنے جسم کو کپڑون سے خالی کیا تھا، اس وقت اپنے نفس سے بھی صفات بشریہ کا لباس اتارا تھا؟ کہا کہ "یہ تو نہین کیا تھا" ارشاد ہوا کہ پھر تم نے احرام ہی نہین باندھا، پھر پوچھا کہ جب عرفات مین وقوف کیا، تو کچھ معرفت بھی حاصل ہوئی؟ کہا کہ "یہ تو نہین ہوا" فرمایا کہ پھر تم نے عرفات مین وقوف ہی نہین کیا، پھر پوچھا کہ جب مزدلفہ پر اپنی مراد کو پہونچ چکے، تو اپنی ہر مراد نفسانی کے ترک کا بھی عہد کیا تھا؟ کہا کہ یہ تو نہین کیا تھا، ارشاد ہوا کہ پھر مزدلفہ تم حاضر ہی نہین ہوئے، پھر پوچھا کہ خانہ کے طواف کے وقت صاحب خانہ کا بھی جمال نظر آیا تھا؟ کہا کہ "یہ تو نہین ہوا" ارشاد فرمایا کہ پھر تمھارا طواف ہی نہین ہوا، پھر پوچھا کہ جب صفا و مروہ کے درمیان سعی کی تھی، تو مقام صفا، اور درجہ مروہ کا بھی کچھ ادراک ہوا تھا؟ کہا کہ یہ تو نہین ہوا تھا، ارشاد ہوا کہ پھر سعی بھی تم نے نہ کی پھر پوچھا کہ جب منیٰ آئے تو اپنی ساری آرزون کو تم نے فنا کیا؟ کہا کہ یہ تو نہین کیا تھا، ارشاد ہوا کہ پھر تمھارا منیٰ جانا لاحاصل رہا، پھر پوچھا کہ قربانی کے وقت اپنے نفس کی گردن پر بھی چھری چلائی تھی؟ کہا کہ یہ تو نہین

باب ۳۶

حج ربّ البیت

لیجئے! حج ختم ہو گیا، ارکان و اعمالِ حج ختم ہو لئے، طواف ہو چکا، عرفات مین حاضری ہولی، مزدلفہ مین رات کو رہ لئے، منیٰ مین کنکریان پھینک چکے، قربانی کر چکے، سر منڈا چکے، صفا و مروہ کے درمیان سعی کر لی، احرام پہن چکے، لبیک پکار چکے، جو حاجی نہ تھے وہ اب حاجی ہو گئے۔ ——— کیا واقعۃً حج ہو گیا؟ کیا حقیقۃً اعمالِ حج ادا ہو چکے؟ کیا اسماً و صورۃً نہین معنیً و حقیقۃً طواف و وقوف، سعی و رمی، تلبیہ و قربانی کے فرائض و واجبات سے سبکدوشی ہو چکی؟ کیا جس کو دوستون اور عزیزون نے "حاجی" کہکر پکارنا شروع کر دیا وہ اللہ کے رجسٹر مین بھی "حاجی" لکھ لیا گیا؟ فرشتون کی زبان پر بھی "حاجی" کے لقب سے موسوم ہو گیا؟ جس نے بار بار کسی کو پکارا، اس کے کان مین ادھر سے بھی کوئی آواز آئی؟ جس کا جسم مکے اور مدینے کی گلیون مین چلتا پھرتا رہا، اس کا دل بھی یہین رہا؟ جو گونگا، اور بہرا، اور اندھا ہو کر آیا تھا، وہ واپسی کے وقت کچھ بھی گویائی اور شنوائی اور بینائی، کی قوتین لے کر چلا؟ ——— جواب کون دے، اور کس زبان سے دے؟

شیخ عثمان بن علی ہجویری لاہوری، (داتا گنج بخش) کشف المحجوب مین روایت

ہے، اسے کون بھول سکتا ہے؟ اسے کیونکر بھلایا جا سکتا ہی؛ اور پھر شیخ الہند کے بعد، آج بھی خدائے حی قیوم کے فضل و کرم سے ایک زندہ سلامت ذات شیخ الہندؒ کی روایات کو زندہ اور قایم رکھے ہوئے، ہند اور اہل ہند کے درمیان موجود ہے، جو اسے دیکھ اور پہچان چکے، وہ اپنی آنکھوں کو مبارک باد دیں، اور جنھوں نے نہیں دیکھا اور نہیں پہچانا، انھیں دکھانے اور پہچنوانے کی اجازت کسے؟



یشیخ کا سن کچھ ایسا بہت زائد نہین معلوم ہوتا، اور قوی تو ماشاء اللہ قابل رشک ہین، اللہ اس کی عمر و اقبال مین برکت دے، اور اس کی سپاہ کو نصرت و فتح نصیب کرے کہ اس بیسوین صدی کے دور یاجوجی مین جہاد اسلامی اور غزائے شرعی کا نام روئے زمین اگر کہین زندہ ہے، تو اسی کے دم سے، ورنہ ہمارے "روشن خیالون" نے تو حالات موجودہ مین اس کے صرف ناقابلِ عمل ہونے ہی پر بس نہین کی، بلکہ سرے سے اس کی عدم ضرورت ہی کا اعلان فرما رکھا ہے، یشیخ گفتگو صرف عربی مین فرما سکتے ہین، اور عربی ماشاء اللہ خوب فصیح و شستہ بولتے ہین، گفتگو مختصر فرماتے ہین، لیکن ایک ایک فقرہ درد و اثر مین ڈوبا ہوا، مولانا مناظر صاحب نہ صرف اپنی طرف سے گفتگو کر رہے تھے، بلکہ مجھ جیسے جاہل و بے زبان کے ترجمان بھی وہی بنے ہوئے تھے، موضوعِ گفتگو کیا تھا؟ وہی مسلمانانِ عالم کی پستی و بدبختی، وہی کلمہ گویانِ اسلام کی بے حسی اور بے بسی، ہندوستان کا ذکر آیا، ہندوستان کے مجاہدون کا ذکر آیا، خلافت کمیٹی کی جد و جہد کا ذکر آیا، محمد علی و شوکت علی کی سرفروشیون کا ذکر آیا، جانشین شیخ الہند کا ذکر آیا، آخر مین شیخ نے جس وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ہین، تو ہم لوگ تو بہرحال انسان تھے، معلوم یہ ہوتا تھا کہ کمرہ کے اندر بیجان چیزون کے بھی جان پڑ گئی ہے، اور در و دیوار سقف و فرش، کا ایک ایک ذرہ ان دعاؤن پر آمین کہ رہا ہے! ——— سلوک بطریق نبوت، ہندوستان کے لئے کوئی بالکل نئی اور نامعلوم چیز نہین ابھی بہت زمانہ نہین ہوا، کہ اودھ ہی کے ایک خاندان سے ایک "سید" اٹھا اور سرحد پر سکھون کے مقابلہ مین اللہ کی راہ مین اپنا سب کچھ لٹا کے، اور اپنے آپ کو مٹا کے، دنیا کو دکھا دیا، کہ ہندی مسلمان بھی جہاد و غزا کے معنی سے ناآشنا نہین، خیر یہ تو پھر بھی اب سنی سنائی حکایت ہو گئی ہی، لیکن حضرت شیخ الہند دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کا جہاد اور ذوقِ شہادت تو موجودہ نسل کی آنکھون دیکھی بات!

اچھے اچھے بزرگ نظر سے گذر چکے تھے، اس وقت اُس شیر مرد کا سامنا تھا، جو راہِ سلوک طریقِ نبوت پر طے کر رہا ہے، تسبیح و سجادہ، حلقہ و خرقہ والے بہت سے بزرگوں کی زیارت کی سعادت نصیب ہو چکی تھی، آج اُس بزرگ کی حضوری حاصل ہو رہی تھی، جو صحابۂ کرام، خصوصاً خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے نمونہ پر صاحبِ دل بھی ہے، اور صاحبِ سیف بھی، خانقاہ کے اندر بیٹھ کر ذکر و شغل کرنے والا بھی، اور میدان میں نکل کر اعداء اللہ سے غزا و قتال کرنے والا بھی، صوفیہ نے جہاد کی دو قسمیں قرار دے رکھی ہیں، جہادِ اصغر و جہادِ اکبر، اس گھڑی مواجہہ اُس ذات کا تھا، جو جہادِ اصغر و جہادِ اکبر دونوں کی جامع ہے، قبل اس کے کہ شیخ کی زبان سے ایک لفظ بھی نکلے، محض چہرہ پر نظر پڑتے ہی دل اپنے پہلو سے غائب تھا، اور جس وقت شیخ نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا، اور اُن کے دستِ پاک سے اپنا دستِ ناپاک مس ہوا، جسم میں ایک تھرتھری سی پڑ گئی، اور یہ معلوم ہوا، کہ آنکھوں کے سامنے ایک بجلی سی کوند گئی، آنکھیں پرنم تھیں، دل اندر سے بھرا چلا آتا تھا، اور جی بے اختیار یہی چاہ رہا تھا کہ شیخ کے قدموں پر آنکھیں ملئے، اور خوب رو رو کر دل کی بھڑاس نکالئے،

جلالتِ فاروقیؓ کے متعلق مثنوی معنوی میں ایک شعر مدت ہوئی پڑھا تھا ؎

ہیبتِ حق است این از خلق نیست

ہیبتِ این مردِ صاحب دلق نیست

اس "ہیبتِ حق" کے معنی ایکبار ہندوستان میں روشن ہوئے تھے، اور ایک آج جا کر روشن ہوئے، جب نسبتِ فاروقی رکھنے والوں کی ہیبت و جلالت کا یہ عالم ہے، تو خود فاروقِ اعظمؓ کی ہیبت و جلالت کا اندازہ اس زمانہ کے ضعیف القویٰ کیا اور کیونکر لگا سکتے ہیں!

صبح آٹھ ساڑھے آٹھ کا وقت ہوگا، جب ہم لوگ روانہ ہوئے، اور جس طرح پہاڑ پر چڑھتے ہیں، بلندیاں اور بلندیوں کے بعد پھر بلندیاں طے کرتے کرتے، شیخ کی منزلگاہ تک پہونچے، یہ تو ایک اچھا خاصا قلعہ ہے، بڑی وسیع اور لق و دق عمارت، بلکہ ایک مجموعۂ عمارات! اخبارات میں شیخ کا نام آج سے نہیں، کم از کم ۱۵-۲۰ سال سے سنتے چلے آرہے ہیں، طرابلس میں اطالیوں کے خلاف جہاد، اور اُس کے بعد سے خدا معلوم کتنی اور بار جہاد و غزاہی کے سلسلہ میں شیخ کا نام سننے میں آچکا تھا، دل خوش ہورہا تھا، بلکہ خوشی سے اچھل رہا تھا، کہ آج اپنے زمانہ کے مجاہد اعظم کا دیدار نصیب ہوگا، شیخ کوئی تارک الدنیا زاہد گوشہ نشین نہیں، ماشاء اللہ مع پورے خدم و حشم کے یہاں مقیم ہیں، رئیسانہ بلکہ شاہانہ ساز و سامان، اپنی ضرورت کی ہر شے الگ موجود، یہاں تک کہ مسجد بھی موجود، مختلف درجوں اور منزلوں میں متعدد خدام اور دربان ملتے رہے، سب سے سلام علیک ہوتی رہی، اور کسی میں نجدی سپاہیوں کی سی درشتی اور خشونت نہ ملی، یہاں تک کہ سب سے اوپر کی منزل میں پہونچے، اور ایک کمرہ میں تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد شیخ کے سامنے طلبی ہوئی،

کمرہ سامانِ آرائش و نمایش سے خالی، سادگی کی ایک تصویر بنا ہوا، وسط میں تکیہ لگائے، ایک نہایت حسین سفید ریش بزرگ، سفید براق کپڑے پہنے بیٹھے ہوئے، چہرہ سفید، بال سفید، کپڑے سفید اور ان ساری سفیدیوں سے کہیں بڑھ چڑھ کر شیخ کی نورانیت! باطن کے نور اور قلب کی نورانیت کی خبر تو خدا کو، لیکن چہرہ کی نورانیت کا یہ عالم، کہ نظر سے نظر ملانی مشکل! طریق ولایت پر راہِ سلوک طے کرنے والے

اپنی منزل بنائے ہوئے، کئی دن قبل منٰی جاتے وقت دکھائی دی تھی، آج یہ دیکھا کہ جابجا اونٹون کی مینگنیان اور پیشاب پڑا ہوا! ہر طرف غلاظتون کے انبار سے لگے ہوئے کیسے کتبے اور کہان کے مزارات! یہ پتہ ہی نہین چل سکتا تھا، کہ کون صاحب کہان مدفون ہین! والد مرحوم کے متعلق یہ سنا تھا، کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کے پائین مین مدفون ہین، اس پتہ پر اُن کی تربت کو تلاش کرنے کا ارادہ تھا، یہان سرے سے حضرت عبدالرحمٰنؓ ہی کی تربت کا پتہ نشان نہین! کسی دوسری تربت کا پتہ اُن کے پتہ سے کیا چلایا جائے! بہرحال چارہ کیا تھا، اندازہ سے اور اپنے ہی جیسے ناواقف عوام کی رہنمائیون مین مختلف مقامات پر کھڑے ہو ہو کر فاتحہ پڑھ لیا گیا اور بس ——— فاتحہ تنہا اُن اہل قبور ہی پر نہ تھا، سعودی حکومت کی عقل اور تمیزداری پر بھی فاتحہ پڑھ لیا گیا!

---

۱۴ ذی الحجہ۔ ڈاکٹر عبدالرحمٰن (بہاری) کا ذکر مدینہ منورہ کے سلسلہ مین آچکا ہے، یہان بھی وہ اسی رباط کی ایک دوسری منزل مین مقیم ہین، یہ تو معلوم تھا، کہ شیخ سنوسی اعظم عرصہ سے مکہ معظمہ ہی مین مقیم ہین، مگر نہ یہ معلوم تھا کہ کہان مقیم ہین، اور نہ ان کی خدمت مین حاضر ہونے کا کوئی خیال تھا، آج صبح ڈاکٹر صاحب نے فرمایا، کہ شیخ موصوف کی طبیعت کچھ عرصہ سے ناساز ہے، اور ڈاکٹر صاحب ہی کا علاج ہو رہا ہے، یہ سنکر طبیعت مین قدرۃً اشتیاق پیدا ہوا، اور تھوڑی دیر کے بعد جب ڈاکٹر صاحب وہان چلنے لگے، تو ہم لوگون کو بھی ہمراہ لے لیا، حرم سے کچھ دور ایک بہت بلند پہاڑ جبل ہندی کے نام سے ہے، راستہ باب الصفا سے ہو کر گیا ہے، شیخ وہین مقیم ہین،

کوئی ہندوستانی حکومت برطانیہ کا کتنا ہی وفادار و بہی خواہ ہو، ذرا اُسے ریل کے اونچے درجوں مین دو چار بار سفر کر لینے دیجئے ہمسفر انگریزون کا برتاؤ دیکھ لینے کے بعد ممکن نہین کہ اُس کے جذبات وفاداری و بہی خواہی بدستور قایم رہین، اور بجائے ان کے اس کے قلب مین بغاوت و عداوت کے جذبات حرکت مین نہ آنے لگین ٹھیک ایسا ہی حال سلطان ابن سعود کے معاملہ مین جنت المعلیٰ اور جنت البقیع کا ہی عہد سعودی کے امن و امان کی ساری برکتین ایک طرف، اور جنت البقیع ہی کی طرح جنت المعلیٰ کی ویرانی و پامالی دوسری طرف، ممکن نہین کہ کوئی غیرت مند و صاحب احساس مسلمان اس وقت جنت المعلیٰ کا منظر اپنی آنکھون سے دیکھے اور دیکھ کر اپنے اوپر قدرت رکھ سکے! خیال یہ تھا کہ مولانا شفیع الدین صاحب مدظلہ العالی کی معیت مین جنت المعلیٰ کی زیارت کے لئے جائین گے (ممدوح بلا ناغہ بعد نماز فجر منہ اندھیرے جنت المعلیٰ اپنے مرشد حضرت حاجی صاحب رح کے مزار پر حاضر ہوتے رہتے ہین) لیکن ممدوح ۱۳ کی صبح تک منیٰ سے واپس تشریف نہین لائے تھے، اس لئے مجبوراً ہم لوگ تنہا بغیر کسی رہبر و رہنما کے روانہ ہوئے، قبرستان پہونچتے ہی نہ پوچھئے کہ آنکھون کو کیا کیا دیکھنا پڑا! اب تک تو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ جنت البقیع سے زیادہ ابتر حالت اور کہان کی ہوسکتی ہی لیکن آہ جنت المعلیٰ مین جو کچھ دیکھا، وہ بدرجہا اس سے بھی بدتر تھا! آہ، جو سرزمین اس قابل ہی کہ اولیا و صالحین و اتقیا و کاملین بھی اگر وہان قدم رکھین تو لوازم ادب اور آداب احترام کے ساتھ، وہان آج بے ادبیون اور بے حرمتیون کا کوئی دقیقہ اٹھا نہین رہنے پاتا! انسان تو انسان، جانور تک یہان بدتمیزی کے لئے آزاد ہین! اونٹون کی قطار کی قطار حدود قبرستان کے اندر

ایک حصہ چار دیواری سے گھرا ہوا، لیکن اب تو چار دیواری بھی ہر طرف سے شکستہ اور جا بجا سر بسجود، درمیان مین ایک سڑک نکلی ہوئی، اس لئے اور بھی بے قید۔ اس کے انوار و برکات کا کیا بیان ہو، کوئی ایک دو بزرگ یہان مدفون ہون، تو ان کے نام لئے جائین، جہان بے حساب آفتاب، اور بے تعداد ماہتاب پیوند خاک ہون، وہان کس کس کے نام گنائے جائین، اور کن کن کے فضائل و مناقب کا پیمانہ ہاتھ مین لیکر ناپا جائے! نبی کریم صلعم کے اجداد کرام، ایک روایت کے بموجب خیر البشر کی والدہ ماجدہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ، سیدنا قاسم بن نبی صلعم، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ، حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ، امام ابو القاسم قشیریؒ، خواجہ عثمان ہارونیؒ (شیخ حضرت خواجہ اجمیریؒ)، امام نسفیؒ (صاحب "کنز") اور فخر المتاخرین مرشد دوران، قطب زمان حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، اندازہ کے لئے یہ چند نام کافی ہین۔ "جنت" عربی محاورہ مین قبرستان کو بھی کہتے ہین، لیکن اگر اس بقعہ نور "جنت" کے وہی معنی لئے جائین، جو عربی اور اردو مین اس کے عام اور مشہور معنی ہین، تو کس کو انکار ہو سکتا ہے؟ ان مقدس ہستیون کی فیض باریون اور نور پاشیون پر اس سفرنامہ کے راقم کا ایک ذاتی تعلق اس جنت خاکی کے ساتھ مزید بران، والد ماجد مرحوم و مغفور مولوی عبد القادر (ڈپٹی کلکٹر، اضلاع اودھ) نے مع والدہ ماجدہ مدظلہا و دیگر اعزہ کے ۱۹۱۲ء مطابق ۱۳۳۰ھ مین سفر حجاز اختیار کیا، بیت اللہ کا جوار ایسا پسند آیا، کہ حج سے فارغ ہونے کے معاً بعد، ۱۱ ذی الحجہ کو منیٰ مین ہیضہ مین مبتلا ہوئے، اور قبل اس کے کہ دوبارہ دنیا کی آلودگیون مین مبتلا ہون، ۱۴ ذی الحجہ کو صبح صادق کے وقت مکہ معظمہ مین سفر آخرت پر روانہ ہو گئے، اور اسی قبرستان مین مدفن ہوئے

پا پنچ دن کے سفر کے بعد بحمد اللہ حج سے فراغت کر کے، پھر اگر مقیم ہو گئے،

مراسم حج سب ادا ہو چکے تھے، اب صرف ایک طواف الوداع، جو رخصت ہوتے وقت کیا جاتا ہے، کرنا تھا، اور جن لوگون نے طوافِ فرض کے ساتھ سعی نہین کی تھی انھین ایک سعی کرنی باقی تھی، پس ان دو چیزون کے سوا اور کوئی شے اب اعمالِ حج کے سلسلہ مین باقی نہ تھی، ہان نفل طواف اور مسجد الحرام مین نمازین پڑھنے کے موقعے تو ظاہر ہے کہ ہر وقت باقی تھے، کتابون مین پڑھا تھا، اور لوگون سے زبانی بھی سنا تھا، کہ مکہ مین متعدد مقامات و مکانات قابلِ زیارت ہین، مولد النبیؐ، مولد علیؓ، دار خدیجہؓ، جبل ثور، غار حرا، مسجد الجن، وغیرہ —— حقیقۃً زیارت گاہ بننے کے قابل تو اس پاک سر زمین کا چپہ چپہ اور ذرہ ذرہ ہے —— لیکن ——

یہ قصہ ہے جب کا کہ آتش جوان تھا!

اب ان زیارتون کے موقعے کہان حاصل، دورِ سعودی مین یہ سب افسانۂ پارینہ ہے، کہین سنتریون کے پہرے ہین، اور کہین، ایک ایک اینٹ کھود کر ویرانہ بنا دیا گیا ہے، بہر حال اب ان مقامات کی زیارت کا تو خیال بھی نہین، البتہ جنت المعلیٰ مین جس وقت اور جس صورت سے بھی ممکن ہو گا، حاضری دینا ضرور ہے،

جنت المعلیٰ کا نام آپ کے کان مین ضرور پڑ چکا ہو گا، مکہ معظمہ کے قبرستان کا نام ہے، مسجد حرام سے کوئی ایک میل کے فاصلہ پر منیٰ کے راستہ مین وادی محصب سے کچھ ادھر ایک بڑا وسیع میدان، ایک طرف پہاڑ، باقی ہر طرف سے کھلا ہوا

باب ۳۵

مکہ

مکہ کی آبادی شروع ہونے کے ساتھ ہی ہجوم میں بھی اور اضافہ شروع ہوا
یہاں تک کہ چلتے ہوئے اونٹوں کی رفتار رک گئی، اب قطار کی قطار رکی ہوئی
کھڑی ہے، اور ہر شخص طوعاً نہ سہی کرہاً، رضا بہ قضا کی تصویر بنا ہوا! اور یہ ساری
"خوش انتظامی" عین بیت الحکومت کے سامنے، اور ارد گرد یعنی ولیعہد حجاز اور گورنر
مکہ کے محل کے سایۂ دیوار کے نیچے! گویا سعودی حکومت نے اپنے نفس پر لازم کر رکھا
ہے، کہ راستہ کے انتظامات اور مسافروں کی راحت رسانی میں اپنی انگلی تک نہ ہلائیگی!
خیال یہ تھا، کہ رباطِ حیدرآباد میں جگہ کی قلت ہے اس لئے اب کی اپنے ذاتی
قافلہ کو ہمراہ لیکر مدرسہ صولتیہ چلا جاؤنگا، اور روانگی کے وقت تک وہیں قیام
کرونگا، لیکن مدرسہ تک پہونچنے کے لئے دو ایک فرلانگ اور چلنے کی ضرورت تھی،
اتنی ہمت کسی تھی؟ معلّم صاحب ہمراہ تھے بولے کہ اس چپقلش میں اتنی دور اور چلنا
سخت مصیبت ہے، بہر حال مولوی سلیم صاحب کی مہمان نوازیوں سے محروم رہنا
مقدر ہو چکا تھا، مجبوراً محلہ مسفلہ ہی کو آئے اور ۱۲ ذی الحجہ کو رات کوئی دو ڈھائی
گھنٹہ جا چکی ہوگی کہ اسی رباطِ حیدرآباد میں جہاں سے ۸ ذی الحجہ کو روانہ ہوئے تھے،

عن نافع قال کان ابن عمر عنهما ینیخ بالبطحاء التی بذی الحلیفۃ التی کان رسول اللہ صلعم ینیخ بہا ویصلی بہا (صحیح مسلم)	نافع کہتے ہین کہ حضرت ابن عمرؓ اپنا اونٹ بطحاء ذوالحلیفہ (یعنی وادی محصب) مین بٹھاتے تھے اور نماز پڑھتے تھے، اور فرماتے تھے کہ رسول اللہؐ نے یہان اونٹ بٹھایا ہی، اور نماز پڑھی ہی،

اور نووی نے شرح مسلم مین لکھا ہی، کہ حضرت صدیقؓ اور حضرت فاروقؓ کا عمل بھی اسی پر تھا، اور حنفیہ کی کتابون مین توصاف یہ لکھا ہوا ہی، کہ :-

اذا نفر الحاج الی مکۃ نزل استنانا ولو ساعۃ بالمحصب (درمختار)	جب حاجی مکہ کو آنے لگے، تو مسنون یہ ہی کہ محصب مین اترے، خواہ ایک ہی ساعت کے لئے ہو،

لیکن اب اس پر عمل کس کا ہی ہر شخص کو بھاگا بھاگ مکہ پہونچنے کی عجلت، اور مسکین حاجی غریب اگر ٹھہرنا چاہین بھی، تو معلم حضرات کب انھین ٹھہرنے دیتے، اور سنت نبوی پر عمل اور تعامل صحابہ کے اقتدار کا موقع نصیب ہونے دیتے ہین!

اور ان کے کفارون اور جزاؤن کی تفصیل پوری شرح و بسط کے ساتھ، مولوی منورالدین صاحب دہلوی کی کتاب الحج والزیارۃ (فتاوی عثمانی، جلد ۴) مین ملے گی، وہ کافی ہی نہین بلکہ کافی سے زائد ہے،

عصر کا وقت آیا ہی تھا کہ ہم لوگون کے بھی خیمے اکھڑنے اور سامان بندھنے لگے، ادھر عصر کا وقت آخر ہو کر آفتاب غروب ہونے کو تھا، کہ ہم لوگ جمرۂ عقبہ پر آخری رمی سے فراغت کر کے اپنے اپنے اونٹون پر سوار ہونے کے لئے لپکے، اونٹ پر سوار ہونا آج بجائے خود ایک مستقل مرحلہ ہے، نہ پوچھیے، کہ ہم لوگ کس طرح سوار ہوئے، اور ہمارے قافلہ کے ضعیفون اور عورتون پر کیا گذرگئی، بہر حال محض تقدیر تھی کہ زندہ و سلامت سوار ہو گئے، راستہ مین مکہ کی آبادی شروع ہونے سے ذرا پہلے جنت المعلی کے قریب ایک مقام آتا ہے، جسے وادی محقب کہتے ہین، حضور انور صلعم نے حج کے موقع پر مکہ واپس آتے یہان حسب روایت صحیح بخاری، قیام فرمایا تھا، اور ظہر و عصر، مغرب وعشا کی نمازین یہین ادا فرما کر کسی قدر استراحت فرمائی تھی اور اس کے بعد مکہ مین داخل ہوئے تھے، فقہائے حنفیہ نے یہان اترنا، اور تھوڑی دیر قیام کر کے دعا مانگنا سنت قرار دیا ہے، اس لئے کہ حضور صلعم نے یہان قصداً نزول فرمایا تھا، البتہ بعض دوسرے ائمۂ حدیث کے نزدیک یہ سنت نہین، اس لئے کہ حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ابن عباس رض کے اقوال مین بہ تصریح موجود ہے، کہ حضور (صلعم) کا یہ فعل بغرض عبادت نہ تھا، بلکہ آپ نے محض آرام لینے کی غرض سے قیام فرمایا تھا تاہم سنت رسول صلعم کے بعض محقق صحابہؓ (مثلاً عبداللہ بن عمرؓ) اس پر برابر عمل فرماتے رہے،

کا سامنا ہوتا ہے، لیکن آج کا ہجوم و اژدحام ان سب سے کہین بڑھا ہوا ہے، اس لیے قاعدہ
مجمع کو قاعدہ سے لگانا، اس ہڑبونگ مین نظم و انتظام پیدا کرنا، حاجیون اور پردیسیون
کے اس انبوہ کو راحت پہونچانا، سعودی شریعت مین کوئی بدعت عظیم ہی؟

مناسکِ حج کی کتابون مین ایک مفصل باب جنایات کے متعلق بھی ہوتا ہے
اعمالِ حج کے سلسلہ مین جو فرو گذاشتین ہو جاتی ہین، یا حاجی جن ممنوعات کا ارتکاب
کر بیٹھتا ہے، ان کو اصطلاح فقہ مین جنایت کہتے ہین، یہ غلطیان یا تو کسی عذر شرعی
کی بنا پر صادر ہو سکتی ہین، اور یا بلا عذر، پہلی قسم کی غلطیون کے عوض مین کفارہ
دینا ہوتا ہی، اور دوسری قسم کے معاوضہ مین جزا مقرر ہے، یہ کفارہ اور جزا دونون
فقہی اصطلاحین ہین، جزا کی دو صورتین ہین، ہلکی لغزشون کے معاوضہ مین ہلکا سا
صدقہ، اور بڑی خطاؤن کی پاداش مین جانورون کی قربانی، کفارہ کی صورت مین
اختیار ہے کہ خواہ صدقہ دے، خواہ قربانی کرے، اور خواہ روزہ رکھے، ممنوعات
کی دو قسمین ہین، ممنوعات احرام، و ممنوعات اعمالِ حج، اور پھر ہر ایک کے تحت
مین بہت سی صورتین ہین، ہر جنایت کی جزا و کفارہ الگ الگ ہی جس کی تفصیل
فقہ کی کتابون مین درج ہے، موٹی موٹی باتین معلم زبانی بتا دیتے ہین، ہر حاجی کو ان
سے واقف ہونا ضروری ہے، اس لئے کہ لاکھ احتیاط کیجائے، کچھ نہ کچھ بے احتیاطیان
اور فرو گذاشتین ہو ہی جاتی ہین، صدقے عموماً ہلکے رکھے گئے ہین، جو ہر حاجی بہ آسانی
دے سکے، قربانیان بھی عموماً کچھ زیادہ سخت نہین رکھی گئی ہین، ان جزاؤن اور کفارون
کے ادا کرنے کا بہترین وقت، یہی منیٰ کا زمانہ قیام ہوتا ہی، اردو مین ان جنایات

۱۲ ارکی دوپہرسے واپسی کا کوچ شروع ہوگیا، اور جلد بازون نے پوری طرح زوال کا بھی انتظار نہ کیا، آج کی چپقلش ہر روز اور ہر موقع سے بڑھی ہوئی ہی، آج کی کشمکش کا منظر محض دیکھنے سے تعلق رکھتا ہی، کسی قلم کے بس کی بات نہین، کہ اس ہجوم اور کشاکشِ ہجوم کا نقشہ کاغذ پر پیش کرسکے! "یک انار و صد بیمار" بارہا سنا تھا، "یک سڑک وصد ہزار سوار" کا منظر آج آنکھون سے دیکھا! بیچارے سوّ بیمار ایک انار پر کیا اس طرح ٹوٹ کر گرین گے، کیا اس طرح چھین جھپٹ کرین گے، کیا اس طرح ایک دوسرے سے گھونسکین گے، جس طرح سوّ کے سوّ گئے، ایک دوسرے سے ریل پیل، دھکم دھکا، اور زور آزمائیون مین مصروف تھے، معاذ اللہ! ان مین بیمار و لاغر بھی تھے، اور ہٹے کٹے توانا و تندرست بھی، بوڑھے بھی، اور بچے بھی، شہزور مرد بھی، اور کمزور عورتین بھی، تنین اور حلیم بھی، اور جاہل اور اجڈ بھی، بات کو طرح دے جانے والے بھی اور بلا بات کے الجھ پڑنے والے بھی، پیدل بھی اور سوار بھی اونٹ اور سانڈنیان بھی اور گھوڑے اور گدھے بھی، آنے والے بھی اور جانے والے بھی، ایک سڑک اور ایک رہگذر! زبانین بھی چل رہی ہین، اور کہنیان بھی، اور ہاتھ بھی! جو نہین چل پاتین وہ صرف ٹانگین ہین، اور جو نہین اٹھ پاتے وہ صرف قدم ہین! اونٹ سے اونٹ بھڑ رہے ہین، شغدف سے شغدف لڑ رہے ہین، سر سے سر ٹکرا رہے ہین، وحشت زدہ اونٹون کی بھیانک بلبلاہٹ، اور اس سے کہین زیادہ بھیانک ان کے وحشت زدہ سواریون کی چیخ پکار! محض خدا کی قدرت ہے، کہ سیکڑون حادثے اس وقت واقع نہین ہو جاتے! مکہ سے منیٰ آتے وقت اور مزدلفہ سے منیٰ واپس ہوتے وقت، اور دوسرے موقعون پر بھی سخت ہجوم و اژدحام

رمی کے احکام و شرائط کی تعمیل تینوں تاریخوں میں معلم صاحب کی ہدایت و رہنمائی میں الٹی سیدھی، بری بھلی، جیسی کچھ بھی بن پڑی، ہوگئی، خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ظاہری آداب و شرائط میں کتنی کوتاہیاں رہ گئیں، ضابطہ پری کسی طرح ہو ہوگئی، لیکن باطن کے اندر جو خناس سمایا ہوا ہے، اور جو گوشت کے ایک ایک ریشے میں، اور خون کے ایک ایک قطرہ میں رچا ہوا ہے، اس پر بھی کوئی کنکری پڑی؟ اس پر بھی کوئی ضرب لگی؟ اس کی انانیت بھی گھائل ہوئی؟ پتھر کے بنے ہوئے ستونوں پر مار پڑتے سب نے دیکھا، پر دل کے پردوں کے اندر جو شیطانِ نفس چھپا ہوا ہے، وہ بھی کچھ مجروح ہوا؟ خلیلؑ و ابن خلیلؑ کو بہکانے کی جس مردود نے کوشش کی تھی، وہ تو مومنوں کے ہاتھوں لاکھوں کروڑوں بار ذلیل و رسوا ہو چکا ہے، لیکن خلیلؑ کے نام لیوا، اور خلیلؑ کے ربِّ جلیل کے پرستار جس موذی کے دامِ بلا میں ہر لحظہ اور ہر آن گرفتار رہتے ہیں، اُسے بھی ذلت و خواری نصیب ہوئی؟ اس ظالم کا جسم بھی ان کنکریوں سے چھلنی ہوا؟ —— سوالات سب کر سکتے ہیں، جواب کون دے، اور کوئی کیوں دینے لگا؟ جب کسی کی شانِ ستاری سب کے عیبوں کو ڈھانپے ہوئے ہے، جب ہر زاغ کو طاؤس کے پروں میں ملبوس کئے ہوئے ہے، جب ہر ویرانہ کو گلستان اور ہر داغ کو چراغ بنائے ہوئے ہے، تو کسی کو کیا پڑی ہے، کہ ہانکے پکارے گلوں شکووں کا دفتر کھول کر بیٹھے، اور ایک ایک کے آگے اپنی محرومیوں اور برگشتہ بختیوں کا رونا روتا پھرے؟

تعداد میں ہیضہ اور لو سے مرجاتے ہیں، لیکن اب کی خدا کے فضل سے ان میں سے کوئی بھی شے نہیں پیش آئی، نہ کوئی وبا پھیلی، نہ پانی کا توڑ پڑا، نہ لو سے کچھ زائد موتیں ہوئیں، اور نہ اتنے بڑے مجمع کے لحاظ سے عفونت و غلاظت ہی زائد کہی جاسکتی تھی، تین دن ماشاء اللہ منیٰ کا بازار خوب گرم رہتا ہے، ہر وقت ہر طرف خوب چہل پہل رہتی ہے، ہزاروں لاکھوں کی خریداریاں ہوتی ہیں، اور ضرورت و شوق کی شاید ہی کوئی چیز ایسی ہو جو ان دنوں میں یہاں نہ مل جاتی ہو، اور پھر بہ افراط نہ ملتی ہو، میوے، تر و تازہ پھل، سبز و شاداب ترکاریاں جتنی چاہیے، لے لیجیے، اور بجائے گوشت اور خشک چیزوں کے، انھیں کا استعمال یہاں کے موسم و حالات کے مناسب بھی ہے، ارکو تو خیر مشغولیت رہی تھی ار کی دوپہر کے بعد سے کوئی خاص کام نہ تھا، بس اِدھر اُدھر پھرنا، دوست احباب سے ملنا جلنا، بعض شوقین مزاجوں کو دعوت کی سوجھتی ہے، خوب خوب مزے کی دعوتیں ہوتی ہیں، عرفات اور مزدلفہ کے بچھڑے ہوئے یہیں آکر ملتے ہیں، مولانا مناظر احسن صاحب اور ایک اور شخص جو ہمارے قافلہ سے بچھڑ گئے تھے، یہیں آکر ملے، حیدرآباد کا قافلہ جہاں ٹھہرا ہوا ہے، وہاں سالار قافلہ مولوی فیض الدین صاحب وکیل کے حسن انتظام و وسعت اخلاق نے مہمان نوازی کا سلسلہ خوب وسیع کر رکھا ہے، مولوی ابوالخیر خیر اللہ صاحب وکیل ورنگل، اور اور پربھنی (دکن) کے ایک اور وکیل صاحب (غالباً مولوی خیرالدین نام ہے) اور مولانا شوکت علی کے بھانجے اور داماد عثمان علیخان ماشاء اللہ خوب چاق اور بشاش نظر آرہے ہیں، بار بار ملاقاتیں ہوئیں،

کی ہے، ۱۱ و ۱۲ کی رمی کا وقت بعد زوال ہے، دونون دن ترتیب یہ رہے گی، کہ پہلے جمرۂ اولیٰ کی رمی کرے، جو مسجد خیف کے قریب ہے، اس کے بعد جمرۂ وسطیٰ (منجھلے شیطان) کی اور آخر مین جمرۂ عقبہ کی، تینون جمرون پر سات سات کنکریان پھینکی جائین گی، رمی پاپیادہ کرنی چاہیے، البتہ جمرۂ عقبہ کی رمی سواری پر بھی جائز ہے، بلکہ امام ابو یوسف کے نزدیک افضل ہے، ان دونون تاریخون مین رمی قبل زوال، فقہ حنفی مین درست ہی، اور اگر اتنی دیر کی کہ آفتاب غروب ہوگیا، تو یہ وقت بھی مکروہ ہوجاتا ہی، پہلے دونون جمرون کی رمی کے بعد مسنون یہ ہے، کہ قبلہ رو کھڑے ہوکر کچھ دیر تک تسبیح و تہلیل، مناجات و استغفار مین مشغول رہے، اور ہاتھ اٹھا کر دعائین مانگتا رہے، البتہ جس رمی کے بعد پھر کوئی رمی نہین، یعنی آخری جمرہ (جمرۂ عقبہ) کی رمی، اُس کے بعد وقوف مسنون نہین، فوراً پلٹ آنا چاہیے، جمرات کے پاس، رمی کے بعد، دعا مانگنا، مقاماتِ مقبولیت مین سے ہے، ۱۰، ۱۱، ۱۲ کی ان تین تاریخون مین رمی واجب ہے، ۱۳ کی رمی مستحب کے درجے مین ہے، ۱۲ کی شام کو، یا شب مین کسی وقت اگر مکہ واپس ہوگیا تو بالکل جائز ہی، لیکن اگر ۱۲ کی صبح تک منیٰ مین قیام ہوگیا، تو پھر بغیر ۱۳ کو بھی رمی کیے ہوئے مکہ واپس ہونا درست نہین،

منیٰ مین یہ دن ڈیڑھ دن یعنی ۱۱ کی دوپہر سے لیکر ۱۲ کے غروب آفتاب تک بحمد اللہ لطف سے گزرا، ہر سال سنا کرتے تھے، کہ منیٰ مین سخت غلاظت و گندگی رہتی ہی، وبائین پھیلتی ہین، پانی کا قحط ہوجاتا ہی، لوگ ہزارہا کی

سے اتر اتر کر گھوڑے کو کھینچ رہی تھین! یہ سمان بھی دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا، دوپہر کا وقت، منیٰ کی بے پناہ دھوپ، ریگستانی مٹی، سر سے پیر تک پسینے مین شرابور، کچھ عورتین اور بچے گاڑی پر سوار، اور ساتھ کے مرد گاڑی کو ٹھیل ٹھیل کر اور دھکے دے دے کر آگے بڑھا رہے ہین! اس وقت نہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہان کوئی میونسپلٹی ہے، جو ایسی اعرابی، چلانے والے کا چالان کرے، اور نہ یہ یقین ہوتا تھا کہ یہان کوئی حکومت ہی، جو ایسے موقع پر بیکس پردیسیون کو کسی طرح کی مدد دے! البتہ اس وقت تیز ہوا کا چلتے رہنا رحمت ہوگیا، پسینے سے نہائے ہوئے جسم مین گرم ہوا لگتی تھی، تو ناگوار ہوکر نہین بلکہ ٹھنڈی ہوکر خوشگوار معلوم ہوتی تھی، اور ظاہری صعوبت ایک سامانِ تفریح بنی ہوئی تھی! ——— کریم کو کریمی کے بھی کتنے ڈھب آتے ہین! چلچلاتی دوپہر ہین، مکہ سے منیٰ تک پا پیادہ چند قدم بھی چلنا ہم جیسے تن پرورون کے لئے اپنی خوشی اور مرضی سے بھلا کب ممکن تھا، اور یہ سعادت ہم جیسون کے نصیب مین بھلا کب آسکتی تھی، اس کے لئے کیا نیا ڈھنگ نکالا گیا، اور کس ترکیب و حکمت سے پیدل چلا کر، اس کے اجر کا امیدوار وحقدار بنا دیا گیا! شوقین لڑکے اپنے شوق سے علم حاصل کرتے ہین، لیکن جو مٹھائی کی چاٹ سے پڑھتے ہین، بہرحال پڑھنے والون مین شمار تو ان کا بھی ہو ہی جاتا ہے!

منیٰ پہونچنے کے بعد بجز رمی کے اور کوئی خاص کام نہ تھا، ۱۰ رکی رمی کا ذکر گذر چکا ہے، ۱۰ رکو صرف ایک جمرہ کی رمی تھی، ۱۱ ر و ۱۲ ر کو تینون جمرون

کے پہلو مین کھڑے ہوئے، اور جس نے

قل یٰعبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً، انہ ھو الغفور الرحیم، وانیبوا الیٰ ربکم واسلموا لہٗ،

(زمر، ع ۶)

اے پیمبر، میرے بندون سے کہہ دو، کہ جنھون نے اپنے اوپر زیادتیان کی ہین، تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، اللہ بالیقین تمام گناہون کو معاف کردیگا، واقعی وہ بڑا ہی بخشنے والا اور بڑی رحمت کرنے والا ہے، اور تم اپنے رب کی طرف جھکو، اور اس کی فرمان برداری کرو

کا اشتہار دے رکھا ہو، اس مالک و آقا کے در پر پڑے ہوئے، اپنے نجات و مغفرت کی ٹوٹی ہوئی آس نئے سرے سے جوڑ رہے ہین! عمر بھر کی سیاہ کاریان یاد آرہی ہین، ہر وہ شیطنت جو شیطان کو بھی شرمندہ کردینے کے لئے کافی ہو، ایک ایک کرکے قبولی جارہی ہے، اور جسکی شانِ ستاری اب تک ہر عیب و رسوائی پر پردہ ڈالے رہی ہو، اسکے آگے ایک ایک معصیت کا اقبال کر کرکے آنسو بہا بہا کے، ہاتھ پھیلا پھیلا کے، پیشانی رگڑ رگڑ کے، نجات و غفران کا پروانہ حاصل کیا جارہا ہے

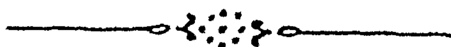
دوپہر نہین ہونے پائی تھی، کہ منیٰ کے لئے واپس روانہ ہوئے، جن اعرابیون پر آئے تھے، وہ اتنی دیر تک کیا انتظار کرتین، کچھ نئی اعرابیان کرنی پڑین، بعض رفقاء کو پھر بھی جگہ نہ ملی، تو گدھون اور اونٹون پر سوار ہوئے، یہ اعرابیان اور ان کے جانور اور ان کے ہنکانے والے، پہلے سے بھی کچھ بڑھے چڑھے ہوئے نکلے، آدھا راستہ طے ہوا تھا، کہ ایک اعرابی کے گھوڑے نے بالکل جواب دیدیا، اب بجائے اس کے کہ گھوڑا سواریون کو کھینچتا، سواریان اعرابی

باب ۳۴

منیٰ بعد حج نمبر (۳)

حطیم کا ذکر پہلے آچکا ہے، خانہ کعبہ سے ملا ہوا وہ نیم مدوّر صحن، جو مطاف کے اندر ہی، اور جو حکماً خانہ کعبہ ہی کا ایک جزو ہی، اس مین نماز پڑھنا گویا خانہ کعبہ کے اندر نماز پڑھنا ہے، طواف کرنے اور ملتزم سے لپٹ کر دعائین مانگ چکنے کے بعد آج اطمینان سے حطیم کے اندر بھی حاضری کا موقع ملا جس کا جتنی دیر تک جی چاہا، یہان نمازین پڑھین، اور دیوار کعبہ سے لگ لگ کر اور لپٹ لپٹ کر دعائین مانگیں، کسی کسی نے دیوار و فرش کی خاک اٹھا کر بطور تبرک ساتھ لے لی، کہتے ہین، کہ مطاف مین اولیا، و اقطاب و ابدال ہمیشہ حاضر رہتے ہین، رہتے ہون گے، ولی کو پہچاننے کے لئے خود نگاہ ولایت کی ضرورت ہی، عامیون سے اس بارے مین کسی اظہار رائے کی توقع ہی بیکار ہے، البتہ بعض نورانی چہرون پر انتہائی خشوع و خضوع کے، انتہائی تضرع و ابتہال کے، انتہائی عبدیت و انابت کے جو آثار نظر آئے، اُن کے حروف و نقوش تو ہم جیسے بے بصر بھی پڑھ سکتے تھے، سبحان اللہ! عجب مقام ہی، رحمت و مغفرت کی صلائے عام ہی، کیسے کیسے فاسق و فاجر، کیسی کیسی جفاپرور، جرم پیشہ، عصیان شعار، اپنی تباہ کاریون اور بدحالیون کی بنا پر اپنی نجات سے مایوس، اولیاء و کاملین

پھبتیان اور آوازے ہین، ہم اپنی شور بختیون سے تو کعبہ کو مدت ہوئی بھلا چکے، اب کیا کعبہ نے بھی ہمکو بھلا دیا؟ او ربِ کعبہ! تیری ذات سہو و نسیان سے پرے ہے، تو تو کبھی اور کسی کو نہین بھول سکتا، کون کہے؛ اور کس طرح کہے، کہ تو نے بھی طوافِ کعبہ پر آس لگانے والون کو، محمدؐ کا کلمہ پڑھنے والون کو اپنی نگاہِ لطف وچشمِ التفات سے بھلائے رکھا ہو!



زیادہ فکر واہتمام نہ کیجئے، وقت اور موقع ایسا ہی، کہ انشاء اللہ از خود پیدا ہو کر رہے گی،

ان سطور کا محرر، نامہ سیاہ، کیا بتائے کہ اُس نے کیا کیا مانگا؟ کوئی دو چار دس بیس گناہ ہون، تو متعین طور پر انھین یاد کرکے، اور ان کے نام لے لیکر ان سے معافی چاہی جائے، لیکن جس کی زندگی کی ساری فردِ عمل سیاہیون کا ایک مجموعہ اور تاریکیون کا ایک تسلسل ہو، وہ اپنے کس کس گناہ کو یاد کرے، اور کس کس سے معافی چاہے؟ مگر خدا کی قدرت اس وقت اپنی ساری خطائین اور معصیتین، ساری تباہ کاریان اور عصیان شعاریان، ایک ایک کرکے یاد آتی چلی جارہی ہین! اور دعائین جو زبان سے اور زبانِ قلب سے نکل رہی ہین، وہ تنہا اپنے لئے نہین بلکہ اپنے والون کے لئے بھی، عزیزون کے لئے، دوستون کے لئے، بزرگون کیلئے اور سب سے بڑھکر امت اسلامیہ کے لئے ہین، آج ہندوستان مین اور اکیلے ہندوستان ہی پر کیا موقوف ہے، سارے عالم اسلام مین مسلمانون کا کیا حال ہے؟ ان کا زوال اور ادبار، ان کی پستی اور فلاکت، ان کی بدنظمی اور بےعملی، انکا نفاق اور انتشار کس نوبت کو پہونچ چکا ہے! اے کعبہ کے مالک، اس قبلہ روجماعت کے انتشار کا دور کردینا، اور ان کے قلوب کو ایمان سے، حسنِ عمل سے، نورِ ہدایت سے، باہمی نظم واتحاد سے معمور کردینا، سب تیرے ہی ہاتھ مین ہے! ذلتون کی انتہا ہو چکی، رسوائیان اپنی حد کو پہونچ چکین، گلی گلی تیرے خلیلؑ کی ذریت پر طنز ہین، طعنے ہین، مضحکہ ہے، گھر گھر تیرے حبیبؐ کی امت کے ساتھ تمسخر واستہزا ہے،

وقت، مجمع نسبتہً بہت کم، عرفات و مزدلفہ سے واپسی کی برکتین، ادائے فرض کا احسان سب نے مل ملاکر عجیب کیفیت پیدا کر رکھی ہی، مکان کے ہر جگہ کے ساتھ، صاحب مکان پر فدا ہونے کو جی چاہ رہا ہی، ملتزم پر دعا مانگنے کا موقع بھی آج ہی ملا، حجر اسود اور خانۂ کعبہ کی چوکھٹ کے درمیان، دیوار کا جو حصہ ہے، اور جو کوئی ۱۰ بالشت ہوگا اس کا نام ملتزم ہی، اور جو مقامات اجابتِ دعا کے لئے مخصوص ہین، اُن مین سے ایک مقام یہی ملتزم ہی، حضرت ابن عباسؓ کی روایت مین آتا ہی، کہ رسول اللہ صلعم نے بہ قسم ارشاد فرمایا، کہ "یہ وہ جگہ ہے، جہان مین نے جو دعا مانگی قبول ہوئی" جب رسول صلعم نے یہان دعائین مانگی ہین، اور بار بار مانگی ہین، اور ہر مرتبہ اپنی مانگی مرادین پائی ہین، تو کوئی امتی یہان کیون کمی کرے، وہ بیچارہ تو ہمہ احتیاج اور ہمہ درماندگی ہے، مناسک کی کتابون مین آتا ہے، کہ ملتزم سے لپٹ کر (ملتزم کے لفظی معنی بھی یہی ہی کہ "جس سے لپٹا گیا") اور غلافِ کعبہ کو تھام کر خوب دعائین مانگے حضورِ قلب کے ساتھ مانگے، اور ہو سکے تو آنسوؤن کا تحفہ نیاز ناز والے کی خدمت مین پیش کرے، بعض روایات مین آیا ہی، کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جبرئیلؑ ملتزم سے لپٹے ہوئے، یہ دعا مانگتے رہتے ہین:۔

یا واجد یا ماجد لا تزل عنی نعمۃً انعمتہا علیّ،	اے قدرت والے، اے عزت والے، جو نعمت تونے مجھے عطا کی ہی، مجھ سے زائل نہ فرما!

ان الفاظ کی جامعیت اور ان کی برکت کا کیا پوچھنا، لیکن اکیلی اسی دعا پر موقوف نہین، اس وقت جو کچھ دل مین آئے، سب کچھ کہہ سنائے، اور جو کچھ اپنے لئے، یا جس کسی کے لئے مانگتا ہو، سب کچھ مانگ ڈالے، سوزِ دل و رقتِ قلب کیلئے

کیجئے، مکان والے کا جمال کا حال تو قدوسیون اور ملکوتیون سے پوچھئے! باقی خود مکان کے در و دیوار مین جو حسن و جمال ہے، جو کشش و رعنائی ہے، جو زیبائی و محبوبی ہے، اس سے اگر کوئی خاکی و ناسوتی باوصف قدرت محروم رہے، تو اس بیچارے کی محرومی پر جی چاہتا ہے دل کھول کر آنسو بہائیے! لوگ کہتے ہین، اور سچ کہتے ہین کہ، حج کے سفر مین بڑی بڑی زحمتین پیش آتی ہین، لیکن اداے فریضۂ حج کا تو ذکر الگ رہا، عرفات کی حاضری، مزدلفہ کی شب باشی، منیٰ کی قربانی، یہ ساری چیزین الگ رہین، محض کعبہ کا دیدار، سیاہ پتھر والے اور سیاہ غلاف والے بقعۂ نور کا، دیدار بجائے خود وہ نعمت ہے کہ اس کی قیمت مین اگر صدہا سفر، اور ہر سفر کی صدہا زحمتین اور صعوبتین پیش کرنی پڑین، تو رب کعبہ کی قسم ہے کہ سودا پھر بھی ارزان ہے! یہ جو کچھ کہہ رہا ہون، اپنے جیسے کور بصرون اور ٹھیٹھ دنیا دارون کی زبان سے کہہ رہا ہون، اور عارفون اور بصیرت والون کے نزدیک تو ہر بار اگر سر بھی نذر کرنا پڑے، جب بھی یہ سودا گران نہ ہو!

متاعِ وصلِ جانان بس گران ست
گر این سودا بہ جان بودے چہ بودے

"وصلِ جانان" سے شاعر نے جو کچھ بھی مراد لی ہو، ہم کوتاہ بینون کے لئے تو درِ جانان تک رسائی، اس گھر کی زیارت ہی سب سے بڑی دولت، اور اپنی ہمتون اور حوصلون کا آخری منتہیٰ ہے!

طواف اس سے پیشتر متعدد ہو چکے تھے، مگر آج کے طواف کا کیا کہنا، صبح کا ٹھنڈا

آچکا ہی) کا پیر ایک ٹوٹے ہوئے تختے مین پھنس گیا، اور اُن بیچارے کے چوٹ اچھی خاصی آئی، مرہم پٹی کا سامان بھلا کہان دستیاب ہوتا، پیر پانی سے دھو بیچارے پھرسے سوار ہوئے، اور شکر کے نہ سہی، صبر کے مراتب از سرنو طے ہونے لگے،

ہندوستان کی گھڑیون کے اعتبار سے، کوئی ساڑھے آٹھ کا وقت ہوگا کہ حرم شریف کے دروازون پر پہونچ گئے، جنت المعلی ۸ ذی الحجہ کو منیٰ جاتے وقت بھی راستہ مین پڑا تھا، لیکن آج اسے زرا زیادہ غور و اطمینان سے دیکھنے کا اتفاق ہوا، اور جتنا قریب سے دیکھا، اسی قدر حسرت مین بھی اضافہ ہوا ــــــ خیر یہ تذکرہ تو پھر کبھی ہوگا، در حرم پر پہونچے، اور اندر داخل ہوتے ہی ساری کلفتین، ساری زحمتین، ساری تکلیفین دور تھین! وہی بشاشت وہی مسرت، وہی تازگی! اللہ اللہ! گھروالے نے گھر کی کیا شان رکھی ہے! تسکین و تسلی کے سارے نسخے، اطمینان و سکونِ خاطر کی ساری تدبیرین ایک طرف اور اس بے گھر والے کے گھر کی زیارت، اس بے مکان اور لامکان والے مکین کے مکان کا دیدار دوسری طرف! بزرگون نے کہا ہی، کہ دل کا سکون اور چین چاہتے ہو، تو دل کا تعلق اللہ سے پیدا کرو، یہان یہ عرض کرنا ہی کہ اللہ سے دل کا لگانا تو اللہ والون کا کام ہی، اللہ تک اگر براقِ ہمت اور کمندِ حوصلہ کی رسائی نہین ہوتی، تو بیت اللہ تک کیون نہ پہونچے؟ اور دل کے تصور کو چھوڑ کر آنکھون سے دیدار کی دولت کے حصول مین کیون قصور

کا قافلہ بھی ہمراہ ہوا، اس لئے اتنی سواریوں کی ضرورت پڑی، اعرابی کی بابت پہلے کسی مقام پر ذکر آچکا ہی، کہ حیدرآبادی جھٹکے کی طرح ایک بکس نما سواری ہوتی ہی، جس کے اندر بیٹھنے کے بعد آدمی بند ہو جاتا ہی، ان اعرابیوں کا تجربہ پیشتر بھی ہو چکا تھا، آج پھر ہوا، ہر اعرابی کے اندر چار چار، پانچ پانچ سواریاں بیٹھتی ہین، کسی مین گھوڑا، اور کسی مین خچر جتا ہوتا ہی، عرب کے گھوڑون کی تعریف ہمیشہ سنتے آئے تھے لیکن وہ نسل شاید اب ناپید ہو گئی ہے، جو کچھ دیکھا، وہ اس سے بالکل مختلف تھا، جو کچھ اب تک سنا تھا، ہر گھوڑا مریل، اور خالی مریل ہی نہین، اڑیل بھی! ہمارے ہان کے اکون کے ٹٹوان سے بدرجہا بہتر ہوتے ہین، اور اعرابیون کی حالت گھوڑون سے بھی ابتر! خدا معلوم مکہ کی حکومت بلدیہ ایسی سڑیل سواریون کو "پاس" کرتے وقت اپنے احساس ذمہ داری کو کہان رکھ آتی ہے، یہ سب تفصیل اس لئے حوالۂ قلم ہو رہی ہی کہ جو دینی بھائی اس سفرنامے کو پڑھین، وہ ہر موقع کی راحتون اور زحمتون دونون کا پیشتر سے خوب اچھی طرح اندازہ لگا لین، اور ہر موقع کے لئے اسی مناسبت سے تیار رہین۔ جو زحمت خلاف توقع اور اچانک پیش آجاتی ہی، وہ محسوس بھی بہت زائد ہوتی ہی، فی اعرابی کرایہ غالباً چار چار ریال سعودی (ایک ریال ہندوستان کے تقریباً ۸ آنہ کا ہوتا ہی) طے پایا، راستہ ابھی نصف طے ہوا تھا، کہ بلا کسی ظاہری سبب کے اچانک ہماری اعرابی الٹ گئی، جانور الگ، اور سواریان ایک دوسرے کے اوپر اسی اعرابی کے قفس کے اندر بند! ہم لوگ تو خیر محفوظ رہے البتہ منشی امیر احمد صاحب علوی کاکوروی (جنکا ذکر مدینہ منورہ کے ذیل مین

ساقط ہو جاتی ہین، اور نماز ظہر تو بہر حال پڑھنا ضروری ہی، پس بہتر ہے کہ اسے
مکہ ہی مین پڑھا جائے، کہ مسجد حرم کی نماز کی فضیلت بجائے خود ثابت و مسلم ہے،
۱۰ ر کو اتنی مہلت تو کیا ملتی، دن نکلنے کے دو تین گھنٹے بعد تو پہونچے ہی تھے، قیامگاہ
کی تلاش، وہان سے کنکریان پھینکنے کے لئے مجمع کو چیرتے ہوئے، اور خاصی مسافت
طے کرکے جمرۂ عقبہ تک جانا، ہجوم کے اندر گھس پل کر کسی طرح رمی سے فارغ ہونا
اور پھر اسی طرح مجمع کے اندر سے دھکے کھاتے ہوئے واپس آنا، کھانا کھانا، قربانی
کرنا، سر منڈانا، غسل کرنا، سارا دن اسی مین تمام ہو گیا، اور ۱۱ ر سے قبل طواف
زیارت کے لئے مکہ جانے کی نوبت نہ آسکی، ابھی گذر چکا ہی، کہ ۱۰ ر کا طواف افضل ہی،
لیکن دین فطرت مین ہر طرح کی آسانیان اور سہولتین ہی ہین، دین سختیون اور
دشواریون کا نام نہین، فقہاء رحمہم اللہ کے ہان یہ تصریح بھی موجود ہی، کہ ساتھ
مین اگر عورتین ہون، تو بلا تکلف بجائے ۱۰ ر کے ۱۱، ۱۲، کو طواف کیا جا سکتا ہی،
اس لئے کہ ۱۰ ر کو ہجوم بہت زیادہ ہوتا ہے، یہ رعایتین اور رخصتین ہم جیسے ضعفاء
کے حق مین پروانۂ رحمت ثابت ہوتی ہین،

---

۱۱ ر ذی الحجہ کو صبح سے سواری کی تلاش شروع ہوئی، یاد رہے، کہ مکہ سے
۸ ر ذی الحجہ پانچ دن کے لئے جو اونٹ کرایہ پر کئے گئے تھے، ان کے کرایہ مین منیٰ
سے مکہ تک کا یہ طواف زیارت والا سفر شامل نہ تھا، ــــ کم از کم ہمارے معلم
نے تو یہی دستور ہمین بتایا، ــــ بہر حال خاصی تلاش و انتظار
کے بعد چار اعرابیون سے کرایہ طے ہوا، ہمارے قافلہ کے علاوہ ناظر یار جنگ کا

فصلے الظھر بمنیٰ، | افاضہ کیا، اس کے بعد واپس چلے آئے اور نماز ظہر منیٰ میں ادا کی،

صرف اتنا ہی نہیں، بلکہ حضرت نافعؒ سے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا یہ تعامل بھی منقول ہے، کہ

قال نافع فکان ابن عمرؓ یفیض یوم النحر ثم یرجع فیصلے الظھر بمنیٰ ویذکر ان النبی صلعم فعلہ | آپ دسویں ہی کو طواف افاضہ کیا کرتے تھے، اور پھر نماز ظہر منیٰ میں واپس آکر پڑھا کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ یہی عمل ہمارے رسول صلعم کا،

محدثین نے دونوں معارض روایتوں کے درمیان تطبیق یوں دی ہے، کہ

ووجہ الجمع بینھما انہ صلعم طاف للافاضۃ قبل الزوال ثم صلی الظھر بمکۃ فی اول وقتھا ثم رجع الی منیٰ فصلی بھا الظھر مرۃ اخری باصحابہ حین سالوہ ذالک فیکون متنفلاً بالظھر الثانیۃ التی بمنیٰ | حضورؐ نے طواف قبل زوال فرمایا، اس کے بعد نماز ظہر اول وقت مکہ میں پڑھ لی، پھر منیٰ واپس تشریف لائے، تو صحابہ کے دریافت فرمانے پر حضور نے ان کے ہمراہ منیٰ میں دوبارہ پھر نماز پڑھ لی، اور یہ دوسری نماز بطور نماز نفل کے ہو گئی،

یہ عبارت علامہ نودی شارح مسلم کی تھی، اور اسی قول کو بہتوں نے اختیار کیا ہے۔

یہ فیصلہ محدثین کا تھا، ہمارے فقہا رحمہم اللہ میں صاحب فتح القدیر نے یہ بات خوب لکھدی ہے، کہ جب دو روایتیں ایک دوسری کے متضاد ملتی ہیں، تو دونوں

تک رہتا ہی، لیکن افضل یہ ہی کہ ۱۰ ذی الحجہ ہی کو کرلے، رسول اللہ صلعم نے ۱۰ ذی الحجہ ہی کو یہ طواف ادا فرمایا تھا، طواف کے طریقے اوپر تفصیل سے بیان ہوچکے ہین، بس انھین طریقون پر یہ طواف بھی ہوگا، اسی طرح باب السلام سے مسجد حرم مین داخلہ، اسی طرح نیت طواف، اسی طرح سات پھیرے، اسی طرح مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز، اسی طرح آب زمزم کے تبرک سے فیض یابی، اسی طرح صفا و مروہ کے درمیان سعی غرض کوئی نئی بات اس طواف کے ساتھ مخصوص نہین،

حدیث اور فقہ کی کتابون مین ایک بحث یہ آتی ہی، کہ کسی شخص نے صبح کے وقت یہ طواف کیا، اور منیٰ بھی اسے واپس آنا ہی، تو وہ نماز ظہر کہان پڑھے؟ مسجد حرام مین یا منیٰ مین واپس آکر؟ حدیث مین روایات دونون طرح کی ملتی ہین، اور لطف یہ کہ ہے کہ دونون روایتین صحیح مسلم کی ہین، پہلی حدیث باب حجۃ النبی صلعم مین حضرت جابرؓ کے حوالہ سے ایک بڑی طویل روایت مین آتی ہے، اور اس مین صاف یہ فقرہ آتا ہی کہ

فافاض الی البیت فصلّی بمکۃ الظہر،	حضورؐ نے خانہ کعبہ کے طواف افاضہ کے بعد مکہ مین نماز ظہر ادا کی،

اور دوسری حدیث باب استحباب طواف الافاضۃ یوم النحر مین حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے حوالہ سے یون آتی ہی:-

عن نافع عن ابن عمر ان النبیؐ صلعم افاض یوم النحر ثم رجع	نافع حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہین کہ رسول اللہ صلعم نے ۱۰ ذی الحجہ کو طواف

باب ۳۳

منیٰ بعدِ حج نمبر (۲)

کلام مجید مین ایک مقام پر، جہان مناسکِ حج کا ذکر ہی، ایک حکم یہ بھی ہے، کہ ولیطوفوا بالبیت العتیق (سورہ حج) لوگ خانہ کعبہ کا طواف کرین۔ حج کے اصلی رکن یعنی فرائض، احرام پوشی کے بعد صرف دو ہین، وقوفِ عرفات اور طواف کعبہ، مفسرین وفقہا، کا اجماع ہی کہ جو طواف فرض ہی، وہ یہی طواف ہی، جو وقوف عرفات کے بعد، یوم عید (۱۰ ذی الحجہ) کو یا اس کے بعد کیا جائے، اس سے قبل جو پہلا طواف کیا تھا، وہ عمرہ کا طواف تھا، حج کا طواف نہ تھا، درمیان مین اور جتنے طواف کئے تھے سب نفل طواف تھے، طواف فرض کا وقت اب آیا، اس کے لئے ضروری ہی کہ منیٰ سے جاکر کیا جائے، اور بہتر یہی ہی کہ اس سے فارغ ہوکر پھر منیٰ مین واپس آئے، اور یہان رمی جمرات (شیطان پر کنکریان مارنے) کو تکمیل تک پہونچائے، اس طواف کا مشہور نام طوافِ زیارت ہی، طواف رکن، طواف اضافہ، طواف یوم النحر بھی اسی کو کہتے ہین، یہ طواف قربانی کرکے اور سر منڈانے کے بعد ہر وقت کیا جا سکتا ہی، اس کا وقت ۱۰ کی صبح سے شروع ہوکر ۱۱ اور ۱۲

ہے، اور بال کترو انے والوں کے حق میں صحابہؓ کے اصرار سے، فقہا لکھتے ہیں، کہ سر
منڈانا ایسا ہے، جیسے غسل کرنا، اور بال کترانا ایسا ہے، جیسے وضو کرنا، بہر حال
اب حجام کی تلاش شروع ہوئی، ایک پیر مرد دستیاب ہوے، اتفاق سے وہ یہی
نہیں کہ ہندوستانی اور ہمارے صوبہ کے تھے، بلکہ خاص ہمارے ضلع بارہ بنکی کے
نکلے، تیس چالیس سال ہوئے وطن چھوڑ کر یہیں چلے آئے ہیں، عورتوں کے لئے
سر منڈانا جائز نہیں، ان کے لئے بالوں کی لٹ انگلی کی ایک پور کے برابر کاٹ ڈالنا
کافی ہی، سر منڈاتے وقت کچھ دعائیں پڑھتے رہنا، اور تکبیر کہتے رہنا مستحب ہی، لیکن
ہمارے حجام صاحب کو اللہ کے ذکر سے زیادہ دلچسپ اپنی باتیں معلوم ہوئیں، عصر کا
وقت آخر ہو رہا تھا، کہ ہم لوگ حجامت سے اور غسل سے فارغ ہو گئے، حج کی وردی
(احرام) جسم سے اتار دیا اور سب نے اپنا معمولی لباس پہن لیا،

ثم الغنم (فتح القدیر) | ہے پھر گائے کی، اور پھر بکری کی،

امام شافعیؒ نے عطاؔ کے حوالہ سے یہ روایت بھی نقل فرمائی ہو کہ سبسے ادنیٰ قربانی بھیڑ بکری کی ہے، بکریون اور بھیڑیون کا نرخ منیٰ مین تقریباً وہی ہے، جو ہندوستان مین عید اضحیٰ کے موسم مین ہوجاتا ہی، پہلے ہر شخص جہان چاہتا تھا، اپنا جانور ذبح کروا لیتا تھا، اور خون گوشت کھال ہر جگہ پڑی رہتی تھی، گویا سارا منیٰ ایک وسیع مذبح تھا، اس سے قدرۃً عفونت پھیلتی، اور طرح طرح کی وبائین نمودار ہوتین، ابکی بسال خدا کے فضل سے اس طرح کی نوبت نہین ہوئی، ایک مستقل مذبح بن گیا ہی وہین جا کر سبنے قربانیان کین، اور وباؤن اور بیماریون سے بالکل امن رہا، ہمارے قافلہ مین شیخ مشیر الزمان صاحب، ہمہ تن خلوص وفدیت ہین، اور ایک پیکر ایثار وانقیاد، قافلہ بھر کا سارے سفر مین اول سے آخر تک علی اور انتظامی کام وہی کرتے رہے، آج بھی اس کڑی دھوپ مین ہم لوگون کو تو باہر نکلنے کی ہمت ہوئی نہین، وہی بیچارے جا کر ہم آٹھ شخصون کی طرف سے قربانیان کرائے،

یاد رہے کہ سات وآٹھ کی درمیانی شب مین حج کے لئے جو احرام باندھا تھا وہ ابھی بندھا ہوا ہے، اور احرام کے جو قیود وشرائط ہین، ان کی پابندیان اسوقت تک بدستور نافذ ہین، صرف تلبیہ (لبیک کہنا) البتہ پہلی رمی کے بعد موقوف ہوگیا ہے، قربانی سے فراغت کے بعد احرام اتارنے کی فکر ہوئی، اس کے لئے مذہب حنفی مین ضروری ہو کہ پہلے سر منڈا دیا جائے، یا کم سے کم بال کتروا دیے جائین، فضیلت سر منڈانے والون کو ہی، سرور کائنات (صلعم) نے ان کے حق مین از خود دعافرمائی

لیکن بیمارون ناتوانون، اور معذورون کی طرف سے نیابۃً کوئی دوسرا بھی کر سکتا ہے، اس رمی کا وقت فضل و مسنون آج کی تاریخ طلوعِ آفتاب سے لیکر زوال تک ہے، زوال و غروب کے درمیان بھی بلا کراہت جائز ہے، بعد غروب طلوعِ صبح صادق تک جائز ہی مگر بہ کراہت، لبیک ابتک تقریبًا ہر موقع کا ایک ضروری جزو تھا، پہلی رمی کے ساتھ ہی اسے موقوف کر دینا چاہئے،

ہم لوگ بحمداللہ دوپہر تک رمی سے فارغ ہو گئے، اس کے بعد قربانی کا نمبر آتا ہے، قربانی کے لئے تین جانور شریعت نے رکھے ہین، اونٹ، گائے، بھیڑ یا بکری، اونٹ گاے اور بیل مین سات سات آدمیون کی شرکت ہو سکتی ہی بھیڑ اور بکری مین شرکت، مذہب حنفی مین جائز نہین، ہر شخص کی طرف سے ایک ایک بکری یا بھیڑ ہونی چاہئے، اس کے باوجود بھی کفایت بھیڑ یا بکری ہی مین ہوتی ہی اونٹ کثرت سے قربانی کے لئے ملتے رہتے ہین، لیکن سات حصون مین تقسیم ہونے پر بھی خاصے گران پڑتے ہین، گائے بیل بھی اچھی خاصی تعداد مین مل جاتے ہین لیکن اگر کفایت کا خیال مدِنظر نہ ہو، اور جیب مین کافی گنجایش ہو تو افضل یہی ہے کہ اونٹ کی قربانی کرے، فقہا کی تصریحات اونٹ اور پھر گاے کے حق مین ہین

اعلاہا بدنۃ من الابل و البقر (رد المختار) بہترین قربانی اونٹ اور گاے کی ہی،

لہ اعلی وھو الابل وھو افضلہ و	ایک قربانی اعلیٰ و افضل ہی، اور وہ اونٹ کی ہی،
اوسط وھو البقر (طحطاوی)	ایک درجہ اوسط کی ہی، اور وہ گائے کی ہی،
عندنا افضلھا الابل ثم البقر	ہمارے مذہب مین سب سے اعلیٰ قربانی اونٹ کی

صحیح نہ ہوگا، کنکریاں تعداد میں سات سے کم نہ ہوں، اگر زیادہ ہو جائیں مضائقہ نہیں،
ہر کنکری داہنے ہاتھ سے، انگوٹھے اور کلمہ کی انگلی سے پکڑ کر پھینکے، اور پھینکتے وقت
یوں تکبیر کہنا چاہیے، بسم اللہ اللہ اکبر رجماً للشیطان، ساتھ ہی یہ دعا بھی پڑھ
لے تو بہتر ہے، اللّٰھم اجعل حجی مبروراً وسعیی مشکوراً وذنبی مغفوراً، کنکریاں
بہتر ہے کہ مزدلفہ سے چنکر اپنے ہمراہ لائے، نہ ہوں، تو دوسری کنکریوں سے بھی
درست ہے، البتہ جو کنکریاں دوسروں کی پھینکی ہوئی وہاں پہلے سے پڑی ہوئی
ہیں، انھیں کو اٹھا اٹھا کر رمی کرنا مکروہ ہے، جمرۂ عقبہ کے تین طرف نشیب ہی
بہتر ہے کہ وہیں کھڑے ہو کر رمی کرے، لیکن اگر ہجوم کے باعث وہاں جگہ نہ ملے
یا زیادہ دقت کا خیال ہو، تو چوتھی طرف پہاڑی ہی اس کی بلندی سے بھی پھینکنا
جائز ہے، کنکریوں کو دھو لینا بھی بہتر ہے، تاکہ نجاست کا شبہہ نہ رہے، آج کے
دن اس جمرہ کی رمی کے بعد ہی چلا جائے، توقف کرنا مسنون نہیں، دیکھتے دیکھتے
تھوڑی دیر میں کنکریوں کا ایک پورا ٹیلا بنجاتا ہی، اگر حاجیوں کا شمار کم سے کم
تخمینہ کے بموجب، ایک لاکھ ہی فرض کیا جائے، اور ہر حاجی کی کنکریوں کی
تعداد بھی کم سے کم فرض کیجائے یعنی سات سات، تو صرف آج ہی
کے دن (ابھی آیندہ تاریخوں کا حساب نہیں) اس جمرہ پر کم سے کم سات لاکھ
کنکریاں تو اکٹھی ہو ہی جاتی ہیں، لیکن اللہ کی قدرت، کہ آپ ہی آپ یہ سارا ٹیلہ
غائب بھی ہو جاتا ہی، اور حج کے بعد اگر دیکھیے، تو پھر وہی صفاچٹ میدان، رمی پیدل
بھی کرنا جائز ہی، لیکن امام ابوحنیفہؒ و امام احمدؒ کے قول کے مطابق سواری کے
اوپر کرنا افضل ہی (قاضیخان) بہتر یہ ہے کہ ہر حاجی اپنے ہاتھ سے رمی کرے،

منیٰ کے دورانِ قیام مین خاص عبادتین یہ چار ہین، شیطانون کے کنکریان مارنا، جسے اصطلاح مین رمی کرنا یا رمی جمرات کرنا کہتے ہین، قربانی کرنا، حلق یا قصر (یعنی سر کے بال منڈانا یا کترانا) اور مکہ جا کر طوافِ زیارت کرنا، ترتیباً رمی کا شروع کر دینا سب سے مقدم ہی، روایتون مین آتا ہی، کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ جب اپنے لختِ جگر حضرت اسمعیلؑ کو ذبح کرنے لے چلے ہین، تو راستہ مین تین مرتبہ شیطان ملا، اور باپ بیٹے کو راہِ حق سے بہکانا چاہا، اور تینون مرتبہ ناکام و نامراد رہا، اس واقعہ کی یادگار مین انھین تینون مقامات پر پتھر کے قدِ آدم ستون بے ہنگم اور بے ڈول سے تعمیر کر دیئے گئے ہین، اور ربِ جلیل کے بندے، سنتِ خلیلؑ کے قایم رکھنے کو آج تک برابر انھین مقامات پر شیطان کو کنکریان مارتے چلے آرہے ہین، ہر ستون کو جمرہ کہتے ہین، جمرات اور جمار اسی لفظ جمرہ کی جمع ہے "رمی" کے لفظی معنی مٹی پھینکنے کے ہین، تینون جمرے عین سڑک پر بازار کے وسطا وسط مین واقع ہین، جو جمرہ مکہ سے آتے وقت سب سے پہلے منیٰ کے کنارے پر پڑتا ہے، اسے جمرۂ عقبہ کہتے ہین، دوسرے کو جمرۂ وسطیٰ، اور تیسرے کو جمرۂ اولیٰ، جو عرفات و مزدلفہ کی سمت مین واقع ہی، عوام کی زبان مین یہ بڑا شیطان منجھلا شیطان، چھوٹا شیطان کہلاتے ہین، تینون کے درمیان ایک ایک دو دو فرلانگ کا فاصلہ ہی،

آج جمرۂ عقبہ کی رمی کرنی چاہیئے، اور آج کے لئے صرف ایک جمرہ کی رمی ہے، باقی دو کی نہین، رمی کی کنکریان، جنس زمین سے ہونا چاہیئے، یعنی پتھر یا مٹی کی کنکریان، اگر کوئی شخص لوہے، سونے چاندی کی کنکریان بنا کر مارنا چاہے ہے تو

ومضبوط خیمون، اور قناتون سے بھرے ہوئے صحن کے، ایک مختصر پختہ مکان بھی تھا اور اچھے موقع سے تھا، آدھ گھنٹہ مین میرا ذاتی قافلہ آٹھ آدمیون کا، ان کا مہمان تھا، بقیہ آٹھ ساتھی حیدر آباد والے مکان مین اتر پڑے، اور وہ سب بھی آرام سے رہے
—— بادا آدم جنت سے جدا ہونے کے بعد جب مزدلفہ مین اما حوا سے ملے تھے، تو انکی اس وقت کی مسرت کی روایتین اور حکایتین بہتون نے پھیلا پھیلا کر لکھی ہین، اس مسرت و راحت کا ایک ہلکا سا نمونہ اس ابن آدم کو مزدلفہ مین نہ سہی منیٰ مین بیوی کی بہن سے مل کر دیکھنے مین آیا، اسے کوئی صاحب محض لطیفہ نہ سمجھین، یہ واقعہ ہے کہ جو راحت و آسایش اس پختہ مکان کے نصیب ہو جانے سے ملی، اس کی عشر عشیر بھی خیمہ مین ممکن نہ تھی،

آج ۱۰ ذی الحجہ کو منیٰ مین داخل ہوتے وقت اگر یہ دعا پڑھی جائے تو بہتر ہے:-

اللھم ھذہ منی قد اتیتھا دانا عبدک وابن عبدک اسألک ان تمن علیّ بما مننت بہ علی اولیائک اللھم انی اعوذبک من الحرمان والمصیبۃ فی دینی یا ارحم الراحمین الحمد للہ الذی المغنی سالمًا معافیًا۔	اے اللہ مین آج منیٰ مین پہونچا ہون، مین تیرا بندہ ہون اور تیرے بندہ زادہ ہون، تجھ سے التجا کرتا ہون کہ میری آرزوئین پوری کر، جس طرح تو نے اپنے اولیار کی آرزوئین پوری کی ہین اے اللہ مین پناہ مانگتا ہون کہ دین کے باب مین محرومی اور مصیبت مین پڑون اے رب سب سے بڑھکر رحم کرنے والے، شکر ہی اس

ہے، اللہ کی جو بھی نعمت بلا مشقت اور فراوانی کے ساتھ ملتی رہتی ہی، ان سب
کے ساتھ اپنی ناشکر یون کا یہی معاملہ رہتا ہی، آج جب اپنے قبضے مین کوئی پختہ
چھت نہ تھی، اور یہ تصور پیش نظر تھا، کہ مئی کے مہینے مین عرب کے ملک مین تین دن
اور دو راتین، مع ایک پورے قافلہ کے، کھلے میدان، یا کپڑے کی چھت کے نیچے کاٹنی
ہونگی، تو زندگی مین پہلی بار یاد پڑا، کہ پختہ مکان کا میسر آجانا بھی اللہ کی ایک خاص
نعمت ہی، اور اللہ کے بیشمار بندے ایسے ہین، جو ساری ساری عمرین بغیر اس نعمت
ہی کے بسر کر دیتے ہین! حیدرآباد کے سرکاری قافلہ کے لئے جو پختہ مکان یہان کرایہ
پرلے لیا گیا تھا، وہ عظیم الشان بھی، اور یہ بھی صحیح کہ حجاج حیدرآباد کے سرکاری
ایجنٹ، حاجی بلال صاحب بڑے خلیق اور سالار قافلہ میر فیض الدین صاحب وکیل
ان سے بھی بڑھکر خلیق، متواضع و مہمان نواز، لیکن بہرحال ان بیچارون کے پاس
بھی تو جگہ محدود ہی ہے، دو ایک آدمی ہوتے تو بھی مضائقہ نہ تھا، لیکن یہ پورے
سولہ آدمی، جنمین عورتین بھی ہین، اور بوڑھے بھی، وہان کہان ٹھہر سکین گے، اور
ان کی راحت و آسایش کے لایق وہ لوگ بیچارے، کہان سے انتظام کر سکین گے!

——— دل ابھی اسی حیص بیص مین تھا، اور قریب تھا، کہ معلم صاحب کسی
مقام پر شغدفون کو اتارنے کا حکم دیدین، کہ اتنے مین ہماری سالی صاحبہ، بیگم نواب
ناظر یار جنگ بہادر، جج ہائی کورٹ، حیدرآباد مع اپنے شوہر کے دکھائی دین (حیدرآباد
کے ناظر یار جنگ بہادر اور لکھنؤ کے ڈاکٹر ناظر الدین حسن بیرسٹر ایٹ لاسے دکن اور اودھ
مین کون ناواقف ہوگا!) یہ بھی مع اپنے شوہر اور بچون کے اسی سال حج کے لئے آئی
ہوئی ہین، انکا ملنا تھا کہ مکان کی مشکل آسان تھی، ان کے پاس علاوہ اچھے وسیع

یہان پورے تین دن قیام کرنا ہی، قربانیان ہونگی اور قربانیون کے بعد اپنے ہاتھون کی پیدا کی ہوئی گندگی اور عفونت کی بنا پر جو وبائی بیماریان پھیلین گی انکا کیا علاج ہوگا؟ دماغ مین یہ فکرین گونج ہی رہی تھین، کہ مہربان معلم صاحب نے یہ مژدہ سنایا کہ خیمے ہنوز نصب نہین ہوئے، بلکہ ہم لوگون کے پہونچ لینے کے بعد کہین نصب ہونے شروع ہون گے! انا للہ، اس کو چھوڑیئے کہ نصب کس مقام پر ہونگے، وہ جگہ کیسی ہوگی، ابھی سرے سے نصب ہی نہین ہوئے ہین، اور نہ ان کے نصب ہونگی کوئی عجلت ہی! فرنگی قومون کا نکتہ چین مدیر سچ سے بڑھکر اور کون ہوگا، لیکن ایسے موقعون پر شرم و ندامت سے کہنا پڑتا ہی کہ ہمارے دیندار، کاش ان بے دینون ہی سے کچھ سبق حاصل کرتے! بڑے سے بڑے مجمع ان دنیا پرستون کے ہان بھی ہوتے ہی رہتے ہین، پھر آخر وہ کس طرح خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے مہمانون کی راحت اور پردیسیون کی آسایش کا سامان بات کی بات مین کر دیتے ہین، اور پردیس کو دیس سے بھی کہین بڑھکر خوشگوار بنا دیتے ہین! یہ بالکل صحیح ہی، کہ عبادت عبادت ہی کے لئے کیجاتی ہی، نہ کہ لذت اور مزہ داریون کے لئے، لیکن بلاضرورت مشقت اور تعب برداشت کرنا اور عبادت کو بلاوجہ تکلیف دہ اور ناخوشگوار بنا دینا، یہ آخر کس آئین شریعت و قانون طریقت کے مطابق ہی؟

پختہ مکانات کی قدر آج جاکر معلوم ہوئی، اپنے دیس مین آنکھ کھولی، تو پختہ مکان کے اندر، ساری عمر حویلیون اور کوٹھیون ہی مین گذری، دل نے معمولی بات اور انھین اپنا فطری حق سمجھکر ان کی قدر نہ پہچانی، اور ایک اسی پر کیا موقوف

چلنے والے انسان بھی، اور کہین کہین موٹر بھی! آنے والون کے لئے بھی، وہی راستہ، اور جانے والون کے لئے بھی وہی! نہ کسی قسم کی ترتیب نہ تنظیم، نہ پولیس کی طرف سے انتظام نہ کسی اور محکمہ کی طرف سے، ہر ایک کی یہی کوشش کہ جس طرح ممکن ہو، دوسرے کو دھکا دیکر اپنے لئے جگہ پیدا کرے، چپقلش کا اندازہ سمجھ رکھنے والے ناظرین کے لئے دشوار نہین! اونٹ سے اونٹ لڑ رہے ہین، اور شغدف سے شغدف ٹکرا رہے ہین، اونٹ اپنی طرف زور زور سے بلبلا رہے ہین، اور ان بے زبان جانورون سے کہین زیادہ چیخ چیخ کر ان کے زبان دراز جمّال اور معلّم، اور معلّمون کے کارندے آسمان سر پر اٹھائے ہوئے ہین! اور شغدفون کے اوپر جو سواریان بیٹھی ہوئی ہین، کچھ نہ پوچھئے، کہ خوف و دہشت سے اُن کی کیا حالت ہو رہی ہے کچھ گلا پھاڑ پھاڑ کر چلّا رہے ہین، اور یہ سمجھ رہے ہین، کہ ان کا شغدف اب گرا اور اب گرا، اور کچھ بدحواس ہو کر بالکل چپ سادھ گئے ہین! اور گرد و غبار کی تو حد ہی نہین، ہاتھ اور پیر، کان اور ناک، سر اور منہ، سب خاک سے اٹے ہوئے! اِس وقت اپنی جانِ عزیز کے لالے پڑے ہوئے ہین، صفائی اور پاکیزگی کا خیال کس کو!

بڑی فکر یہ سوار تھی، کہ چل کہاں رہے ہین، اور منزل پر پہونچکر اتر ین گے کہاں؟ عرفات کے میدان مین قیام کر کے خوب تجربہ ہو چکا تھا، کہ عرب کی بے پناہ گرمی سے معلّم صاحب کے عنایت کئے ہوئے، دو تنگ اور ہلکے خیمے کہان تک پناہ دے سکتے ہین، پھر وہاں تو چند گھنٹے کا معاملہ تھا، کسی طرح گذر ہو گئی

باب ۳۲

منیٰ بعدِ حج نمبر(۱)

حج کے سلسلۂ اعمال مین عرفات اور مزدلفہ کی حاضری تو کہنا چاہئے کہ بس
گھڑی سواری ہی ہوتی ہی، عرفات مین جاتے ہوئے منیٰ مین بھی کچھ ایسا طویل
قیام نہین ہوتا، البتہ عرفات و مزدلفہ سے واپس آکر منیٰ مین ایک خاصہ طویل قیام
ہوتا ہے، یعنی ۱۰ر کی صبح سے لیکر کم سے کم ۱۲ر کی شام تک، ورنہ ۱۳ر تک، اس تین
چار دن کے عرصہ مین مختلف واجبات وسنن ادا کرنے ہوتے ہین، مثلاً شیطان کے
کنکریان مارنا، قربانی کرنا، سر منڈانا وغیرہ، اور اسی درمیان مین مکہ جاکر خانہ کعبہ
کا فرض طواف بھی ادا کرنا ضروری ہے، اس سے پہلے جتنے طواف کئے تھے، وہ
کوئی حج کے فرض طواف نہ تھے، حج کا فرض طواف وہی ہی، جو عرفات سے واپسی
کے بعد ادا کیا جائے، ہم لوگ ۱۰ر ذی الحجہ (یکشنبہ) کو دن نکلے مزدلفہ سے روانہ
ہوئے تھے، اور ڈھائی گھنٹے مین منیٰ پہونچ گئے، آج کے ہجوم اور کشمکش کا کیا
پوچھنا! منیٰ کے حدود شروع ہوئے تھے، کہ ہجوم کی زیادتی بھی محسوس ہونے لگی،
ایک ہی سڑک اسی پر اونٹ بھی چل رہے ہین، گھوڑے گدھے اور خچر بھی، پیدل

بن مرداس سلمی سے روایت ہو کہ

ان رسول اللہ صلی دعا لامتہ عشیۃ عرفۃ بالمغفرۃ فاجیب انی قد غفرت لھم ما خلا الظالم فانی آخذ المظلوم منہ قال ای رب ان شئت اعطیت المظلوم الجنۃ وغفرت للظالم لم فلم یجب عشیۃ فلما اصبح بالمزدلفۃ اعاد الدعاء فاجیب الی ما سال قال فضحک رسول اللہ صلعم او قال تبسم فقال ابو بکر و عمر بابی انت وامی ان ھذہ لساعۃ ما کنت تضحک فیھا فما الذی اضحکک قال ان عدو اللہ ابلیس لما علم ان اللہ عز وجل قد استجاب دعائی وغفر لامتی اخذ التراب فجعل یحثوہ علی راسہ ویدعو بالویل والثبور فاضحکنی ما رایت من جزعہ (ابن ماجہ)

رسول اللہ صلعم نے عرفات میں سہپر کے وقت اپنی امت کی مغفرت کی دعا کی تو جواب ملا کہ ہم نے بخش دیا تیری امت کو بجز ان لوگوں کے کہ جو دوسرون کے حقوق تلف کرنیوالے ہین مظلومون کا بدلہ ضرور لیا جائیگا، اسپر آپنے پھر عرض کیا کہ اے پروردگار اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت دیکر اسے اسپر راضی کر سکتا ہو کہ وہ ظالم کو معاف کریے اور ظالم کی بھی مغفرت کردیے اسکا کچھ جواب نہ ملا یہان تک کہ آپ عرفات سے مزدلفہ مین آگئے اور مزدلفہ مین صبح سویرے آپنے پھر یہی دعا کی، اس وقت یہ دعا قبول ہوگئی، اس وقت آپ مسرت سے ہنس پڑے (یا تبسم فرمانے لگے) ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کی کہ ہمارے مان باپ حضور پر فدا ہون آپ ان اوقات (دعا و مناجات) مین تو کبھی ہنستے نہین تھے آپ اللہ کو ہنستا ہی رکھے اسوقت آپ کیسے ہنسے آپنے ارشاد فرمایا کہ جسوقت اللہ کے دشمن ابلیس نے یہ دیکھا کہ اللہ نے میری دعا قبول فرمائی اور میری (ساری) امت کی مغفرت کا پروانہ مرحمت ہوگیا تو زمین سے خاک اٹھا اٹھا کر اپنے سر پر ڈالنے لگا، اور غم و غصہ سے لوٹنے لگا تو مجھے یہ جزع و فزع دیکھکر ہنسی آگئی

والمقام بلّغ روح محمد منّا التحیۃ والسلام وادخلنا دار السلام یاذوالجلال والاکرام،	حجر اسود اور مقام ابراہیم کے حق سے، محمدؐ کی رُوح کو ہمارا درود وسلام پہونچا دے اور اے بزرگی وعظمت والے ہم کو رحمت کے گھر (جنت) مین داخل کر،

اس کے بعد الحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر کہے، اور لبیک کہے، اور درود پڑھے، اور پھر جو حاجت چاہے، دونون ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے،

اعمالِ حج کا سارا سلسلہ ادھر سے عبدیت وانابت، اور اُدھر سے رحمت ورحمت کا ایک مسلسل مظاہرہ ہے، مہمان کو اپنے گھر بلا کر شریف اور کریم النفس میزبان کیسی کیسی خاطرین کرتے ہین، لطف ومدارات مین کیا کوئی کسر اٹھا رکھتے ہین؟ پھر وہ جو سب کریمون سے بڑھکر کریم، اور سب حاتمون سے بڑھکر حاتم ہی، جو کرم اور کریمی سب کا خالق وپروردگار ہی، کیا وہ اپنے گھر کے مہمانون پر لطف ونوازش کی بارش کرنے مین کوئی بات اٹھا رکھے گا؟ اس کے خزانہ مین مغفرت ورحمت کی کوئی کمی ہے؟ اس کے جود وعطا مین بخل کی کسی آمیزش کا امکان ہی؟ میدان عرفات مین آپ کے سرورؐ وسردارؐ نے آپ کے حق مین، اپنے مولا وپروردگار کے سامنے ہاتھ پھیلا پھیلا کر جو کچھ مانگا تھا، اور وہان سے جو کچھ ملا تھا، اس سے آپ واقف ہوچکے، اب سنئے کہ آپ کا اور ساری دنیا کا وہ غمخوار اور غمگسار، جب عرفات سے مزدلفہ پہونچا ہی، تو کیا مانگتا ہی، اور کیا پاتا ہی: کیا طلب کرتا ہے، اور کیا کیا ملتا ہے، خوب یاد ہے، کہ مانگنے والا کون تھا، اور دینے والا کون تھا، عیاں

ہوجائین، تو غریب پردیسیون کو کتنی سہولت اور کتنی آسایش ہوجائے! سلطان کے مشیرون خصوصاً ہندی مشیرون نے خدا معلوم کبھی رفاہِ خلق وخدمتِ حجاج کی ان صورتون کا بھی مشورہ پیش کیا ہی؟

مزدلفہ مین قیام صرف شب بھر رہتا ہی، ارکی صبح کو امام کو چاہیے، کہ مسجد مشعر الحرام مین نماز اول وقت یعنی صبح صادق طلوع ہوتے ہی، اندھیرے مین پڑھ لے صحیحین مین حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت موجود ہی، کہ آج کے دن حضور صلعم نے نماز فجر معمولی وقت سے پہلے پڑھی تھی، علماء حنفیہ نے بھی اسی وقت پر زور دیا ہے، نماز کے بعد چاہیے کہ عرفات کی طرح یہان بھی قبلہ رخ ہوکر وقوف کرین، اور خوب جی لگاکر دعائین مانگین، مقبولیتِ دعا کی یہ خاص جگہ اور خاص گھڑی ہے، اس سے فارغ ہوکر آفتاب نکلتے نکلتے یہان سے منیٰ کی طرف روانہ ہوجانا چاہیے، اور منیٰ پہونچکر شیطانون پر جو کنکریان ماری جائین گی، انکا بھی یہین چن لینا مسنون وافضل ہی، منیٰ مین اگر ۱۳ تک رہنے کا قصد ہو تو، ۰ کنکریان گن کر لے لے، اور اگر صرف ۱۲ ہی تک ٹھہرنا منظور ہو تو ۴۹ کنکریان کافی ہون گی، کنکریان چھوٹی ہون تو بہتر ہی، دانہ باقلہ کے برابر، اگر اس سے بڑی یا چھوٹی ہون تو بھی جائز ہی، ان کنکریون کو دھوکر ساتھ رکھ لینا چاہیے، نجس کنکری پھینکنا مکروہ ہے، وقوفِ مشعر الحرام کے وقت یہ دعا پڑھے، تو افضل ہی:-

اللھم بحق مشعر الحرام والبیت الحرام والشھر الحرام والرکن	اے اللہ، مشعر الحرام کے حق سے، اور خانہ کعبہ کے حق سے، اور اس پاک مہینہ کے حق سے اور

عالم اسلامی مین جو بدنظمی و انتشار سرایت کئے ہوئے ہی، اسکا نمونہ جس طرح عرفات
مین دیکھنے مین آیا تھا، یہان بھی دیکھنا پڑا، اتنا بڑا مجمع، اور نہ کسی قسم کا نظم نہ تنظیم، ایک
طوائف الملوکی سی پھیلی ہوئی، رات کا وقت، اجنبی ملک، اجنبی زبان، ممکن نہ تھا،
کہ کوئی شخص اپنے قافلہ سے کسی ضرورت کے لئے جدا ہو، اور پھر وہان تک آسانی
سے واپس پہونچ سکے، بازار تک پہونچ جانا تو خیر آسان تھا اس لئے کہ دوکانون
پر خوب روشنی ہورہی تھی، اور دور سے نمایان تھین، لیکن بازار جاکر واپس آنا چاہئے
تو آخر کس پتہ، کس نشان سے واپس آئے؟ ہمارے ساتھ کی بیویان، دن بھر کے سفر
اور تکان کے بعد قدرۃً بھوکی تھین، قافلہ کے دو تین مرد بازار کھانے لینے کو گئے،
واپسی مین راستہ بھولے، اور ان پر جو کچھ گذری، بس انھین کا دل جانتا ہی، ایک ہی
طرح کے ہزارہا اونٹ اور ہزارہا شغدف ہر طرف نظر آرہے تھے، بالکل بھول
بھلیان کا سا منظر، قدم قدم پر بھٹکتے تھے، اور اپنے قافلہ والون کو چیخ چیخ کر پکارلیتے
پکارتے گلے پڑ پڑ گئے، جب جاکر کس مشکل سے پہونچ پائے ہین، کیا حکومت کی استطاعت
سے یہ باہر ہے، کہ مختلف ملکون کے حاجیون کے لئے مختلف عارضی سڑکین ایک شب
کے لئے تیار کرادے، اور ان سڑکون کے نام انھین ملکون کے نام پر رکھدے مثلاً ہندیہ
مصریہ وغیرہ، اور پھر اُن سڑکون کو مختلف قطعات (PLOTS) مین تقسیم کرکے
ہر ہر قطعہ (پلاٹ) پر ایک ایک معلم کے لئے نمبر ڈال دے، اور ان سڑکون
کے نامون اور ان نمبرون کو روشنی مین خوب نمایان کردیا کرے؟ اور پھر بھٹکے ہوؤن
کی رہنمائی اور رہبری کے لئے تربیت پائے ہوئے، اور مختلف زبانین جانتے والے
باقاعدہ اور مستعد رضاکارون اور پہرہ دارون کے اگر صرف چند ہی دستے مقرر

دعند محمد والحسن	اور امام ابوحنیفہ و محمد و زفر و حسن کے قول کے مطابق قبل فجر اس نماز کا اعادہ کرنا چاہئے،
اور لباب المناسک مین ہے۔	
ولا یصلی المغرب ولا العشاء بعرفات ولا فی الطریق حتی یدخل مزدلفة وینزل بها ...... لو صلی الصلاتین او احدهما قبل الوصول الی مزدلفة لم یجز وعلیه اعادتهما اذا وصل،	مغرب اور عشا کی نمازین نہ عرفات مین پڑھنی چاہئین اور نہ راستہ مین یہان تک کہ مزدلفہ آجائے اور حاجی وہان اُترے .... اور اگر کوئی نماز یا دونون نمازین مزدلفہ پہونچنے سے قبل پڑھ لی ہین، تو وہ درست نہین ہوئین، اور انکا اعادہ وہان پہونچ کر لازم ہے،
اور ہدایہ مین ہے۔	
ویصلی الامام بالناس المغرب والعشاء باذان واقامة واحدة ...... ومن صلی المغرب فی الطریق لم یجز عند ابی حنیفة ومحمد،	امام جماعت کے ساتھ مغرب اور عشا کی نمازین صرف ایک ہی اذان و اقامت کے ساتھ ادا کرے .... اور اگر کسی نے مغرب کی نماز راستہ ہی مین پڑھ لی، تو امام ابوحنیفہ اور امام محمدؒ کے نزدیک نماز درست نہین ہوئی،

صرف ایک امام ابویوسف سے اختلاف منقول ہے مگر فقہا مین سے کسی نے اُن کے قول پر فتوی نہ دیا،

لان العشاء فی وقتها لم تحتج الا علام کما لا احتیاج هنا لمثلہ ما ولو صلی المغرب والعشاء فی الطریق او فی عرفات اعادہ،	پڑھے، ایک اذان اور ایک اقامت سے کیونکہ عشا کی نماز تو اپنے وقت ہی پر ہو رہی ہی اور اس لئے اس کے اعلام کی حاجت نہین جیسا کہ یہان اس جمع بین الصلوتین کے لئے امام بھی ضروری نہین، اور اگر مغرب یا عشا کی نماز راستہ مین یا عرفات مین پڑھ لیجائے تو چاہیے کہ یہان دہرا لئے،

اور یہی در مختار کے دونون شارحین طحطاوی و شامی نے اختیار کیا ہی،

صاحب کنز کہتے ہین:-

ولم تجز المغرب فی الطریق	آج کے دن مغرب کی نماز راستہ مین پڑھ لینی جائز نہین،

ان کے شارح صاحب بحر الرائق فرماتے ہین:-

لم تحل صلوٰۃ المغرب قبل الوصول الی مزدلفۃ	مزدلفہ پہونچنے سے قبل نماز مغرب پڑھ لینا جائز نہین،

صاحب بدایع الصنایع لکھتے ہین:-

ولو صلی المغرب بعد غروب الشمس قبل ان یاتی مزدلفۃ فان کان یمکنہ ان یاتی مزدلفۃ قبل طلوع الفجر لم تجز صلوتہ وعلیہ اعادتہا ما لم یطلع الفجر فی قول ابی حنیفۃ ومحمد	اگر کسی دن نے غروب آفتاب کے بعد نماز مغرب مزدلفہ پہونچنے سے قبل ہی پڑھ لی، تو اگر اب بھی اسکے امکان مین قبل طلوع فجر مزدلفہ پہونچ جانا ہی، تو اسکی یہ نماز صحیح نہین ہوئی

قیام اگر مسجد مشعر الحرام کے متصل جبل قزح پر ہو سکے، تو سبحان اللہ ہم لوگون کے نصیب ایسے کہان تھے معلم صاحب نے اپنی مہربانی سے جہان چاہا ہمارے اونٹ بٹھلادیئے مسجد مین اذان کب ہوئی اس کی خبر بھی نہ ہوئی اور نہ کسی کی ہمت پڑی، کہ مسجد کی تلاش مین اپنا قافلہ چھوڑ کر روانہ ہو، اور گم ہوجانے کا قوی خطرہ اختیار کرے پہونچنے کے ساتھ ہی نماز مغرب وعشا بغیر درمیان مین کوئی نفل پڑھے یا کسی اور طرح فاصلہ دیئے، جمع کرکے اپنے قافلہ کی جماعت کے ساتھ پڑھی گئی، آج کے دن حالت احرام مین نماز مغرب وعشا مزدلفہ ہی مین اگر عشا کے وقت اکٹھے پڑھنا، کم از کم حنفی مذہب مین ضروری ہے، یہان تک کہ اگر کسی نے نماز مغرب مزدلفہ کے راستہ مین پڑھ لی، تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک وہ نماز درست نہین ہوئی، اور چاہئے کہ مزدلفہ مین پہونچ کر اسے دوبارہ پڑھے اس وقت کے لئے اذان اور اقامت بھی ایک ہی ہے یعنی مغرب وعشا کے لئے الگ الگ تکبیر کہنے کی ضرورت نہین، ایک ہی تکبیر دونون نمازون کے لئے کافی ہوگی،

ان مسائل سے عموماً ناواقفیت ہے، یا اگر واقفیت بھی ہے، جب بھی بے پروائی برتی جاتی ہے، نماز مغرب کوئی صاحب عرفات ہی مین پڑھ لیتے ہین، اور کوئی صاحب راستہ مین، نماز عشا بھی بعض جلد باز حضرات راستہ مین پڑھ لیتے ہین۔ اس لئے بہتر ہوگا کہ یہان پہونچ کر ایک نظر فقہا کی تصریحات پر کرلیجائے، صاحبؒ مختار لکھتے ہین!۔

وصلّی العشائین باذان واقامۃ   اور مغرب وعشا دونون نمازین مزدلفہ مین

سلسلہ، سورۂ غاشیہ کی آیات کریمہ اَفَلَا یَنظُرُونَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ وَاِلَی السَّمَاءِ
کَیْفَ رُفِعَتْ وَاِلَی الْجِبَالِ کَیْفَ نُصِبَتْ وَاِلَی الْاَرْضِ کَیْفَ سُطِحَتْ، کی دلنشین
تفسیر بغیر کسی لفظ و عبارت کی وساطت کے، زبان حال سے از خود ہوتی چلی جارہی
ہے! فِقہا لکھتے ہین، کہ مزدلفہ کے راستہ مین تکبیر و تہلیل اور اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہوا آئے
زبان سے حمد و ثنا تو بار ہا ہوئی، یہ وہ نادر وقت ہی جب دل بھی زبان کا شریک
ہو رہا ہی! اور ایک قلب ہی کے مضغۂ گوشت پر کیا موقوف ہی، ہر ہر بُنِ مو اس وقت
شکر نعمت کی صدائین دے رہا ہی، صبر کے مرحلہ اس سفر مین جھیلنے کو بکثرت ملتے ہین، یہ
موقع خالص مرتبۂ شکر کے طے کرنے کا ہی! شکر گذارون کی تو ہر گھڑی شکر مین گذرتی
ہے، یہ گھڑی وہ ہے، کہ ناشکرے بھی شکر گذار بنجاتے ہین، ! اللہ اکبر ولا الٰہ
الا اللہ والحمد للہ،

کوئی دو گھنٹہ مین مزدلفہ پہونچ گئے، یہان صرف ایک ہی رات بسر کرنی
ہوتی ہی، اور افسوس ہے کہ بہت سے لوگ تو اتنا بھی نہین کرتے، گذرتے ہوئے،
سیدھے منیٰ چلے جاتے ہین، اس لئے یہان خیمے وغیرہ نہین لگتے، یون ہی کھلے میدان
مین لوگ زمین پر بستر بچھا کر یا اپنے شغدفون کے اندر لیٹ کر گزار دیتے ہین، خوب
وسیع میدان ہے، جگہ کی چپقلش نہین ہونے پاتی، کھانے کی دوکانین بہ کثرت،
پورا بازار لگا ہوا، جابجا روشنیان بھی نصب، ہلکی خنکی، سنا ہی، اس میدان مین عموماً
رہتی ہے، اب کی سال تو اچھی خاصی خنکی ہی، پانی کی دقت اب کی سال کچھ نہین
ہوئی، نہ زیادہ گران نہ زیادہ گندلا تھا، اور ملا بھی خاصی افراط کے ساتھ

کی خوش انتظامیون کی نذر ہوا، بہر حال غروب آفتاب کو کوئی قریب آدھ گھنٹہ کے
ہوا ہوگا جب ہمارا قافلہ روانہ ہوا، مولانا مناظر صاحب کی گمشدگی سے
ہمارے ساتھوں مین ایک کی کمی ہو گئی تھی، اور
اونٹ کے سفر مین یہ کمی ایک اہمیت رکھتی ہے، بغیر دو سوارین کے شغدف کی
میزان برابر نہین رہتی، اگر شغدف مین صرف ایک ہی طرف ایک سواری بیٹھی ہو
تو شغدف اس طرف جھک کر زمین پر گرجاتا ہی خیر، مولانا کی جگہ پر علم صاحب کے
صاحبزادہ نے قبضہ کیا، اور قافلہ چلا، اِس وقت کے سفر کی کیا کیفیت بیان ہو،
عرب مین اونٹون اور موٹرون پر سفر بہت سے کئے، دن اور رات کے مختلف حصون
مین بھی سکئے، لیکن اتنا پر لطف، اتنا دل کش، اتنا فرحت انگیز سفر نہ اس کے قبل کوئی ہوا
نہ اس کے بعد، چاندنی رات، پانی برس کر آسمان بالکل کھل چکا تھا، کھلے ہوئے
آسمان مین شب دہم کا چاند، ہر طرف روشنی پھیلی ہوئی، بارش ہو جانے سے موسم کی حالت
بالکل بدلی ہوئی، نہ تپش، نہ لو، نہ گرد، نہ امس، اس کے بجائے خوشگوار خنکی، لطیف
وسبک ہواؤن کے جھونکے چلے آرہے ہین، یہ معلوم ہو رہا ہی کہ اپنے صوبہ یوپی مین
مازج یا اکتوبر کے مہینے کی شام ہی! مصری اور بدوی حاجی حج کی خوشی مین طرح
طرح کے ترانے گا رہے ہین، پہاڑیون سے آواز ٹکراتی ہی، تو یہ معلوم ہوتا ہی کہ گویا
پہاڑیان اور چٹانین بھی جشن مسرت وطرب مین شریک ہین! طرح طرح کی بڑی
بڑی مشعلین اور گیس کی روشنیان نور علی نور، داہنے اور بائین، آگے اور پیچھے، سوپچاس
نہین، ہزار ہا اونٹ، اوپر نظر اٹھائیے، تو دلکش اور پیارا آسمان، نیچے دیکھئے تو
مضبوط اور بوجھ اٹھانے والی زمین، ادھر ادھر نظر دوڑائیے، تو ہر طرف پہاڑیون کا

مین اللہ اکبر اللہ اکبر ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر وللہ الحمد، پڑھتا ہوا آئے اور لبیک اور استغفار کو بھی جاری رکھے، مزدلفہ پہونچ کر کوئی خاص دعا منصوص نہین، مناسک کی کتابون مین متعدد دعائین لکھی ہوئی ہین، راستے مین وہ وادی بھی پڑتی ہے، جہان خانۂ کعبہ اور ربِ کعبہ کا مشہور دشمن ابرہہ، اپنے زمانہ کی پر قوت امپیریلزم (جہانگیریت وقیصریت) کا نمایندہ مع اپنے سارے سازومان، لاؤلشکر کے، دم کے دم مین ہلاک ہو گیا تھا، اس وادی کا نام وادی محسر ہے، فقہاء رحمہم اللہ لکھتے ہین، کہ جب اس وادی سے گزرے تو سواری کو تیز کر دے، اور یہ دعا پڑھے،

اللھم لا تقتلنا بغضبك ولا تھلکنا بعذابك وعافنا قبل ذالك،	اے اللہ ہم کو نہ مارنا اپنے غضب سے اور نہ ہلاک کرنا اپنے عذاب سے، اور معاف کر دینا اس سے پہلے ہی،

دعا کے الفاظ بہتون نے دہرائے ہونگے، خدا معلوم کسی کے دل سے ان قومون کی بھی تباہی و بربادی کی دعائین نکلین، جو آج چودھوین صدی ہجری مین، کعبہ اور ربِ کعبہ کی عداوت مین، اس پرانی اور برباد شدہ قوم سے کہین بڑھی ہوئی ہین، جن کی چادرین سفید ہین، مگر جن کے دل عداوت حرم مین حبشہ کی اس قوم کے چہرون سے کہین زیادہ سیاہ ہو چکے ہین، اور جن کو ابرہہ کے ہاتھیون سے کہین بڑھ چڑھکر آج اپنے توپ خانون، ہوائی جہازون اور مسلح موٹر کارون پر دعویٰ اور غرہ ہے؟

عرفات سے چلنے مین کچھ دیر تو بارش کی وجہ سے ہوئی، اور کچھ وقت معلم صاحب

کہ لفظ مزدلفہ مشتق ہے "ازدلاف" سے، جس کے معنی قریب ہونے کے ہیں، اور اس میدان کا نام مزدلفہ اس لئے پڑا، کہ حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام جنت سے نکلنے کے بعد پہلے یہیں ملے تھے، ۹ اور ۱۰ کی درمیانی شب یہیں بسر کرنی ہوتی ہے، فقہا لکھتے ہیں، کہ مزدلفہ میں داخل ہوتے وقت اگر پیادہ ہو اور غسل بھی کرلے، تو بہتر ہے
والمستحب ان یدخل المزدلفه ماشیا والغسل لدخولها (فتح القدیر)

اگر ضعیفی، کمزوری یا بیماری کے عذر قوی کی بنا پر یہاں کا قیام ترک کردیا جائے تو مضائقہ نہیں، لیکن بغیر کسی قوی عذر کے محض تن آسانی کے خیال سے یا ہجوم سے بچنے کے لئے، یہاں قیام نہ کرنا اور عرفات سے سیدھے منیٰ چلے جانا ہرگز مناسب نہیں امام اوزاعیؒ اور بعض تابعین کے نزدیک تو وقوف مزدلفہ رکن حج ہے، یعنی فرائض حج میں داخل ہے، یعنی اگر یہ فوت ہوگیا تو حج ہی فوت ہوگیا (جیسا کہ قاضی ابن رشدؒ نے بدایۃ المجتہد میں اس جماعت کا مذہب نقل کیا ہے) اور قاضی خان نے ایسا ہی مذہب امام مالکؒ کا بھی نقل کیا ہے، حنفیہ کے ہاں گو وہ رکن حج نہیں، لیکن مرتبہ وجوب رکھتا ہے، اور کسی نے بلا عذر خاص یہاں کا قیام ترک کردیا، تو اُسے قربانی دینی ہوگی، آج کی شب مبارک، بعض فقہاء و محدثین کے بیان کے مطابق، شب قدر سے بھی بڑھکر ہے، جہاں تک ممکن ہو، ساری رات تلاوت اور نماز اور مناجات و استغفار میں گزارے، آج جو ساری رات جاگ گیا، وہ خود کیا جاگا، اس کا نصیبا جاگ گیا، بہرحال جتنی دیر بھی ممکن ہو، عبادت ہی میں وقت گذارنا چاہئے، عرفات سے آتے ہوئے راستہ

باب ۱۳

مزدلفہ

حج کا رکن عظم بحمد اللہ ختم ہو چکا، اس وقت دل کی مسرتون کا کیا پوچھنا، جس پر گزری ہے، وہی اندازہ کر سکتا ہی، ہر چہرہ کھلا جا رہا ہی، ہر طرف مسرت وانبساط، عرفات کے بعد ہی حاجیون کو مزدلفہ مین قیام کرنا ہوتا ہی، یہ ایک وسیع میدان کا مشہور نام ہی، جو منیٰ وعرفات کے درمیان واقع ہے، منیٰ سے عرفات کے دو راستے ہین، ایک سیدھا اور ایک کسی قدر چکر سے، منیٰ سے عرفات جاتے ہوئے سیدھے راستہ سے جانا مسنون ہی، اُدھر مزدلفہ نہین پڑتا، عرفات سے واپسی دوسرے راستہ سے مسنون ہی، جو ذرا چکر کھا کر ہے، مزدلفہ اسی راستہ مین پڑتا ہے، عرفات سے اس کا فاصلہ ۷۔۸ میل ہوگا، اور منیٰ یہان سے ڈھائی میل رہجاتا ہی، اس میدان کا معروف نام مزدلفہ ہی، قرآن مجید مین اس کا نام مشعر الحرام آیا ہی، اور یہان کے قیام کی اہمیت اسی سے ظاہر ہے، کہ خود کلام پاک مین یہ تصریح موجود ہے، کہ عرفات سے واپسی مین مشعر الحرام مین ذکر الٰہی کرو، فاذا افضتم من عرفاتٍ فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام، مشعر الحرام کے مفہوم مین سارا میدان داخل ہی، اور ایک مسجد بھی یہان اسی نام سے موسوم ومخصوص ہے، علماء لکھتے ہین

عرفے کے دن سالہا سال کے بعد ہوئی ہی، بزرگون نے کہا ہے، کہ عرفات کی بارش
حج کی مقبولیت کی علامت ہی، یہ اگر سچ ہے، تو خدا ہی کو علم ہی کہ اب کی حج مین کون
اللہ کا شیر شریک تھا، بارش پانی کی کیون تھی، یون کہئے کہ عفو و مغفرت کی بارش
تھی، اور جو جو بوند جسم پر گرتی تھی، بس یہ معلوم ہوتا تھا، کہ معاصی کی سیاہیان دھل
رہی ہین!



یہ ساری آبادی ویرانی سے بدل جائے گی، اور جہاں آج دن بھر لکھوکھا انسانوں کا مجمع رہا، وہاں اب ایک متنفس بھی نہ نظر آئیگا! اور سال بھر کی ویرانی کے بعد پھر آج ہی کی تاریخ اسی طرح کی آبادی اور چہل پہل ہوگی! آج کے دن جس طرح یہاں نماز عصر اپنے وقت سے پہلے ہٹاکر نماز ظہر کے ساتھ ملاکر پڑھ لی گئی، اسی طرح حکم ہے کہ آج نمازِ مغرب بھی اپنے وقت سے پیچھے ہٹادیجائے، اور بجائے یہاں پڑھنے کے مزدلفہ پہونچ کر، رات گئے، نمازِ عشا کے ساتھ ملاکر پڑھی جائے، بعض ناواقف بیچارے جلدی جلدی یہیں نمازِ مغرب ادا کرنے کے لئے نیت باندھ رہے ہیں، ناواقفیت کی بنا پر مواخذہ سے تو غالبًا بچ جائیں، لیکن اتباعِ سنت کا اجر تو بہرحال اپنے ہاتھوں کھو رہے ہیں، ہزارہا ایسے ہیں، جو جلد بازی کرکے کچھ دن رہے ہی روانہ ہوجاتے ہیں، مسنون وقت روانگی کا، غروبِ آفتاب کے بعد ہے، لیجئے، آفتاب غروب ہونے لگا، سب کے خیمے اکھڑ چکے، ہمارے خیمے اکھڑ ہی رہے تھے، کہ بے نشان وگمان، بغیر کسی موسمی توقع وتغیر کے، دفعۃً آسمان پر ایک طرف سے ابر کا ٹکڑا آتا ہوا نمودار ہوا، دو چار بار بجلی چمکی، بوندیں شروع ہوئیں، اور چند ہی لمحوں میں اچھی خاصی بارش ہونے لگی! کریم کی کریمی اور مولا کی رحمتوں کی تھاہ کون پا سکتا ہے! احرام پوشوں کے جسم کہاں تو ابھی جھلجلاتی ہوئی دھوپ میں تپ رہے تھے، اور کہاں ابھی پانی میں لت پت ہونے لگے، بارش ہوئی، اور خوب اچھی طرح ہوئی لوگ بھیگے اور خوب بھیگے "بارانِ رحمت" کا لفظ سنا بارہا تھا، حقیقۃً "بارانِ رحمت" کا مشاہدہ آج ہی ہوا! لوگ کہتے تھے، اتنی بارش

انتظامی کمیٹی قایم کرے، لیکن جب تک اُس مین مختلف زبانین جاننے والون اور مختلف ممالک کے مذاقِ طبیعت سے واقفیت رکھنے والون کو شریک نہ کرے گی، کوئی بڑی کامیابی ممکن نہین، یہ جو کچھ لکھا جارہا ہے، حاشا، اس سے موجودہ حکومتِ حجاز کی تنقیص یا اُس پر مخالفانہ نکتہ چینی مقصود نہین، بلکہ مقصود صرف آیندہ کے لئے اصلاحِ حال ہے، جس سے حاجیون کو بھی راحت پہونچے، اور حکومت بھی نیکنامی حاصل کرے،

اعمالِ حج کا رُکنِ اعظم یہی وقوفِ عرفات ہے، جس وقت سہ پہر کو (اندازہ کے لئے اوسط وقت عصر سمجھیے) امام خطبہ پڑھ چکتا ہے، تو وہ وقت عجب مسرت کا ہوتا ہے، "حج ہوگیا" "حج ہوگیا" کی صدائین ہر طرف سے آنے لگتی ہین، اور ایک دوسرے کو گرمجوشی کے ساتھ مبارک بادین دیجانے لگتی ہین، معلّمین خیمون پر آآکر اپنے اپنے حاجیون کو کچھ دعائین پڑھاتے ہین، جو نہ اس وقت یاد آتی ہین، اور نہ کسی دوسری کتاب مین نظر سے گذری ہین، اور ساتھ ہی ساتھ، وہ خود اور اُن کے ملازمین اور کارندے کچھ نہ کچھ وصول بھی کرتے جاتے ہین ــــــ لیجئے، دیکھتے ہی دیکھتے، عصر کا وقت آخر ہونے لگا، آفتاب مین زردی آنے لگی، اور خیمے اکھڑنے شروع ہوگئے! سبحان اللہ وبحمدہٖ، کیا خدا کی قدرت ہے، اب تھوڑی ہی دیر مین

اور ان مین ایک دوسرے سے فوری پیام رسانی کے لئے عارضی ٹیلیفون کا انتظام بآسانی ہو سکتا ہی، حکومت حجاز لکھوکھا روپیہ ان حاجیون سے موسم حج مین وصول کرتی ہے، اگر اس مین سے دس بیس ہزار روپیہ انھین کی سہولت و آسایش کے سامان پر لگا دیا جائے، تو حکومت کے خزانہ پر ہرگز کوئی بار نہین پڑ سکتا،

حکومت کے نظم و انتظام کی افسوسناک کمی صرف اسی ایک حیثیت سے واضح نہین ہو رہی تھی، عرفات سے واپسی کے بعد سننے مین آیا، کہ وہان پانی، برف، شربت، فالودہ، چاے اور قہوہ کی دوکانین بھی موجود تھین، خدا معلوم کہان تھین، عرفات کے دوران قیام مین تو ہمارے قافلہ کو انکا پتہ کہین چلا نہین، ظاہر ہے، کہ میلون کے وسیع رقبہ مین، کسی ایک گوشہ مین، یا عین وسط مین بھی، اگر چند دوکانین ہوئین، تو دور والون کو اُن کی کیا خبر ہو سکتی ہی، بجاے کسی ایک جگہ کے چاہئے یہ تھا، کہ مختلف ملکون کے کیمپون مین الگ الگ دوکانین ہوتین، دوکانین ہوتین چاہے چھوٹی ہی، لیکن انکا متعدد ہونا، اور مختلف حصون مین پھیلا ہونا لازمی تھا، ہندوستان مین جن لوگون نے، کانگریس کے، یا اس کے زمانۂ عروج مین خلافت کانفرنس کے سالانہ جلسون کے انتظامات مین حصہ لیا ہے، وہ عرفات مین بھی اپنی رضاکارانہ خدمات بخوشی پیش کر سکتے تھے، اور سعودی حکومت اگر انھین موقع دیتی، تو ان خدمات کو وہ اپنے لئے وسیلۂ نجات و باعث سعادت خیال کرتے، پچھلے سالون جو کچھ ہونا تھا، ہو چکا، آیندہ کے لئے اب بھی کچھ نہین گیا ہی، حکومت حجاز کا اس موقع پر باہر کے حاجیون سے اشتراک عمل لازمی ہے، حکومت لاکھ نیک نیتی کے ساتھ کوئی

جاتے ہین، اپنے خیمہ سے نکل کر چند قدم چلے، کہ راستہ گم ہو گیا، اب نہ جہان جانے کے لئے نکلے تھے، وہان پہونچ سکتے ہین، نہ اپنے خیمہ کا راستہ پاتے ہین، عجب مصیبت وبیکسی کا وقت ہوتا ہے، راستہ پوچھین تو کس سے، اور کوئی بتانا چاہے بھی تو کیا بتائے، سب انھین جیسے ناواقف، ہم لوگ نماز کے لئے کسی بڑی جماعت کی تلاش مین ایکبار اپنے خیمون سے باہر نکلے، لیکن چند ہی قدم چلنے کے بعد عافیت واپسی ہی مین نظر آئی، حکومت اگر چاہے، تو ان دشواریون کا سدباب آسانی سے کر سکتی ہے، اول تو موجودہ حالتِ انتشار وبےنظمی کے بجائے، خیمون کے مختلف محلے (کیمپ) مختلف ملکون کے اعتبار سے قایم کر دینے چاہئین، مثلاً ایک محلہ مصریون کا، ایک ہندیون کا، ایک حجازیون کا، ایک جاویون کا وغیرہ وغیرہ، پھر بڑے ملکون کے محلون کے اندر صوبہ وار تقسیم کر دینی چاہئے، مثلاً پنجاب کیمپ، بنگال کیمپ، وقس علیٰ ہذا، اور پھر اس کے بعد خود ان صوبہ وار محلون کے اندر خیمون پر نمبر ڈال دینے چاہئین، ہر کیمپ کا بھی ایک الگ نمبر ہونا چاہئے، اور علاوہ نمبرون کے مختلف رنگ کے بلند جھنڈون اور جھنڈیون کے ذریعہ سے مختلف کیمپون کو ممتاز ونمایان کرنا چاہئے، عارضی سڑکون اور روشون کو بنا کر اور ان پر نمبر ڈال کر بھی بہت کچھ سہولت پیدا کیجا سکتی ہے، صوبہ وار کیمپون کے اندر مختلف معلمون کے نام بھی ان معلمون کے حاجیون کے خیمون کے گرداگرد اگر نمایان کر دیئے جائین، تو دقتین اور زیادہ گھٹ سکتی ہین، ان سب تدبیرون کے علاوہ چار پانچ سو کی تعداد مین مختلف زبانین جاننے والے رضاکار یا پولیس کے رضاکارون کے کیمپ کسی خاص نمایان رنگ کے ساتھ، میدانِ عرفات کے مختلف حصون مین ہونے چاہئین،

ممکن ہی، بعض پچھلے سالون البتہ سنا ہی، کہ پانی بہت کم ملا تھا، اور دو دو روپیہ فی مشک کے حساب سے ملا تھا، اور بہت گندلا ملا تھا، اب کی سال اللہ کا بڑا فضل رہا، اللہ ٹھنڈا رکھے زبیدہ خاتون کی تربت کو، اسی کی تعمیر کرائی ہوئی نہر سے، صدہا سال سے اللہ کی بیشمار مخلوق سیراب ہوتی چلی آرہی ہی، اور آیندہ بھی خدا معلوم کب تک اسی طرح سیراب ہوتی رہے، البتہ ضرورت اس کی ہے کہ نہر کی صفائی، پابندی اور انتظام کے ساتھ ہوتی رہے، سفری چولھا (یا لکر) اگر ہمراہ ہو تو بہتر ہے، ہم لوگون کے ساتھ مین انگیٹھی اور کوئلے تھے، ان سے بھی کام چل سکتا ہی، مختصر کھانا بطور ناشتہ کے پک گیا، ستو ایسے موقع پر خاص طور سے کام آتے ہین، غذا کی غذا، اور پیاس کی تسکین الگ، اور پھر بغیر کسی دشواری و اہتمام کے دم بھر مین تیار، مرمرے (لائی) کے ستو سب سے بہتر ہین، تال مکھانے کے ستو مناسب نہین، نقصان کا احتمال ہے، خصوصاً جبکہ طبیعت پیچش کی جانب از خود آمادہ ہو رہی ہو،

خیمون کے اس جنگل مین اپنے خیمہ سے باہر نکل کر کچھ دور تک جانا، غضب کا سامنا کرنا ہی، خیمون کے نصب کرنے مین کوئی خاص ترتیب نہین ہوتی، یا اگر ہوتی ہو بھی تو کم از کم حاجی غریب کو تو اس کا علم ہوتا نہین، نہ خیمون پر کوئی نمبر یا اور کوئی خاص علامت، سیکڑون ہزارون خیمے، بس ایک ہی رنگ کے ایک ہی وضع و قطع کے، ہر طرف مسلسل چلے گئے ہین، بے پڑھون ٹھون اور بوڑھیون کا ذکر نہین، اچھے خاصے جوان جہان، ہوشیار پڑھے لکھے چکرا

کے لئے دو خیمے تھے ایک خیمہ مین خاص میرے قافلہ کے آٹھ آدمی (زن و مرد) آگئے دوسرے مین بقیہ آٹھ آدمی رہے معلم صاحب نے جو خیمے دیئے ہین، وہ آٹھ آٹھ آدمیون کے رہنے کے قابل تو کسی طرح پر بھی نہین، لیکن خیر چند ہی گھنٹون کا معاملہ ہی، کسی نہ کسی طرح گذر ہو جائیگی، اپنے اپنے شغدف بھی خیمون سے بالکل متصل رکھوالئے، عورتین زیادہ تر شغدفون ہی کے اندر رہین، شغدف خیمہ سے زیادہ آرام دہ ثابت ہوئے، بڑی وجہ یہ ہے کہ شغدف اونچے پلنگ کی طرح زمین سے کافی بلند ہوتے ہین، اس لئے اُن مین بیٹھکر کم از کم زمین کی گرمی سے امن رہتا ہے، خیمے اگر ہر طرف سے بند رہتے ہین، تو بڑی امس پیدا ہو جاتی ہی، دم گھٹنے لگتا ہی، پسینہ کی حد نہین، لیکن اگر خیمہ کی قناتین دو طرف سے کھول کر دروازہ سے بنا دیئے جائین، تو پھر خاصی ہوا آنے لگتی ہی، زمین خوب جلتی اور تپتی ہوتی ہے، اس پر بچھانے کے لئے کوئی موٹا فرش ہمراہ لانا ضروری ہی، اور اگر کپڑے کی کرسی یا ٹوٹ کا پلنگ ہمراہ آسکے تو یقیناً زیادہ آرام ملے گا، بمبئی سے ڈک چیر (کپڑے کی کرسی) اگر ہمراہ لیجائے، تو جہاز مین بھی بہت کام دیگی، اور عرفات و منیٰ مین بھی اسی قدر مفید ثابت ہوگی، پانی کی بابت بہت سی ڈراونی روایتین سننے مین آئی تھین، سنا تھا کہ عرفات مین پانی بہت مشکل سے، اور بہت کم اور بہت گران، اور بہت خراب ملتا ہی، اب کی سال تو خدا کے فضل سے کوئی ایسی دقت نہین پیش آئی، پانی بیچنے والے کثرت سے پکارتے پھر رہے ہین، اور پانی کچھ ایسا گندلا بھی نہین، خاصہ صاف ہے، زیادہ گران بھی نہین، ایک کنستر یا اوسط درجے کی مشک آٹھ آنے مین، یا اگر زیادہ چکایا جائے تو چھ آنے مین بھی مل

ادا کی، اور اس کے بعد جبلِ عرفات کے دامن مین جو خشک جھاڑیان ہین، انہین سے ایک ایک جھاڑی ہر بزرگ نے اپنے اپنے لئے مقرر کرلی، اور پوری یکسوئی و فراغِ خاطر کے ساتھ ساتھ اپنی اپنی عبادتون مین مصروف ہو گئے، جھاڑیان نہ اتنی قریب قریب، کہ ایک شخص کی آواز دوسرے کی توجہ مین مخل ہو، اور نہ اتنی دور دور، کہ فراغت کے بعد ساتھیون کے تلاش کرنے مین دقت ہو ـــــ یہ انتظام اگر کسی سے بن پڑے، تو کیا کہنا، یکسوئی و سکونِ خاطر کا بہترین نسخہ اور بہترین نقشہ ہے، اس سفرنامہ کے مصنف کی تقدیر بھلا ایسی رسا کب تھی، اپنا تو سارا وقت، کہنا چاہیئے، کہ محض ضایع ہی ہوا، اور نفس بہانے یہ کرتا رہا، کہ قافلہ کی ضروریات، اور مستورات کے آرام وغیرہ کا انتظام کرنا ہے! کئی فرلانگ طے کرکے اس کڑی دھوپ مین، اپنے پست ہمت کو مسجد نمرہ تک جانے کی توفیق کیون نصیب ہونے لگی تھی، یہی غنیمت ہوا، کہ اپنے خیمہ ہی مین مختصر سی جماعت مل گئی، مولانا مناظر صاحب ہر موقع کی طرح آج بھی ہمارے قافلہ مین سب سے زیادہ نصیبہ ور رہے، نماز پڑھنے مسجد نمرہ گئے، واپسی مین خیمہ کا راستہ بھول کر خدا جانے کہان تک بھٹک گئے، اور ساتھیون سے گم ہو کر یہان کی تنہائیون اور خلوتون مین خدا معلوم کیا کیا پا لیا! ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء کی تصدیق ایکبار پھر ہو کر رہی،

ہم لوگ یہان قبل دوپہر پہونچ گئے تھے، دوپہر ہوتے ہوتے جنھین غسل کرنا تھا، وہ غسل سے، اور باقی، تازہ وضو کرکے تیار ہو گئے، سولہ[۱۶] آدمیون

ان رحمتوں اور بخششوں کی کوئی حد و انتہا ہے! ــــــ ان حکایتوں پر حیرت کیوں کیجئے! کیا روزمرہ آپ نہیں دیکھتے رہتے، کہ غلہ کے انبار میں جو مٹی اور تنکے پڑجاتے ہیں، وہ بھی غلہ ہی کے حساب سے بکتے ہیں، اور سونے میں گرد وغبار کے جو ذرات شامل ہوجاتے ہیں، وہ بھی سونے ہی کے ساتھ تلنے لگتے ہیں! کتا ایک نجس اور ناپاک جانور ہے، اصحاب کہف کے طفیل میں کہاں سے کہاں پہونچ گیا! پھر انسان تو بہرحال انسان ہے، اور جو عرفات میں حاضر ہوتا ہے، وہ آخر اللہ اور رسول صلعم، کا نام لیوا تو ہوتا ہی ہے، اس سے بڑھکر بدنصیب اور کون ہوگا، جو آج اور یہاں کی حاضری کے وقت بھی رسول پاک صلعم کے اس ارشاد مبارک کو بھلائے رکھے، کہ:۔

اعظم الناس ذنبًا من وقف بعرفۃ فظن ان اللہ لم یغفر لہ،	سب سے بڑھکر گنہگار وہ ہے، جو عرفات میں حاضر ہو، اور پھر بھی یہ خیال رکھے کہ اللہ نے اسے نہیں بخشا،

ایک زندہ بزرگ کا (خدا انھیں مدتوں زندہ وسلامت رکھے) معمول یہ سننے میں آیا، کہ وہ ۸، کی صبح کو مکہ سے منیٰ پاپیادہ آجاتے تھے، اور پھر ۹، کی صبح کو مع اپنے تین یا چار ہم مشرب وہم مذاق یاران سلسلہ کے منیٰ سے عرفات بھی پیدل ہی آتے تھے، ایک ایک جانماز، پانی کی ایک ایک بوتل، اور بسکٹ وغیرہ کی قسم سے مختصر ناشتہ، بس اس قدر سامان ہر ہر رفیق کے ہاتھ میں، عرفات پہونچے ذرا دم لیا، غسل فرمایا، ظہر وعصر کی نماز جمع کرکے جماعت کے ساتھ مسجد نمرہ میں

نعوذ باللہ! آج تو وہ دن ہے، کہ کسی کا کرم بے حساب اور رحمت بے پایان
اپنے سایۂ دامن مین لے لینے کے لئے حیلہ ڈھونڈتی ہوتی ہے،، اللہ والون کی
سفارش سے بڑھکر اور کیا حیلہ ہوگا، ان مقبولون کے طفیل مین خدا معلوم
کتنے غیر مقبول آج مقبول بنجاتے ہین، اور کتنے مفلسون اور تہیدستون کا
شمار آج سرمایہ دارون مین ہونے لگتا ہے! کریم جب دینے پر آئے، اور کریم کے
در کے بھکاری مانگنے مین کمی نہ کرین، تو داد و دہش کی کمی، اہل و نااہل کس کس نا
حقدار اور بے حقے، کھرے اور کھوٹے، سب ہی اپنی اپنی قسمتون کے حصہ کے
مطابق نعمتون سے سرفراز اور دولتون سے مالامال ہو رہے ہین!

صوفیہ کے تذکرون مین آتا ہے کہ علی بن موفق، ایک بہت قدیم بزرگ گزرے
ہین، حج کے لئے حاضر ہوئے، نوین شب مین منیٰ مین خواب دیکھا، کہ دو فرشتے
باہم گفتگو کر رہے ہین، ایک نے دوسرے سے پوچھا، کہ اب کی کتنے حاجی آئے
جواب ملا، کہ ۶ لاکھ، پھر پوچھا، کہ حج مقبول کتنون کا ہوا؟ جواب ملا کہ ۶ کا!
۶ لاکھ مین کل چھ! ہول و دہشت سے آنکھ کھل گئی، اور دل نے کہا کہ اپنا شمار
ان چھ خوش نصیبون مین تو بہر حال نہین ہو سکتا، معلوم ہوتا ہے، یہ ساری محنت
و مشقت بیکار ہی گئی، دسوین شب مین عرفات سے واپسی کے بعد، پھر اسی طرح
خواب مین انھین دونون فرشتون کو دیکھا، ایک نے پوچھا کہ حج مقبول کل چھ
کا ہوا؟ دوسرے نے جوابدیا، کہ ان چھ کے طفیل مین پورے چھ لاکھ کے حج
قبول ہوگئے! العظمۃ للہ، ان نوازشون اور سرافرازیون کا کوئی ٹھکانا ہے!

باب ۳۰

عرفات نمبر (۲)

لکھو کھا کے مجمع مین لوگ سب ہی طرح کے ہین، ہر مزاج، ہر مذاق، ہر مرتبہ کے نمونے موجود ہین، ہزار دن ایسے ہین، جو عرفات کی حاضری کو ایک طرح کی تفریحی تقریب سمجھے ہوئے ہین، اور چائے پینے پلانے کی دعوتون مین مصروف ہین، بیکڑون ہزار دن ایسے ہین، جو سو سو کر اپنا وقت کاٹ رہے ہین، کہین کہین دیگین چڑھی ہوئی ہین، اور اعلیٰ درجہ کی بریانی اور پلاؤ کا سامان ہو رہا ہے، پھر بھی ہزار دن بندے اللہ کے ایسے بھی ہین، جو وقت کی قدر و قیمت کو پہچانے ہوئے، اور مقام کی اہمیت کو پوری طرح جانے ہوئے، اس دوپہر کی ایک ایک گھڑی، اور اس سہ پہر کا ایک ایک لمحہ اپنے رب کے آگے ہاتھ پھیلانے اور پیشانی رگڑنے، رونے اور گڑگڑانے، استغفار و مناجات کرنے مین بسر کر رہے ہین! انھین مین کیسے کیسے مقبول و برگزیدہ ہون گے، کیسے کیسے اپنے رب کے پیارے ہون گے، کیسے کیسے مخلص متقی ہون گے، قطب ہونگے، ابدال ہونگے، اولیا ہونگے، کاملین ہونگے، انکی دعائین کیا تنہا اپنے نفسون کے لئے ہونگی؟ ان کے رب کی رحمتون کا نزول کیا صرف انھین کے لئے ہوگا؟ اللہ اور اللہ والون سے اتنی تنگ دلی کی بدگمانی

جاۓنی شعثا غبرا یدعون سمحتی ویمانون
عن ابی ولم یردنی فکیف لو ارادنی،

پر فتنہ وفساد ہی کریگا، انھین دکھا دکھا کر عرفات
کی حاضری دینے والون پر فخر کیا جاتا ہے'

اور کہا جاتا ہے، کہ دیکھو، خاک کے پتلون کا ذوقِ جبین سائی دیکھو، آج جب اپنے
کو اسنے حجابات مین رکھا ہے، اس وقت تو ان کی تمناے دیدار اور دیوانگی کا یہ حال ہے
پھر جس وقت حجابات اٹھ جائین گے، اس وقت، اس شمعِ رخ پر یہ پروانے کس بے اندازہ
مستی و دیوانگی سے گرین گے!

کے نکھرانے کے لئے آج سے بہتر تاریخ اور یہاں سے بہتر سرزمین اور کون سی ڈھونڈھکر لائیگے

دنیا کی کوئی قوم، روئے زمین کا کوئی مذہب، اس خالص توحید و خدا پرستی کے عظیم الشان مظاہرہ کا نمونہ پیش کرسکتا ہے؟ کسی نے کبھی پیش کیا؟ کوئی آج کہین پیش کر رہا ہے؟ کوئی آیندہ کبھی پیش کریگا؟ بتون کے بندے بے شمار، عرض و مولکے پرستار لاتعداد، سیر و تماشہ کے سودائی بے گنتی، لیکن دنیا آئے، باغون اور سبزہ زارون کی سیر کرنے والی دنیا آئے، بازارون اور نمایش گاہون کی گشت لگانیوالی دنیا آئے، عجائبخانون اور چڑیاخانون مین وقت گذارنے والی دنیا آئے، اور اس بیسوین صدی عیسوی مین ایکبار ذرا اللہ کی فوج کے ان سپاہیون کو اپنے رب کے ان مستون اور دیوانون کو دیکھے، کہ اس جلجلاتی دھوپ مین تپتی ہوئی ریت کے اوپر ننگے سر اور پسینہ مین شرابور، مٹی مین اٹے ہوئے، اور خاک مین لتھڑے ہوئے، کس کس طرح جھک جھک کر اور گر گر کر، رو رو کر اور گڑگڑا گڑگڑا کر، اپنے ان دیکھے مولا و مالک کے آگے، مانگنے اور بھیک مانگنے کے لئے کن کن آرزوون اور تمناؤن کیساتھ، کس ہجوم شوق و اشتیاق کیساتھ اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہین! دعائین انکی نہ قبول ہونگی تو کس کی قبول ہونگی؟ جو کچھ مانگین گے ملے گا، جو سوال ہوگا، پورا ہوگا، لیکن اسکا کرم تو دنیا کے کریم بھی کر دکھاتے ہین، انھین تو وہ ملیگا، جو انکے وہم و خیال مین بھی نہین، یہ تو وہ پائین گے، جسکا سوال ان کے ذہن مین بھی نہین! نور کے بنے ہوئے فرشتے ظلوم و جہول انسان کی اس طاعت و اطاعت پر دنگ رہجاتے ہین، انھیں دکھایا جاتا ہے، اور جنھون نے کبھی کہا تھا کہ انسان روئے زمین

ان اللہ ینزل الی سماء الدنیا فیباھی بھم الملٰئکۃ یقول ھؤلاء عبادی

اور یہ سارا مجمع کیون آپ ہی آپ اکٹھا ہو رہا ہو؟ کوئی دلچسپ تماشہ ہونے والا ہو؟
کوئی بزم مشاعرہ ہو؟ کوئی ہنسنے ہنسانے والی نقل دکھائی جائیگی؟ کوئی گھوڑدوڑ
ہے،؟ پولو ہو؟ ہاکی یا فٹ بال کا میچ ہے؟ رستم دوران گاما ن پہلوان کی کشتی کا
دنگل ہو؟ تجارتی مصنوعات کی نمائش ہو؟ ڈربی سویپ (SWEEP) ہے؟
گھوڑون اور ہاتھیون کا بازار لگنے والا ہے؟ کسی کانفرنس، کسی کانگریس کا افتتاح
ہے؟ کسی کا لکچر ہونے والا ہے؟ کسی درگاہ پر عرس ہونیوالا ہے؟ کسی دیبی دیوتا کی
پوجا ہونے والی ہو؟ کوئی گنگا اشنان ہو؟ کوئی کمبھ میلا ہو؟ بجز ایک اللہ کی عبادت کے
بجز ایک اللہ کے حکم کی تعمیل کے، بجز ایک اللہ کے نام پر مرمٹنے کی تمنا کے، اور کوئی
شے ان ہزار ہا بندون کو، ان لاکھون کلمہ گویون کو یہان اس تپتی ہوئی ریت مین
گھسیٹ کر لائی ہو؟ مجمع دنیا مین اور بہت سے ہوتے رہتے ہین، میلے ٹھیلے خدا معلوم
کتنے ہوتے رہتے ہین، کھیل تماشون مین ٹھٹ کے ٹھٹ ہر جگہ لگ جاتے ہین، لیکن
اللہ کے نام پر جمع ہونے والون کا، لبیک لبیک کی رٹ لگا کر اللہ کا نام جپنے
والون کا اور محض بن دیکھے مولا و مالک کے آگے رونے اور گڑگڑانے، جھکنے اور
گرنے والون کا اتنا بڑا مجمع، دریاؤن اور سمندرون کو پار کر کے، پہاڑون اور
پہاڑیون کو پھاند کر کے، دنیا کے طول و عرض مین کہین، اور وقت کے کسی حصہ
مین کبھی بھی ہوتا ہو؟ دعائین، ان اللہ والون کی نہ قبول ہونگی، تو اور کس کی
ہونگی؟ بے حساب رحمتون اور بے شمار برکتون کا نزول اُن کے سرون پر نہ ہوگا
تو اور کس پر ہوگا؟ مشہور ہے کہ آدم علیہ السلام کی توبہ اسی مقام پر اور آج ہی کے
دن قبول ہوئی تھی، یہ روایت صحیح ہو یا نہ ہو، لیکن بہرحال بنی آدم اپنے گناہون

,,موقف اعظم یہی مقام کہلاتا ہی، جبل رحمت کے نیچے بڑے بڑے سیاہ پتھر بہت سے
دھیر ہین، اگر جگہ مل جائے، اور ہمت ہو، تو یہین کہین بیٹھ کر فراغت و یکسوئی کیساتھ
دعا و مناجات مین مشغول ہو جائے، سہ پہر کے وقت امام یہین آتا ہی اور قبلہ رخ اونٹ
پر سوار ہو کر خطبہ پڑھتا ہو اور دعائین مانگتا ہی، لوگون کو بھی چاہئے کہ دعا کے وقت
قبلہ رخ ہی رہین، اگر امام کے قریب پہونچ سکین، تو افضل ہی ورنہ جہان کہین بھی
ہون، وہین اپنے کام مین لگے رہین، سارا میدان عرفات بجز وادی عرنہ کے جو مسجد
سے متصل ہی، موقف ہی موقف ہی،

امام غزالیؒ، اعمالِ عرفات کے ذکر مین فرماتے ہین کہ :۔

در دعا مبالغہ کند کہ سر جمع اجتماع دلہا و ہمتہاے عزیزان ست درین وقت شریف،	اس وقت خوب جی لگا کر دعا کرے، اور راز اسکا یہ ہی کہ اس وقت کیسے کیسے مقبول و برگزیدہ بندے ایک ساتھ دعا مین لگے ہوتے ہین !

اللہ اللہ! یہ عرفات کا لق و دق ویرانہ، جو نہ انسان کے بسنے کے لایق ہی، نہ حیوان
کے، اور جہان سال بھر انسانی آبادی تو الگ رہی، پرندہ پر بھی نہین مارتا، دم کے دم
مین آن کی آن مین، کیا سے کیا ہو جاتا ہی! دن بھر کے لئے سیکڑون کا نہین، ہزارون
کا نہین، لاکھون کی آبادی کا ایک عظیم الشان شہر آباد ہو جاتا ہی! ان مین بوڑھے
بھی اور جوان بھی، بچے بھی اور عورتین بھی، شہزور پہلوان بھی، اور لب مرگ کمزور
و ناتوان بھی، گورے بھی کالے بھی، سانولے بھی پیلے بھی، مشرقی بھی مغربی بھی، جنوبی
بھی شمالی بھی، عالم بھی عامی بھی، امیر بھی فقیر بھی، عابد و زاہد بھی، فاسق و فاجر بھی،

مضبوط و مدلل معلوم ہوتا ہی، واللہ اعلم وعلمہ اتم،

حج کا فرض اتر جانے کے لئے عرفات کی محض حاضری کافی ہی، خواہ انسان کچھ بھی نہ کرے، یہان تک کہ اگر سو رہا ہو، یا بے ہوشی کی حالت مین، اور کوئی اسے چند لمحون کے لئے میدان عرفات سے آج کے دن گزار دے، تو بھی اس کا حج ہو جائیگا، لیکن ظاہر ہی کہ اپنے قصد و ارادہ سے آج کی قیمتی گھڑیون کو ضایع کرنا کون شخص گوارا کریگا، سرور کائنات (صلعم) نے اس میدان مین اور آج کے دن جو دعا کی ہی، اسکا نقشہ حضرت ابن عباسؓ ان الفاظ مین کھینچتے ہین :-

رأيته عليه السلام يدعو بعرفة يداه الى صدره كالمستطعم المسكين،

مین نے حضورؐ کو عرفات مین اسطرح دعا مانگتے ہوے دیکھا، جیسے کوئی بھوکا مسکین اپنا ہاتھ کسی سخی داتا کے آگے پھیلائے ہوا !

جب رسول معصومؐ کا یہ حال تھا، تو امت کے سیہ کارون اور تباہ حالون کو اسدن اور اس جگہ اپنا کیا حال رکھنا چاہیے ؟ الحاح و تضرع، خشوع و خضوع کا کوئی دقیقہ آج اٹھا رکھنا چاہیے ؟ اپنے گناہون کو یاد کرکے اگر آنکھون سے آنسو جاری ہو جائین، تو کیا پوچھنا، لیکن اگر رونا نہ آئے، تو اس پر زیادہ حسرت بھی نہ کرنا چاہیے، رسول اللہ صلعم کے متعلق یہ کسی روایت مین نہین ملتا، کہ دعا کے وقت چشم مبارک سے آنسو بھی جاری تھے، جہان میدان ختم ہوتا ہی، وہان ایک سمت ایک اونچی پہاڑی ہے، اس کا نام جبل رحمت ہی، سرور کائنات (صلعم) نے اسی کے نیچے وقوف کیا تھا، اور یہین اونٹنی پر سوار ہو کر حجۃ الوداع کا مشہور و معروف خطبہ ارشاد فرمایا تھا، موقف النبی

مین پڑتی ہو، حاضر ہو جائے، امام کو چاہئے، کہ جون ہی زوالِ آفتاب ہو، منبر پر آ بیٹھے
اور موذن اس کے سامنے اذان دے، جیسا کہ نمازِ جمعہ مین ہوتا ہو، اب امام دو
خطبے دیگا، جسمین مناسکِ حج کی تعلیم و تفصیل ہوگی، اس کے بعد اقامت اور ظہر کی چار
فرض رکعتین، امام کے سلام پھیرنے پر، مًابعد، بغیر نوافل وغیرہ کا وقت دیئے دوسری
اقامت ہوگی، اور اسی وقت اپنے عام و معمولی وقت سے بہت قبل نمازِ عصر کی چار رکعتین
جماعت کے ساتھ پڑھی جائین گی، اور بس اس کے بعد سے شام تک دعا و مناجات تسبیح
و استغفار کے لئے، اطمینان و یکسوئی کے ساتھ سارا وقت ہی وقت پڑا ہوا ہی، عرفات
مین روزہ رکھنا بہتر نہین، کہ خلافِ سنت ہو، البتہ غذا اگر ہلکی اور مختصر رکھی جائے
تو بہت مناسب ہو، تاکہ گرانی اور ضعف دونون سے امن رہے، اور اپنے مشاغل
کے لئے پوری فرصت نصیب رہے، دو نمازون کا ایک وقت مین جمع کرکے پڑھنا
حنفیہ کے نزدیک عرفات ہی جائز اور مستحب ہو، اس پر دوسرے حالات و اوقات کو
قیاس نہین کر سکتے، مسجد تک پہونچنا خصوصًا اگر قیام گاہ دور ہے، اور گرمی کا موسم
ہے، ہر ہمت کا کام، ہر شخص کے لئے پہونچنا اور جماعت مین شریک ہونا ممکن نہین،
ہزار ہا آدمی اپنے اپنے خیمون ہی مین نماز پڑھ لیتے ہین، اور یہ بالکل جائز ہو منفرد
اگر جماعت مین نہ شریک ہو سکا، اور خیمہ ہی مین نماز پڑھ رہا ہی، تو امام ابوحنیفہؒ کے
قول کے مطابق اُسے ظہر اور عصر کی نمازین الگ الگ اپنے معمولی وقتون پر پڑھنا
چاہئے، اگر صاحبین (امام محمدؒ و ابو یوسفؒ) کا فتویٰ اس کے برعکس یہ ہو، کہ ایسی صورت
مین بھی دونون نمازون کو جمع تقدیم کے ساتھ پڑھ لینا چاہئے، فقہ کی کتابون مین
دونون مذہبون کے جو دلائل منقول ہین، اُن سے تو امام ابوحنیفہؒ ہی کا قول زیادہ

حاجتی انت علی کل شئ قدیر	میرے سفر کو مبارک بنا، اور عرفات مین میری حاجت پوری کر، تو ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے

اور عرفات مین داخلہ کے وقت اس ذکر کا مستحب ہونا تو اوپر گذر ہی چکا ہی، سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر خود سرور کائنات صلعم کی زبان مبارک سے عرفات مین کسی دعا کے الفاظ، حدیث کی چھ مشہور و مستند کتابون مین تو درج نہین البتہ ایک طویل دعا بعض اور حدیث کی کتابون مین منقول ہی، جو اردو خوان ناظرین کو مع ترجمہ کے، مولوی منور الدین صاحب دہلوی کی کتاب الحج والزیارۃ (فتاوی عثمانی، جلد ۲) مین ملجائیگی، کتب مناسک مین متعدد دعائین لکھی ہوئی ہین،

وقوف عرفات کا وقت، مذہب حنفیہ مین ورکوزوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے، اور حنفیہ ہی کی بعض کتابون مین ہی، کہ امام مالکؒ کے نزدیک وقت وقوف بعد طلوع آفتاب شروع ہوجاتا ہی، لیکن خود قاضی القضاۃ ابن رشد مالکیؒ لکھتے ہین کہ:-

واجمعوا علی ان من وقف بعرفۃ قبل الزوال وافاض منہا قبل الزوال انہ لا یعتد بوقوفہ ذلک، (بدایۃ المجتہد جلد اول، صـ۲۸۱)	اس پر سب ائمہ کا اتفاق ہی، کہ اگر کوئی عرفات مین قبل زوال وقوف کرے، اور قبل زوال ہی وہان سے روانہ ہوجائے، تو اس کا شمار وقوف مین نہ ہوگا،

بہر حال حاجی کو چاہئے، کہ دوپہر تک یا اس کے قبل یہان پہونچ جائے، اور بہتر ہے کہ اس وقت غسل کرلے، ورنہ وضو بھی کافی ہی، اس کے بعد مسجد نمرہ مین، جس کا دوسرا نام مسجد ابراہیم بھی ہی، اور جو منیٰ سے آتے ہوئے عرفات کے شروع ہی

مین پڑتی ہی، حاضر ہوجائے، امام کو چاہیئے کہ جون ہی زوالِ آفتاب ہو منبر پر آبیٹھے اور موذن اس کے سامنے اذان دے، جیسا کہ نمازِ جمعہ مین ہوتا ہی، اب امام دو خطبے دیگا، جسین مناسکِ حج کی تعلیم و تفصیل ہو گی، اس کے بعد اقامت اور ظہر کی چار فرض رکعتین، امام کے سلام پھیرنے پر، متّابعد، بلغیر نوافل وغیرہ کا وقت دیئے دوسری اقامت ہو گی، اور اسی وقت اپنے عام و معمولی وقت سے بہت قبل نمازِ عصر کی چار رکعتین جماعت کے ساتھ پڑھی جائین گی، اور بس اس کے بعد سے شام تک دعا و مناجات تسبیح و استغفار کے لئے، اطمینان و یکسوئی کے ساتھ سارا وقت ہی وقت پڑا ہوا ہی، عرفات مین روزہ رکھنا بہتر نہین، کہ خلافِ سنت ہی، البتہ غذا اگر ہلکی اور مختصر رکھی جائے تو بہت مناسب ہی، تاکہ گرانی اور ضعف دونون سے امن رہے، اور اپنے مشاغل کے لئے پوری فرصت نصیب رہے، دو نمازون کا ایک وقت مین جمع کرکے پڑھنا حنفیہ کے نزدیک عرفات ہی مین جائز اور مستحب ہی، اس پر دوسرے حالات و اوقات کو قیاس نہین کر سکتے، مسجد تک پہونچنا، خصوصًا اگر قیام گاہ دور ہے، اور گرمی کا موسم ہے، ہر ہمت کا کام، ہر شخص کے لئے پہونچنا اور جماعت مین شریک ہونا ممکن نہین، ہزار ہا آدمی اپنے خیمون ہی مین نماز پڑھ لیتے ہین، اور یہ بالکل جائز ہی، منفرد اگر جماعت مین نہ شریک ہو سکا، اور خیمہ ہی مین نماز پڑھ رہا ہی، تو امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق اُسے ظہر اور عصر کی نمازین الگ الگ اپنے معمولی وقتون پر پڑھنا چاہیئے، مگر صاحبین (امام محمدؒ و ابو یوسفؒ) کا فتویٰ اس کے برعکس یہ ہی، کہ ایسی صورت مین بھی دونون نمازون کو جمع تقدیم کے ساتھ پڑھ لینا چاہیئے، فقہ کی کتابون مین دونون مذہبون کے جو دلائل منقول ہین، اُن سے تو امام ابو حنیفہؒ ہی کا قول زیادہ

حاجتی انت علی کل شئ قدیر	میرے سفر کو مبارک بنا، اور عرفات مین میری حاجت پوری کر، تو ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے

اور عرفات مین داخلہ کے وقت اس ذکر کا مستحب ہونا تو اوپر گذر ہی چکا ہی، سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر خود سرور کائنات صلعم کی زبانِ مبارک سے عرفات مین کسی دعا کے الفاظ، حدیث کی چھو مشہور و مستند کتابون مین تو درج نہین البتہ ایک طویل دعا بعض اور حدیث کی کتابون مین منقول ہی، جو اردو خوان ناظرین کو مع ترجمہ کے، مولوی منور الدین صاحب دہلوی کی کتاب الحج والزیارۃ (فتاوی عثمانی، جلد ۶) مین ملجائیگی، کتبِ مناسک مین متعدد دعائین لکھی ہوئی ہین،

وقوفِ عرفات کا وقت، مذہب حنفیہ مین ورکو زوالِ آفتاب سے شروع ہوتا ہے، اور حنفیہ ہی کی بعض کتابون مین ہی، کہ امام مالکؒ کے نزدیک وقتِ وقوف بعد طلوعِ آفتاب شروع ہوجاتا ہی، لیکن خود قاضی القضاۃ ابن رشد مالکیؒ لکھتے ہین کہ:۔

واجمعوا علی ان من وقف بعرفۃ قبل الزوال وافاض منہا قبل الزوال انہ لا یعتد بوقوفہ ذلک۔ (بدایۃ المجتھد جلد اول، صـ۲۸۱)	اس پر سب ائمہ کا اتفاق ہی، کہ اگر کوئی عرفات مین قبل زوال وقوف کرے، اور قبل زوال ہی وہان سے روانہ ہوجائے، تو اس کا شمار وقوف مین نہ ہوگا،

بہر حال حاجی کو چاہیئے، کہ دوپہر تک یا اس کے قبل یہان پہونچ جائے، اور بہتر ہے کہ اس وقت غسل کرلے، ورنہ وضو بھی کافی ہی، اس کے بعد مسجد نمرہ مین، جس کا دوسرا نام مسجد ابراہیم بھی ہی، اور جو منیٰ سے آتے ہوئے عرفات کے شروع ہی

آج کا دن دعا و مناجات، توبہ و استغفار، الحاح وزاری، جھکنے اور گڑگڑانے کے لئے مخصوص ہے، جتنا اور جہان تک ممکن ہو، وقت اسی مین لگایا جائے، جو کچھ مانگنا ہو، اپنے رب سے مانگ لے، مانگے اور مانگتا جائے، بے حساب مانگے، اور بے تکان مانگے، جب وہ ہمہ جود و کرم اور ہمہ بخشش و عطا بے حساب دینے اور دلانے، بخشنے اور لٹانے پر آ جائے، تو خاک کا پتلا، جو ہمہ فقر و ہمہ طلب، ہمہ احتیاج و ہمہ درماندگی ہے، مانگنے اور طلب کرنے مین کوئی کسر کیون اٹھا رکھے، اور دین و دنیا کی نعمتون کا کوئی ارمان اور کوئی حوصلہ اپنے دل مین کیون رہنے دے! افضل الدعاء دعاء یوم عرفة، (عرفات کی دعا سب دعاؤن سے بڑھکر ہے) یہ اس کا ارشاد ہے جو سب سے زیادہ دعائین کرنے والا تھا، اور جسکی دعائین سب سے زیادہ قبول ہونے والی تھین آج کے لئے کسی خاص دعا کا حکم نہین، جو چاہے مانگتا رہے، البتہ ان کلمات کی بڑی فضیلت آئی ہے لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو حی لا یموت بیدہ الخیر وھو علی کل شیٔ قدیر، جہان تک ہو ان کلمات کو حضور قلب کے ساتھ بار بار پڑھتا رہے، اور تلبیہ بھی ابھی موقوف نہین ہوا ہے لبیک لبیک بھی برابر پکارتا رہے، بعض کتابون مین یہ بھی منقول ہے کہ جب عرفات کو آنے لگے، تو راستہ مین یہ دعا پڑھتا ہوا آئے:۔

اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ تَوَجَّھْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ	اے اللہ مین نے اپنا منہ تیری طرف پھیرا اور
وَوَجْھَکَ اَرَدْتُ فَاجْعَلْ ذَنْبِیْ مَغْفُوْرًا	تیرے اوپر بھروسہ کیا، اور تیری توجہ کی طلب کی
وَحَجِّیْ مَبْرُوْرًا وَارْحَمْنِیْ وَلَا تُخَیِّبْنِیْ وَ	بس میرے گناہون کو معاف کر اور میرے حج کو
بَارِکْ لِیْ فِیْ سَفَرِیْ وَاقْضِ بِعَرَفَاتٍ	قبول کر اور مجھ پر رحم فرما، اور مجھے محروم نہ کر

جو ہمہ رحمت و مرحمت اور ہمہ شفقت و مغفرت ہی، اس کی تجلیات، امت کے بڑے سے بڑے تباہ کار کو بھی اپنے آغوش مین لے لیتی ہین، اور اسی کو وہ مولی اپنے بندون کے قریب اپنے آجانے سے تعبیر کرتا ہی، اور بندون نے تو اپنے مالک پر خدا معلوم کتنی بار فخر کیا ہی ہوگا، آج وہ دن ہی کہ خود مالک اپنے بندون پر فخر کرتا ہی

عن عائشة ان رسول الله صلعم قال ما من یوم اکثر من ان یعتق الله عزوجل فیہ عبداً من النار من یوم عرفة وانہ لیدنو ثم یباھی بھم الملائکة فیقول ما اراد ھؤلاء

(صحیح مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا نہین جسمین اللہ بندون کو آگ سے اتنا آزاد کرتا ہو، جتنا عرفہ کے دن کرتا ہی، اور اللہ تعالی قریب ہوجاتا ہے اور بندون کا حال فرشتون پر ظاہر کر کے فخر کرتا ہے، اور فرشتون کو قائل کرنے کے لئے، پوچھتا ہی کہ یہ بندے کس ارادہ سے جمع ہوئے ہین؟

آج اور یہان رحمت الہی سے مایوسی کفر ہی، اور آج اس سے بڑھکر ناشکرا اور گنہگار کوئی نہین، جو یہان کی حاضری کے بعد بھی یہ سمجھتا ہی کہ اس کے نامۂ اعمال کی سیاہیان رحمت و مغفرت کی بارش سے دھل کر نہین رہین، سچے کا ارشاد ہے

اعظم الناس ذنبا من وقف بعرفة فظن ان الله لم یغفر لہ،

سب سے بڑھکر گنہگار وہ ہی، جو عرفات مین وقوف کرے اور پھر بھی یہ سمجھے کہ اللہ نے اس کی مغفرت نہین فرمائی!

کہ اگر ہمارے اوپر کہیں یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی ہوتی تو ہم نے تو اس کے یوم نزول کو روزِ عید قرار دے لیا ہوتا، آپ نے فرمایا، کہ مجھے یاد ہی کہ یہ آیت کب نازل ہوئی تھی، وہ رات جمعہ کی رات تھی، (اور وہ دن عرفہ کا دن تھا) اور ہم لوگ رسول اللہ صلعم کے ہمراہ عرفات میں حاضر تھے! (سنن نسائی) یہ کہکر آپ نے گویا یہ ارشاد فرمادیا، کہ وہ دن ہماری سب سے بڑی عید کا تو تھا ہی، کسی اور جشن کے مقرر کرنے کی کیا حاجت؟

آج کی رحمتیں بے حساب ہیں، اور آج وہ دن ہی، کہ شیطان آج سے زیادہ حقیر و ذلیل، مایوس، و پریشان اور کبھی نہیں ہوتا،

عن طلحة ان رسول اللہ صلعم قال ما رأی الشیطان یوما ھو فیہ اصغر ولا ادحر ولا احقر ولا اغیظ منہ فی یوم عرفة، ماذلک الا لما رأی تنزل الرحمة و تجاوز اللہ عن الذنوب العظام الا ما رأی یوم بدر

(موطا امام مالکؒ)

حضرت طلحہؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ شیطان عرفہ کے دن سے زیادہ پست اور بے اعتبار اور حقیر اور پریشان کسی دن نہیں دیکھا گیا، اور یہ سب اس لئے کہ آج خدا کی رحمت کے نزول اور بڑے بڑے گناہوں سے اس کے عفو و مغفرت کو دیکھتا ہی، البتہ سوا ایک روزِ بدر کے (کہ اس روز بھی وہ ایسا ہی پریشان و مایوس ہوا تھا)

آج کی رحمتوں کی نہ کوئی حد ہے نہ حساب، نہ کوئی اندازہ ہے نہ پیمانہ، بڑے سے بڑے مجرم آج رہا کئے جاتے ہیں، سب کو عفو عام کی بشارت ہوتی ہے،

باب ۲۹

عرفات نمبر (۱)

حج کسی مفرد عمل کا نام نہین، ایک طویل و مسلسل مجموعۂ اعمال کا نام ہی، جنمین کچھ فرائض ہین اور کچھ واجبات، کچھ سنن ہین اور کچھ مستحبات، اس مجموعہ کا سب سے اہم جزو یہی ۹ ذی الحجہ کو عرفات کی حاضری ہی، جسے اصطلاح مین وقوف عرفات کہتے ہین (وقوف، کے لفظی معنی ٹھہرنے کے ہین)، کسی شخص نے اگر اور سارے اعمال و مناسک ادا کرلئے، اور آج کی تاریخ مین عرفات کی حاضری خدانخواستہ کسی سبب سے رہ گئی، تو سرے سے حج ہی رہ گیا، دوسرے سال حج کرکے اس قضا کو ادا کرنا ہوگا، آج کی تاریخ، دنیا کی تاریخ مین وہ اہم تاریخ، اور عرفات کا میدان روے زمین کے مقامات مین وہ اہم مقام ہی، کہ دین خداوندی کے جامع و مکمل ہونے اور اسلام کے آخری اور کامل پیام ہدایت ہونے کے باضابطہ اعلان کے لئے، اسی سرزمین اور اسی تاریخ کا انتخاب فرمایا گیا، اور آج اور یہین، ہمیشہ کے لئے اور ہر قوم کے لئے اس فرمان کی منادی کی گئی کہ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا، ایک صحابی طارق بن شہابؓ روایت کرتے ہین، کہ ایک یہودی نے سیدنا عمر فاروقؓ سے کہا

عرفات مکہ معظمہ سے ٹھیک جانب مشرق کوئی ۱۵، ۱۶ میل کے فاصلہ پر ہے منیٰ سے اس کا فاصلہ کوئی ۱۰-۱۱ میل ہوگا، اور یہان سے شمال مشرق مین ہی، سنا تھا، کہ عرفات مین پانی کی بہت قلت رہتی ہی، پانی کم ملتا ہی خراب اور گندلا ملتا ہی، اور بہت گران قیمت پر ملتا ہی، یہان تک کہ بعض غریب غربا کو پیاس کی شدت سے ہلاکت کی نوبت آجاتی ہی، یہ ڈرادونی روایتین سنکر صراحیان پانی سے بھر بھر لی گئین، اور ناشتہ کے لئے بسکٹون کے ڈبے مکہ ہی سے ساتھ لے لئے گئے تھے، آج کا دن خاص فضیلتون اور برکتون، رحمتون اور نوازشون کا دن ہی، راستہ مین جس قدر بھی ہوسکے تلبیہ وتکبیر، درود واستغفار، جاری رہنا چاہیے، سعادت کی یہ گھڑیان اگر عمر مین ایکبار بھی نصیب ہوجائین تو خوش نصیبی ہی، ـــــــ لیجیے، عرفات کے حدود شروع ہوگئے ایک لق و دق میدان، مبصرون کا اندازہ ہے، کہ دس میل مربع سے کیا کم ہوگا، جہان تک نظر کام دیتی ہی، میدان ہی میدان اور ارد گرد پہاڑیان، اونٹون کی تعداد حساب وشمار سے خارج، اور خیمون کا گویا ایک جنگل لگا ہوا، ہر طرف خیمے ہی خیمے، جن کو خیمہ کی استطاعت نہین، انھون نے معمولی چادرین تان رکھی ہین، بعض جنکو یہ بھی نہین نصیب، بیچارے دھوپ مین پناہ لینے کے لئے شغدفون کے نیچے گھسے ہوئے دوپہر سے کچھ قبل، کوئی گیارہ، پونے گیارہ کا وقت ہوگا، کہ ہلوگ پہونچ گئے،

سبحان الذی لا ملجاء و لا منجاء الا الیه۔	پاک ہے وہ ذات کہ جس کے سوا نہ کہیں پناہ ہے نہ نجات۔

منیٰ میں چھوٹے چھوٹے فاصلہ پر تین شیطانوں کی مورتوں کے بجائے پتھر اور سفید ستون سے پتھر کے گڑے ہوئے ہیں ہمارے معلم صاحب نے نہایت کرم سے ہمارے قافلہ کو منیٰ میں اس جگہ اتارا جہاں درمیانی شیطان نصب تھا گویا ٹھیک گھر کے سامنے پوری ایک شب شیطان کے ٹھیک پڑوس میں بسر ہوئی بہت مقدس پڑوس میں رہنے کی سعادت نہ بات کا موقع تو کیا ملتا، میں نے شیطان مردود پر لاحول بھیجنے میں اگر کچھ وقت صرف ہوتا رہا ہو۔

معلم اور دجال جس طرح اپنی شرارت سے منیٰ میں حاجیوں کو بہت دیر میں لاتے ہیں، اسی طرح یہ کوشش بھی برابر جاری رہتی ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو یہاں سے لے بھی جائیں، چنانچہ ہمارے قافلہ سے بھی یہی اصرار شروع ہوا کہ پچھلی شب میں عرفات کے لئے کوچ کر دینا ہوگا، گویا منیٰ میں پانچ نمازوں کے ادا کرنے کی سنت ہے، جس طرح ۸۔ کو نماز ظہر کے ترک کی محرومی ہوئی تھی اسی طرح ۹۔ کو نماز فجر سے بھی محرومی ہو جائے لیکن ہم لوگوں نے اتنے سویرے روانہ ہونے سے قطعی انکار کیا، عبد القادر سکندر خود رہتے تو یقیناً بات رہ جاتی لیکن ان کے لڑکوں اور کارندوں میں فی الجملہ انسانیت تھی، کچھ دیر بعد جب آفتاب اچھی طرح بلند ہو لیا یعنی ہندوستان کی گھڑیوں کے حساب سے کوئی سات ساڑھے سات کا وقت ہوگا اس وقت ہمارا قافلہ روانہ ہوا میدان

متعدد دعائیں ماثور اور اُن کی فضیلتیں منقول ہیں، مکہ سے منیٰ کے لئے روانہ ہوتے وقت مستحب یہ ہو کہ لبیک پکارنے کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ بھی پڑھتا رہے، اور جو دعائیں چاہے مانگے، اور راستہ میں استغفار اور درود شریف کی جتنی کثرت رکھ سکے، بہتر ہے، جس وقت منیٰ نظر آنے لگے، اُس وقت یہ دعا پڑھے،۔

اللھم ھذہ منی فامنن علیّ بما	اے اللہ یہ منیٰ ہو، تو مجھ پر وہ احسان کر، جو تو نے
مننت بہ علی اولیاءک	اپنے دوستوں پر کئے ہیں،

نویں شب، برکت والی شب ہو، منیٰ کا مقام برکت والا مقام ہو، چاہئے کہ شب میں جسقدر بھی ہو سکے دعائیں پڑھتا رہے، استغفار کرتا رہے، اور لبیک کہتا رہے، بعض روایات میں آتا ہو، کہ حضور انور نے فرمایا ہے، کہ اسی شب کو منیٰ میں جو شخص ایکہزار بار یہ دعا پڑھے، وہ اپنی جو مراد اللہ سے مانگیگا، اسے ملی گی۔

سبحان الذی فی السماء عرشہ	پاک ہو وہ ذات جسکا عرش آسمان میں ہو،
سبحان الذی فی الارض موطئہ	پاک ہو وہ ذات زمین جسکے قدموں کے نیچے ہو،
سبحان الذی فی البحر سبیلہ،	پاک ہو وہ ذات جسکا راستہ سمندر میں ہو،
سبحان الذی فی النار سلطانہ	پاک ہو وہ ذات جسکی حکومت آگ پر ہو،
سبحان الذی فی الجنۃ رحمتہ،	پاک ہو وہ ذات جسکی رحمت جنت میں ہو،
سبحان الذی فی القبر قضاءہ،	پاک ہو وہ ذات جسکا حکم قبر میں جاری ہو،
سبحان الذی فی الھواء روحہ	پاک ہو وہ ذات جسکی بنائی ہوئی روح ہوا میں ہو،
سبحان الذی رفع السماء	پاک ہو وہ ذات جس نے آسمان کو بلند کیا،
سبحان الذی وضع الارض،	پاک ہو وہ ذات جس نے زمین کا فرش بنایا،

شرح لباب المناسک (ملا علی قاری) میں ہی:۔

وان بات بمکۃ تلک اللیلۃ جاز واساء لترک السنۃ،	اگر یہ شب مکہ ہی میں گذاری، تو یہ جائز ہی لیکن مخالفت سنت کا گناہ ہوا،

اور فتاوی قاضیخان میں ہی:۔

ولو بات بمکۃ وخرج منہا یوم عرفۃ الی عرفات کان مخالفا للسنۃ،	اگر وہ رکی شب بجائے منیٰ کے مکہ ہی میں گذاری اور ورکو وہاں سے عرفات کے لئے روانہ ہوا، تو یہ سنت کے مخالف ہی،

معلوم ہوتا ہی، یہ دستور کچھ عرصہ سے چلا آرہا ہی، صاحب رد المختار (شامی) کو اپنے زمانہ میں لکھنا پڑا:۔

واما ما یفعلہ الناس فی ہذہ الازمان من دخولہم بارض عرفات فی الیوم الثامن فخطاء مخالف للسنۃ ویفوتہم بسببہ سنن کثیرۃ منہا الصلوات بمنی	اور اس زمانہ میں لوگوں نے جو یہ طریقہ نکالا ہی، کہ عرفات میں رہی کو آجاتے ہیں (اور منیٰ کو چھوڑ جاتے ہیں) سو یہ طریقہ مخالف ہی سنت کے، اور ایسا کرنے سے بہت سی سنتیں فوت ہوجاتی ہیں، مثلاً منیٰ کی نمازیں وہاں کی شب باشی وغیرہ،

بڑی حسرت وقلق کا مقام ہی، کہ انسان اتنی محنت اور اتنا صرف گوارا کرکے حج کو جائے، اور ایک تھوڑی سی تن آسانی کے خیال سے اتنی بڑی فضیلت کو چھوڑ دے،

منیٰ کے لئے کوئی خاص عبادت یا کچھ مخصوص دعائیں، واجب نہیں، البتہ

منیٰ مین قیام، اور آٹھوین اور نوین کی درمیانی شب مین شب باشی، تمام ائمہ کے نزدیک مستحب ہو، قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہین، کہ سعی کے بعد جس عمل کی طرف حاجی کو متوجہ ہونا چاہئے، وہ یہی ہو، کہ ۸ کو منیٰ مین آئے، اور شب مین یہان رہے، اور اس پر چارون مذہبون کا اتفاق ہو، کہ امام جماعت کے ساتھ منیٰ مین ۸ کو ظہر، عصر، مغرب وعشا کی نمازین پڑھے، اور ۹ کو امام لوگون کے ساتھ عرفات آئے، اور یہان وقوف کرے، البتہ جس کے پاس اتنا وقت نہ ہو، وہ سیدھا عرفات ہی کو جا سکتا ہو، (بدایۃ المجتہد جلد اول ص۲۹۰) اور حنفیہ کی کتابون مین تو اس کی تصریح موجود ہے، کہ اگرچہ حج بغیر منیٰ مین ۸ کو قیام کئے ہوئے بھی ادا ہو جاتا ہے، لیکن منیٰ مین نہ ٹھہرنے والا ترک سنت کا گنہگار ہو گا، ہدایہ مین ہو:-

ولو بات بمكة ليلة عرفة وصلى بها الفجر ثم غدا الى عرفات ومر بمنى اجزاه لانه لا يتعلق بمنى فى هذا اليوم اقامة نسك ولكنه اساء بتركه الاقتداء برسول الله صلعم	اگر نوین شب کو مکہ ہی مین گزار دی، اور یہین سے صبح کو عرفات روانہ ہوا، تو حج صحیح ہو جائیگا، اس لئے کہ آج منیٰ کا قیام مناسک حج مین داخل نہین لیکن رسول اللہ صلعم کی سنت ترک کرنے کا گناہ گار ہو گا،

اور طحطاوی شرح درمختار مین ہو،

ثامن الشهر خرج الى منى ومكث بها الى فجر عرفة فبيات بها استنانا فلو لم يخرج من مكة الا يوم عرفة اجزاه ولكنه اساء لترك السنة	۸ کو منیٰ کی طرف روانہ ہوا، تو وہان ۹ کی صبح تک قیام کرے، اور اتباع سنت مین شب وہین بسر کرے اور اگر ایسا نہ کیا بلکہ ۹ ہی کو مکہ سے روانہ ہو تو حج ہو جائیگا لیکن ترک سنت کا گناہ ہو گا،

آسمان کی چھت کے نیچے، اور زمین کے فرش کے اوپر بسر کرنا ہی! تعمیلِ ارشاد کے سوا چارہ کیا تھا؟ اور صبر و خاموشی سے کام نہ لیتے، تو آخر کرتے کیا؟ یہ بھی غنیمت ہوا کہ یہاں سابقہ خود معلّم سے نہیں اُن کے لڑکون اور کارندون سے پڑا جو فی الجملہ مہذب اور زبان کے میٹھے تھے، خود معلّم صاحب کی شریعت مین منیٰ کا قیام غالباً فضول سا تھا، وہ خود آج مکہ ہی مین رہے، وہ موجود ہوتے تو شاید ہم لوگون کو زبان کے گناہون مین کچھ اور مبتلا ہونا پڑتا۔ بہرحال جس طرح بن پڑا، ہم مردون نے کہین آڑ تلاش کرکے ضروریات سے فراغت کی، زنانہ قافلہ کے لئے ایک مہربان کا مکان مل گیا۔ مسجد خیف جس کی فضیلت حدیثون مین وارد ہوئی ہی، منیٰ ہی مین واقع ہی، حضورؐ نے حجۃ الوداع مین یہین نماز پڑھائی تھی، بڑی وسیع مسجد ہی، لیکن حاجیون نے اسے سرا، یا مسافرخانہ بناکر ہر طرح گندہ کررکھا ہی، اور موجودہ حکومت نے شاید مسجد کی صفائی اور احترام قایم رکھنے کو بھی "بدعت" سمجھ رکھا ہی! ہماری منزل گاہ سے اس کا اچھا خاصا فاصلہ تھا، اور پھر سڑک پر انبوہِ عظیم، سب سے بڑھ کر اپنی پست ہمتی، پست ہمتون کو کوئی نہ کوئی بہانہ ملنا چاہئے، بہرحال کسی نماز کے لئے بھی وہان تک رسائی نہ ہو سکی، عصر، مغرب، عشا اور فجر کی نمازین وہین میدان مین جماعت کیساتھ ادا ہوئین، اور رات کو وہین سوئے، ہزارہا عرفات کے جانے والے رات بھر اسی راستہ سے گذرتے رہے، اور منیٰ مین قیام نہ کیا، ان اللہ کے بندون کے نزدیک، رسولؐ کی سنت محبوب پر عمل گویا کوئی معنی ہی نہین رکھتا!

اس غلطی مین دس بیس، سو پچاس نہین، ہزارہا حاجی مبتلا پائے گئے، حالانکہ

ے سکتے وہ خیمون مین رہتے ہین، جو خیمہ کا کرایہ بھی نہین دے سکتے، وہ بیچارے کھلے میدانون
مین محض اللہ کے بھروسہ پر گذر کرتے ہین، ہندوستانی حاجی، اپنے ملک پر قیاس کرکے
درختون اور درختون کے سایہ کی کوئی توقع ہرگز نہ قایم کرین، پانی انواع واقسام
کے شربت، دودھ، دہی، قہوہ، چاے کی دوکانین کثرت، برف اور فالودہ
بھی موجود، کھانے کی دوکانین کمتر لیکن موجود، وہ بھی، لیمون، نارنگی، ککڑی، کیلا،
انار وغیرہ، شاداب وتروتازہ پھلون اور میدان کی گویا منڈی لگی ہوئی، جو وسطِ ئی
کے شدید ریگستانی دھوپ مین نعمت غیر مترقبہ سے کم نہین، بازار اچھا خاصہ لگا ہوا
ضرورت کی ہر شے مہیا، اور بہ افراط، پانی والے گھرون اور خیمون پر بھی، مشکون اور
ٹین کے کنسترون مین پانی پہونچا دینے کو حاضر،

ظہر کا وقت آخر ہو رہا تھا، جب مکہ معظمہ سے چلے تھے، عصر کا اوسط وقت
گذر چکا، جب منیٰ پہونچے، کل صبح عرفات کے لئے روانہ ہونا ہے، مسنون طریقہ یہ ہے
کہ ۸ ذی الحجہ کی ظہر سے لیکر ۹ کی فجر تک، پوری پانچ نمازین یہان ادا کرے،
اور اسی لئے ۸ کو ہم لوگ مکہ سے صبح سویرے چلنے کی اس قدر عجلت کر رہے تھے،
لیکن معلم صاحب کا خدا بھلا کرے، محض انکی عنایت سے ہم لوگ ایسے وقت یہان
پہونچے کہ جمعہ وظہر کا وقت الگ رہا، عصر کا بھی اول وقت کچھ دیر ہوئی رخصت
ہو چکا تھا، خیمون کی طرف سے تو معلم صاحب چلتے وقت مایوس کر ہی چکے تھے، سڑک
کے کنارے میدان مین ہمارے شقدف اتار کر رکھ دیئے گئے، اور ہم کو حکم ملا، کہ
اس سہ پہر سے لیکر کل صبح تک کا وقت انھین شقدفون کے اندر یا ان کے باہر،

جھمیلا ساتھ مین نہ ہو، اور وقت بھی ذرا ٹھنڈا یعنی صبح یا شام کا ہو، تو پیدل کا سفر یقیناً زیادہ آرام دہ اور پر لطف رہیگا، جب تھک جائیے جہان چاہیے دم لے سکتا ہی، چاء، قہوہ، شربت کی دوکانین بہ افراط، روانہ ہونے کے دو پونے دو گھنٹہ کے بعد منیٰ کی آبادی شروع ہو گئی، اور ہمارے جمالون نے شروع آبادی ہی مین ہماری منزل کرادی،

منیٰ کے متعلق تخیل یہ تھا، کہ ویران وغیر آباد، سنسان میدان ہوگا، اکثر تخیلات کی طرح یہ تخیل بھی غلط ثابت ہوا، حضورؐ کے زمانہ مین بے شبہہ یہ چٹیل میدان ہی تھا، اور بعض روایات مین آتا ہی، کہ صحابۂ کرامؓ نے جب حضورؐ سے اس کی اجازت چاہی تھی، کہ یہان ایک مکان بنا دیا جائے، تو حضورؐ نے اس درخواست کو منظور نہین فرمایا تھا، لیکن اب صورتِ حال بالکل بدل گئی ہی، اب منیٰ میدان کا نہین، پختہ اور بلند مکانات کی ایک مسلسل آبادی کا نام ہی، مکہ مکرمہ سے مشرق کی جانب واقع ہی، کسی قدر مائل بہ جنوب، طول تقریباً ڈیڑھ دو میل ہوگا، عرض بھی ایک میل سے کیا کم ہوگا، مکانات، ظاہر ہے کہ سال بھر خالی پڑے رہتے ہین، ساری چہل پہل اسی ایک ہفتہ کے اندر ہو جاتی ہی، مالکانِ مکانات کی آمدنی کا یہی زمانہ ہوتا ہی، کرایے منہ مانگے وصول کرتے ہین، اگر انسان صاحبِ استطاعت ہی، تو یہان کے قیام کے لئے مکان ضرور لے لے، خواہ کتنا ہی مختصر ہو، رات تو میدان مین گذر جائے گی، لیکن دن کی لو اور دھوپ مین، بغیر پختہ مکان کے سایہ کے اچھی خاصی تکلیف اٹھانی پڑے گی، جو لوگ مکانات نہین

مناظر احسن صاحب اور حکیم عبدالخالق صاحب، اسی طرح دو دو سواریاں باقی سب پر، اونٹ پر سوار ہونے کا یہ پہلا تجربہ تھا، جو دہشت و وحشت پہلے تھی، سوار ہونے کے بعد غائب، شغدف اگر اچھے بندھے ہوں، تو اونٹ کی سواری خاصی آرام دہ ہی، پالکی یا میانہ کی سواری کا سا لطف آتا ہی،

منیٰ کا فاصلہ حرم شریف سے چار میل کا ہی، ہمارے ہاں سے چند فرلانگ زائد ہوگا، خوب چوڑا اور کشادہ راستہ ہی کئی کئی اونٹ ایک ساتھ بآسانی چل سکتے ہیں، ایک میل تک تو خاص مکہ ہی کی آبادی پڑتی ہی اس کے بعد میدان شروع ہوا، اور اس کے کوئی دو میل کے بعد منیٰ کے حدود شروع ہوگئے، مکہ کے گورنر اور ولیعہد سلطنت شہزادہ فیصل ابن سعود کا محل حرم شریف سے بالکل متصل ہی تھا، خود سلطان کا قصر متّی منیٰ کے راستہ میں پڑا، اندر کا حال تو معلوم نہیں، البتہ باہر سے ہندوستان کے رئیسوں کی طرح خاصی شاندار، پرتکلف و عالیشان عمارت، جسے دور خلافتِ راشدہ کی سادگی سے کوئی دور کی بھی نسبت نہیں، آخر دوپہر کا وقت تھا، پیاس خوب زور کی، اور بار بار لگ رہی تھی، پانی کی صراحیاں ساتھ میں بھی تھیں، ان کے علاوہ دو پیسہ میں صراحیاں بیچنے والے لڑکے اور چھوٹی چھوٹی لڑکیاں بھی بکثرت قدم قدم پر اونٹوں کو گھیرے ہوئے، اپنی معصومانہ اداؤں کے ساتھ خوش خوش اپنے سودے کو بیچنے میں لگے ہوئے، اس عام شاہراہ کے علاوہ، بعد کو سننے میں آیا کہ پیدل چلنے والوں کے لئے کوئی اور مختصر راستہ بھی ہی، جس سے فاصلہ بہت کم رہجاتا ہی، اگر عورتوں کا

باب ۲۸
منیٰ قبل حج

لبیک اللّٰھم لبیک، لبیک، لاشریک لک لبیک، ان الحمد و النعمۃ لک والملک

لاشریک لک، لبیک اللّٰھم لبیک، لبیک وسعدیک و الخیر بیدیک، ۸ ذی الحجہ
جمعہ، سہ پہر، ہم لوگون کو چلنے مین اس قدر تاخیر ہوئی کہ وقت مستحب نکل چکا ہزارہا
قافلے آگے جا چکے، پھر بھی بہت سے باقی بھی رہ گئے ہین، اور ساتھ ہی ساتھ
چل رہے ہین، ہزارون انسان پیدل چل رہے ہین، ہزارہا اونٹون پر سوار
ہین، اور ہزارہا خچرون اور گدھون پر، ہر شخص احرام پوش، لبیک لبیک کی
صدا ہر طرف سے چلی آرہی ہی، ہم لوگون کی زبان پر بھی اس وقت یہی کلمے ہونے
تھے، لیکن لاحول ولاقوۃ، اتنے نصیب کہان تھے، معلم صاحب کی عنایتون کا
چرکا ابھی دلون پر تازہ تھا، زبانین بجائے لبیک لبیک کے اپنے اوپر اور اپنے
معلم پر لاحول پڑھنے مین مصروف! قافلہ کے آٹھون اونٹ سولہ سواریون کو لئے
ہوئے ایک دوسرے کے آگے پیچھے، دو یا تین بدو ہمراہ، ہر اونٹ کے ساتھ
ایک ایک شتربان نہین ہوتا، تین تین چار چار اونٹون کے لئے بس ایک ہی
بدو کافی سمجھا جاتا ہی، ایک اونٹ پر ہم دونون میان بیوی، ایک پر مولانا

کم لگین گے تکلیف کم ہوگی، اور راحت زیادہ ملے گی، اچھی بندش کے بعد شغدف مین لیٹ کر بہ آرام تمام سونا ممکن ہی، نیند بغیر وقت آجاتی ہی، دوسری ضروری چیز یہ ہی کہ اونٹ کے ساتھ چلنے والے جو بدو ہوتے ہین، اور جنھین جمّال کہتے ہین، (یہ یاد رکھیے کہ یہ لوگ اونٹ کے اوپر سوار نہین ہوتے، بلکہ پیدل اونٹ کے ساتھ ساتھ چلتے ہین) انھین خوش رکھا جائے، ان کو خوش رکھنا آسان ہی، بہت تھوڑے سے انعام اور خوش خلقی سے خوش ہوجاتے ہین، موٹر کے شوفرون کی طرح ان کے لئے یہ ہرگز ضروری نہین، کہ ان کے ہاتھ مین کم ازکم دس پانچ روپیے رکھے جائین، جب جاکر انکا منہ سیدھا ہو، آنہ دوآنہ مین (یہان ایک آنہ کو قرش کہتے ہین) یا چند بسکٹون، یا شربت یا پانی کے دو ایک گلاس سے، چاے کی ایک دو پیالیون سے انھین بآسانی خوش کیا جاسکتا ہی، البتہ یہ ضروری ہی کہ جو کچھ ازخود اور خوش دلی کے ساتھ دیدیا جائے، لڑجھگڑ کر تیورون پر بل ڈال کر بڑی سے بڑی رقم بھی بیکار رہیگی، تھوڑی سی دلدہی اور خاطر داری کے بعد آپ کا جمّال آپ کا بندۂ بے دام ہوجائیگا، دوڑ کر آپ کے لئے پانی اور شربت لائیگا، آپ کا اسباب خوشی خوشی اتار دیگا، سوار ہونے مین آپ کو مدد دیگا، شغدف ڈھیلا ہونے لگے گا، تو خود ہی لپک کر اسکو درست کر دیگا، غرض ہر حیثیت سے آپکا بہترین رفیقِ سفر وخادم ثابت ہوگا،

اور کھانے، سونے، اور حوائج ضروری سے فراغت سب کو اسی میدان مین ہزارون لاکھون کے مجمع کے درمیان کرنا ہی! اور یہ وہ شخص پوری ڈھٹائی اور دیدہ دلیری کے ساتھ کہہ رہا ہی، جو یہی نہین، کہ لکھنؤ مین ہم لوگون کے، اور ہماری عورتون کے طرزِ معاشرت سے خوب اچھی طرح واقف ہو چکا ہی، بلکہ جو کل صراحت کے ساتھ خیمون کا وعدہ بھی کر چکا تھا! ـــــ لوگ حیرت سے کہتے ہین، کہ مکہ والون پر بار بار تباہی و بربادی کیون نازل ہوتی ہی، کاش وہ دیکھتے، کہ خود مکہ والون کا اللہ کے مہمانون کے ساتھ، غریب الوطن پردیسیون کے ساتھ، برتاؤ کیا رہتا ہے؛ مکہ کا مالک، ساری دنیا جہان کا مالک ہی، اسکے ہان مہلت ملتی ہی، لیکن غفلت اسے کسی کے حال سے بھی نہین رہتی!

تو مشو مغرور بر حلم خدا دیر گیرد، سخت گیرد مر ترا!

ہندوستان مین بیٹھے بیٹھے، جب سفرِ حج کی سختیون کا خیال آتا تھا، تو اس خیالی فہرست مصائب و شدائد مین ایک عنوان، اونٹ کی سواری کا بھی ضرور ہوتا تھا، تجربہ کے بعد معلوم ہوا، کہ اور بہت سے موہوم خطرات کی طرح یہ تخیل بھی بہت مبالغہ آمیز تھا، بہت سی منزلون کا طویل و مسلسل سفر ممکن ہی تکلیف دہ ہوتا ہو، اسکا تو تجربہ ہوا نہین، لیکن آٹھ دس میل کے مختصر سفر مین تو کوئی قابلِ ذکر تکلیف نہین ہوتی، اور جس حد تک ہوتی ہی، وہ بھی ناگزیر اور لازمی نہین، بلکہ اس کا انتظام آسانی سے ہو سکتا ہی، سب سے بڑی بات ہی ہے، کہ شغدف کی بندش اچھی ہونی چاہئی، اور توازن قایم رہے، توازن اور بندش جتنی اچھی ہو گی اسی نسبت سے ہچکولے

بھی بمشکل ہی سنائی دیتی تھی، نماز کے بعد فوراً گھر آئے، اور اب پھر صبر وتحمل کی آزمایش شروع ہوگئی، گھنٹہ سوا گھنٹہ کے مزید انتظار کے بعد معلّم صاحب معہ اونٹون کے نمودار ہوئے، کچھ وقت سامان کے چڑھانے اور سواریون کو چڑھنے مین لگا، اونٹ کی سواری ہم سب لوگون کے لئے ایک نئی سواری تھی، عورتون کو خوف معلوم ہونا واجبی تھا، جب خود مردون کی طبیعت ہچکچا رہی تھی، دارو غہ حبیب اللہ بیچارے اگر مدد نہ دیتے، تو تنہا معلّم صاحب تو اس مرحلہ کو بھی جلد نہ طے کرا سکتے، دوپہر ڈھل چکی تھی، اور ظہر کا وقت قریب ختم تھا، کہ ہمارا قافلہ روانہ ہوا، ابھی چند ہی قدم چلے تھے، کہ معلّم نے بڑھ کر سوال کیا، منیٰ مین آپ ٹھہرین گے کہان؟ حیدر آباد کے سرکاری مکان مین؟ سوال کا سننا تھا، کہ فرط حیرت سے آنکھین کھلی کی کھلی رہگئین اور ٹکٹکی معلّم صاحب کے چہرہ پر لگ گئی، پہلے تو دل نے اپنے کو یون سمجھایا، کہ معلّم صاحب اس وقت مزاح وظرافت سے کام لے رہے ہین، لیکن ان کے کڑے تیورون پر جو نظر گئی، تو یہ خیال بھی چند لمحون سے زیادہ نہ قایم رہنے پایا، جی کڑا کرکے جواب دیا، کہ یہ سوال آپ ہم سے کر رہے ہین؟ ہم تو آپ کے بھروسہ پر چل رہے ہین، کہ آپ جہان ٹھہرائین گے ٹھہرین گے، الٹے آپ ہم سے دریافت کرتے ہین، کہ تم کہان ٹھہروگے؟ سبحان اللہ! اور ہم تو دو خیمے اپنے لئے آپ سے ٹھہرا ہی چکے تھے، کیا انکے ملنے مین کچھ شک پیدا ہوگیا ہے؟ جواب گرجتی ہوئی آواز مین ملا، کہ وہ خیمے عرفات اور وہان سے واپسی پر منیٰ کے لئے ہین، آج وہ خیمے نہین مل سکتے، آج میدان مین شقدفون پر رہنا ہوگا" انا للہ وانا الیہ راجعون، گویا آج سہ پہر سے لیکر کل صبح تک کا وقت، کھلے میدان مین کاٹنا ہے، صرف مردون ہی کو نہین، عورتون کو بھی

بعد مولانا مناظر صاحب اور ایک اور رفیق سفر معلم صاحب کے مکان کی تلاش مین نکلے، بصد دشواری و زحمت بڑی تلاش کے بعد، مکان تو ملا، لیکن مکین غائب! انا للہ، گھنٹہ بھر کی حیرانی و سرگردانی کے بعد، دونون صاحب خستہ و خراب مایوس واپس آئے،

ایک ایک گھڑی پہاڑ ہو رہی تھی، دلون کے اندر خون جس طرح کھول رہا تھا، اس کا اندازہ ہر وہ شخص کر سکتا ہے، جس کے پہلو مین دل ہے، بعض زبانون پر بھی دل کے جذبات بے تکلف آنے شروع ہو گئے تھے، اور وہ وقت جو تکبیر تہلیل، ذکر و دعا مین بسر ہونے کا تھا، سب ظالم سکندر کی دعا گوئیون اور منقبت سرائیون مین صرف ہو رہا تھا! وقت کچھ اور کھسکا، اور کھسکتا رہا، یہان تک کہ حرم شریف کے منارون سے جمعہ کی اذانین بلند ہونے لگین! اسوقت ہمارے ٹھیکیدار خدا خدا کر کے تشریف لائے، اور اس معصومیت اور بھولے پن کی ادا کے ساتھ کہ گویا کچھ ہوا ہی نہین، بلا کسی معذرت و اظہار افسوس کے، فرمانے لگے، کہ "اونٹ فوراً بعد نماز جمعہ آجائین گے، اس سے پہلے کیونکر لاتا، ہجوم کے اندر اونٹون کو راستہ کیسے ملتا؟" گویا یہ ہجوم اونٹون کا نہین، کسی اور کا تھا! اور یہ ہجوم سیکڑون ہزارون دوسرے اونٹون کے گذرنے کا مانع تھا! بہرحال صبر کے سوا چارہ کیا تھا، بھاگتے ہوئے حرم شریف کی طرف چلے، مسجد کا کونہ کونہ بھرا ہوا، اتنی دیر کے بعد جگہ کہان مل سکتی تھی، جون تون گھس پل کر ایسی جگہ کھڑے ہونے کو ملی، جہان امام و خطیب کی آواز الگ رہی، مکبرون کی تکبیر

تھے، ہم لوگ نمازِ فجر حرم شریف مین پڑھتے ہی، جلدی جلدی اپنی قیامگاہ پر واپس
آئے کہ معلم نے قبل طلوع اونٹ پہونچا دینے کا وعدہ کیا ہی کہین اونٹ والے ہمارے
انتظار مین گھبرا نہ جائین، یہان جو پہونچے، تو نہ اونٹون کا پتہ، نہ معلم صاحب کا! لیجیے،
اب تو آفتاب بھی نکل آیا، اور اچھی طرح بلند ہوگیا، اب تک اونٹون کے نہ آنے کی
آخر کیا وجہ؟ ٹھنڈے ٹھنڈے نکل جاتے تو دھوپ کی تمازت سے بچ جاتے، اور
سفر بڑے لطف سے کٹ جاتا، اتباعِ سنت کا جو اجر ملتا وہ الگ، چاے اور ناشتہ
سے یہین نہ فراغت کرلیجائے، لیجئے اب تو ناشتہ سے بھی فراغت ہوگئی، اور چاے کے
دور بھی ختم ہوچکے، اور اونٹون کا اب بھی پتہ نہیں! کس کو خبر تھی کہ معلم صاحب اسی
موقع پر یون اپنے شترِ غمزہ ون کی مشق ہم پردیسیون پر کرین گے! بار بار اضطراب
مین نگاہین دروازہ تک دوڑتی ہین، اور پیر سڑک تک دوڑتے ہین، لیکن نہ معلم
صاحب کا نشان ملتا ہی، نہ ان کے کسی کارندہ و ملازم کا، سیکڑون ہزارون اونٹ
اسی سڑک سے ہمارے دروازہ کے سامنے سے گذر رہے ہین، حسرت و محرومی شاید
ہمارے ہی حصہ مین ہی! ہندوستان کی گھڑیون کے حساب سے آٹھ بجے، ساڑھے آٹھ بجے
نو بجے، دس بج گئے، اور ہنوز وہی انتظار! وسطِ مئی کا زمانہ، عرب کی دھوپ،
اس ٹھیک دوپہر مین کس سے سفر کیا جائیگا، اور تنہا یہی ایک فکر ہوتی تو بھی غنیمت
تھا، دوسرا دھڑکا یہ لگا ہوا، کہ جمعہ کا وقت قریب آتا جارہا ہی، کہین ایسا نہ ہو، کہ جمعہ
حرم شریف کا بھی جائے، اور منیٰ کا بھی! جمعہ کے دن قبل زوال ہی کوچ کرجانا، اور
منیٰ مین جاکر نماز پڑھنا افضل ہی، یہان کھٹکا اسکا لگا ہوا کہ فاضل و مفضول کی
بحث الگ رہی، کہین سرے سے نمازِ جمعہ ہی سے محروم نہ رہنا پڑے! دس بجے کے

منیٰ وعرفات مین عام لوگ بیچارے تو یون ہی کھلے میدان مین بسر کرتے ہین، ہم جیسے آرام طلبون کے لئے یہ ممکن نہ تھا، معلّم سے دو خیمون کی بابت بھی معاملت طے ہو گئی، ہر خیمہ اتنا بڑا کہ آٹھ آٹھ آدمیون کی گنجائش اُس مین نکل سکے، اونٹون کا کرایہ، شغدفون کی قیمت، اونٹ پر چڑھنے کے لئے سیڑھی کی قیمت، خیمون کا کرایہ، جو کچھ معلّم صاحب نے بتایا، بغیر کسی سوال و بحث کے، بلا تامل منظور کر لیا گیا، اور ہر شے کا انتخاب بالکل انھین کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا، خیمون کا کرایہ غالبًا دو دو گنی فی خیمہ قرار پایا، ضروری سامانِ سفر مین سب سے پہلا نمبر پانی کی صراحیون کا آتا ہے، فی اونٹ مٹی کی دو دو صراحیان خرید لی گئین، مختصر بسترے، پکانے کا ہلکا اور مختصر سامان، خیمون مین بچھانے کے لئے دریان، پانی کے کنستر، لالٹین، منیٰ مین قربانی و غسل کے بعد پہننے کیلئے ایک ایک جوڑا کپڑا، اور کچھ ناشتہ جس کا سب سے اہم جزو ستو تھے، رکھ لیا گیا، اور رات ہی مین یہ سب سامان درست کر کے رکھ لیا گیا، کہ صبح سویرے دن نکلتے ہی چلنا ہوگا، معلّم صاحب نے حرم شریف کے اندر بیٹھکر، بیت اللہ کے سامنے، یہ وعدہ مکرر، اور موثق لہجے مین فرمایا، کہ بعد نمازِ فجر قبل طلوعِ آفتاب روانگی کے لئے اونٹ دروازہ پر آجائین گے، اور اس وعدہ پر قدرۃً ہم لوگ مطمئن ہو گئے۔

---

۸ ذی الحجہ، یوم جمعہ، آج کا دن یہان کی اصطلاح مین یوم الترویہ کہلاتا ہے، آج ہی وہ مبارک دن ہے، جب سارے حاجی مکہ سے منیٰ و عرفات کے لئے روانہ ہوتے ہین، مسنون اور افضل وقت روانگی کا، بعد نمازِ فجر سورج نکلنے کا وقت ہے، حضورؐ نے مع جماعت صحابہ کرام نمازِ فجر مکہ مین پڑھی تھی، اور آفتاب نکلنے پر روانہ ہو گئے

محمد صلعم شربۃ لا اظماء بعدھا ابداً،	میں جگہ عطا فرمانا، اور محمد صلعم کے حوض سے وہ جام پلانا جس کے بعد میں کبھی پیاسا نہ ہون،

حطیم و میزاب رحمت کا ذکر یہان ضمناً آگیا، لیکن تھا ضروری، بہرحال مولانا کے ارشاد کے ایک جزو کی تعمیل تو ہو گئی یعنی احرام کے لئے ۸ر کی صبح کے طلوع ہونے کا انتظار نہین کیا گیا، بلکہ شب ہی مین باندھ لیا گیا، البتہ اس کے لئے مقام حطیم نصیب نہ ہو سکا، یہ اس وقت احرام کا باندھ لینا صرف ہمارے ہی قافلہ والون کے ساتھ مخصوص نہ تھا، مغرب و عشا کی نمازون کے وقت حرم شریف کے اندر ایک خاصی بڑی تعداد احرام پوشون کی نظر آئی، آج ہی عصر کے بعد اپنے معلم عبدالقادر سکندر کو کل کے سفر کے متعلق تمام ضروری ہدایات دیدین، سولہ آدمیون کے لئے آٹھ اونٹون کے انتظام کو کہدیا گیا، جن لوگون کو مشق و عادت ہے، وہ اونٹ کی ننگی پیٹھ پر، یا محض کجاوہ رکھکر بہ آرام و اطمینان سفر کر سکتے ہین، ہم لوگون کو بھلا اس کی کہان عادت، ایسے لوگون کے لئے بہترین صورت شغدف کی ہے، یہ مثل چھوٹے پلنگ یا بڑے کھٹولے کے ایک چیز ہوتی ہے، جس پر معمولی قد و جسامت کا آدمی لیٹ سکتا ہے، ہر شغدف کے اندر دو دو پلنگڑیان ہوتی ہین، اور دھوپ سے بچاؤ کے لئے یہ پلنگڑیان، چٹائیون کی چھت اور دیوارون سے منڈھی ہوئی ہوتی ہین، اونٹ پر اگر شغدف کو اچھی طرح کس کر باندھ دیا جائے، اور دونون پلنگڑیون پر وزن مساوی رہے، تو خاصی آرام کی سواری ہے، اور اونٹ کے چلنے کے جھٹکے بہت کم لگتے ہین، ۸ر کو منیٰ مین قیام کرنا ہے، ۹ر کے دن مین عرفات مین، شب مین مزدلفہ مین، اور ۱۰، ۱۱، ۱۲ر کو پھر منیٰ مین،

حضرت عایشہؓ سے فرمایا، کہ میرا جی چاہتا ہی، کہ حطیم کو از سر نو خانہ کعبہ کے اندر شامل کر لیا جائے، لیکن قریش خواہ مخواہ بھڑکین گے، کہ ہماری ہر شئے سے مخالفت کیجاتی ہی اس لئے ایسا نہین کرتا، ایک عباسی خلیفہ نے اپنے زمانہ مین چاہا کہ حضورؐ کی اس مرضی مبارک پر عمل کی سعادت حاصل کرے، اور امام مالکؒ سے استفتا کیا، امامؒ نے فتویٰ دیا، کہ "ایسا کرنے سے خانہ کعبہ ملعبۂ ملوک وسلاطین ہو جائیگا، جو بادشاہ اس مین ترمیم کرنا چاہیگا، اسے ایک سند ملجائیگی، اس لئے ایسا کرنا مناسب نہین"، غرض اس وقت سے حطیم برابر اسی حالت مین چلا آرہا ہی، اور حرم مقدس کے اندر مقدس ترین مقامات مین سے ہے، طواف خانہ کعبہ کے ساتھ ساتھ اس کا بھی ہوتا رہتا ہی، اور اس کے اندر نماز پڑھنا، خانہ کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے مساوی رکھا گیا ہی، گویا حکماً یہ بھی خانہ کعبہ ہی ہے، حطیم اہی کا دوسرا نام حجر ہے، ایک روایت یہ بھی سننے مین آئی، کہ حضرت ہاجرہ صدیقہؓ اور ان کے لخت جگر حضرت اسمٰعیل ذبیح اسی زمین کے نیچے مدفون ہین، واللہ اعلم بحقیقۃ الحال، ایک سونے کا پرنالہ جسے میزاب رحمت کہتے ہین، اور جو کعبہ کی شمالی سمت مین چھت کے اوپر نصب ہی، اس کا پانی بھی برسات مین حطیم ہی مین آکر گرتا ہی، میزاب رحمت کے نیچے کھڑے ہو کر دعا مانگنا ایک خاص محل اجابت مین دعا مانگنا ہی، کتابون مین اس موقع کے لئے یہ دعا منقول ہی:-

اللّٰھم انی اسألك ایمانًا لا یزول ویقینًا لا ینفد ومرافقۃ نبیك محمد صلعم اللّٰھم اظلنی تحت ظل عرشك یوم لا ظل الا ظل عرشك واسقنی بکاس	اے اللہ مین تجھ سے طلب کرتا ہون وہ ایمان جو اٹل نہ سکے، اور وہ یقین جو ختم نہ ہو، اور تیرے نبی محمد صلعم کی رفاقت، اے اللہ مجھے اس روز جبکہ کوئی سایہ بجز تیرے سایۂ عرش کے نہ ہوگا، اپنے سایۂ عرش

حاجی دکھائی دیئے، ان سے ملنے جلنے کا سلسلہ بھی جاری رہا، کل منیٰ و عرفات کے مختصر لیکن اہم سفر پر روانگی ہو، اس کی تیاریاں بھی شام سے ہوتی رہین،

حج "قران" کا ذکر اوپر آچکا ہو، جو لوگ قارن تھے، اُن کے احرام تو بندھے ہوئے تھے ہی، انھین کسی جدید احرام کی ضرورت نہین، باقی دوسرے لوگون کو ۸ ذی الحجہ کی صبح کو احرام باندھکر روانہ ہو جانا چاہئے، لیکن اگر اس کے قبل ہی احرام باندھ لیا جائے، تو بہتر ہو، اور فقہائے نے اسے مستحسن لکھا ہو، مولانا شفیع الدین مدظلہ نے بھی یہ خاص طور پر ارشاد فرما دیا تھا، کہ احرام، ۷، اور ۸ کی درمیانی شب ہی مین بعد عشا حرم شریف ہی مین، بلکہ حطیم کے اندر باندھ لینا، حطیم کا ذکر شاید پہلے نہین آیا، حطیم مطاف کے اندر، خانہ کعبہ کے شمالی صحن کا نام ہو، جو ایک قوسی دیوار سے گھرا ہوا ہو، دیوار اچھی خاصی چوڑی اور کچھ کم قد آدم بلند ہے، ذیل کے نقشے سے حطیم بآسانی سمجھ مین آجائیگا،



خلیل اللہ کے بنائے ہوئے کعبہ مین یہ چھوٹی ہوئی زمین بھی کعبہ کے اندر تھی، قریش نے جب اپنے زمانہ مین عمارت کعبہ کی تجدید کرنی چاہی، تو کچھ سامان کم پڑگیا، اس لئے یہ قرار پائی، کہ تعمیر ابراہیمی سے کچھ کم کر دینا چاہئے، چنانچہ اتنا حصہ چھوڑ دیا گیا، اور اس میدان کو دیوار سے گھیر دیا گیا، حطیم کے لفظی معنی ٹکڑے کے ہین، اور چونکہ یہ زمین خانۂ کعبہ ہی کا ایک ٹکڑا ہو، اس لئے اس کا نام بھی حطیم پڑگیا، رسول خدا صلعم نے ایک بار

باب ۲۷

آغاز حج

۷ ذی الحجہ، پنجشنبہ، آج کے دن کی کوئی مخصوص مشغولیت نہ تھی، عمرہ لفضلہ ادا ہی ہو چکا تھا، اب ارکان حج کے آغاز کا انتظار تھا، آج ہی کے دن حرم شریف مین باضابطہ اعلان ہوتا ہی، کہ پرسون ۹ ذی الحجہ کو عرفات مین حاجیون کا اجتماع ہوگا اور آج ہی ظہر کے بعد حرم شریف مین امام خطبہ پڑھتے ہین، جسمین مسائل حج کی تشریح ہوتی ہے، دوپہر کی شدید گرمی مین شوق کے ساتھ اس خطبہ کے سننے کی ہمت کس کو، اور پھر اتنے بڑے مجمع مین خطیب کے قریب خطبہ کے الفاظ سننے کے لئے جگہ ملنی کہان نصیب، اور جگہ گھس پل کر مل بھی جائے، تو خطبہ کی زبان سمجھنے والے ہندوستانیون مین کتنے؟ باایہمہ جہان تک ممکن ہو، خطبہ سننے کی فضیلت کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہئے، رسول ؐ و اصحاب رسول ؐ کے اتباع کا شرف اسی مین ہی، اور پھر اس مجمع مین خدا معلوم کیسے کیسے برگزیدہ بندے اور مقبولان حق شامل ہوتے ہین، ان کی ہمنشینی خود کیا کم ہی، خطبہ تھوڑی دیر مین ختم ہو جاتا ہی، طواف، نماز، و تلاوت کے لئے رات اور دن کا سارا وقت ہی اور حرم شریف کے دروازے ہر وقت کھلے ہوئے، جتنی دیر جس شغل مین چاہے لگا رہے،

ہمارے قافلہ والون مین سے جس کے نصیب مین جو کچھ آنا تھا، آیا، وطن کے متعدد

بھر کی دوڑ دھوپ کے بعد خستگی اور تکان کا پورا احساس اب ہوا، ہم مردون کو توکھلی ہوئی چھت پر جگہ مل گئی، ساتھ کی بیویون بیچاریون کو اندر ہی کے حجرون مین گذر کرنا پڑا، مولانا مناظر احسن ہر جگہ کی طرح یہان بھی سب "شاہ" نکل گئے، قافلہ اور قافلہ والون کو چھوڑ چھاڑ حرم شریف کے صحن مین سونے کے لئے جا پہونچے، اور وہان پہونچکر سوئے تو کیا ہون گے، لیکن اپنے جن حالات کو وہ خود راز رکھنا چاہتے ہین، وہ ان کے نیازمند خادم کی زبان سے کیون فاش ہون!



لیکن یہ سب اللہ ہی کی دین ہی، این سعادت بزور بازو نیست، کا معاملہ ہی۔
علم و فضل، زہد و تقویٰ، فقر و سلوک کی یہ جامعیت، گو حضرت حاجی صاحب کے خلفاء و منتسبین مین عنقا نہ ہو، لیکن جب یہ یاد پڑتا ہی کہ یہ بیسوین صدی عیسوی کا زمانہ ہے دجال و یاجوج کا دور ہی، تو ایسی ہستیون کے وجود پر حیرت ضرور ہوتی ہی، خدا معلوم کتنے حج پاپیادہ کئے، اور فرائض و واجبات الگ رہے معمولی نوافل مستحبات تک چھوٹنے نہ پائے، اس نصف صدی کی مدت مین شاید ہی گنتی کے دو چار حج چھوٹے ہون، ورنہ ہر سال حج کا معمول رہا، مدتون فقر و فاقہ سے یہ نوبت رہی، کہ محض سوکھی روٹی پانی مین بھگو بھگو کر نوش فرماتے رہے،

بہر حال یہ موقع ان کے مناقب و فضائل کی تفصیل کا نہین، صرف تعارف کی غرض سے اتنا تذکرہ آگیا، مولوی سلیم صاحب کے ہان سے واپسی مین نماز عشا حرم مین پڑھکر ایک رہنما کی رفاقت مین جناب مولانا کے ہان حاضری ہوئی، قیام باب الصفا مین رہتا ہی حرم شریف سے گنتی کے چند قدم کا فاصلہ، حسن اخلاق و وسعت مدارت کا کیا پوچھنا، بزرگانہ کرم و نوازش کا مجسم نمونہ، اخفار حال و کمال کا اس درجہ اہتمام، کہ ملنے والے کو ان کے مرتبہ کا شبہہ بھی نہ ہونے پائے، تمامتر خشک فقہی مسائل پر ٹالنے کی انتہائی کوشش، ہندوستان کے بعض انھین کے ہم مرتبہ بزرگون کے سلام و پیام خدمت والا مین پہونچائے گئے، اور اپنے حق مین دعائے خیر کرائی گئی، اٹھنے کو جی تو نہ چاہتا تھا، موصوف ہی کی زحمت کا خیال کرکے اجازت چاہی، اور قیامگاہ (رباط حیدرآباد) پر واپس آیا، جامۂ احرام اتارنے کا موقع ابھی تک کہان ملا تھا، گھر پہونچکر وہ ملبوس اتارا، اور عام لباس پہنا، دل

بہت مختصر ہے، اس مین بھی اگر بہت سی نمازین بعدِ مسافت کے عذر پر حرم مین ملنے سے رہ گئین، تو بڑی ہی محرومی اور شدید حرمان نصیبی ہو گی، اس لئے مولوی سلیم صاحب سے اُن کے ہان اٹھ آنے کا پختہ وعدہ نہ کر سکا، اور اُن کے دلی شکریہ پر ملاقات ختم کر کے واپس چلا آیا،

حرم پاک کی پاک سرزمین مقدس بزرگون کے وجود سے اب بھی خالی نہین، اللہ والے اگر اللہ کے شہر مین نہ ہون گے، تو اور کہان ہون گے، بلد الامین کے گوشون مین اللہ کے پیارے، خدا معلوم کتنے آج بھی موجود ہین، ان مین سے کم از کم ایک بزرگ کی زیارت تو اپنے نصیب مین بھی آئی، اور مزید مسرت اس کی، کہ وہ بزرگ اپنے ہی دیس ہندستان بلکہ اپنے ہی صوبہ، یوپی، کے نکلے، مولانا محمد شفیع الدین صاحب نگینہ ضلع بجنور کے رہنے والے، آج سے اڑتالیس سال قبل مکۂ معظمہ حاضر ہوئے تھے، اور اللہ کے گھر کی محبت ایسی غالب آئی، کہ اپنے گھر کو بھول گئے، نصف صدی کا زمانہ دیکھئے، اور ایک مرتبہ بھی اس درمیان مین وطن کا رخ نہین فرمایا! ساری عمر تجرد مین گذار دی، نہ بیوی نہ بچے، شیخ المشایخ حضرت حاجی شاہ امداد اللہ صاحب مہاجرؒ کی کے ہاتھ پر بیعت کی، اور اس وقت انکے اجل خلفاء مین ہین، ایک معتبر و ثقہ راوی سے سننے مین آیا، کہ اس ساری طویل مدت مین شاید ایک نماز فرض بھی ایسی نہین گذری جو حرم شریف کے اندر نہ ادا کی ہو، اور محض اتنا ہی نہین، بلکہ جماعت کے اہتمام و التزام مین بھی فرق نہین آنے پایا! اور پھر اس سے بھی بڑھکر کمال یہ نصیب مین آیا، کہ نجدیون کے تسلط کے قبل تک، جماعت مین بھی صف اول چھوٹنے نہ پائی! ــــــ ان خوش نصیبون پر کس کو رشک نہ آئیگا!

برف ڈال ڈال کر پئے گئے، اور اُسی وقت بجلی کی روشنی مین ایک حجام کی آراستہ وشاندار دوکان مین سر منڈلئے گئے، اور بال کترائے گئے! مغرب کے وقت کو ابھی آدھ گھنٹہ پون گھنٹہ ہوا تھا، عشا کے وقت مین ابھی خاصی دیر تھی، رباط حیدر آباد مین جگہ کی تنگی اور اہل قافلہ کے لحاظ سے چپقلش کا اندازہ ہو چکا تھا، خیال یہ ہوا کہ رات کو سب کی گزر کیونکر ہو گی، خصوصاً عورتین جو اس موسم مین صحن مین لیٹنے کی عادی ہین، ان بیچاریون سے اندر کے درجون مین کیونکر بسر ہو سکے گی! طبیعت بے اختیار یہ چاہ رہی تھی، کہ اب فوراً لیٹ کر سو یا جائے، لیکن اول تو ابھی نماز عشا باقی تھی، اور پھر خانہ داری کی یہ فکرین، ہمت کر کے اسی وقت ایک راہبر کو ساتھ لیکر مدرسۂ صولتیہ والے مولوی محمد سلیم صاحب کے مکان پر پہونچا، مولوی صاحب موصوف کے اخلاص و اخلاق کا اندازہ اُن کے عنایت نامون سے ہو چکا تھا، ملاقات ہونے پر وہ اسی لطف و محبت، مدارات و اخلاق سے پیش آئے، یہ معلوم ہی نہین ہوتا تھا کہ آج پہلی ملاقات ہے، یہ معلوم ہوتا تھا، کہ برسون کی پرانی ملاقات ہے، رات کے اندھیرے مین مکان سے اپنے ہمراہ مدرسے لائے گئے، مدرسہ کی جدید عمارت کو کھلوا کر اوپر سے نیچے تک سب منزلین ایک ایک کمرہ کھول کر دکھلائین اور یہ اصرار فرماتے رہے کہ "یہین اُٹھ آؤ" مدرسہ کی عمارت کا کیا کہنا، ماشاء اللہ بہت وسیع ہے، اگر یہان اٹھ آتا، تو بڑی فراغت کی جگہ مل جاتی، اور مکان کی وسعت سے کہین بڑھکر متولی مکان کی وسعت اخلاق اور مسافر نوازی ہم لوگون کے آرام و آسائش پہونچانے مین کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتی، لیکن حرم شریف سے مکان مدرسہ کا فاصلہ اچھا خاصہ نظر آیا، اور خیال یہ گذرا کہ مکہ معظمہ مین مدت قیام یون ہی

متوجہ ہونا، بڑی قیمتی اور قابلِ قدر گھڑیون کو برباد کر دیتا ہے، اتنے ہجوم عظیم مین اور عین بازار کی چہل پہل کے درمیان حضورِ قلب قایم رکھنا واقعۃً بہت دشوار، لیکن بہر حال اپنی طرف سے تو کوشش اسی کی رکھنی چاہئے، اور اجر کا دار و مدار کوشش ہی پر ہے، ساتوان پھیرا مروہ پر تمام ہوگا، اس کے بعد چاہئے، کہ حرم شریف مین جا کر مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھے، جس طرح طواف کے ختم ہونے پر پڑھی جاتی ہی، اور بس عمرہ کرنے والے کا عمرہ اسی پر ختم ہوجاتا ہی، جس نے حج تمتع کی نیت کی تھی اُسے چاہئے کہ حرم شریف سے باہر آکر اپنا سر منڈالے، یا کم از کم بال کتوادے اور احرام اُتار کر حج کا منتظر رہے، حجِ قران کی نیت کرنے والا بدستور احرام پہنے رہے، اور بال ہرگز نہ منڈائے نہ کترائے،

ابھی سعی کر ہی رہے تھے کہ مغرب کا وقت آگیا، اور حرم مین جماعت کھڑی ہوگئی ہم لوگ بھی سعی کو ناتمام چھوڑ کر لپک کر جماعت مین شریک ہوئے، حرم کے اندر تو کیا جگہ ملتی، باہر سیڑھیون کے نیچے، سڑک کے اوپر جگہ ملی، اور جون تون کر کے نماز ختم کی، اس کے بعد سعی کے بقیہ شوط پورے کئے، لیجئے جن رفیقون کا میری طرح حج تمتع تھا، اُن سب کا عمرہ ختم ہوگیا، اس وقت کی خوشی کا کیا پوچھنا، عمرہ سے فراغت کیا ہوئی، یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی خزانہ مل گیا ہی، ہنستے ہوئے چہرون کے ساتھ ایک دوسرے کو مبارکباد دیجانے لگی، طویل سفر سے چلے آرہے تھے اور آتے ہی طواف و سعی مین مشغول ہوگئے تھے، خوب تھکے ہوئے تھے، لیکن دل کے انبساط نے جسم کے تکان کو بڑی حد تک رفع کر دیا، پیاس کی شدت مین شربت کے گلاس خوب

ناواقف عمل کرتے رہتے ہین، اس وادی کا طول کتابون مین کچھ گز (سوادو سو فٹ) لکھا ہوا ہی، وادی کے دونون سرون پر سبز رنگ کے اونچے پتھر بطور ستون نصب کر دیئے ہین، ان کو میلین اخضرین کہتے ہین، انھین دیکھ کر ہر عامی حاجی بھی بغیر معلم کی وساطت کے سمجھ سکتا ہی کہ بس اتنی دور ذرا دوڑ کر چلنا ہی، اس کے بعد پھر اپنی وہی معمولی چال اختیار کر لے، اصل سعی (دوڑنے کی جگہ) اسی وادی کا نام ہے، میلین کے درمیان معلمین جو دعائین پڑھاتے ہین، وہ تو خاصی لمبی چوڑی ہین لیکن اگر اس قدر بھی پڑھ لے تو کافی ہی، رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم انک انت الاعز الاکرم، صفا اور مروہ دونون پر چڑھتے وقت آیہ کریمہ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما ومن تطوع خیراً فان اللہ شاکر علیم، پڑھتا رہے،

سعی، مذہب شافعی مین فرض ہی، اور رکن حج ہی، بغیر سعی کے ان کے ہان حج ہی نہ ہوگا، فقہ حنفی مین فرض نہین، لیکن واجب، اور ایک نہایت موکد سنت ان کے ہان بھی ہی، سعی کے سات پھیرے ہین، لیکن اگر کوئی شخص صرف چار ہی پھیرے کرے، تو بھی سعی ہو جاتی ہی، گو یہ بہتر نہین سمجھا گیا ہی، اور چار سے بھی کم پھیرے کرنا، گویا سعی سرے ہی سے نہ کرنا ہی، باوضو رہنا لازمی نہین لیکن بہت مستحسن و مستحب ہی، سعی کے سارے وقت مین حضور قلب کے ساتھ دعا و مناجات مین لگے رہنا چاہیئے، بلا ضرورت دنیوی باتین کرنا مکروہ ہی، کھانا پینا، خرید و فروخت کرنے لگنا، اگرچہ جائز رکھا گیا ہی لیکن بلا ضرورت ان مین سے کسی چیز کی طرف

فقہ حنفی کی کتابون مین سعی کا طریقہ یہ لکھا ہوا ہی، کہ حرم شریف سے نکلتے وقت ذکر کرتے ہوئے، اور درود پڑھتے ہوئے نکلے، کوہ صفا پر چڑھنے لگے تو دل مین سعی کی نیت کرے، اور بہتر یہ ہی کہ زبان سے بھی یہ الفاظ کہے، اللھم انی ارید السعی بین الصفاء المروۃ سبعۃ اشواط لوجھک الکریم فیسرہ لی وتقبلہ منی، ایک زینہ پر چڑھنے سے کعبہ نظر آنے لگتا ہی اس لئے زیادہ زینے چڑھنے کی ضرورت نہین، جب خانہ کعبہ نظر آنے لگے، تو اسی طرف منھ کرکے تکبیر اور تہلیل کرے، اور رسول اللہ صلعم پر درود پڑھکر جو دعائین مانگنا چاہے، مانگے، کہ یہ خاص محل اجابت ہے، یہان قیام اتنی دیر رکھے، جتنی دیر مین دو تین رکوع بہ اطمینان پڑھے جا سکتے ہون، یہان کے لئے دعاؤن کے جو الفاظ منقول و ماثور ہین، وہ متعدد ہین، اور اکثر ان مین سے طویل ہین، ایک مختصر دعا اس موقع کے لئے حسب ذیل بھی نقل ہوئی ہی، اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو علی کل شئ قدیر لا الہ الا اللہ وحدہ انجز وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ اس کے بعد صفا سے یہ دعا پڑھتا ہوا اترے، اللھم استعملنی بسنۃ نبیک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتوفنی علیٰ ملتہ واعذنی من مضلات الفتن برحمتک یا ارحم الراحمین، اس کے بعد اپنی معمولی رفتار سے چلنا شروع کرے، ڈیڑھ دو سو قدم چلنے پر وہ وادی شروع ہو جائیگی جہان ہاجرہ صدیقہ علیہا السلام دوڑ کر چلی تھین، یہان چاہئے کہ اپنی رفتار بھی تیز کرلے، اور ہلکی دوڑ شروع کر دے، سرپٹ بھاگنے کی ضرورت نہین، جیسا کہ اکثر

ہجوم قدرۃً اپنے پورے منتہیٰ پر تھا، آگے، پیچھے، دائین بائین ہر طرف خلقت ہی خلقت، انسانون کے ہجوم کے علاوہ کہین کہین اونٹون کی بھی مسلسل قطار سے سابقہ پڑجاتا تھا جسکا تانتا پانچ پانچ دس دس منٹ تک ٹوٹنے مین نہین آتا تھا مجبوراً اونٹون کے نیچے سے نکل نکل کر گذرنا ہوتا تھا، اونٹون سے زیادہ تکلیف دہ سرکاری اور سلطانی موٹرین تھین، جو عین حرم شریف کے متصل، زور زور سے اپنے بگل اور ہارن بجاتی ہوئی، چیختی چلاتی ہوئی، اس ہجوم کو چیر کر تیزی سے گذر جانا چاہتی تھین، اور اونٹون اور موٹرون دونون سے زیادہ تکلیف دہ بعض نجدی و بدوی قبائل تھے، جو کئی کئی مرد و عورت ایک ایک قطار قایم کئے، ایک دوسرے کے ہاتھ مضبوطی سے پکڑے ہوئے، بلا وجہ دوڑتے اور جھپٹتے ہوئے مجمع مین گھستے تھے، اور جب انکا ریلا آنے لگتا تو بس یہی معلوم ہوتا تھا، کہ کمزور جثہ والے اکا دکا حاجیون کو یہ دل کچل کر بلکہ ان کی ہڈیون تک کو سرمہ کر کے رکھدیگا، ــــــ سعودی پولیس، اور محکمہ امر بالمعروف کے پیادے، جنکی زبانین مدینہ منورہ مین روضۂ نبویؐ کے متصل، بات بات پر چلتین، اور جن کے بید وہان بار بار اٹھتے رہتے تھے، یہان اُن مین سے کسی کا وجود نہین! یہان راستہ کے انتظام کے لئے، مجمع مین نظم و امن قایم رکھنے کے لئے، زخمیون کو اٹھانے کے لئے، کمزورون اور ناتوانون کو زبردستون اور ظالمون کی زیادتیون سے بچانے کے لئے، حکومت کا کوئی پیادہ موجود نہین! محض اس مقام کی عظمت و بزرگی، جلالت قدر و کرامت عالی ہی، کہ گرنے اور چوٹ کھانے کے حادثات بالکل نادر الوقوع ہین، ورنہ اسباب ظاہری و قرائن کے لحاظ سے تو جو کچھ بھی ہو جائے تھوڑا ہی،

سب سے زیادہ آباد و بارونق، اور چہل پہل والے حصہ مین واقع ہر! اچھی چوڑی پختہ سڑک، دور تک اوپر سے سائبان پڑا ہوا، کچھ دور تک ایک طرف حرم کے دروازے اور دونون طرف تقریباً سارے راستہ بھر ہر قسم کی آراستہ و پر رونق دوکانین خوشنما شربتون کے گلاس اور ٹھنڈے پانی کی صراحیان بکنے کے لئے ہر چند قدم پر موجود چلتے وقت یعنی سعی کرتے وقت یہ معلوم ہی نہین ہوتا، کہ کوئی عبادت کر رہے ہین، بس یہ معلوم ہوتا ہی، کہ گویا دہلی کے چاندنی چوک یا لکھنؤ کے امین آباد مین ٹہل رہے ہین!

عصر کا وقت قریب ختم تھا جب ہم لوگ حرم شریف سے نکل کر صفا پر پہونچے، اور معلم کی رہنمائی مین سعی شروع کی، سعی کے سات شوط ہوتے ہین، یعنی صفا و مروہ کی درمیانی مسافت کو سات مرتبہ طے کرنا ہوتا ہی، گویا تقریباً دو میل چلنا ہوتا ہی، جو بہت سے لوگون کے لئے ایک اچھی خاصی اور تھکا دینے والی مسافت ہی خصوصاً گرمی کے موسم مین اور ہجوم کی کشمکش کے درمیان، لیکن شریعت نے مسلسل سعی ضروری نہین رکھی ہی، تھک جانے والے کو درمیان مین ستا لینے اور بیٹھ جانے کا پورا اختیار دیا ہی، جو لوگ کچھ دور بھی پیدل چلنے مین دشواری محسوس کرتے ہون، وہ سواری کے اوپر سعی کر سکتے ہین، اور اس غرض کے لئے سب سے بہتر چیز یہان کی شبری ہی، جو ایک طرح کا پلنگ ہوتا ہی، جس پر ضعیف و مریض آسانی سے لیٹ سکتے ہین، اور اس کو اپنے کاندھون پر اٹھانے والے حمّال (مزدور) بہ کثرت ہر وقت ملتے رہتے ہین، شام کا وقت دوکانداری کے شباب کا وقت تھا، اور پھر حاجیون کی بھی بڑی تعداد، دن کی گرمی سے بچنے کے لئے اسی وقت سعی کو نکلی تھی، اس لئے

باب ۲۶

عمرہ

"صفا" و "مروہ" کا نام جب ہندوستان مین سنتے تھے، یا کتابون مین پڑھتے تھے تو خیال ہوتا تھا، کہ شہر سے دور آبادی سے الگ، کسی ویرانہ مین یہ خشک پہاڑیان ہونگی، کافی مسافت طے کرکے یہان پہونچنا ہوتا ہوگا، اور ان کے درمیان "سعی" کرنا بجائے خود ایک مستقل سفر ہوتا ہوگا، یہ تخیل مکہ پہونچنے تک قایم رہا، آج سعی کے وقت سالہاسال کی یہ غلط فہمی دور ہوئی، اور مشاہدہ کے بعد معلوم ہوا کہ یہ سارا تخیل بالکل بے بنیاد تھا، صفا و مروہ کسی زمانہ مین پہاڑیان تھین، مگر اب تو ان پہاڑیون کے نشان محض کچھ اونچے چبوترے سے، اور ان کے چند زینے باقی رہ گئے ہین، آس پاس کے بلند مکانات ان "پہاڑیون" سے کہین زیادہ بلند ہین، پھر یہ پہاڑیان آبادی سے دور کسی ویرانہ مین نہین، بلکہ عین وسطِ شہر مین، ناف آبادی کے اندر، اور حرم شریف سے فاصلہ کچھ بھی نہین، گویا بالکل متصل، ایک دروازہ سے نکلئے، تو صفا بالکل سامنے دوسرے دروازہ سے نکلئے، تو چند قدم چل کر مروہ، دونون کے درمیان کا فاصلہ کچھ کم دو فرلانگ "سعی" نام ہے اسی درمیانی مسافت کے طے کرنے کا، اور اس راستہ کو مسعیٰ (جائے سعی) کہتے ہین، یہ مسعیٰ کسی ویران و سنسان مقام مین ہونا الگ رہا، شہر کے

حرم شریف سے باہر نکلے، اور ان مقامات کے درمیان سات پھیرے کرے، اس طرح کہ پہلا پھیرا صفا سے شروع ہو اور ساتوان پھیرا مروہ پر ختم ہو، صفا و مروہ کسی زمانہ مین اونچی پہاڑیان تھین، مائی ہاجرہؑ پانی کی تلاش مین مضطر و بیقرار ہو کر انھین پہاڑیون پر چڑھ چڑھ کر دیکھتی تھین، کہ شاید دور سے کوئی قافلہ نظر پڑ جائے، اور اُس سے پانی حاصل ہو جائے اب تو پہاڑیان باقی نہین رہین معمولی بلندی کے چبوترے سے کچھ باقی رہ گئے ہین، حضرت ہاجرہؑ سات ہی پھیرے کرنے پائی تھین، کہ شیرخوار نور نظر کی ایڑیون کے نیچے سے پانی کا چشمہ ابلنے لگا تھا، اور اُس صدیقہ کی سعی ختم ہو گئی تھی، بس اسی سعی کی یادگار آج تک قایم چلی آرہی ہے ــــــ اللہ والون اور اللہ والیون کا مرتبہ ذرا دیکھنا! طالب خود اس راہ مین مطلوب بنجاتے ہین! اپنے چاہنے والون کی ادائین کس کس طرح محفوظ رکھی جاتی ہین، ہاجرہ صدیقہ نے زندگی مین ایک بار سات پھیرے کئے تھے اس کی یادگار مین، اس ساڑھے تیرہ سو برس کی مدت مین، کتنے لاکھ، کتنے کرور کتنے ارب، گنے اسی راہ پر اپنے دربار کی حاضری دینے والون سے پھیرے کرائے جاچکے ہین، اور دنیا کا کوئی ریاضی دان حساب لگا سکتا ہے کہ قیامت تک ان پھیرون اور پھیرے کرنے والون کی تعداد کہان تک پہونچیگی! سالہا سال نہین، صدیان گزر چکی ہین، اور ہاجرہؑ کے نقش قدم پر چلنے والون کا تانتا ہے کہ کسی کے توڑے نہین ٹوٹتا ہے!

کوئی اسے پیاس بجھانے کے لئے پئے، تو اللہ اس کی پیاس بجھا دیگا، متعدد اکابر امام شافعیؒ، عبد اللہ بن مبارکؒ، حافظ ابن حجرؒ وغیرہم اپنا تجربہ بھی لکھتے ہین کہ ہم نے جس غرض کے لئے اسے پیا، وہ مقصد پورا ہو کر رہا، خود حضورؐ کو بھی یہ پانی، نہایت مرغوب و محبوب تھا، بہتر یہ ہے کہ اسے جب پیا جائے، تو تین سانسون مین سیر ہو کر پیا جائے، اور پیتے وقت یہ الفاظ ماثورہ بطور دعا پڑھ لئے جائین :-

اللھم اسئلک علما نافعا ورزقا واسعا وشفاء من کل داء،	اے اللہ مین تجھ سے طلب کرتا ہون کام آنیوالا علم، اور فراخی کے ساتھ روزی اور ہر بیماری سے شفا،

ایک مستقل کرامت اس کی یہ ہے، کہ لوگ اسے اپنے ہمراہ ٹین کے ڈبون یا ڈبون مین بھر بھر کر لے آتے ہین، اور لا کر برسون رکھتے ہین، پھر بھی نہ یہ پانی سڑتا ہے نہ اسمین کیڑے پڑتے ہین، یہ فضائل سب بجا و مسلم، لیکن مزے مین مدینہ کے پانی سے کوئی مناسبت نہین رکھتا، بدمزہ یہ بھی نہین، لیکن ایک طرح کی نمکینی ہے، اور مزے مین دودھ کی سی چکناہٹ محسوس ہوتی ہے، پھر تھوڑا سا پینے مین طبیعت سیر و آسودہ ہوجاتی ہے، مدینہ منورہ کے پانی کی سی نہ ٹھنڈک نہ شیرینی، نہ لطافت، کہ جتنا چاہیئے، بغیر گرانی محسوس کئے ہوئے پیتے چلے جایئے!

عصر کا وقت آخر ہو رہا تھا، جب ہم طواف و متعلقات طواف سے فارغ ہو کر "سعی" کے لئے باہر نکلے، سعی کے لفظی معنی، تیز چلنے یا دوڑنے کے ہین، اصطلاح مین سعی نام ہے، صفا و مروہ کے درمیان سات پھیرے کرنے کا، سعی کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے خانہ کعبہ مین حجر اسود کو بوسہ دے، اس کے بعد باب بنی مخزوم سے یا اور کسی دروازہ سے،

حرم شریف سے باہر نکلے، اور ان مقامات کے درمیان سات پھیرے کرے، اس طرح کہ پہلا پھیرا صفا سے شروع ہو، اور ساتوان پھیرا مروہ پر ختم ہو، صفا و مروہ کسی زمانہ مین اونچی پہاڑیان تھین، مائی ہاجرہ پانی کی تلاش مین مضطر و بیقرار ہو کر انھین پہاڑیون پر چڑھ چڑھ کر دیکھتی تھین، کہ شاید دور سے کوئی قافلہ نظر پڑ جائے، اور اس سے پانی حاصل ہو جائے اب تو پہاڑیان باقی نہین رہین معمولی بلندی کے چبوترے سے کچھ باقی رہ گئے ہین حضرت ہاجرہ سات ہی پھیرے کرنے پائی تھین، کہ شیر خوار نور نظر کی ایڑیون کے نیچے سے پانی کا چشمہ ابلنے لگا تھا، اور اس صدیقہ کی سعی ختم ہو گئی تھی، بس اسی سعی کی یادگار آج تک قایم چلی آرہی ہے —— اللہ والون اور اللہ والیون کا مرتبہ ذرا دیکھنا! طالب خود اس راہ مین مطلوب بنجاتے ہین! اپنے چاہنے والون کی ادا ئین کس کس طرح محفوظ رکھی جاتی ہین! ہاجرہ صدیقہ نے زندگی مین ایک بار سات پھیرے کیے تھے اس کی یادگار مین، اس ساڑھے تیرہ سو برس کی مدت مین، کتنے لاکھ، کتنے کرور، کتنے ارب، گنے اسی راہ پر اپنے دربار کی حاضری دینے والون سے پھیرے کرائے جاچکے ہین، اور دنیا کا کوئی ریاضی دان حساب لگا سکتا ہے کہ قیامت تک ان پھیرون اور پھیرے کرنے والون کی تعداد کہان تک پہونچیگی! سالہا سال نہین صدیان گزر چکی ہین، اور ہاجرہ کے نقش قدم پر چلنے والون کا تانتا ہے کہ کسی کے توڑے نہین ٹوٹتا ہے!

۵

کوئی اسے پیاس بجھانے کے لئے پیئے، تو اللہ اُس کی پیاس بجھا دیگا، متعدد اکابر امام شافعیؒ، عبد اللہ بن مبارکؒ، حافظ ابن حجرؒ وغیرہم اپنا تجربہ بھی لکھتے ہیں کہ ہم نے جس غرض کے لئے اسے پیا، وہ مقصد پورا ہو کر رہا، خود حضورؐ کو بھی یہ پانی، نہایت مرغوب و محبوب تھا، بہتر یہ ہے کہ اسے جب پیا جائے، تو تین سانسوں میں سیر ہو کر پیا جائے، اور پیتے وقت یہ الفاظ ماثورہ بطور دعا پڑھ لئے جائیں:۔

اللھم اسئلک علماً نافعاً ورزقاً واسعاً وشفاءً من کل داءٍ،	اے اللہ میں تجھ سے طلب کرتا ہوں کام آنیوالا علم، اور فراخی کے ساتھ روزی اور ہر بیماری سے شفا،

ایک مستقل کرامت اس کی یہ ہے، کہ لوگ اسے اپنے ہمراہ ٹین کے ڈبوں یا ڈبوں میں بھر بھر کر لے آتے ہیں، اور لا کر برسوں رکھتے ہیں، پھر بھی نہ یہ پانی سڑتا ہے، نہ اسمیں کیڑے پڑتے ہیں، یہ فضائل سب بجا و مسلم، لیکن مزے میں مدینہ کے پانی سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا، بدمزہ یہ بھی نہیں، لیکن ایک طرح کی نمکینی ہے، اور مزے میں دودھ کی سی چکناہٹ محسوس ہوتی ہے، پھر تھوڑا سا پینے میں طبیعت سیر و آسودہ ہو جاتی ہے، مدینہ منورہ کے پانی کی سی نہ ٹھنڈک، نہ شیرینی، نہ لطافت، کہ جتنا چاہیے، بغیر گرانی محسوس کئے ہوئے پیتے چلے جائیے!

عصر کا وقت آخر ہو رہا تھا، جب ہم طواف و متعلقات طواف سے فارغ ہو کر "سعی" کے لئے باہر نکلے، سعی کے لفظی معنی، تیز چلنے یا دوڑنے کے ہیں، اصطلاح میں سعی نام ہے صفا و مروہ کے درمیان سات پھیرے کرنے کا، سعی کا طریقہ یہ ہے، کہ پہلے خانہ کعبہ میں حجر اسود کو بوسہ دے، اس کے بعد باب بنی مخزوم سے یا اور کسی دروازہ سے

تو اوپر کے درجہ سے بھی پانی کا ڈول نکال سکتا ہی، دیوارین زیادہ تر سنگ اسود کی ہین، اوپر کے درجہ مین خانہ کعبہ کے رخ پر ایک چوبی برآمدہ ہی، چھت خاصی اونچی ہے، کوئی قد آدم، پانی کی سطح سے ذرا نیچے ایک مضبوط جالی لگادی گئی ہو تاکہ حاجیون کے ہجوم و کشمکش مین اگر اتفاق سے کسی کی کوئی چیز کنوین مین گر پڑے، تو فوراً نکالی جاسکے، تہ تک نہ پہونچنے پائے، نالیان متعدد بنی ہوئی ہین، تاکہ گرا ہوا پانی برابر باہر نکلتا رہے، دروازہ مشرق کی جانب ہی، رات مین بند ہوجاتا ہی دن مین برابر کھلا رہتا ہی، ہر شخص کو آزادی ہے کہ اپنے ہاتھ سے پانی نکالے، لیکن موسم حج کے ہجوم و چپقلش مین ہر ایک یہ نصیبہ کہان سے لاسکتا ہی؟ چرخیون تک پہونچنا اور ڈول اپنے ہاتھ سے کھینچنا الگ رہا، کمرہ کے اندر گھسنے کی بھی ہمت ہر ایک کی نہین پڑتی،

آب زمزم کی فضیلتین احادیث صحیحہ مین بکثرت وارد ہوئی ہین، ایک حدیث مین آتا ہی ماء زمزم لما شرب لہ، زمزم کا پانی جس نیت سے پیا جائے، وہ مقصد پورا ہوگا، ایک اور حدیث مین آتا ہی، کہ زمزم کا پانی، غذا ہی پیٹ بھرنے والی اور شفا ہی بیمار کیلئے، ایک اور روایت مین حضورؐ کی زبان سے منقول ہی کہ دنیا مین بہتر پانی، زمزم کا پانی ہی، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہین کہ ہم لوگ زمزم کو شباعہ یعنی سیراب کردینے والا، پیٹ بھر دینے والا کہتے ہین، اور ابن عباسؓ ہی سے ایک دوسری روایت مین آتا ہی، کہ اگر اس کو بیمار شفا کی غرض سے پئے تو اسے اللہ شفا دیگا، اگر کوئی پیٹ بھرنے کے لئے پئے، تو اللہ اسکا پیٹ بھر دیگا، اور اگر

اگر بچپن مین مادی سیرابی کے سامان کا ظہور اُس کے قدمون کے برکت سے ہو گیا ہو، تو کوئی عقل و قیاس اسے اپنے اوپر بار کیون محسوس کرے؟ ——

بہرحال حضرت ہاجرہؑ نے جو یہ ماجرا دیکھا تو باغ باغ ہو گئین، اور مٹی سے گھیر کر پانی کے لئے ایک کنوین کی سی شکل قائم کر دی، اسی حالت مین زبان سے نکلا تھا "زم زم" جس کے معنی ہین، ٹھہر ٹھہر، بس اسی وقت سے اس کا نام زمزم پڑ گیا، مکہ کی آبادی، اسی وقت سے قایم ہوئی، اس وقت تک شہر کے بجائے چٹیل میدان پڑا ہوا تھا، کچھ دنون کے بعد کنوان پٹ گیا، اور رفتہ رفتہ اہل مکہ اسے بھول بھی گئے، جب سرور عالمؐ کی ولادت باسعادت کا زمانہ قریب آیا، تو عبدالمطلب کو خواب مین اس کنوین کا پتہ بتایا گیا، اُس وقت سے زمزم از سر نو دنیا کو سیراب کرنے لگا،

موجودہ حالت مین چاہ زمزم معمولی کھلے ہوئے، کنون کی طرح نہین، بلکہ باہر سے ایک کمرہ سا معلوم ہوتا ہی، دیوار کعبہ سے ۳۲، ۳۳ گز کا فاصلہ ہوگا، کمرہ کی عمارت دو منزلہ ہی، نیچے والے کمرہ کے دو حصے ہین، ایک حصہ مین کنوان ہی، دوسرے مین آبدار خانہ، کنوان اندر اور باہر دونون طرف سے سنگ مرمر کا بنا ہوا ہی، پانی کی سطح کچھ کم ستر گز کی گہرائی کے بعد ہے، کنوین کا منہ اچھا خاصا بڑا ہے، جیسا ہمارے ہان اندارے کنوون کا ہوتا ہی، منہ کا چوڑان کوئی چار گز کا ہوگا، اور پھر بارہ گز سے اوپر، چار گھرنیان (چرخیان) لگی ہوئی ہین، چارون طرف سے پانی کھینچا جا سکتا ہی، کمرہ کی چھت مین بھی پانی بھرنے کی جگہ رکھی گئی ہے، کوئی چاہے

کہ اللہ کی عبادت کرنے مین بندون کے حقوق کی ادائی مین غفلت نہ ہونے پائے اور حتی الامکان کسی دوسرے مسلمان کو کسی نوع اور درجہ کی ایذا نہ پہونچنے پائے حج کا سفر، قلب کی شکستگی، عبدیت، و انابت کا ایک مدرسہ ہی، اپنی کسی سہولت اور آسائش کے لئے یا کسی سنت کے ادا کرنے مین، دوسرون کی راحت و آسائش کی طرف سے بے پروائی کی کوئی گنجائش اس پاک سفر مین نہین،

خیر یہان سے چند منٹ مین فارغ ہو گئے، اور اب چاہ زمزم کی طرف بڑھے، اب زمزم اور چاہ زمزم کا نام ہر مسلمان کے کان مین پڑا ہوا ہی، زمزم اب ایک کنوین کی شکل مین ہی، لیکن اصل مین چشمہ کا نام ہی، صحیح و مستند روایات مین اسکا جو کچھ تذکرہ آتا ہی، اس کا خلاصہ یہ ہی، کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام شام سے آکر اپنی بیوی حضرت ہاجرہ اور شیرخوار صاحبزادہ حضرت اسمٰعیلؑ کو جب مکہ مین چھوڑ کر واپس جانے لگے، تو ایک مشک پانی اور کچھ کھجورین اُن کے پاس رکھ گئے تھے، ایک مشک کب تک کام دیتی، پانی ختم ہوا، اور مان اور بچہ پر پیاس کا غلبہ، قریب مین صفا و مروہ، دو پہاڑیان تھین، مائی ہاجرہ مامتا سے بے قرار ہو کر ان پہاڑیون کی طرف پانی کی تلاش مین باربار دوڑتی تھین، ادھر شیرخوار پیرزادہ نے جو تڑپ تڑپ کر پیر زمین پر پٹخے، تو ایڑیون کے نیچے زمین سے پانی کا ایک چشمہ جاری ہو گیا، حضرت ہاجرہؓ جب سات پھیرون کے بعد مایوس واپس آئین تو دیکھا، صاحبزادہ کے قدمون کے نیچے ایک چشمہ جاری ہی! ——— آگے چل کر اور جوان ہو کر جس کے قدمون کے نیچے سارے عالم کی روحانی پیاس کی تسکین کے لئے فیض و ہدایت کا چشمہ جاری ہونیوالا ہو

حاجتوں کے لئے اور جو دعائیں مانگنا چاہے مانگے،

بہت سے لوگ اس غلطی میں مبتلا ہیں، کہ بعد طواف، یہ دوگانہ، خاص اسی جگہ یعنی مقام ابراہیم ہی پر ادا کرنا چاہئے، یہ صحیح نہیں، امام محمدؒ کے الفاظ بالکل صاف و واضح ہیں:۔

ثم ایت المقام فصل عندہ رکعتین او حیثما تیسر علیک من المسجد

مقام ابراہیم پر آکر دو رکعتین پڑھو، یا مسجد میں جہاں کہیں آسانی سے جگہ مل جائے،

سرخسیؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

و مرادہ ان الزحام یکثر عند المقام فلا ینبغی ان یحتمل المشقة لذلک و لکن المسجد کلہ موضع للصلوٰة فیصلی حیث تیسر علیہ،

(مبسوط، جلد ۴، ص ۱۲، مصری)

مطلب یہ ہے کہ مقام ابراہیم پر سخت ہجوم رہا کرتا ہے، ایسی صورت میں یہ درست نہیں کہ خواہ مخواہ اس کے لئے مشقت اٹھائی جائے، بلکہ نماز کی جگہ ساری مسجد میں ہی، بس جہاں کہیں آسانی سے جگہ مل جائے نماز پڑھ لیجائے،

اسی طرح کی تصریحات دوسرے فقہاء کے ہاں بھی ہیں، دیرکعتین فی المقام او حیث تیسر من المسجد (کنز) ثم یاتی المقام فیصلی عندہ رکعتین او حیث تیسر من المسجد (ہدایہ) فی ای موضع تیسر علیہ من المسجد الحرام او غیرہ و ان صلی فی مقام ابراہیم فھو افضل (سراجیہ) یصلی بعد الطواف رکعتین عند المقام او حیث تیسر لہ من المسجد و ان صلی فی غیر المسجد جاز (قاضیخان)

حج کے موقعہ پر جتنے اعمال ہیں، سب میں یہ قدم قدم پر ملحوظ رکھا گیا ہے،

اخلاص ہو تو بہتر ہے، اتنے نصیب کہاں تھے، کہ عین مقام ابراہیم تک پہونچتے اس برآمدہ مین بھی کثرتِ ہجوم سے نماز پڑھنے کی جگہ نہ ملی، مجبوراً مقام ابراہیم کے متصل جو جگہ اس کے اور محراب النبیؐ کے درمیان ہی، وہان نماز پڑھی، یہ نماز رسول اللہ صلعم ہر طواف کے خاتمہ (یعنی اس کے سات چکرون کے پورے ہونے) پر پڑھتے تھے، اور اسی لئے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ نماز واجب ہی، گو امام شافعیؒ کے ہان محض سنت کے درجہ مین ہے

نماز کے بعد معلم نے جو دعا پڑھائی وہ غالبًا یہ تھی:-

اللّٰھم انك تعلم سرّی وعلانیتی فاقبل معذرتی وتعلم حاجتی فاعطنی سوالی وتعلم ما فی نفسی فاغفرلی ذنوبی، اللّٰھم انی اسئلك ایمانًا یباشر قلبی ویقینًا صادقًا حتی اعلم انه لا یصیبنی الا ما کتبت لی ورضی بما قسمت لی یا ارحم الراحمین،	اے اللہ تو جانتا ہی میرا ظاہر اور میرا باطن پس میرا عذر قبول کر، اور تو میری حاجت سے واقف ہے، پس مین جو طلب کرتا ہون مجھے عطا کر، اور تو جانتا ہی جو کچھ میرے دل مین ہی، پس میرے گناہون کو معاف کردے، اے اللہ مین تجھ سے مانگتا ہون ایمان جو میرے دل مین جگہ رکھے، اور ایسا سچا یقین جس سے مین جان جاؤن کہ مجھے بس وہی ملیگا جو کچھ تو نے میرے لئے لکھ رکھا ہے، اور اے سب رحیمون سے بڑھکر رحیم، مین مانگتا ہون تجھ سے اس چیز پر رضامندی جو تو نے میری قسمت مین لکھ رکھی ہی،

روایتون مین آتا ہی، کہ حضرت آدم علیہ السلام نے یہی دعا مانگی تھی، اس کے الفاظ کی جامعیت وہمہ گیری ظاہر ہے، لیکن اختیار ہے، کہ اس کے بعد اپنی دینی ودنیوی

سے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا ٹھکانا بناؤ) نماز پڑھنے کے لئے تو سارا خانہ کعبہ ہی سارا صحنِ حرم ہی حطیم ہی لیکن ایمان والون کو اللہ کے فرمان بردار بندون کو سجدہ کرنے پیشانی زمین پر رگڑنے کا حکم صراحت کے ساتھ ملتا ہی، تو اس زمین کے واسطے، جو ابراہیم کے خاکِ پاسے پاک و مشرف ہو چکی ہی! اللہ اللہ، اپنے چاہنے والون کی کیا کیا دلنوازیان ہین کیسی کیسی سرفرازیان ہین! انی جاعلک للناس اماما، سارے جہان کی امامت و پیشوائی کا وعدہ آخر انھین ابراہیم ہی سے تو کیا گیا تھا؟ پھر آخر کیا اسکا ایفاء نہ ہوتا؟ اور امام کے جہان پیر ہوتے ہین، وہین تو سارے نمازیون کے سر اگر زمین سے لگتے ہین! ـــــ "کل" سب دیکھین گے، اور آنکھون والے آج بھی دیکھ رہے ہین، اور ہزار ہا برس سے دیکھتے چلے آرہے ہین، کہ جو سب سے اپنے دل کے بندھن توڑ صرف ایک اور اکیلے سے اپنا رشتہ جوڑ چکا تھا، (انی وجھت وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین) اور جو اپنے وقت و زمانہ کی ساری تہذیب و تمدن اور اپنی قوم و ملت کی شان و شوکت، پر لعنت بھیج چکا تھا، (واعتزلکم وما تعبدون من دون اللہ) اُس کے لئے کیا کیا انعام و اکرام ہین، کیسے کیسے صلے اور رتبے ہین! "آج" دنیا جہان کے لئے اس کی امامت اور "کل" سب سے پہلا حلہ بہشتی بھی اللہ کے گھر کے اسی معمار کے لئے! "آج" کی نعمتون کا تو ٹوٹا پھوٹا تصور ہو بھی جاتا ہی "کل" کی نعمتون کا اندازہ اور تصور کس انسانی دماغ کے بس کی بات ہی!

فقہ حنفیہ مین حکم ہی کہ طواف سے فارغ ہو کر اسی مقامِ ابراہیم مین آکر دو رکعت نماز پڑھے، پہلی رکعت مین سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ کافرون اور دوسری مین سورۂ

کا موقع ملتا ہو۔ مطاف کے کنارے مشرقی جانب ایک خوبصورت محراب پتھر کی کھڑی ہوئی ہی، یہ محراب النبی صلعم کہلاتی ہی، اس لئے کہ حضور اکثر اسی راستہ سے تشریف لاتے تھے اسی محراب کے قریب، سمت جنوب مین وہ نفیس د خوش نما قبہ ہی جس کے نیچے وہ مبارک و متبرک پتھر کوٹھری مین بند رہتا ہی، اور اب مجازاً خود اسی کوٹھری کو مقامِ ابراہیم کہنے لگے ہین؛ سننے مین آیا کہ حجر اسود اور اس مقام کے درمیان، ۲۰ گز کا فاصلہ ہی، کہا جاتا ہی، کہ یہ پتھر تین بالشت اونچا اور دو بالشت چوڑا ہی، اور اس پر چاندی کا پتر چڑھا دیا گیا ہی، صرف اتنی جگہ جہان قدم مبارک کا نقش ہی، اپنی اصلی حالت پر چھوٹی ہوئی ہی، ہزار ہا زائرین اس شوق و اشتیاق مین آتے ہین، کہ اللہ کے خلیلؑ کا قدم مبارک نہ سہی، اس قدم کے نقوش ہی کو اپنی آنکھون اور ہونٹون سے لگائین، لیکن دورِ سعودی مین یہ کہان ممکن؟ سپاہی بید لئے ہوئے پہرہ پر کھڑے ہوئے ہین، اور کوٹھری کے اندر رسائی ہونا الگ رہا، جو زائرین اپنے جذبۂ شوق کی تسکین کے لئے کوٹھری کے دروازہ کی زنجیر کو مس کرنے اور بوسہ دینے کے لئے بڑھتے ہین، فوراً ان کے جسم پر نجدی سپاہی کے بید کی ضربین پڑتی نظر آتی ہین!

یہ ہے وہ مقامِ ابراہیمؑ جس کا تذکرہ، مقدس کلام مین کسی مقدس موقع پر آتا ہے فیہ آیات بینات مقام ابراھیم، اوپر ذکر بکہ (مکہ) مبارکہ کا ہو رہا ہی، اور اس مبارک شہر کے بیت مبارک کا ذکر کیا گیا، اور مبارک شہر کے مبارک گھر مین اپنی سب سے بڑی اور کھلی ہوئی نشانی اسی مقامِ ابراہیم کو فرمایا گیا! اور پھر محض اس تذکرہ ہی پر اکتفا نہین دوسری جگہ حکم کی صورت مین ارشاد ہوتا ہی، واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّی (ابراہیم

انگلیان اور اُن کے پیرون کے تلوے، تو اسی گوشت و پوست کے بنے ہوئے تھے آخر اُن کے نشانات کیسے محفوظ رہ گئے؟ دھوپ کی کیسی کیسی کڑی شعاعین پڑین بارش کس زور زور کی ہوتی رہی، ایک دو دن نہین، سال دو سال نہین، ہزار ہا برس تک سارے عناصر اپنا زور دکھاتے رہے، اور وہ نقش نہ مٹے! اتنی طویل مدت مین کون باقی رہا؟ کلدانیہ کا تمدن مٹ گیا، بابل کا اقبال افسانہ بن گیا، مصری تہذیب خواب و خیال ہو کر رہ گئی، رومہ مٹ گیا، یونان مٹ گیا، نہ دارا رہا نہ سکندر، نہ ہنیبال رہا نہ قیصر، نہ چنگیز رہا نہ ہلاکو، جنکو گھمنڈ اور دعوی تھا، کہ ہم سبکو مٹا دین گے، اور خود نہ مٹینگے مگر اور ملیا میٹ ہو کر رہ گئے، پر ایک خاک کے پتلے کے نقشِ قدم ہین، کہ وہ کسی کے مٹائے نہ مٹے! وہ خاک کا پتلا، اپنے اللہ کا مطیع ہو گیا تھا، کائنات کی ساری قوتین خود اس کی مطیع کر دی گئین! وکذالک نجزی المحسنین،

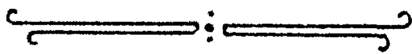
یہ پتھر رسول اللہ صلعم بلکہ حضرت صدیق رضؓ کے زمانہ تک خانۂ کعبہ کی دیوار سے متصل اپنی اصلی جگہ پر رکھا رہا تھا، شاہ عبد العزیز دہلویؒ اپنی تفسیر مین سنن بیہقی کے حوالہ سے لکھتے ہین، کہ عہد فاروقی مین ایک سیلاب آیا، جس سے یہ پتھر اپنی جگہ سے ہٹکر بہ گیا، حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی، تو آپ خود تشریف لائے، اور اس پتھر کو دیوار کعبہ سے ذرا فاصلہ پر مطاف سے باہر ایک مقام پر رکھوا دیا، اور اب تک وہین رکھا چلا آتا ہی، البتہ اب یہ کھلی ہوئی جگہ مین نہین، بلکہ ایک چھوٹی سی جالی دار کوٹھری بنا دی گئی ہے، جس پر ایک قبہ بھی ہی، اسی کوٹھری کے اندر محفوظ ہی، پہلے ہر شخص آزادی سے زیارت کر سکتا تھا، اب کوٹھری بند رہتی ہی، شاید کسی خوش نصیب کو کسی خاص وقت مین زیارت

باب ۲۵

دیارِ خلیلؑ

مقام ابراہیمؑ کا نام کلام مجید مین دو جگہ آیا ہی لیکن بغیر حاجی ہوئے یہ سمجھنا مشکل ہی کہ مقام ابراہیمؑ ہے کیا چیز؟ مقام ابراہیم کے لفظی معنی ہین ابراہیمؑ کے کھڑے ہونے کی جگہ، روایات مین آتا ہی، کہ خلیل اللہ کی تعمیر کے وقت جب خانہ کعبہ کی دیوارین اونچی ہونے لگین، تو قدرۃً پاڑ باندھنے کی ضرورت محسوس ہوئی، اُس وقت حضرت جبرئیل نے ایک پتھر لاکر ربِ جلیل کے خلیلؑ کی خدمت مین پیش کیا، اس پر کھڑے ہو کر اللہ کے گھر کے اُس معمار نے کعبہ کی دیوارین بلند کرنی شروع کر دین، جب نیچے سے پتھر گارا وغیرہ اٹھانے کی ضرورت ہوتی تھی، تو یہ پتھر خود بخود لچک کر نیچا ہوجاتا تھا، اور جون جون دیوار بلند ہوتی جاتی تھی، اور اونچے تک ہاتھ پہونچانے کی ضرورت ہوتی تھی یہ پتھر بھی ازخود بلند ہوتا جاتا تھا، یہ پتھر حجرِ اسود کی طرح آج تک محفوظ چلا آتا ہی، اور بعض روایات مین آیا ہی، کہ اس پر اللہ کے خلیلؑ کے قدم مبارک اور انگلیون کے نشان تک بنے ہوئے ہین! ——— پتھر کے متعلق تو خیر یہ مشہور ہی کہ وہ اس دنیا کا نہین، جنت سے لایا گیا تھا اس کے محفوظ رہجانے پر اتنی حیرت نہ کیجئے لیکن ابراہیمؑ تو اسی مادی دنیا کے، اسی عالمِ ناسوت کے اسی عالمِ آب وگل کے تھے، اُن کی

کرتے دیکھا۔ ناواقف حاجیوں کو تو معلم کے بغیر چارہ ہی نہیں۔ اچھے خاصے لکھے پڑھے بھی پہلی دفعہ چکر میں آجاتے ہیں۔ البتہ ایک مرتبہ واقف ہو جانے کے بعد پھر زیادہ دقت نہیں رہتی۔ بہتر یہ ہوگا کہ مناسک کی کتابیں پہلے سے دیکھ ضرور رکھی جائیں ہم لوگ تو بالکل معلم کے ہاتھ میں تھے۔ جہاں سے انھوں نے شروع کرایا شروع کیا اور جہاں پہنچ کر انھوں نے ختم کرایا ختم کیا۔ رمل، اضطباع، وغیرہ سب انھیں کی ہدایت کے مطابق کرتے رہے ایک چکر، دو چکر، تین چکر، لیجیے آدھ گھنٹے کے اندر پورے ساتوں چکر ختم ہو گئے اور ہم لوگ طواف ختم کر کے واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی پڑھتے ہوئے مقام ابراہیم کی طرف بڑھے۔



دن کے بعد دوبارہ نہیں آتے بلکہ ان کے بجائے اسی تعداد میں نئے آجاتے ہیں طواف کرتے رہتے ہیں، یہ زمینی خانہ کعبہ ٹھیک اسی کے محاذ میں، اور بالکل اس کے نیچے ہے ان تجلیاتِ رحمت و مرحمت کا کون اندازہ کر سکتا ہے، جو ہر لحظہ اور ہر آن بیت المعمور سے خانہ کعبہ پر پڑتی رہتی ہوں گی! یہ اللہ کے خلیلؑ ہی کی آنکھ تھی، جس نے ان تجلیات اور ان انوار کا مشاہدہ کیا، اور ٹھیک اسی مقام پر آدم علیہ السلام کے بعد از سر نو اللہ کا گھر بنا کر اس بارشِ رحمت و کرم میں سب کو شریک کر دیا! اللّٰھم صل وبارک علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کما صلیت وبارکت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید،

یہی بیت" تھا جس کا طواف شروع ہوا معلم عبدالقادر سکندر اپنے ہمراہ مطاف کے اندر لائے، اور سارے قافلہ کو اپنی رہنمائی میں طواف کرانا شروع کیا، ہجوم اچھا خاصا تھا لیکن مطاف بھی ماشاءاللہ خوب وسیع ہے، زیادہ کشمکش نہیں ہونے پاتی، اور اگر نجدی و بدوی حجاج اپنے کو ذرا قابو میں رکھیں، تو اتنی بھی کشمکش نہ ہونے پائے، خود معلمین بھی خاصی بے احتیاطی کرتے رہتے ہیں، اور لوگوں کو ڈھکیلتے اور دھکے دیتے ہوئے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں، بس اس ایک شے کے علاوہ مطاف اور ہر طرح پر بڑے امن اور دلچسپی کی جگہ ہے، بوڑھے جوان، بچے، عورتیں، تندرست و توانا، کمزور و لاغر، سبھی طرح کی خلقت ہے، سب اپنے اپنے چکر میں مصروف جو بوڑھے اور ناتوان اپنے پیروں سے طواف نہیں کر سکتے ان کے لئے اجازت ہے کہ شبری پر طواف کریں، یہ ایک طرح کا کھٹولا ہوتا ہے جسے جوان مزدور اپنے سروں پر اٹھائے رہتے ہیں، بہت سے بیماروں کو اس طرح لیٹے لیٹے طواف

ابراہیمؑ کی دعا خالی نہین جا سکتی تھی، گھر کے بنانے والون کو تو جو کچھ مزدوری ملی لیے
یا تو وہ خود جانے، یا مزدوری کا دینے والا، لیکن اس گھر کی زیارت کرنے والون کو،
اس گھر کا طواف کرنے والون کو، اس گھر کی طرف سفر کرنے والون کو، اس گھر سے
تعلق رکھنے والون کو، اس گھر کی محبت وعظمت کو دل مین جگہ دینے والون کو کیا
کچھ نہین مل سکتا؟ کیا کچھ نہین مل جاتا؟ کیا کچھ نہین ملا؟

جس گھر کے یہ معمار ہون، یہ مزدور ہون، اس گھر کی بے حساب تقدیس اور بے اندازہ
عزت پر کسی کو حیرت ہونی چاہئے؟ یہ سب دیکھتے ہین، کہ گھر، برکتون اور عزتون
کا گھر ہے، مگر یہ بھول جاتے ہین، کہ گھر کے معمار اور مزدور کیسے برکت والے کیسی عزت
والے، کیسے تقوی اور تقدیس والے تھے، روم کا عارف کہتا ہے،

کعبہ را کش ہر دمے عزت فزود — آن ز اخلاصات ابراہیم بود
فضل آن مسجد ز خاک وسنگ نیست — لیک در بناش حرص وجنگ نیست

اور بالکل سچ کہتا ہے کہ کعبہ کی عزتون اور فضیلتون مین تم ہر لحظہ جو ترقی و برتری دیکھتے
ہو، یہ ابراہیمؑ کے خلوص وصدق نیت کا ثمرہ ہے، وہی پتھر اور وہی مٹی جس سے ہر مسجد اور
ہر عمارت کی تعمیر ہوتی ہے، اس مسجد مین بھی لگے ہوئے ہین، ان کے علاوہ اس مین کوئی
نئی چیز نہین، نئی چیز جو ہے، وہ یہی ہے کہ اس کا بنانے والا کوئی انجینیر نہ تھا، کوئی ماہر فن
مہندس نہ تھا، کوئی بادشاہ و وزیر نہ تھا، وہ تھا جو اپنے نفس کو پاک کر چکا تھا، اپنی خودی
کو مٹا چکا تھا، اپنے کو خدا سے ملا چکا تھا، روایات مین آتا ہے کہ آسمان پر جو فرشتون کا
کا قبلہ ہے، بیت المعمور، اور جس کے گرداگرد ہر وقت ستر ہزار ایسے فرشتے جو ایک

العظمۃ للہ! اللہ پر قربان ہونے والون کی، اللہ کے خلیل کہلانے والون کی یہ شان ہوتی ہی! اپنے کو مٹا چکے ہین، مٹا رہے ہین، پھر بھی دھڑکا یہی لگا ہوا ہی کہ یہ اپنے کو مٹانا بھی قبول ہوتا ہی یا نہین!

آپ کہتے ہین، آپ مانتے ہین، کہ اس گھر کا سا کوئی دوسرا گھر دنیا مین نہین؛ لیکن خدارا یہ تو بتائیے کہ اس گھر کے سے مزدور بھی دنیا کے کسی گھر کو ملے؟ قربان اس گھر کے مالک کے، قربان اس گھر کے مزدورون کے! بیت المقدس کو سلیمان علیہ السلام نے بنوایا، اور جنون سے بنوایا، لیکن اس مقدس گھر کو دیکھنا اس کے مزدور سلیمان علیہ السلام کے تابع ومحکوم جنات نہ تھے، وہ تھے جو خود سلیمان علیہ السلام کے بزرگون کے بزرگ اور اجداد کے جد تھے! دنیا کے کس مزدور نے وہ مزدوری مانگی جو بیت اللہ کے مزدورون نے مانگی؟ اور کس کو وہ مزدوری ملی، جو بیت اللہ کے مزدورون کے حصہ مین آئی؟ مزدوری کی طلب تنہا اپنے لئے نہ تھی، ہمارے لئے تھی، آپ کے لئے تھی، ان سب کے لئے تھی، جو آج اپنی کوئی نماز اللہ کے مقدس گھر کے اس مقدس مزدور پر درود بھیجے بغیر تمام نہین کرتے، اور نہین کر سکتے،

ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک وارنا مناسکنا وتب علینا انک انت التواب الرحیم،

اے ہمارے رب، ہم دونون کو اپنا فرمان بردار بنا اور ہماری اولاد سے ایک امت اپنی فرمان بردار بنا اور ہمین ہمارے حج کے اعمال بتا، اور ہم پر رحمت سے توجہ فرما، اور تو بیشک رحمت سے بڑا توجہ کرنے والا اور مہربان ہی،

اس گھر کا معمار کون تھا؟ بادشاہون کے محل تعمیر ہوتے ہین، تو بڑی بڑے کاریگر اور مہندس بلائے جاتے ہین، وائسرائے کی کوٹھی تیار ہونے لگتی ہی، تو نامور انجینیرون کی قسمت جاگ جاتی ہی، اللہ کے گھر کی معماری کس نے کی؟ اللہ کے گھر کا مزدور کون تھا؟ اللہ کے گھر کی تیاری کے لئے اپنے سر پر بھاری بھاری پتھر کس نے لادے اپنے ہاتھ چونے اور مٹی کے گارے مین کس نے سانے؟ عرب کی جلجلاتی ہوئی دوپہرون مین، ریگستانون کی لو کی لپٹون مین، بغیر روپیہ اور پیسہ کی مزدوری کے لالچ کے، کس مزدور نے اپنے گوشت پوست کو جلایا تپایا جھلسایا؟ کون بندہ جواب دے بندون کا خالق، اُس گھر کا مالک، خود اپنی زبان سے اپنے گھر کے مزدور اور اُس مزدور کے نور نظر کا نام لیتا ہی،

واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمٰعیل،	اور جب ابراہیمؑ اس گھر کی بنیادین اٹھا رہے تھے اور اسمٰعیلؑ بھی!

مزدور جب کام کرتے ہین، تو کچھ گن گناتے بھی جاتے ہین، اللہ کے مزدور بھی جس وقت کام کر رہے تھے، تو اپنی زبانون پر مہرین نہین لگائی تھین، جس کا گھر بنا رہے تھے، اسی سے کچھ مانگتے بھی جاتے تھے، ہاتھ اگر تعمیر بیت مین مشغول تھے، تو دل رب البیت مین! دل مین کسی کی یاد تھی، تو زبان پر کسی کا نام! عاجزی تھی اور خوشامد، مسکنت تھی اور تذلل، پتھر پر پتھر جوڑتے جاتے تھے، اور دل کے سوز و گداز کے ساتھ، چشم اشکبار کے ساتھ، زبانین اسی ذکر مین مشغول تھین!

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم	اے ہمارے رب ہم سے قبول فرما بیشک توسب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہی!"

باطن کی پاکیزگی اور ظاہر کی آرائش کا سرچشمہ اسی مکان سے پھوٹ کر ابل رہا ہے اور قیامت شروع ہو جانے تک برابر ابلتا رہے گا!

مکانات لاکھون کے خرچ سے، دنیا مین کتنے بن چکے، بادشاہون کے محل بھی اور وزیرون کی کوٹھیان بھی، رئیسون کی حویلیان بھی اور نوابون کے دیوان خانے بھی، سب مٹ گئے، خاک سے بلند ہوئے تھے اور خاک مین مل گئے، ساسانیون کی عشرت گاہین اور رومیون کے حمام کہین باقی ہین؟ پرتھی راج کے محل، اور تیمور کے قصر و ایوان آج کیون نظرون سے غائب ہو گئے؟ کہوگے، کہ یہ کچھ نہ سہی، لیکن آخر آگرہ مین تاج محل، اور فرانس مین ایفل ٹاور تو موجود ہی، بیشک موجود ہی، لیکن اسی حیثیت سے جس سے، کہ لڑکون کے کھلونے اور لڑکیون کے گھروندے موجود رہتے ہین، بجز ایک سیر تماشہ اور دل بہلاؤ کے، ان کی کوئی اور حیثیت ہی؟ تاج محل اور ایفل ٹاور کی عزت، احترام، تقدیس، کسی کے دل مین ہی؟ ایک طرف وہ لاکھون روپیہ کا اینٹ اور چونہ کھائے ہوئے، لق و دق کھنڈر ہین، اور دوسری طرف یہ ہر تکلف و تصنع سے معری، سادہ اور ستھرا اللہ کا گھر ہی، مثابۃً للناس و امناً، بے اندازمدت سے قایم، اور ملیار عقیدتون اور عظمتون کا مرکز! لاکھون ہر سال آتے ہین، چومتے اور آنکھون سے لگاتے، طواف کرتے اور سجدہ کرتے، روتے اور گڑگڑاتے، جھکتے اور گرتے، لاکھون آتے ہین، اور ہر سال آتے رہتے ہین! کچھ یاد ہے کہ آدم علیہ السلام کے زمانہ کے بعد، اس تعمیر کی تجدید اولادِ آدم مین سے کس نے کی ہی؟ اپنے ہاتھون مین پتھر اور گارا لیکر کس نے اس کی دیوارین بلند کی ہین؟ اللہ کے

اور پھر گھر بھی کیسا گھر؟ کس صفت کا گھر؟ ھدیً للعالمین، ساری دنیا کے لیئے ہدایت رکھنے والا، ہر قوم، ہر ملک، ہر طبقہ، ہر گروہ کو درس ہدایت دینے والا' اس کے انوار اور اس کے برکات، اس کے فیوض اور اس کی ہدایات، کسی ایک زمانہ کے لیئے، کسی ایک ملک کے لئے مخصوص نہین، زمان کے قیود، اور مکان کے حدود سے آزاد، جب اور جہان، جسکا جی چاہے، اس سے فیض حاصل کرے، دعوی کا ثبوت الگ رہا، نفس یہ دعوی بھی دنیا کے کسی دوسرے مکان نے پیش کیا ہے؟ کسی مکان سے اب تک یہ صدا بلند ہوئی ہے، کہ میری تعلیمات ساری دنیا کے لئے ہین؟ دنیا مین بڑے بڑے مقنن اور قانون ساز آئے، بڑے بڑے مصلح آئے، عارف آئے، کامل آئے، ولی آئے، نبی آئے، پیام لیکر آنے والے آئے، کسی نے بنی اسرائیل کے گلے کی بھٹکی ہوئی بھیڑون کو راہ دکھائی، کسی نے شام مین توحید کی منادی کی، کسی نے مصر مین حق کی دعوت پہونچائی، کسی نے ہندوستان مین وعظ کیے لیکن بلا تفریق وتخصیص، ہر قوم اور ہر ملک، ہر اقلیم اور ہر زمانہ کے لئے پیام ہدایت نہ کسی مندر سے سنا گیا، نہ کسی گرجا سے، نہ کسی کانگرس کے اسٹیج سے، نہ کسی کانفرنس کے پلیٹ فارم سے، نہ کسی پارلیمنٹ سے نہ کسی سینٹ ہال سے، نہ کسی چیمبر آف ڈپوٹیز سے، ——— ہان کل کائنات کے لئے، عالم وجاہل کے لئے، مشرقی ومغربی کے لئے گورے اور کالے کے لئے، یکسان پیام تسلی بجز اس گھر کے اور کہان سے سنایا گیا' پیام سنانے والے نے پیام سنا دیا، لیکن نے مکان کی طرف سے دعوی کا اعلان کر دیا، جنکی آنکھین ہین، بحمد اللہ وہ آج بھی دیکھ رہے، اور جنھون نے اپنی آنکھین پھوڑ رکھی ہین، وہ کل دیکھین گے، کہ ہدایت وروحانیت، تصفیۂ قلب وتزکیۂ نفس'

اور پھر اس سرداُر کے سرداُر نے جو ارشاد فرمایا ہے، کہ بیت الحرام کی تعمیر بیت المقدس سے بھی چالیس سال قبل ہوئی، کون اس سے انکار کی مجال رکھتا ہے؟ اول بیت بھی یہی اور آخر بیت بھی یہی، سب سے پہلا عبادت خانہ بھی یہی، اور سب سے آخری عبادت خانہ بھی یہی، تعمیر اُس وقت ہوا جب دنیا کی تعمیر ہوئی، اور جس وقت یہ مٹے گا، سارا کارخانۂ کائنات بھی تتر بتر رہیگا، قیاماً للناس کی اس سے زیادہ صاف، واضح، اور روشن تفسیر اور کیا ہوگی؟ گھر بھی آخر کس کا گھر ہے، مکان کی نسبت بھی آخر کس مکین کی جانب ہے! اللہ کا گھر، بے جسم و بے نشان والے کا گھر، رب السموات والارض کا گھر، بیت اللہ! روے زمین کے سارے طول و عرض مین کوئی اور گھر بھی، کہین اور کبھی، اس نام سے پکارا گیا! دیویون کے مٹھ کتنے بنالے گئے، دیوتاؤن کے مندر کتنے سجائے گئے، بتون کی پوجا کے لئے کیسے کیسے کلس دار شوالے سنوارے گئے، اور آج بیسوین صدی کے دورِ جاہلیۃ الاخریٰ مین علم اور سائنس کی دیویون، اور تہذیب و تمدن کے دیوتاؤن کی پوجا کے لئے، کالجون اور یونیورسٹیون کے نام سے، عجائب خانون اور تجربہ گاہون کے نام سے، اکاڈمی اور آرٹ گیلری کے نام سے کتنے بتکدون اور صنم خانون کی اونچی اونچی تعمیرین کہان اور کس حصۂ زمین مین نہین ہو رہی ہین! بیشمار رب ہین! اور بیشمار ہی بتکدے، لیکن وہ جو ایک اکیلا ہے، واحد اور احد ہے، یکتا اور لاشریک لہ ہے ——— ذرا شانِ توحید کا پرتو دیکھنا ——— اس کا مکان بھی اس عالمِ آب و گل مین صرف ایک ہے! تاریخ کے اوراق الٹ ڈالو، جغرافیہ کی مدد سے ان وسیع و فراخ سطحِ زمین کا چپہ چپہ چھان ڈالو، بیت اللہ کے نام کی صرف یہی ایک عمارت ملے گی!

ہندوستان مٹا، ایران مٹا، رومہ مٹا، بابل مٹا، کلدانیہ مٹا، خدا معلوم کتنے ابھرے اور ابھر کر مٹے، کتنے بڑھے اور بڑھکر گھٹے، پر ایک عرب کے ریگستان مین، خاک اور ریت کے سمندر مین، چٹانون اور پہاڑیون کے وسط مین، وادیون اور گھاٹیون کے درمیان یہ سیاہ چوکور گھر، جسے نہ کسی انجنیر نے بنایا، نہ کسی مہندس نے، جون کا تون کھڑا ہوا ہے! صدہا طوفان، ہزارہا انقلابات، بیشمار زلزلے، آئے اور گذر گئے، اور اس پاک اور پیارے گھر کو نہ کوئی ابرہہ مٹا سکا، نہ کوئی زارنکوس، اور نہ کوئی گلیڈاسٹن، جو اسے مٹانے کو اٹھا، وہ خود مٹ گیا، اور اللہ کے گھر مین اللہ کی جو عبادت آدم اور حوا نے کی تھی، وہی آج آدم کے فرزند اور حوا کی بیٹیان کر رہی ہین! "مبارکا" کی تفسیر مین بہت سے اقوال لائے گئے ہین، لیکن اس کھلی ہوئی برکت، اس مشاہد و محسوس برکت کے بعد کسی اور تفسیر کی ضرورت باقی بھی رہتی ہے؟

انّ اول بیت "سب سے پہلا عبادتخانہ" رومی مورخ نے اعتراف کیا، کہ اس سے قدیم تر کوئی معبد نہین ملتا، ڈوزی نے بھی یہی کہا، انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا والون نے اسکی قدامت تسلیم کی، میور تنقید کے لئے اٹھا، لیکن رومی مورخ کی تائید کے سوا اور کچھ نہ کہہ سکا، مارگولس اسلام کی عداوت کے نشہ مین سرشار، لڑکھڑاتا ہوا آگے بڑھا، لیکن اس کی ہزیان سرائی خود اسی کے پیشہ والون اور قبیلہ والون سے داد نہ حاصل کر سکی، اور حق کا کلمہ جہان تھا، وہین قایم رہا، مومنون کے ایک سردار علی مرتضیٰؓ نے جو کچھ کہا تھا (عن علیؓ، قال کانت البیوت قبلہ ولکنہ اول بیت وضع لعبادۃ اللہ۔ رواہ ابن حاتم) منکرون اور دشمنون کو بھی وہی کہنا پڑا!

باب ۲۴

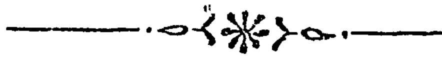
کعبۂ مقصود

ان اول بیتٍ وُضعَ لِلنّاسِ للّذی ببکّۃ مُبارکاً و ھدیً للعالمین
(آل عمران رکوع ۱۰)

یقیناً، پہلا گھر جو انسانون کی عبادت کیلئے مقرر کیا گیا، وہ وہی ہے جو بکہ (مکہ) مین ہے، برکت دیا گیا اور جہانون کے لئے ہدایت!

اللہ اکبر! یہ کون سا گھر سامنے ہے؟ نگاہین کس گھر کی دیوارون کی بلائین لے رہی ہین؟ یہی تو وہ گھر ہے جس کی بابت کہا گیا ہے، دنیا کے بتکدہ مین پہلا وہ گھر خدا کا روے زمین پر سب سے پہلا عبادت خانہ! صدی دو صدی کی تعمیر نہین، دو ہزار، چار ہزار برس کی عمارت نہین، دنیا کا سب سے پہلا عبادت خانہ! کون تاریخ اُس وقت کا پتہ بتا سکتی ہے؟ کسی نسل انسانی کا حافظہ وہ زمانہ یاد رکھ سکتا ہے؟ جس گھر کی بنیادین، خود آدم نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہون، بنی آدم مین سے کون اس وقت کی یاد اپنے حافظہ مین محفوظ رکھ سکتا ہے! اللہ اللہ! اس طویل اور بےحساب مدت مین اس ناقابل پیمائش عرصہ مین، کتنے عبادت خانے بنے اور بگڑے، کتنے مندر تعمیر ہوے، اور ڈھدے، کتنے گرجے آباد ہوئے اور اجڑے، کیسے کیسے انقلابات زمین نے دیکھے، اور آسمان نے دکھلائے، بلندیان پست ہوئین اور پستیان بلند ہوگئین، یونان مٹا، مصر مٹا، چین مٹا

نصیب مین نہین آئے ہین، کون کون سے اسرار ہیین حل نہین کئے ہین!
لیکن آج کوئی آنکھ بھی محی الدین ابن عربی کی رکھتا ہر؟ طور اب بھی وہی
ہے، تجلیات اب بھی وہی ہین، جواب مین لن ترانی کہنے والا اب بھی جون کا
تون ہے، لیکن رب ارنی پکارنے والا بھی کوئی ہے؟



باندھ لیا ہی، اور بیچارے حاجیون کو یہ سمجھا اور ڈرا رکھا ہی، کہ طواف کے وقت صرف وہی مخصوص دعائین پڑھی جاسکتی ہین، حالانکہ یہ بالکل بے اصل ہے، شریعت نے اس موقع پر بڑی وسعت دے رکھی ہی، البتہ ظاہر ہے، کہ جو دعائین ماثور ہین، اُن کے الفاظ کی برکت بہت زائد ہی، مطاف حج کے موسم مین، دن اور رات کے کسی گھنٹہ مین بھی خالی نہین رہتا، ہر وقت اور ہر آن ایک مسلسل چکر ہی کہ جاری ہی، صبح اور شام کے ٹھنڈے وقتون کو چھوڑیئے، رات کے ایک اور دو بجے آکر دیکھئے تو، اور ٹھیک دوپہر کی تیز گرمی کے وقت آکر دیکھئے تو، ایک دو نہین، سیکڑون اور ہزارون دیوانے بس برابر چکر کاٹتے ہوئے ہی ملین گے، اور ان دیوانون مین کیسے کیسے ہوشیار اور فرزانے بھی ہین! مرد بھی، اور عورتین بھی، کمزور بھی، اور پہلوان بھی، لاٹھی ٹیک کر چلنے والے بوڑھے بھی اور انگلی پکڑ کر چلنے والے بچے بھی، عالم بھی اور عامی بھی، زاہد بھی اور فاسق بھی، گدائے بینوا بھی اور بمبئی کے لکھ پتی سیٹھ جی بھی، صحرائے عرب کا بدوی بھی اور مصر کا فیشن مآب شہری بھی، بھوکے بنگالی بھی اور دکن کے سیرچشم نواب و رؤسا بھی، سب کے سب ایک رب کے پرستار، ایک اللہ کے بندے، ایک رسولؐ کے امتی، ایک ہی آقا کے حلقہ بگوش، ایک دھن مین مست، برابر ایک گھر کا چکر کاٹ رہے ہین! ان مین کتنے قطب ہون گے، کتنے ابدال، ہون گے، کتنے اللہ کے اولیائے کاملین مین سے ہون گے! انھین کون پہچانے؟ شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ نے اسی مطاف مین کس کس کی زیارت نہین کی ہے، کیسے کیسے مکاشفات نہین

ومن عذاب القبر ومن فتنة المحیا والممات واعوذبك من الخزی فی الدنیا والاخرۃ، ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار،

ایک دو کو نہین، سیکڑون ہزارون کو دیکھا، کہ حجر اسود تک پہونچنے کے لئے دوسرون کو ڈھکیل دیتے ہین، اور خود بھی برابر دھکے کھا رہے ہین، اور جب اتنی مشقتون کے بعد کسی طرح وہان تک پہونچ جاتے ہین، تو واپس ہوکر ایک فاتحانہ انداز سے ادھر اُدھر دیکھتے ہین گویا بہت بڑا ثواب کما آئے، یہ سرتاسر نادانی ہی، شمس الائمہ امام سرخسی نے صاف صاف لکھدیا ہی کہ

ثم ابدأ بالحجر الاسود فاستلمہ.... ان استطعت من غیران توذی مسلماً.... لان استلام الحجر سنۃ والتحرز من اذی المسلم واجب فلا ینبغی لہ ان یوذی مسلماً لاقامۃ السنۃ (مبسوط)

طواف کی ابتدا حجر اسود سے کرو، اور اسے بوسہ دو، بشرطیکہ ایسا کرنا کسی مسلمان کے تکلیف پہونچائے بغیر ممکن ہو، اس لئے کہ حجر اسود کا بوسہ سنت ہی، اور ایذار مسلم سے احتراز واجب ہے اور درست نہین، کہ ادائے سنت کے لئے کسی مسلمان کو ایذا پہونچائی جائے،

اور اسی کے قریب قریب تمام فقہاء کے ہان تصریحات ملتی ہین، ثم استقبل الحجر مکبرا مہللاً مستلماً بلا ایذاء (کنز) لان استلام سنۃ والکف عن الایذاء واجب (بحر الرائق) ویقبل الحجر ان استطاع من غیران یوذی احدا...... وان لم یستطع استلام الحجر من غیران یوذی احداً لا یستلمہ (قاضی خان) وغیرہ۔

کم علم معلمون نے اپنی سہولت وآسانی کے لئے چند گنی چنی دعاؤن کا دستور

معنی یہ ہین کہ دونون شانون کو ہلاتے ہوئے اور میدان جنگ ہین سپاہیون کیطرح اکڑتا ہوا جلدی جلدی چلا جائے، یہ سارے طریقے اور حالت طواف مین پڑھنے کی دعائین معلم خود بتاتے جاتے ہین، سب زبانی یاد کس کو رہ سکتی ہین، تاہم بہتر یہ ہوگا، کہ تمامتر معلم ہی پر بھروسہ نہ کرلیا جائے، بلکہ ارکان و مناسک حج کی کوئی معتبر کتاب خود اپنے پاس بھی رہے،

حجر اسود کو بوسہ دینا سنت ہی اور اسکی بڑی فضیلت ہی لیکن ہجوم مین گھس کر خود تکلیف اٹھانا اور دوسرون کو دھکے دینا ہرگز صحیح نہین، ایسی صورت مین حکم یہ ہی کہ چھڑی سے اسے چھوکر چھڑی کو بوسہ دے، لیکن اگر یہ بھی دشوار ہو (اور علی العموم حج کے موقع پر یہ دشوار رہتا ہی) تو بس دور سے حجر اسود کی طرف توجہ کرنا یعنی اپنے ہاتھ ہتھیلیون کی طرف سے دکھانا، اور انھین بوسہ دے لینا اور اللہ اکبر لا الہ الا اللہ والحمد للہ کہنا اور درود پڑھنا بالکل کافی ہی، طواف کی نیت کے لئے یہ الفاظ منقول و ماثور ہین، اللھم انی ارید طواف بیتك الحرام فیسرہ لی وتقبلہ منی اور اس کے بعد عام معمول ان دعاؤن کا ہی، بسم اللہ والحمد للہ واللہ اکبر والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ اللھم ھذا البیت بیتك وھذا الحرم حرمك وھذا الامن امنك وھذا مقام العائذین بك من النار اعوذ بك من النار فامنی منھا، اللھم انی اعوذ بك من الشرك والشك والنفاق والشقاق وسوء الاخلاق وسوء المنقلب فی المال والاھل والولد، اللھم اجعلہ حجا مبرورا وسعیا مشکورا وذنبا مغفورا وتجارۃ لن تبور یا عزیز یا غفور، اللھم انی اعوذ بك من الکفر واعوذ بك من الفقر

کی تلاوت کر رہے ہین،

نماز سے فارغ ہوتے ہی خانہ کعبہ کے طواف کے لئے بڑھیے، خانہ کعبہ وسط صحن مین واقع ہی، ایک سیاہ رنگ کا، سیاہ غلاف کے اندر عظیم الشان کمرہ طول تقریبًا ۵۰ فٹ، عرض ۴۰ فٹ، اور بلندی ۸۰، ۱۰۰ فٹ اس کے چارون طرف چکر لگانے کو ایک گول راستہ بنا ہوا، اسی حلقہ کو مطاف کہتے ہین، اور کسی کے گھر کے شیدائی گھر والے کی زیارت کے مست و دیوانے، اسی پر گھوم گھوم کر اپنے دل کے ارمان پورے کرتے رہتے ہین، ہر چکر کو ایک شوط کہتے ہین، اور ہر طواف مین سات شوط ہونا چاہئین، ہر چکر حجر اسود کے سامنے سے شروع ہوتا ہی، اور یہین ختم ہوتا ہی حجر اسود وہ مشہور پتھر ہی، جو خانہ کعبہ کی اس دیوار مین جدھر دروازہ ہی، زمین سے چار فٹ کی بلندی پر لگا ہوا ہی، طواف کا طریقہ یہ ہی، کہ حجر اسود کے محاذ مین کھڑا ہو کر، نماز کی تکبیر تحریمہ کی طرح، دونون ہاتھ اٹھا کر کان تک لیجائے، اور تکبیر و تہلیل کے بعد ہاتھ چھوڑ دے، اور دل سے طواف بیت کی نیت کر کے مطاف پر اس طرح چلنا شروع کرے کہ خانہ کعبہ ہمیشہ بائین ہاتھ کی طرف رہے، فقہ حنفی مین سات شوطون مین سے چار فرض ہین، باقی واجب، طواف با وضو کرنا چاہیئے، حالت طواف مین اگر نماز شروع ہو جائے، تو چاہیئے کہ طواف چھوڑ کر جماعت مین شریک ہو جائے، اور بقیہ طواف بعد نماز پورا کرے، طواف کے سات چکرون مین سے پہلے تین چکرون مین مردون کے لئے اضطباع اور رمل کا حکم ہی، اضطباع کا مفہوم یہ ہے، کہ داہنا شانہ کھول کر احرام کی چادر کو داہنی بغل کے نیچے سے لا کر بائین شانہ پر ڈال لے، اور رمل کے

سے زائد بیان کیا جاتا ہی، چارون طرف بڑے بڑے وسیع فراخ وعالیشان دالان
اس کے علاوہ ہین، دروازے متعدد ہین، زبانی تو وہان اکتالیس دروازے سننے
مین آئے تھے، مگر کتابون مین نام صرف سترہ کے نظر پڑے، منارے چھ ہین، اور چھوٹے
بڑے گنبدون کی تعداد غالباً ڈیڑھ سو سے متجاوز ہی، دالانون سے خانہ کعبہ تک پہونچنے
کے لئے صحن مین متعدد روشین یا سڑکین پتھر کی، چھ چھ ساڑھے چھ چھ فٹ چوڑی بنی
ہوئی ہین، ان کی تعداد بھی دس بارہ سے کیا کم ہوگی، صحن مین عموماً چھوٹی کنکریان
بچھی ہوئی ہین، اس لئے خانہ کعبہ تک پہونچنے کے لئے ان سڑکون سے کام لینا ہوتا ہی، دھوپ
کے وقت یہ پتھر کی روشین خوب جل اٹھتی ہین، پیرون کو اس تکلیف سے محفوظ رکھنے
کے لئے سفید ہلکی سلیپر ہین، جو بمبئی مین بھی اور مکہ مین بھی خاص اسی غرض کے لئے ملتی
ہین، لے لینا مناسب ہوتا ہی، اپنے گھر سے حرم تک اپنا معمولی جوتا پہنے ہوئے آئے،
اور حرم کے اندر اگر اس مخصوص سلیپر کو پہن لیا جائے، تو پیر تکلیف سے بالکل محفوظ
ہوجائین گے، بجلی کی روشنی سارے حرم کے اندر ہوتی ہی، صحن مین جابجا بجلی کے
قمقمے ستونون مین لگے ہوئے، یہ وہی مسجد ہی جہان کی ایک رکعت نماز کہین اور کی
ایک لاکھ رکعتون کے برابر اجر رکھتی ہی! اس وسعتِ کرم و رحمت کا کچھ ٹھکانا ہی، یہ مسجد
گویا اصل ہی، اور ساری دنیا کی مسجدین گویا اسی کی نقل، یہان کی نمازون، اور یہان
کے نمازیون کا کیا پوچھنا، جدھر نظر اٹھائیے ہر طرف نماز ہی نماز ہی، اور نمازی ہی
نمازی، صحن مین چار چھوٹی چھوٹی عمارتین، مصلی حنفی، مصلی شافعی، مصلی مالکی، مصلی حنبلی
کے نام سے بنی ہوئی ہین، لیکن یہ کچھ ضرور نہین، کہ ہر مصلی پر خاص اسی فرقہ کے لوگ
نماز پڑھین، جس کا جہان جی چاہے آزادی کے ساتھ نماز پڑھتا رہتا ہی، جابجا لوگ کلام مجید

اور عزیزون، دوستون، اورات اسلامیہ مین جو جو یاد پڑتے گئے، سب کے حق مین دعائیں ہوتی رہین، یہ تو آپ بیتی تھی لیکن کتابون مین عموماً یہ لکھا ہوا ہی کہ خانہ کعبہ پر اول نظر پڑتے ہی یہ دعا پڑھے، اور یہی رسول اللہ صلعم سے منقول ہی (بتغیر بعض الفاظ) اللھم زد بیتک ھذا تعظیماً و تشریفاً ومھابۃً وزد من تعظیمہ وتشریفہ من حجہ واعتمرہ تعظیماً وتشریفاً ومھابۃً" ایک روایت مین نبی کریم صلعم سے دعا کے یہ الفاظ بھی منقول ہین، اعوذ برب البیت من الدین والفقر ومن ضیق الصدر وعذاب القبر، حضرت عمرؓ کی بابت منقول ہی کہ وہ جب خانہ کعبہ کو دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے، اللھم انت السلام ومنک السلام فحینا ربنا بالسلام، اور فقہاء حنفیہ نے عموماً یہ لکھا ہی کہ سب سے پہلے تین بار اللہ اکبر کہے اور کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھے، اور اس کے بعد جو دعا چاہے مانگے، اس پر سب کا اتفاق ہی کہ (فان الدعاء مستجاب عند رؤیۃ البیت) رویت کعبہ کے وقت جو دعا کیجاتی ہی مقبول ہوتی ہی، مقبولیت دعا کا یہ خاص اور اہم وقت ہوتا ہی آیندہ کے لئے تمام عازمین حج وعمرہ اس وقت کی اہمیت کو یاد رکھین، اور اس وقت عزیز کو ہرگز اپنی غفلت وتساہل سے ضایع و برباد نہ ہونے دین،

ہوش وحواس ذرا بحال ہوئے، تو پہلا کام یہ کیا، کہ حرم مین نماز عصر پڑھی، حرم کی کیفیت کیا بیان ہو، وسعت مین یہ مسجد الحرام، مسجد نبوی صلعم سے کہین بڑھی ہوئی ہی، گو دلکشی مین اس کی ٹکر کی نہین، لوگون کا بیان سننے مین آیا، کہ اس کے اندر ایک لاکھ انسان تک نماز پڑھ سکتے ہین، صرف صحن کا طول بارہ سو فٹ اور عرض نو سو فٹ

طرف کشش ہو! جس گھر کے جوار میں یہ مرجعیت، یہ محبوبیت، یہ کشش ہو، تو خود اس گھر کی کشش اور محبوبیت کو کن لفظوں میں ادا کیا جائے! دعا کے لئے اجابت خود استقبال کو آئی، دعا قبول ہوئی، اور ایسی قبول ہوئی، کہ ابراہیم والے اور اسمٰعیل والے محمدؐ والے، اور ربِّ محمدؐ والے تو الگ رہے، کلکتہ اور بمبئی والے دہلی والے اور شملہ والے، کشمیر اور مسوری والے، نینی تال اور دارجیلنگ والے، آکسفرڈ اور کیمبرج والے، لندن اور پیرس والے، آج دنگ و حیران ہیں، اور شمال اور جنوب سے، شرق سے اور غرب سے، خشکی اور تری سے، ریل سے اور جہاز سے، موٹر سے اور اونٹ سے، ہزاروں اور لاکھوں مرد و عورت، بوڑھے اور جوان، ادھیڑ اور بچے ہیں، کہ ٹڈی دل کی طرح امنڈتے چلے آتے ہیں!

جس گھر کی محبوبیت اور جاذبیت، گھر کے نافرمانوں اور باغیوں تک کی نظر میں ہو، تو گھر کے مالک کے غلاموں اور حلقہ بگوشوں کے دلوں کی کیفیت اس کے متعلق کیا ہوگی! حرم کے اندر داخل ہوتے ہی اور کعبۂ مطہر پر نظر پڑتے ہی، نہ پوچھئے، کہ دل کی کیا کیفیت ہوئی! معلم نے اس وقت کیا دعا پڑھائی، یہ تو یاد نہیں، اور کوئی دعا پڑھائی بھی تھی یا نہیں، یہ بھی اب پوری طرح حافظہ میں نہیں ——— اس وقت اتنا ہوش اور اتنا دماغ کسے تھا، ——— البتہ یہ خوب یاد ہے کہ اس جمالِ مجسم پر نظر پڑتے ہی بے اختیاری کے عالم میں بیساختگی کے ساتھ جو دعا زبان پر آئی، وہ بے حساب وکتاب اپنی آمرزش و مغفرت کی دعا تھی! خود غرضی کا یہ عالم، کہ مطلقاً اس وقت کوئی دوسرا یاد نہیں پڑا، میدانِ حشر کی طرح صرف نفسی نفسی زبان پر تھا، اور سب سے پہلے صرف اپنے ہی حق میں دعا نکلی، اگرچہ چند ہی لمحوں کے بعد اپنے والے بھی یاد پڑے

اور روشنخیالی کے زمانہ مین کیا حال ہی؟ کتنے امریکی اور کتنے افرنجی، کتنے برطانوی اور کتنے اطالوی، کتنے جرمن اور کتنے فرنچ، اس تمنا اور اس آرزو مین رہتے ہین اور کس کس طرح بھیس بدل بدل کر، وضع و قطع، نام و قومیت تبدیل کر کر کے، جھوٹے مسلمان، اور جعلی عرب بن بن کر اس گھر کے دیدار کو آتے رہتے ہین!

اور اس مرجعیت پر، اس محبوبیت پر حیرت کیون کیجیے، آخر یہ دعا کس مقبول و برگزیدہ، کس چہیتے اور محبوب بندہ کی زبان سے نکلی تھی، رب اجعل ھذا البلد آمناً واجنبنی و بنی ان نعبد الاصنام....... ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلوٰۃ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات لعلھم یشکرون، ساری دنیا کو چھوڑ دیئے، صرف اتنے ٹکڑے کو لیجیے فاجعل افئدۃً من الناس تھوی الیھم لوگون کے دلون مین اس وادی ذی زرع مین بسنے والون کی طرف، اس بے آب و گیا سرزمین مین ڈیرے جانے والون کی طرف، اپنے اس پاک و پاکیزہ گھر کے جوار مین وطن بنانے والون کی طرف رغبت و کشش پیدا کر دے"! دعا کس نے کرائی تھی؟ دعا کے الفاظ کس کے تعلیم کئے ہوئے تھے؟ دعا کے لفظ خلیل اللہ کی زبان سے ادا ہوئے لیکن دعا کا القا کہان سے ہوا تھا؟ جس نے دعا سکھائی، اسی نے دعا قبول بھی کی اور جو سب کے دلون کا مالک اور حاکم ہی، اسی نے دلون مین رغبت اور کشش پیدا کر دی! اور پھر مکین کی نظر مین اپنے مکان کی عظمت ذرا دیکھنا، دعا مین یہ نہین کہلایا جاتا کہ اس گھر کی طرف کشش ہو، بلکہ صرف یہ کہ اس گھر کے آس پاس بسنے والون کی

دنیا کا نظم و نظام امن و امان، اسی ایک پیاری عمارت سے وابستہ، قیاماً للناس اسی کی شان مین وارد، دنیا اس دم تک قایم، جب تک یہ شرف و عزت والا گھر اور اس کا طواف قایم ہی، اور جس وقت یہ ڈھادیا گیا، اس کے بعد نہ کوئی مکان باقی رہیگا، نہ مکین، ولا تقوم الساعۃ حتی لا یحج البیت،

رفعت مرتبہ و جلالت قدر کا یہ حال، لیکن اسے چھوڑیئے، کہ یہ تو سب کو مسلم ہے، اور اس مین کسی کو کلام ہی نہین، یہان ذکر کمال کا نہین جمال کا تھا، اور گفتگو بیت خلیل و بیت رب جلیل کی عظمت و بزرگی کے باب مین نہین، بلکہ اس کی دلآویزی و محبوبی کے باب مین ہو رہی تھی، شیخ فریدالدین عطارؒ اپنے تذکرۃ الاولیا مین حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی زبان سے یہ روایت نقل کرتے ہین، کہ ایک مرتبہ مین مکہ مین تھا، دیکھا کہ ایک حسین نوجوان خانہ کعبہ تک پہونچنا چاہتا ہی، اتنے مین بیہوش ہو کر گر پڑا، مین اُس کے پاس لپک کر پہونچا، دیکھا کہ وہ کلمۂ شہادت پڑھ رہا ہی، مین نے ماجرا پوچھا، تو کہا کہ مین نصرانی ہون، چاہتا تھا کہ کعبہ کے حسن و جمال کا چل کر مشاہدہ کرون، جون ہی یہان پہونچا، غیب سے کان مین آواز آئی تدخل بیت الحبیب وفی قلبک معادات الحبیب (دوست کے گھر مین قدم رکھ رہا ہی اور دل مین دوست کی دشمنی لئے ہوئے ہے؟) اللہ اللہ! حسن و جمال کی یہ کشش! منکرون تک کو یہ شوق دید! وہ جو کمال کے منکر ہین، جمال کا انکار اُن سے نہ بن پڑا! ـــــ عبداللہ بن مبارکؒ کی روایت چھوڑیئے، اسے سیکڑون برس کا زمانہ ہو چکا، اپنے زمانہ کو دیکھئے، آج اس بیسوین صدی مین اُس شنی

باب ۲۳

حریم قدس

کلام پاک مین ایک جگہ جہان جنت سے ابلیس کے نکالے جانے کا قصہ مذکور ہی
ابلیس کی زبان سے یہ الفاظ نقل کئے گئے ہین، لاقعدن لهم صراطک المستقیم یعنی
مین تیرے بندون کی راہ مارنے کے لئے، تیری سیدھی راہ مین بیٹھون گا، ظاہر ہی
کہ "صراط مستقیم" یہان اپنے عام و وسیع معنی مین آیا ہی، یعنی ہر نیک کام، ہر خدائی راہ۔
اور مفسرین نے یہی معنی لئے ہین، لیکن ابن جریر، ابن کثیر، خازن وغیرہ مین ایک قول
یہ بھی نقل ہوا ہی، کہ اس صراط مستقیم (سیدھی راہ) سے مراد مکہ اور حج بیت اللہ
کی راہ ہی، تابعین مین عون بن عبداللہ اسی کے قائل ہوئے ہین، اور امام غزالیؒ
نے احیاء العلوم مین بھی یہ قول نقل کیا ہی، یہ ہے بیت اللہ کی اہمیت! شیطان تک
نے اللہ کی اصلی راہ، اور حقیقی صراط مستقیم اسی کو سمجھا، اور اللہ کی راہ سے روکنے
کے لئے جب بیٹھا، تو بیت اللہ ہی کے مسافرون کی راہ مین بیٹھا! شیطان سے بڑھکر
راز شناس اور کون ہی، خود مردود ہی، لیکن یہ تو خوب جانے اور پہچانے ہوئے ہی،
کہ مقبولیت کا راستہ کیا ہی، اور مقبولون کی راہ کون سی ہی؟ ——————

تنہا حجاز کا نہین، محض ملک عرب کا نہین، صرف مسلمانون ہی کا نہین ساری

ہے کہ جو بصیرت سے محروم، اور بصارت کا ضعیف ہی، اس تک نے دیکھا! شاید امام غزالی ہی نے، یا کسی اور بزرگ نے فرمایا ہی، کہ آج جن آنکھوں نے خانۂ کعبہ کی زیارت کی ہی، کل اُن میں اتنی قوت واستعداد پیدا کردیجائیگی کہ وہ ربِّ کعبہ کا بھی دیدار کریںگی، لیکن اس مرتبہ اور اس اکرام کا کیا کہنا! لیکن اس مرتبے کی توقع تو وہ کرے، جو خود ذی ہمت ہو، ہم جیسے درماندوں اور زبون ہمتوں کے لئے مکین کو چھوڑ کر مکان ہی کا دیدار بجائے خود کیا کم ہی! روایات مین آتا ہی، کہ خانہ کعبہ پر نظر کرنا ایک مستقل عبادت ہی، اور شاید کسی حدیث مین یہ تصریح بھی آئی ہی، کہ کعبہ پر روزانہ ایک سو بیس رحمتون کا نزول ہوتا رہتا ہی، جنمین سے ساٹھ اُن کے لئے ہین، جو اس کے اندر نماز پڑھتے ہین، اور چالیس ان کے لئے جو اس کا طواف کرتے ہین، اور بیس اُن کے لئے جو اسکی طرف دیکھتے رہتے ہین، لیکن اجر و عبادت سے قطع نظر کرکے اپنے ذوق و شوق اور ولولہ کے لحاظ سے کون دل ایسا ہی، جو ہوسِ دیدار سے خالی اور حرصِ نظارہ سے کورا ہوگا؟ جی بیتاب کہ دیکھئے اور پھر دیکھئے، دس بار دیکھئے، سو بار دیکھئے، ہزار بار دیکھئے، دیکھتے رہیئے، اور دیکھے جایئے، اور دیکھنے سے کبھی نہ تھکئے! ع

نظارہ ز جنبیدنِ مژگان گلہ دارد!

شفقت و رحمت کے کھلے ہوئے پھولوں کی خوشبو میں بسی، اور ورد کی تجلیات بھی تھیں؛
ابراہیمؑ کی خلت، اسمٰعیلؑ کی فداکاری، ہاجرہؑ کی مسکینیت، محمدؐ اکبر جان یہ تینوں اکٹھا ہوئیں
انوار حسن و جمال کی تجلیات میں سمٹانے سے بڑھ کر وہ کہاں ہوگی۔ اب نہ قلب
کو اضطراب ہے، نہ طبیعت میں انتشار، نہ خوف نہ دہشت، نہ رعب نہ ہیبت، مسرت ہی مسرت
ہے اور انبساط، سرور ہے اور نشاط، بس دخلہ کان آمنا کی تفسیریں بہت سی پڑھی تھیں
لیکن جو تفسیر اس گھڑی بغیر کسی کتاب و عبارت کے نورِ حق کے لوحِ قلب پر اتر رہی
تھی، وہ سب سے الگ، سب سے نرالی، سب سے عجیب تھی، اور اگر نقش گوئی کی اجازت ہوتی
تو اپنے حق میں سب منقول و مکتوب تفسیروں سے بڑھ کر صحیح بھی تھی۔

وصحبت روئے دوست نظر کن

خسرو غزل و کتاب تا کے؟

غزالیؒ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ قیامت کے دن کعبہ کا حشر بناؤ سنگار کی ہوئی
نئی دولھن کی شکل میں ہوگا، لیکن یہ قید اس روز کے لئے کیوں، اور اس کے مشاہدہ
کے لئے قیامت کے انتظار کی کیا ضرورت ہے؟ قسم ہے خانۂ کعبہ کے رب کی، کہ کعبہ آج
بھی نئی دلہنوں ہی کی طرح حسن و جمال، رعنائی و زیبائی، دلکشی و دلبری کے پورے
ساز و سامان سے آراستہ ہے، اور اپنی خوبی و محبوبی میں بجز مدینہ کی مسجد نبوی کے نہ
کوئی شریک رکھتا ہے، نہ سہیم، اسے محبوبیت کے جامہ میں، حسن و جمال کی جلوہ اداؤں
کے ساتھ اسی عالم ناسوت میں کس نے نہیں دیکھا؟ پیروں نے دیکھا، صدیقوں نے
دیکھا، کاملوں نے دیکھا، عارفوں نے دیکھا، آنکھیں رکھنے والوں نے دیکھا، اور انتہا یہ

پر اپنی ناپاک پیشانی کو کیونکر رگڑا جائیگا؟ اس عظمت وجلالت والے مکان کے طواف پر کیسے قدرت ہوگی؟ جن گلیون مین ہاجرہ صدیقہ دوڑی تھین، نبی کی مان اور نبی کی بیوی دوڑی تھین، وہان اس ننگ امت سے سعیؔ کیونکر بن پڑے گی،

لیجئے، مسجد حرام کی چار دیواری شروع ہو گئی، کئی دروازے چھوڑتے ہوئے ہم لوگ باب السلام سے اندر داخل ہوئے، (داخلہ کے لئے یہی دروازہ سب سے بہتر مانا گیا ہی) کس کے اندر داخل ہوئے؟ اس ارض پاک کے اندر، اس بقعۂ نور کے اندر، جہان کی ایک نماز، ایک لاکھ، یا کم از کم ایک ہزار نمازون کے برابر ہی! اندر داخل ہوتے ہی نگاہ، اس سیاہ غلاف والی عمارت پر پڑی، جسے خشکی اور تری مین نہ سما سکنے والے نے، زمین وآسمان، عرش وکرسی کی سمائی مین نہ آنے والے نے، وہم وخیال کی وسعت مین نہ گھرنے والے نے، اپنا گھر کہکر پکارا ہی! اور نگاہ پڑتے ہی جہان پڑی تھی، وہین جم کر رہ گئی! اس گھڑی کی کیفیت کیا، اور کن لفظون مین بیان ہو! کہتے ہین، کہ موسیٰ کلیم ؑ کے ہوش وحواس کسی کی ایک تجلی کی تاب نہ لا سکے تھے، جب "تجلیٔ بیت" کا یہ حال ہی کہ ہوش وحواس قائم رکھنے دشوار، تو "رب البیت" کی تجلی نے خدا معلوم کیا غضب ڈھایا ہوگا! جب گھر کی برق پاشیون کا یہ عالم ہی، تو گھر والےؔ کے انوار وتجلیات کی تاب کون بشری آنکھ اور انسانی بصارت لا سکتی ہی؟ اللہ اللہ! کیا حسن وجمال، کیا رعنائی وزیبائی، کیا خوبی ومحبوبی، کیا دلکشی ودلبری ہی! جن لوگون نے قہر وجلال کی تجلی گاہ بتایا ہی، خدا معلوم انھون نے کیا، اور کس عالم مین دیکھا، اپنا تو یہ حال تھا، کہ سرتاپا مہر وجمال ہی ٹپکتا نظر آتا تھا، اور ہر چہار طرف سے رفق وا[لفت]

کہاں کب آستانۂ ابراہیمؑ! پاک قدم کس پاک سرزمین کو روند رہے ہیں؟ ———
آہ! یہ گلیاں تو تیرے اس خلیل کے قدموں کے لائق تھیں جو تیرے نام پر دہکتی ہوئی
آگ میں کود پڑا تھا، اور جو محض تیرا اشارہ پاکر اپنے چہیتے پیارے نوشہ کے حلقوم پر چھری
پھیر چکا تھا، اس کم سن لڑکے کے لائق تھیں جو محض تیری رضا کے سنتے ہی بلا
بے قصور اپنے ذبح کرانے کو ناک ساخت کر کے ہنسی خوشی لیٹ گیا تھا، تیرے اس
حبیب اور محبوب بندہ کے لائق تھیں، جو تیرے نام اور تیرے پیغام کی منادی کرنے
کے جرم میں، انھیں گلیوں میں سالہا سال ہر طرح کی اذیتیں سہتا اور [illegible]
کرتا رہا تھا!

سنتے چلے آئے تھے، اور کتابوں میں بھی بار بار پڑھا تھا، کہ کعبہ تجلی گاہ جلال ہے،
یہاں تجلیات قہری کا زور ہے، روایتوں کا اثر دل میں بیٹھا ہوا تھا، ہیبت و دہشت
کا غلبہ تھا، ہمت بار بار جواب دے رہی تھی، اور دل یہ کہہ رہا تھا، کہ سامنا کیونکر کیا
جائیگا؟ زمین کی زبان سے یہ مصرعہ بار بار سنا تھا، کہ

تو مرا خراب کردی بایں سجدہ ریائی!

دل کھٹک رہا ہے، ذرا کان لگا کر سننا کہیں یہ ندا اس وقت اسی مسجد حرام کی سرزمین
سے تو نہیں آ رہی ہے؟ شاعری کی دنیا میں بارہا یہ آواز کانوں میں پڑ چکی تھی،

چو بطواف کعبہ رفتم بحرم رہم ندادند
تو برون در چہ کردی کہ درون خانہ آئی!

کیا آج اور اس وقت یہ شاعری حقیقت بنکر رہے گی؟ یا اللہ اس پاک زمین

دو پاخانے، اگر ہم سب مرد ہی مرد ہوتے، تو اتنی گنجایش بہت کافی تھی، لیکن ہم سولہ آدمیون مین سات عورتین تھین، اور وہ بھی سب ایک خاندان کی نہین کہ سب مردون کے سامنے آسکین، بلکہ تین یا چار مختلف خاندانون کی، پردہ کے اہتمام مین سخت دقتین، شدید گرمی کا موسم، صحن کا نام نہین، برآمدہ بھی ہوادار نہین، بلکہ دیوارون سے گھرا ہوا، حبلیقش ناگزیر تھی، لیکن انسان کے اختیار مین آرام وآسایش کا جو درجہ ممکن تھا، اُس کے ہم پہونچانے مین داروغہ حبیب اللہ نے کوئی بات اٹھا نہین رکھی، انھین سیکڑون مہمانون کو سنبھالنا تھا، لیکن، بیچارے ہنسی خوشی سب کی خدمت مین لگے رہتے، متعدد موقعے ایسے بھی آئے، کہ ان کا ناخوش ہوجانا بالکل واجبی تھا، لیکن کبھی اُن کے جبین تحمل پر شکن پڑتے نہین دیکھی گئی،

اسباب رکھتے رکھاتے عصر کا اول وقت گذر کر اوسط وقت شروع ہوگیا، جلدی جلدی تازہ وضو کرکرا، جامۂ احرام مین ملبوس، اپنے معلم کی رہنمائی مین حرم کو روانہ ہوئے، فاصلہ کچھ بہت زائد نہین، کوئی تین فرلانگ ہوگا، چند منٹ مین پہونچ گئے ہونگے، مگر نہ پوچھیے، کہ یہ چند منٹ اس وقت کے گھنٹے معلوم ہوئے! زبان پر لبیک لبیک ہی، معلم صاحب شاید کچھ اور دعائین بھی پڑھاتے جارہے ہین، لیکن دل کیا کہہ رہا ہی؟ کون سی تمنا ہی، جو اس وقت دل مین نہین؟ تمناؤن کا ہجوم، آرزوؤن کی کشمکش، اور پھر ہیبت ودہشت، کہ کس دربار مین حاضری ہورہی ہی! دل ہی کہ ہر لحظہ اس کی دہشت بڑھتی جارہی ہی، اور قدم ہین، کہ ہر ہر قدم پر بھاری ہوتے جارہے ہین، کہان کسی سیہ کار کی جبین، اور کہان کسی بے مکان دبے نشان

ہو رہا ہی، لیکن کس کے بس کی بات ہی؟ ـــــــ سعودی پولیس آخر کہان ہے؟ کیا راستہ کا انتظام اور ہجوم کو قابو مین رکھنا حکومت کے فرائض مین داخل نہین؟ اور وہ پولیس جو مدینہ منورہ مین زیارت روضۂ اطہر کے وقت اپنی زندگی واپنی قوت کا ہر لمحہ اور ہر آن ثبوت دیتی رہتی تھی، آج ان "بدعتون" کے روکنے کے وقت جنکا تعلق کسی مخصوص فرقہ کے عقائد سے نہین بلکہ حنفی و حنبلی، بدعتی و وہابی سب یکسان ہین، کیا سرے سے غائب و معدوم ہو گئی؟

خیر، خدا خدا کرکے مشکل آسان ہوئی، سکندر پھر نظر پڑے، اور ابکی اُن کے ہمراہ مہتمم رباط، داروغہ حبیب اللہ بھی تھے، بیچارے ہم نوواردون اور اجنبیون کی پیشوائی کے لئے یہان تک آگئے، ان دونون کے مشورہ سے ہم سب لوگ جنمین بوڑھے اور کمزور مرد، اور بوڑھی اور کمزور عورتین بھی تھین، اپنی اپنی سواریون سے اترے، اور مجمع کے اندر گھستے اور پلتے، پیدل روانہ ہوئے، اسباب بدستور اعرابیون پر لدا ہوا پیچھے پیچھے تھا، اور اس طرح فرلانگ ڈیڑھ فرلانگ کی مسافت طے کرکے رباط تک پہونچے۔ رباط ایک اچھی وسیع دو منزلی عمارت ہی، اور سب سے اوپر کھلی ہوئی چھت، عین دروازہ پر نہر زبیدہ کا نل لگا ہوا، جو یہان کے لئے ایک خاص نعمت ہی، خالی زمانہ مین کوئی یہان آئے، تو بڑی راحت و آسایش سے ٹھہر سکتا ہی، اس وقت یہ حالت کہ عمارت کا چپہ چپہ اور گوشہ گوشہ حاجیون سے گھرا ہوا، اوپر نیچے کمرہ، برآمدہ، ہر جگہ رکی ہوئی، مگر داروغہ صاحب نے بکمال عنایت ہمارے قافلہ کے لئے اوپر کے درجہ مین ایک خاصی وسیع جگہ محفوظ کر رکھی تھی، ایک لمبا چوڑا دالان اور ایک بڑا کمرہ،

شام کے، مصر کے، اناطولیہ کے، فلسطین کے، کردستان کے، سوڈان کے، طرابلس کے، مراقش کے، زنجبار کے، حبشہ کے، ٹیونس کے، ایران کے، افغانستان کے، بلوچستان کے، بخارا کے، ترکستان کے، چین کے، جاوا کے، برما کے، سیلون کے، بنگالہ کے، پنجاب کے، سندھ کے، گجرات کے، بہار کے، مالابار کے، بمبئی کے، دکن کے، دہلی کے، لکھنؤ کے، اور خدا معلوم دنیا کے کن کن گوشوں کے رہنے والے اور روے زمین کے کن کن حصوں کے بسنے والے من کل فج عمیق کی تفسیر کا مشاہدہ کرانے کو موجود۔

بیرون شہر کا حصہ جب تک طے ہوتا رہا غنیمت رہا، شہر کے اندر داخل ہوتے ہی ہجوم کی بھی زیادتی شروع ہوئی، یہان تک کہ جب اس موڑ پر پہونچے جہان سے محلہ سقلہ کے حدود شروع ہوتے ہین، تو اونٹون اور انسانون کی وہ چپقلش تھی کہ راستہ ملنا کسی طرح آسان نہ تھا، عصر کا وقت شروع ہو چکا تھا، ادھر یہ عجلت کہ منزل پر جلدی سے پہونچ، اسباب رکھ رکھا، کسی طرح حرم تک جا پہونچین، اور ادھر ہجوم ہے کہ راستہ کو ناقابل گذر بنائے ہوے ہے۔ منیٰ کے جانے کا مسنون وقت ۸ ذی الحجہ کی صبح ہے اور عرفات تو ۹ کی دوپہر تک پہونچنا چاہئے، لیکن جلد بازون اور سنت رسولؐ سے بے پروائی برتنے والون نے سیکڑون ہزارون کی تعداد مین، آج، ۷ ذی الحجہ ہی سے روانہ ہونا شروع کر دیا ہے، اور ان قافلون نے راستہ کی چپقلش اور زیادہ بڑھا رکھی ہے۔ دو منٹ، چار منٹ، دس منٹ، بیس منٹ، چوراہے پر کھڑے کھڑے ایک مدت گزر گئی، اور سکندر معلم جو راستہ کے صاف کرنے مین لگے ہوئے تھے، خود بھی کہین غائب ہو گئے، ایک ایک منٹ بھاری

یہ خوب واضح رہنا چاہئے کہ ہر شخص کو ایسی سہولتیں میسر آجانا ممکن نہیں، عموماً حاجیوں کو اپنے ٹھہرنے کا سارا انتظام اپنے معلم ہی کی معرفت کرنا ہوتا ہے اور مکہ میں کرایہ مکان کے لئے ایک معقول رقم اپنے پاس رکھنا ضروری ہے،

آج سے خدا معلوم کے ہزار برس قبل نے حکم اللہ کے خلیل ع کو ملا تھا کہ،

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّ عَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ (حج، ع ۴)	لوگوں میں پکار دے حج کے لئے، وہ آئیں گے تیری طرف پیدل بھی، اور ہر طرح کی دبلی سواریوں پر بھی، جو ہر دور و دراز کے راستہ سے آتی ہونگی،

اب تک آیت کے محض الفاظ کا مطالعہ ہوا تھا، معنی کا مشاہدہ آج شروع ہوا، خدا معلوم آس پاس سے آنے والے کتنے پاپیادہ، اور دور و دراز سے آنیوالے کتنے سواریوں پر، ساتھ ساتھ چل رہے ہیں، آگے چل رہے ہیں، پیچھے چل رہے ہیں، اور برابر امنڈتے ہوئے چلے آرہے ہیں! دس بیس ہوں، سو پچاس ہوں، تو کوئی گننے کی کوشش بھی کرے، ٹڈی دل کے شمار کرنے کی ہمت کوئی کہاں سے لائے! عزیمت اور حوصلہ والے پاپیادہ ہیں، رخصت اور اجازت والے سواریوں پر سوار ہیں، اونٹ اور اونٹنیاں بھی ہر قسم کی خوش رنگ بھی بدرنگ بھی، بڑی بھی چھوٹی بھی، وحشی بھی، شائستہ بھی، سفید بھی، سیاہ بھی، سرخ بھی بادامی بھی! مگر سب کی سب فرط مشقت سے چور چور (علی کل ضامر) اور آنے والے کہاں کہاں کے؟ کوئی ایک دو ملک ہوں، تو نام گنائے جائیں، نجد کے، یمن کے، عراق کے،

باب ۲۲

حرم شریف

مکہ مکرمہ مین حاجیون کے ٹھہرنے کا عام دستور یہ ہو کہ اپنے اپنے معلم کی معرفت کرایہ کے مکانون مین اترتے ہین، مکانات کے کرایے عموماً تو کچھ ایسے گران نہین رہتے لیکن اس ہجوم کے زمانہ مین ظاہر ہو کہ اپنے جائز حدود کے اندر کیونکر محدود رہ سکتے ہین، مالکان مکانات کی خاطر خواہ آمدنیون کا یہی زمانہ ہوتا ہو، منہ مانگے کرایے ملتے ہین، اور پھر معلم صاحبان اپنے "حقوق" سے ایسے خداداد موقع پر کیون دست بردار ہونے لگے، کرایے عموماً روپیون کے حساب سے نہین، گِنیون کے حساب سے ہوتے ہین، ہمارے معلم عبدالقادر سکندر نے جو ہندوستان سے ہمارے ساتھ ہی اسی جہاز پر خود بھی مکہ چلے تھے، ہم سے بمبئی مین بکمال عنایت فرمایا تھا، کہ وہ ہمارے لئے ایک بہت ارزان مکان دس پندرہ گنی مین تلاش فرما دین گے! لیکن ہمکو بحمد اللہ انکی عنایت سے مستفید ہونے کی ضرورت نہین پڑی، اللہ کے گھر مین میزبانون کی کیا کمی، مدرسہ صولتیہ، مدرسہ فخریہ عثمانیہ اور حیدرآباد کی رباطین، متعدد ٹھکانے ہمارے ٹھہرنے کے تھے اور صلاح یہ قرار پائی کہ سب سے پہلے رباط حیدرآباد کو چل کر دیکھا جائے، چنانچہ وہین کے لئے ہمارا قافلہ، اعرابیون پر سوار اپنے معلم کی رہنمائی مین چل رہا تھا، ـــــــ

لحاظ سے تو اس کا خیال بھی نہیں ہو سکتا تھا، ﴿رزقاً من لدنا﴾ یہ ہماری طرف سے، بلا تائیدِ اسباب طبعی، و بغیر مساعدتِ تدابیر ظاہری، مکہ والون کے لئے رزق ہی جس سچے نے کہا ہی، حرف بحرف سچ کہا ہی، اور وہی ایک سچا اتنے بڑے دعوی کی بے دھڑک ہمت کر بھی سکتا تھا، جس سرزمین مین کچھ بھی نہ پیدا ہوتا ہو، وہان، یہ سب کچھ موجود ہو جانا، اور دعوی کے ساتھ اس حقیقت کا اعلان کر دینا، قرآن مجید کی صداقت کا وہ مستقل معجزہ ہی، جسکا مشاہدہ دنیا ساڑھے تیرہ سو برس سے مسلسل کرتی چلی آرہی ہی، اور خدا جانے آیندہ کب تک کرتی چلی جائے گی!



اسا کھام ہو! نگٹن اور شکاگو کی کوٹھیون اور کارخانون مین بینکون اور خزانون مین منتقل ہوا چلا جارہا ہو! یہ ٹھیک ہو کہ بغداد کی عبائین، اور دہلی کے جوتے بھی موجود ہین لیکن جہان ہزارون اور ہزارون کے سیکڑون لاکھون، اور لاکھون کی دہائیون کے نفع بیگانے حاصل کر رہے ہون، وہان اگر سیکڑون کی رقم اپنون کی جیب مین آئی بھی، تو کیا آئی! کس کو اس پر خوشی ہو گی، اور کون اسکا ذکر فخر سے کریگا!

اولم نمکن لھم حرما آمنا یجبیٰ الیہ ثمرات کل شئ رزقا من لدنا، (قصص، ع ۶)	کیا ہم نے ان لوگون کو امن والے حرم مین جگہ نہین دی، جس کی طرف ہر طرح کے میوے کھنچے چلے آتے ہین، جو رزق ہو ہماری طرف سے،

تلاوت مین آیہ کریمہ خدا معلوم کتنی بار نظر سے گزر چکی تھی لیکن اس کا مفہوم پوری طرح، مکہ معظمہ مین حاضری کے بعد ہی واضح ہوتا ہو! ایک بے آب وگیاہ ملک، ہر طرف ریگ اور ریگستان، پتھر اور خشک چٹانین، سبزی اور شادابی کا کوسون کیا معنی منزلون پتہ نہین، کنوئین کا وجود عنقا، اور جھیل اور تالاب کا تو نام بھی کسی کے کانون مین نہ پڑا ہو گا، موسم کی گرمی، لو کی لپٹ، دھوپ کی تیزی اُس پر مستزاد، ایک طرف خشکی کے یہ سارے سامان، اور دوسری طرف تازہ پھلون اور شاداب میوؤن کی وہ کثرت، کہ بمبئی کے کرافرڈ روڈ، یا دہلی کی فتحپوری کی دوکانون کا دھوکا ہونے لگے، ککھیرا، انگوری، سردہ، کیلا، تربوز، خربوزہ، کدو، لوکی، نارنگی، سنگترا، انار، انگور، سیب، ناسپاتی، کشمش، لیمون، چکیو، شفتالو، خوبانی، تر و تازہ آلو بخارا، غرض (غالباً بجز آم کے) جو ترکاری اور جو پھل چاہئے، اپنی تر و تازہ، سرسبز و شاداب شکل مین موجود، یہ اگر محض مکہ کی کرامت اور رب مکہ کا کرم نہین، تو اور کیا ہو؟ اسباب ظاہری کے

معلوم ہو رہا ہی، کہ ہندوستان کے کسی مہذب و متمدن شہر مین چل رہے ہین، البتہ سڑکون کا کوئی معقول انتظام نہین، پختہ سڑک کا برائے نام وجود، عدم کے مساوی ہجوم اور چپلقش کا کیا پوچھنا، ایسے ہنگامہ مین، سئینڈر صاحب کی آواز بھی پوری طرح پہونچنی ممکن نہ تھی، پھر بھی "معلم" صاحب اپنی تعلیم شروع کر چکے تھے، اور ادھر سے بھی اپنی والی کوشش یہی تھی، کہ بہت نالایق شاگردون مین شمار نہ ہو

لیکن مکہ کے بازارون کی یہ رونق اور یہ آبادی ——— آہ اس دردِ دل کو الفاظ کے واسطہ سے کیونکر ظاہر کیا جائے ——— مسلمانون کی ترقی نہین، اپنون کی ترقی نہین، مکہ و مدینہ کی ترقی نہین، حجاز کی ترقی نہین، حجاز کی نہ سہی بصرہ شام، مراقش و طرابلس، عراق و ایران، بخارا و افغانستان کسی اسلامی ملک کی ترقی نہین، بلکہ تقریباً تمامتر فرنگیون کی ترقی ہی، بیگانون کی ترقی ہی، امریکہ و جرمنی انگلستان و اٹلی کی ترقی ہی، یہ دوکانون پر جو لاکھون روپیے کا سامان نظر آرہا ہی یہ شال اور پشمینے، یہ کمل اور یہ چادرے، یہ موزے اور یہ دستانے، یہ مفلر اور یہ کالر، یہ سوٹر اور یہ بنیائن، یہ مخمل اور یہ اطلس، یہ جوتے اور یہ ٹوپیان یہ پیپ اور یہ گرگابیان، یہ موٹرون کے ٹیوب اور لاریون کے ٹائر، یہ بجلی کے قمقمے اور گیس کے ہنڈے، یہ یہ تیل کے پیپے، اور یہ عطر کی شیشیان یہ سگار اور دیا سلائیان، یہ مرتبے اور جلیبیان، یہ گلاس اور پلیٹین، یہ رومال اور جانمازین، اور یہ ہر قسم کے خوشنما سامان کا ڈھیر، کاش اس کا کوئی حصہ تو اپنون کا ہوتا! کاش یہ تو نہ ہوتا، کہ اپنون کی جیب سے سارے کا سارا نکل کر مانچسٹر اور لنکاشائر، لیورپول اور گلاسگو، شیفلڈ و برمنگھم، ایمسٹرڈم و

والون کو پانی کی اس اہمیت کا اندازہ کہان،

سکندر ذوالقرنین" تو حضرت خضر کی رہنمائی کا محتاج تھا، یہ سکندر مطوف" خود ہادی و رہنما بنکر ہمراہ ہوئے، گدھے پر سوار، ہماری اعرابی کے ساتھ ساتھ باآواز بلند دعائین پڑھتے جاتے ہین، اور ہم لوگ انھین الفاظ کو دہراتے جاتے ہین، اب یہ تو خیال نہین، کہ اس وقت اُنھون نے کون سی دعائین پڑھائی تھین، البتہ کتابون مین اس قسم کی دعائین منقول ہین، اللھم انت ربی وانا عبدک جئت لاؤدی فرائضک واطلب رحمتک والتمس رضاک متبعاً لامرک راضیاً بقضائک اسألک مسألۃ المضطرین الیک المشفقین من عذابک الخائفین من عقابک ان تستقبلنی الیوم بعفوک وتحفظنی برحمتک وتتجاوز عنّی بمغفرتک وتعیننی علی اداء فرائضک اللھم افتح لی ابواب رحمتک وادخلنی فیھا واعذنی من الشیطان الرجیم'

مکہ علاقہ حجاز ہی کا نہین، سارے ملک عرب کا سب سے بڑا شہر ہی، ہندوستان کے میار سے بھی اسکا شمار بہت چھوٹے شہرون مین نہین، لوگون سے سننے مین آیا کہ کوئی ڈیڑھ لاکھ کی مستقل آبادی ہی، اور حج کے موسم مین تو یہ آبادی دوگنی بلکہ ڈھائی گنی ہوجاتی ہی، اونچے اونچے پختہ مکانات، کہین کہین عالیشان حویلیان، بڑے بڑے بازار، ہر قسم کے کپڑے، کھانے، برتن، جوتے، بساط خانہ، صرافہ، کی دوکانین کثرت، شب مین بجلی کی روشنی کی جگمگاہٹ، چاے اور قہوہ کا تو ذکر ہی بیکار ہی، ذکر کے قابل برف اور شربت کی دوکانین ہین، طرح طرح کے خوشرنگ شربت قدم قدم پر موجود، اور کہین کہین برف بھی، یہ معلوم ہی نہین ہوتا کہ عرب مین ہین، بس یہی

متاعِ وصلِ جانان، بس گران ست
گر این سودا بجان بودے، چہ بودے!

ہندوستان کی گھڑیوں کے حساب سے ساڑھے تین پونے چار کا وقت ہوگا، کہ لاریاں اپنے اسٹیشن پر پہونچکر رک گئیں، اور سامنے شہر مکہ کی عمارتیں نظر آنے لگیں، ہمارے معلم عبدالقادر سکندر کو ہمارے پروگرام کی پوری اطلاع تھی، چند منٹ کے انتظار کے بعد ایک گدھے پر سوار آتے دکھائی دیئے، اور ہم لوگ انکی معیت ورہنمائی میں روانہ ہوئے، مولوی شاہ لطف اللہ صاحب کی پانچ آدمیوں کی جماعت یہاں سے علیحدہ ہو گئی، اور ہم سولہ مرد وزن چار اعرابیوں پر سوار ہو کر چلے، حرم کا نیز حیدرآبادی رباطوں کا فاصلہ یہاں سے ڈیڑھ دو میل تھا، اور، وسط مئی کی دھوپ بھی خاصی تیز تھی، پھر زنانہ قافلہ کا ساتھ، سواری کرنا ناگزیر تھا، ٹھہرنے کے لئے متعدد مقامات پیش نظر تھے، اور سب سے بڑھکر مولوی محمد سلیم صاحب کا خلوص ومحبت سے بھرا ہوا، دعوت نامہ مدرسہ صولتیہ سے متعلق موجود تھا، لیکن معلم سے معلوم ہوا کہ مدرسہ کا فاصلہ حرم سے اچھا خاصہ ہے، پنجوقتہ حاضری نہ ہو سکے گی، اس لئے طے پایا، کہ پہلے رباط حیدرآباد میں چلکر قیام کیا جائے، اس کے بعد دیکھا جائیگا، یہ رباط مسفلہ میں واقع ہے، کئی درجوں کی وسیع عمارت، مگر اس وقت ماشاءاللہ خوب کھچا کھچ بھری ہوئی، اس کے مہتمم داروغہ حبیب اللہ صاحب خوش خلق، مستعد، کارگذار، خدمت کرکے خوش ہونے والے، حرم سے یہ عمارت کوئی تین فرلانگ کے فاصلہ پر، نہر زبیدہ کا ایک پائپ عین اس کے دروازہ پر، اور یہ مکہ کے لئے ایک خاص نعمت ہے، ہندوستان

بس کسی کا لطف بے نہایت اور کرم بے حساب، چلائے جا رہا تھا! کیا شان رحمانیت و ربوبیت ہے! یہ ہیبت و عظمت والی، یہ عزت و جلالت والی سرزمین، جو شاید صرف انبیاء و ملائکہ اور اولیاء و صدیقین کے لایق تھی، اُس پر آج کس ننگ خلایق نامہ سیاہ کو لایا جا رہا ہے!

عن عبد اللہ ابن عباسؓ قال کانت الانبیاء تدخل الحرم مشاۃ حفاۃً و یطوفون بالبیت ویقضون المناسک حفاۃً مشاۃً (ابن ماجہ، باب دخول الحرم)

حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ روایت ہے کہ حضرات انبیاء حرم میں داخل ہوتے تھے تو پاپیادہ اور برہنہ پا، اور خانہ کعبہ کا طواف اور سارے ارکان حج پیدل ننگے پاؤن ہی ادا کرتے تھے،

اللہ اکبر! یہ ادب و احترام حضرات انبیاء علیہم السلام کر رہے ہیں! جو خود اس مرتبہ کے ہیں، کہ جن و بشر الگ رہے، فرشتے تک انکی تعظیم کرتے ہیں! ان آنکھوں والوں نے کیا کچھ دیکھا ہوگا! ان بصارت و بصیرت والوں کو کیا کچھ نظر آیا ہوگا! اندھے اگر خود دیکھ نہیں سکتے، تو دیکھنے والوں کی پیروی تو کر سکتے ہیں! سرزمین کی پاکی، اور اللہ کے شہر کی کبریائی کا یہ مرتبہ، کہ پاکوں کے پاک اور بڑوں کے بڑے جب داخل ہوتے ہیں تو سواریوں سے اتر کر! اور جوتیوں کو اتار کر! ایک ادب ان! ادبوں کا تھا، اور ایک ادب ہم بے ادبوں کا ہے، کہ نہ چند منٹ کے لئے بھی سواری سے اترے، اور نہ چند قدم کے لئے بھی جوتے اتارے! ارے، یہ مقام تو وہ تھا، کہ پیروں سے جوتیاں اتارنا توکیا، اگر تن سے سر اتارنے کو بھی کہہ دیا جاتا، تو اہلِ دل اور اہلِ درد اس نذر کو کہین ہلکی اور اس سودے کو کہین ارزان سمجھتے!

یہ قیود اور یہ آداب تو اللہ کی طرف سے ہر بندہ کے لئے ہیں، اہلِ ادب اور اہلِ دل نے از خود جو آداب ملحوظ رکھے ہیں، اُن کا کیا ذکر کیا جائے، اس تیرہ ساڑھے تیرہ سو برس کی مدت میں کتنے ایسے ہیں، جو بغیر کسی رفیق اور بغیر کسی زاد و راحلہ کے اپنے کو محض تقدیر الٰہی کے سپرد کئے ہوئے اس در پر حاضر ہوئے ہیں! کتنے ایسے ہیں کہ جو اثنائے سفر میں مسلسل روزے رکھتے ہوئے، اور قدم قدم پر دوگانہ نماز ادا کرتے ہوئے، اس سرزمین پر پہونچے ہیں! کتنے ایسے ہیں، جو "خانہ" نہیں، صاحبخانہ بیت نہیں، رب البیت کے شوق دید میں، جھکتے اور گرتے ہوئے، سر کے بل یہاں پہونچے ہیں! اور فرماتے یہ ہیں، کہ مسلمان حرم کو حرم اس لئے کہتے ہیں، کہ اس کے

حرم را حرم بدان خوانند، کہ اندر وے مقام ابراہیمؑ ست ..... وابراہیمؑ را دو مقام بودہ است، یکے مقام تن وے و دیگر مقام دلش، مقام تن مکہ و مقام دل خلت، ہر کہ قصد مقام تن وے کند از ہمہ شہوات و لذات اعراض باید کرد۔ (کشف المحجوب)

اندر مقام ابراہیم ہے..... اور ابراہیم علیہ السلام کے دو مقام تھے، ایک ان کے تن کا مقام اور ایک ان کے دل کا مقام، مقام دل کو خلت کہتے ہیں، اور مقام تن کا نام مکہ ہے، پس جو ان کے مقام تن کا قصد کرے، لازم ہے کہ اپنے کو لذتوں اور خواہشوں سے خالی کرلے۔

یہاں احرام کی ظاہری پابندیاں ہی آسانی سے کس کے بس کی بات تھیں کہ ان باطنی پاکیزگیوں کا خیال تک بھی آسکتا! یہاں زبان اور آنکھ، اور ہاتھ اور پیر کب قابو میں تھے، کہ دل و دماغ، تصور و خیال، خواہش و ارادہ کو قابو میں لانے کا دھیان بھی کیا جاتا! بس محض تن بہ تقدیر چل رہے تھے، اور چل کیا رہے تھے،

(ترمذی) | کی محبوب ترین زمین ہے،

قدم اس بہترین شہر اور اللہ کے اس محبوب ترین شہر کی جانب بڑھ رہے تھے،

عربی	اردو
عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلعم... یوم فتح مکۃ ان ھذا البلد حرمہ اللہ یوم خلق السموات والارض فھو حرام بحرمۃ اللہ الی یوم القیٰمۃ وانہ لم یحل القتال فیہ لاحد قبلی ولم یحل لی الا ساعۃ من نہار فھو حرام بحرمۃ اللہ الی یوم القیٰمۃ لا یعضد شوکہ ولا ینفر صیدہ ولا یلتقط لقطتہ الا من عرفھا ولا یختلی خلاھا۔ (بخاری مسلم وغیرہ)	ابن عباسؓ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلعم نے فتح مکہ کے دن فرمایا کہ.... اس شہر کو حرم قرار دیا اللہ نے اسی روز سے، کہ جس روز آسمان و زمین کی آفرینش کی، پس اس کی حرمت واجب ہے روز قیامت تک، اور ہرگز نہیں جائز ہوا اس کے اندر قتال مجھ سے قبل کسی کے لئے، اور نہیں جائز ہوا خود میرے لئے بجز ایک ساعت روز کے، پس واجب ہے اس کی حرمت یوم قیامت تک، نہ کاٹا جائیگا درخت خاردار اس کے اندر اور نہ تعرض کیا جائیگا شکار سے اس کے اندر اور نہ اس کے اندر گری ہوئی چیز اٹھائی جائیگی، سوا اس صورت کے کہ اسے پہنچوایا جائے اور نہ کاٹی جائیگی گھاس اسکے حدود کے اندر!

رحمت و فضل کی کشش اس سرزمین پر لئے جا رہی تھی، جہاں داخلہ کے یہ آداب اور یہ شرائط ہیں، اور جہاں کے احترام کو ان قیود سے سب پر واضح اور سب پر روشن کردیا گیا ہے!

باب ٢١

سوادِ مکہ

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلعم لمکۃ ما اطیبک من بلد واحبک الی ولولا ان قومی اخرجونی منک ما سکنت غیرک،

(ترمذی)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے مکہ کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا کہ تجھ سے زیادہ پاکیزہ کوئی شہر نہین، اور نہ کوئی شہر تجھ سے زیادہ مجھے محبوب ہے، اور اگر میری قوم والون نے مجھے نکال نہ دیا ہوتا، تو مین تیرے سوا اور کہین نہ رہتا،

حاضری اس پاکیزہ ترین شہر اور رسول خدا کے اس محبوب ترین شہر مین ہورہی تھی،

عن عبد اللہ بن عدی قال رأیت رسول اللہ صلعم واقفا علی الحزورۃ فقال واللہ انک لخیر ارض اللہ واحب ارض اللہ الی اللہ

عبد اللہ بن عدیؓ کہتے ہین کہ مین نے رسول اللہ صلعم کو حزورہ (مکہ مین ایک مقام کا نام ہے) مین کھڑے ہوئے دیکھا، اور آپ فرمارہے تھے کہ اے مکہ تو اللہ کی بہترین سرزمین ہے، اور اللہ کی نظر مین اللہ

دہلوی کی کتاب الحج والزیارۃ (فتاوی عثمانی، جلد ۶) ہے، جو ہر دوسری کتاب سے بے نیاز کر دینے کے لئے کافی ہی، اور اردو مین اپنے موضوع پر ایک بے مثل و نادر جامع تالیف ہے، مولوی ابوالخیر خیراللہ صاحب وکیل ہنگنڈہ (دکن) نے بھی اپنے چند ورق کے رسالہ خیر المناسک مین حیرت انگیز اختصار کیساتھ ضروری مسائل، ادعیہ واذکار کو جمع کر دیا ہی، عازمانِ حج اگر اس قسم کی چیزین اپنے ہمراہ رکھین، تو بہت سی لغزشون اور فروگذاشتون سے، جن پر بعد کو ناسف و ندامت ہوتی رہتی ہے، بچ جایا کرین گے،



کو نازل کیا، جنھوں نے مکہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا، جو زمین اُس حلقے کے اندر آگئی، وہ حرم کہلاتی ہے، یہ روایت صحیح ہو یا نہ ہو، بہرحال زمینِ حرم ہے خاص ادب و آداب کی سرزمین، اور بزرگوں نے اس کے آداب یہ لکھے ہیں، کہ اگر ممکن ہو تو اتنا فاصلہ پاپیادہ طے کرے، اور قدم اس سکنت، فروتنی و تذلل کے ساتھ اٹھائے، کہ جیسے کوئی عاجز و بے بس، شہنشاہ کے دربار میں جا رہا ہے، بوریہ نشینوں اور کم ہمتوں اور ناتوانوں کو بھلا ان آداب کی کیوں توفیق ہونے لگی تھی، یہاں محض اس لئے ذکر کر دیا گیا کہ ہو سکے تو آیندہ عازمینِ حج اسے پیشِ نظر رکھیں، ان حدود میں داخل ہوئے، تو مولانا مناظر کی قیادت میں یہ دعا (یا مثل اس کے کوئی دوسری دعا تھی) بلند آواز سے پڑھی، اللهم ان هذا حرمك وحرم رسولك فحرم لحمي وعظمي ودمي على النار، اللهم آمني من عذابك يوم تبعث عبادك واجعلني من اوليائك واهل طاعتك وتب علي انك انت التواب الرحيم، مناسکِ حج پر عربی میں صدہا تصانیف ہیں، فقہ کی ہر کتاب کا ایک لازمی جزو کتاب الحج ہوتا ہے، مولانا مناظر کے پاس ملا علی قاریؒ کی شرح لباب المناسک تھی، اس موضوع پر حنفیوں کیلئے جامع ترین کتاب ہے، اردو خوانوں کے لئے مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا مختصر رسالہ زبدۃ المناسک بڑے کام کا ہے، دیکھنے میں چھوٹا، لیکن مفید و مستند معلومات سے لبریز، ہم لوگوں کے ہاتھ میں اسی کے اوراق تھے، مولوی شاہ الیاس برنی صاحب کا سفرنامہ صراط الحمید بھی ضروری مسائل و معلومات سے خالی نہیں، گو اسکا اصلی لطف اہلِ دل ہی اٹھا سکتے ہیں، مولوی شاہ سلیمان اشرف صاحب کی کتاب الحج جامع و نافع ہے، اور اردو میں سب سے زیادہ مفصل و مبسوط ہدایت نامہ اس باب میں مولوی منور الدین صاحب

جدہ سے مکہ کا فاصلہ کوئی ۴۰، ۴۲ میل کا ہی، اونٹ دو ڈیڑھ روز مین پہونچتے ہین، اچھے موٹر دو ڈھائی گھنٹے مین، اور لاریان تین ساڑھے تین گھنٹے مین، مکہ کا راستہ مدینہ کے راستہ سے نسبۃً بہت بہتر ہے، کہین کہین سڑک کوٹنے والے انجن (اسٹیم رولر) بھی دکھائی دیئے، راستہ مین دونون طرف پانی اور شربت اور چائے کی دوکانین کثرت سے موجود، شاید ایک جگہ شفاخانہ کا خیمہ بھی دکھائی پڑا تھا، چھوٹے چھوٹے پڑاؤ کثرت درمیان مین ایک بڑی منزل حدہ یا بحیرہ کی آتی ہی، نمازِ ظہر کے وقت یہان پہونچے خیمون اور شامیانون کا ایک وسیع سلسلہ سڑک کے دونون طرف قائم علاوہ چائے کے کھانے کی دوکانین بھی موجود، چاول گوشت ترکاری، تربوز، جو چاہئے، نوش فرمائیے، البتہ مدینہ کا سا پانی اب کہان مل سکتا ہی، اب اس کا خیال ہی چھوڑ دیجئے، گو اسکی یاد ہر مرتبہ حسرت کے ساتھ آکر رہیگی، ایک بڑے قہوہ خانے مین چائے پی، اور یہین نمازِ ظہر بڑی جماعت کے ساتھ پڑھی، جدہ سے اونٹون پر جو قافلے مکہ جا رہے ہین، ان کے بھی بہت سے حاجی یہان مل گئے، اور انھین مین جدہ کے مہاجن سیٹھ جمال الدین فنتی بھی تھے، جنکا ذکر خیر پہلے آچکا ہی، جدہ سے مکہ تک سڑک پر سایہ کا کہین نام نہین، خشک جھاڑیان البتہ جابجا نظر آتی رہین، اور مکہ کے قریب کچھ نخلستان بھی نظر آئے،

ظہر کا اوسط وقت گزر چکا تھا، کہ زمینِ حرم کے حدود شروع ہو گئے، جدہ سے آتے وقت مکہ سات میل رہتا ہی، کہ حدودِ حرم شروع ہو جاتے ہین، کہا جاتا ہی کہ جب حضرت آدمؑ مکہ مین تشریف لائے، تو اللہ نے شیاطین سے آپکی حفاظت کے لئے ملائکہ

دو کانون کے نیچے از زمین کا کوئی گوشہ خالی نہین، دو روز ذی الحجہ ختم ہو چکی، اب حج کے دن ہی کے باقی رہ گئے، ہر شخص عجلت سے بیتاب' اور لطف یہ کہ سب کو موٹر ہی سے نہین جانا ہی، سیکڑون ہزارون بندگان خدا ایسے ہین، جو اونٹون پر جائینگے، اور کچھ ایسے بھی، جو پا پیادہ روانہ ہونگے! آفرین ہو ان کی ہمتون پر، یہان تو موٹر کے باوجود بھی گھبراہٹ سوار ہی، کہ دیکھئے ٹھیک وقت سے پہونچنا نصیب بھی ہوتا ہی یا نہین! ہون تون کرکے ۸ رکی صبح ہوئی، مدینہ کی طرح یہان بھی تہجد کی اذان ہوتی ہی، تیرا آج کی بد حواسی مین اُس وقت اٹھنا تو کیا نصیب ہوتا، البتہ نماز فجر کے لئے تب مسجد جانا ہوا، تو دیکھا، کہ مسجد نمازیون سے کھچا کھچ بھری ہوئی ہی، سبحان اللہ آج کے مجمع کا کیا کہنا، ہندی، مصری، مغربی، خدا معلوم کس کس دیس کے حاجی جمع ہین، وضع الگ، لباس الگ، بولی الگ، قد و قامت الگ، رنگ روپ الگ، البتہ سب کے سب نبیؐ کی امت اور اللہ کے بندے، دن نکلا، اور موٹرون کا انتظام شروع ہوا، آج دن کا کھانا، صبح سویرے ہی پیٹ بھر کر کھا لیا گیا، کہ خدا معلوم دوسرے وقت کھانے کا موقع کب اور کہان آئے، مکہ مین چونکہ قیام بہت مختصر کرنا تھا، اس لئے زائد سامان یہین وکیل صاحب کی حفاظت مین چھوڑ دیا گیا، اور صرف ضروری سامان ساتھ رکھکر، ہندوستان کی گھڑیون کے حساب سے، دن کے دس بجے ہمارے موٹر روانہ ہوگئے، جدہ سے جو لوگ سیدھے مدینہ منورہ جاتے ہین، اور اُن کے موٹرون کے جو کرایہ پیشگی لے لئے جاتے ہین، اُن کرایون مین جدہ سے مکہ تک کا کرایہ بھی شامل رہتا ہی؛

عشاکے اول وقت شہر مین داخل ہوگئے، موٹرین حرین کمپنی کی تھین، شوفرانی کمپنی کے موٹرخانہ مین موٹرین لے گئے، اور ہمین وہین اتار دیا، رات کا وقت اجنبی مقام اپنے وکیل اور اُن کے مکان کی اس وقت کہان تلاش کیجائے؟ اتنی عورتون کا ساتھ، انھین کہان چھوڑا جائے؟ اور پھر اگر وکیل صاحب ہاتھ بھی آگئے تو ایسے ناوقت وقت پر ہم لوگون سے التفات کیون فرمانے لگے؟ اس قسم کے سوالات شاید دیر تک دماغ کو پریشان رکھتے، لیکن آخر اسی جدہ مین منشی احسان اللہ صاحب بھی تو مع اپنے تمام اختیار واقتدار کے رہتے ہین، فوراً وہ یاد پڑگئے، اور پتہ پوچھتے اُن کے گھر جا پہونچا، گھر پر موجود مل گئے، اور ان کی ملاقات ہر مشکل کا حل تھی، وہی لطف والتفات، وہی توجہ واخلاق، دس بیس منٹ کے اندر وکیل صاحب بھی مل گئے، سامان بھی سب اتر آیا، اور مردانی وزنانی سواریان بھی سب بسہولت وکیل صاحب کے مکان تک پہونچ گئین، قافلہ کے اور لوگ صالح بسیونی کے مکان مین رہے مجھے اور مولانا مناظر کو شیخ نصیف کے پُرفضا چبوترہ کی چاٹ پڑچکی تھی، اور اس وقت کے گرم موسم مین تو اس کی اور زیادہ ہوس تھی، ہم دونون ان کے ہان پہونچے معلوم ہوا شیخ مکہ جاچکے ہین، مجبوراً صالح بسیونی کے مکان کے نیچے میدان مین لیٹے لیکن اس میدان پر اس وقت انسانون سے زیادہ اونٹون کا قبضہ تھا، ساری رات انسانون اور اونٹون کی کشمکش اور چپقلش مین گذری، اونٹون کا اتنا ہجوم عظیم پہلی بار دیکھنے مین آیا،

جدہ اس وقت حاجیون سے پٹا پڑا ہے، مسجدون کے اندر، سڑکون کے اوپر،

نصف شب کے بیر حسان پر پہونچے، اور یہین قیام ہوا مدینہ جاتے ہوئے بھی شب کی منزل یہ گذاری تھی، آدھی رات کے بعد تھکے ماندے، خوب خستہ ہو کر سونے لیٹے، فجر کی نماز اکثروں کی قضا ہوئی، جون تون پڑھکر پھر جلدی سے روانہ ہوئے، آج سفر سارے دن کا ہے، یہ موسم تو خوب لو چلنے کا ہے، لو ہندوستان ہی کی کس غضب کی ہوتی ہے، چہ جائیکہ ریگستانِ عرب کی لو! لو سے بچنے کے لئے کچی پیاز بہت مفید ہے، قافلہ مین سبنے پیاز کی گانٹھیان ہاتھون مین لے رکھی تھین، اور کبھی کبھی سونگھتے بھی جاتے تھے، احرام کی حالت مین سر ڈھانپنے کی ممانعت، جسم کا بہت سا حصہ بھی تیز ہوا مین بلا ارادہ بار بار کھل جاتا تھا، ان بے احتیاطیون کے باوجود بھی خدا کے فضل سے سارا قافلہ محفوظ رہا، نہ کسی کے لو لگی نہ کسی کو بخار آیا، راستہ مین ایک لاری ٹھیک دوپہر کو کھڑی ہوئی ملی معلوم ہوا کہ بگڑ گئی ہے، مصریون کا قافلہ سوار تھا اس مین ایک جوان عورت کو لو لگ گئی ہے، بیچاری بے حال و بدحواس تھی اسکا شوہر اسے ہماری لاری پر لے آیا، اور اگلی منزل پر اسے لیکر اتر گیا، خدا معلوم بعد کو کیا گذری، منزلون پر طبی انتظام کسی قسم کا بھی نہ تھا، حالانکہ اس ہجوم کے زمانہ مین خصوصاً ایسے سخت موسم مین، راستہ مین دس بارہ چھوٹے شفاخانے قایم کر دینے کچھ مشکل نہ تھے،

مدینہ سے مکہ کو اونٹ جس راستہ سے جاتے ہین، وہ سیدھا راستہ ہے، ادھر جدہ نہین پڑتا، موٹر کا راستہ جدہ ہو کر ہے، اس لئے ہملوگون کو تو بہر حال یہی راستہ اختیار کرنا تھا، دن بھر کے سفر کے بعد شام کو جدہ کی روشنیان نظر آنی شروع ہوئین، اور

البلدۃ الذی حرمہا ولہ کل شیٔ (نمل، ع ۷)	عبادت کروں جس نے اسے حرمت والا بنایا اور ہر شے اُسی کے لئے ہے،

اللہ اکبر! مکہ والو، مکہ کے مسافرو، ذرا مکہ کی بڑائی دیکھنا! خود اپنا تعارف مکہ کے ذریعہ سے کرایا جارہا ہے! اپنے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ "اس شہر (مکہ) کے پروردگار"! اور پھر تصریح درتصریح، کہ وہ مکہ کا رب ہی نہیں بلکہ وہ جس کے لئے سب کچھ ہے، مکہ کو پاک بھی کرچکا ہے، اُسے حرمت والا بھی قرار دیچکا ہے، اللہ نے لا اقسم بھذا البلد مین کس شہر کی عزت افزائی کی ہے! البلد الامین کس شہر کا نام رکھا گیا ہے؟ بلداً آمنا سے کس شہر کی سرا فرازی مقصود ہے! بلد الحرام زبانِ نبوت مین کس شہر کے لئے ارشاد ہوا ہے؟ ابراہیم خلیل اللہ نے کس شہر کی آبادی کے لئے دعا کی تھی؟ ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اور ہاجرہؑ نے کس شہر مین اپنی مستقل یادگارین چھوڑی ہین؟ ——— موٹر کے پہیئے تیزی کے ساتھ گھوم رہے تھے، اور انکی ہر گردش کے ساتھ، اللہ کا شہر، اللہ کے حبیب کا شہر، اللہ کے خلیلؑ کا شہر، اللہ کے ذبیحؑ کا شہر، بیشمار اولیاء و صدیقین کا شہر قریب تر ہوتا جارہا تھا،

لبیك اللّٰھم لبیك لا شریك لك لبیك ان الحمد و النعمۃ لك و الملك لبیك، ہر تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد، دوسری سواریون یا پیدل مسافرون کو دیکھ کر، بلندیون پر چڑھتے وقت، نشیبون مین اترتے وقت، منزلون پر پہونچ کر، نمازون سے فارغ ہو کر لبیک لبیک کی صدائین بلند ہوتی ہین، ظہر کی نماز ذوالحلیفہ مین پڑھ چکے تھے، عصر، مغرب وعشا کی نمازین راستہ مین مختلف منزلون مین ادا ہوئین قریب

سارے شہروں اور سارے ملکوں، ساری آبادیوں اور ساری بستیوں کے دین و ایمان کا مرجع اور تربیت و تزکیہ کا مرکز۔ اگر مکہ نہیں، تو کیا کوئی اور شہر ہے؟ رحمت کاملہ و قدیرہ مطلقہ نے اپنے آخری پیام رحمت کی بارش کے لئے کیا بجز اس سرزمین کے کسی اور کو چنا؟ اور اس پیام کا پیامبر، سب سے جامع، سب سے اہم، سب سے اکمل، سب سے آخر پیام لانے والا، کہاں پیدا ہوا؟ کہاں پلا؟ کہاں بڑھا؟ کہاں اس پر اس پیام کا نزول شروع ہوا، اور کہاں کی گلیوں اور وادیوں میں وہ ایک دن دو دن نہیں، تیرہ برس تک اسی پیام کی منادی کرتا رہا!

حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ کے حوالے سے یہ روایت اکثر کتب تفسیر میں منقول ہے، کہ جب اللہ کے حبیب و محبوب کو اس شہر سے ہجرت کرنی پڑی، تو گھر سے نکلنے کے بعد اس شہر کی طرف مڑکر ارشاد ہوا،

انت احب البلاد اللہ تعالیٰ الی اللہ وانت احب بلاد اللہ تعالیٰ الیّ ولو لا ان اھلک اخرجونی لم اخرج منک	تو اللہ تعالیٰ کے تمام شہروں سے بڑھکر اللہ کو محبوب ہے، اور تو اللہ تعالیٰ کے تمام شہروں سے بڑھکر مجھے بھی محبوب ہے، لہذا اگر تیرے لوگوں نے مجھے نہ نکالا ہوتا، تو میں خود تجھ سے نہ نکلتا،

اس تصریح کے ساتھ اللہ کا محبوب ترین شہر، اور اللہ کے رسول کا محبوب ترین شہر، سوا مکہ کے، اور کسے کہا گیا ہے؟ حدیث کی روایت کو بھی چھوڑیئے، خود کلام پاک میں کیا ارشاد ہوتا ہے:۔

انما امرت ان اعبد رب ھذہ	مجھے صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ اس شہر کے رب کی

اندرکشمکش اورچپقلش، بجائے شتربان کے موٹربان (شوفر) اوراُن کے نائب (کلینر) کی مجبورانہ نازبرداریان، یہ سب کچھ اگر "شق الانفس" کی تفسیر نہین تو اور کیا ہی؟

لیکن دکھ کی پروا کسے؟ اور اذیت کا احساس کس کو؟ کیا کسی کو یہ معلوم نہ تھا کہ چل کہان رہے ہین؟ اور بخت کا عروج اور نصیبہ کا اوج کس کو کہان پہونچا رہا ہی؟ چل اس شہر کو رہے ہین، جس کو کسی نادان انسان نے نہین، کسی سیاح جہان گشت نے نہین، کسی جغرافیہ نویس اور کسی نقشہ ساز نے نہین، زمینون اور آسمانون کے پیدا کرنے والے نے، لندن و پیرس کو چمک دمک اور جگمگاہٹ بخشنے والے نے، برلن و نیویارک کو نیست سے ہست کرنے والے نے، ام القری، سب بستیون کی ماں کہکر پکارا ہے، ماں وہ ہی، جس کے وجود کے بغیر اولاد کا وجود نہین ہوتا، آج مکہ نہ ہوتا، تو نہ کلکتہ ہوتا نہ بمبئی، نہ لکھنؤ نہ دہلی، نہ لاہور نہ مدراس، اور نہ چین نہ جاپان، نہ مصر نہ ہندوستان نہ انگلستان نہ سارا فرنگستان، اشارحین اور مفسرین کہتے ہین، کہ مکہ روے زمین کا مرکز ہی، نادان فرنگی ہنستا ہی، اور کہتا ہی، کہ زمین کرہ کی شکل مین ہی، اس مین کسی ایک متعین مقام کو سب کے وسط مین کیونکر قرار دیا جاسکتا ہی، اس جاہل کو مرکز کے معنی صرف جغرافی مرکز کے معلوم ہین، اور اسکی عقل صرف اسی کو مرکز جانتی ہی، جو مادی آلات پیمایش کے حساب سے سب کے وسط مین ہو، سو اوّل تو اس کے پاس اس حیثیت سے بھی اس کے عقیدے کی کوئی دلیل نہین، لیکن اس کے علاوہ "ام" کے معنی مرکز جغرافی کے ہین کب؟ ماں کا کام تو اولاد کو وجود مین لانا، اور انکی پرورش و تربیت کرنا ہی، پھر اگر آج بھی سب کی ایمانی پرورش اور روحانی تربیت مکہ سے نہین، تو اور کہان سے ہو رہی ہی؟

باب ۲۰

جدّہ: راہِ مکہ

وتحمل اثقالکم الی بلدٍ لم تکونوا بالغیہ الا بشق الانفس، سورۂ نحل

رکوع اول مین پروردگارِ عالم کے انعامات کے ذیل مین انعام (چوپایون) کا ذکر ہی کہ وہ تمھاری سواریون کا کام دیتے ہین، اور تمھارے بوجھ تمھارا سامان واسباب اس شہر تک لاد کر پہونچاتے ہین، جہان تم اپنی جانون کو مشقت مین ڈالے بغیر نہین پہونچ سکتے، آیت کی تفسیر مین ایک قول سلف سے یہ منقول ہی، کہ "بلد" (شہر) سے مطلق بلد مراد نہین، بلکہ متعین شہر مکہ مراد ہی، گویا ضمناً آیۂ کریمہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مکہ تک پہونچنا دشواریون اور سختیون کے بعد ہی ممکن ہی، پہلے کسی زمانہ مین تو آیت کے اسی مفہوم کی واضح تصدیق قدم قدم پر ہوتی رہتی تھی، لیکن اب زمانہ بہت بدل گیا ہی، اب ہر طرح کی سہولتین اور آسانیان پیدا ہو گئی ہین، اب نہ بدوؤن کی بندوقون سے ہلاک ہو جانے کا ڈر ہی، نہ مال کے ضایع ہونے کا، اور نہ سامانِ راحت کی نایابی ہی، پھر بھی "شق الانفس" ہمارے قافلہ کے لئے سرے سے بے معنی نہین، وسط مئی کا موسم، عرب کی دھوپ، موٹر جیسی صبا رفتار سواری مین بھی ۴۰، ۴۵ گھنٹے کا راستہ، پیاس کی شدت، مدینہ کے سرد پانی کے خوگر ہو جانے کے بعد اس کی نایابی پر حسرت، لاریون کے

کو بھنکر اس کے شرائط و آداب کا بجالانا کیونکر ممکن ہوگا؟ گناہوں سے بچنا کیسے ہو سکے گا؟ تو نے حکم دیا ہی، لا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج، ارکانِ حج تو شروع ہو گئے، پر اس حکم کی تعمیل پر کیسے قدرت ہوگی؟ آنکھ کی احتیاط اور زبان کی احتیاط کس کے بس کی بات ہی؟ مزاج اور زبان پر کس طرح قابو رکھا جا سکیگا؟ جس گھر کو تو نے اپنا گھر کہکر پکارا ہی، اُس کا صحن تو تیرے نام پر آگ مین کود پڑنے والے ابراہیمؑ، اور تیری راہ مین اپنے کو ذبح کرا ڈالنے والے اسمٰعیلؑ کے قابل تھا! جس گھر کو تو نے پاک قرار دیا ہے، اُس کے در و دیوار کو اپنے آنکھوں اور ہونٹوں سے لگانے والے تو صرف تیرے پاک پاکیزہ نکھرے اور ستھرے بندے ہی ہو سکتے ہین، جس گھر کی طرف تیرے حبیبؐ اور تیرے بندوں کے سردار نے، دن کی روشنی اور رات کی تاریکیون مین بیشمار سجدے کئے ہین، اور بے گنتی اور بےحساب اپنے سر کو جھکایا ہی، اس کی چار دیواری تو صرف نور کے بنے ہوئے فرشتون اور رحمت و مقبولیت کے سانچے مین ڈھلے ہوئے صدیقین و کاملین کے طواف کے لائق تھی، وہان آج تو کس کو باریاب کر رہا ہی؟ کس ننگِ خلائق کا دماغ عرش پر پہونچا رہا ہی؟ کس گندہ، اور ہر گندگی سے گندہ تر، بندہ کی زبان سے لبیک لبیک کہلا رہا ہی؟ یہ بیداری ہی یا خواب؟ اگر خواب ہی تو ہزاروں بیداریان اس مبارک خواب پر قربان! اگر بیداری ہی تو ——— کوئی حقیر و ذلیل، ناپاک مشتِ خاک اپنے جذبات کے ظاہر کرنے کے لئے لفظ و عبارت کہان سے لائے!

کلماتِ اذان وتشہد کی طرح اس عبارت مین بھی کسی قسم کی کمی بیشی جائز نہین لیکن اکثر علماے حنفیہ نے اضافۂ الفاظ کی رخصت دی ہی اور بعض جلیل القدر صحابہ سے بھی الفاظ کا اضافہ منقول ہی، اب ضروری ہوگیا کہ ہر نماز کے بعد، اوپر چڑھتے اور نیچے اترتے وقت، ایک دوسرے سے ملاقات کے وقت، دوسری سواریون کو آتے جاتے دیکھکر، برابر انھین الفاظ مین اپنے مطلوب اور سب کے مطلوب کو پکارا جایا کرے، مرد کو بلند آواز سے کہنا چاہئی، لیکن نہ اتنی بلند آواز سے کہ شور وغل سے دوسرون کو تکلیف ہو، ہر موقع پر تین بار ہو تو بہتر ہی، کافی صرف ایک مرتبہ بھی ہے،

جگ بیتی اور آپ بیتی مین بڑا فرق ہوتا ہی، ابتک دوسرون کو احرام باندھتے اور احرام باندھے ہوئے دیکھا تھا، خود احرام آج باندھا، مولوی مناظر صاحب سب کے نمازین پڑھا رہے ہین، دعاؤن کے الفاظ بتا رہے ہین، اور ادھر اپنا دل دھڑکتا جا رہا ہی، زبان سے جو کچھ ادا ہو رہا ہی، اسے سب سن رہے ہین، لیکن دل کیا کہہ رہا ہی؟ دل جو کچھ کہہ رہا ہی اسے کون سنے؟ اُسے کون سن سکتا ہی؟ ہان صرف وہی ایک سن سکتا ہی، اور سنتا ہی، جو سب کی سنتا ہی، جو گونگون اور بے زبانون کی سنتا ہی، جو آوارون ناکارون کی سنتا ہی، جو کمزورون اور ناتوانون کی سنتا ہی، جو بیکسون اور بیچارون کی سنتا ہی، جو نااہلون، اور نادانون کی سنتا ہی، جو محرومون اور شامت زدون کی سنتا ہی، اور جو اُنکی سنتا ہی، جنکی کوئی بھی نہین سنتا! اے سب کی سننے والے! تیرے ہان محرم کا بڑا درجہ اور اونچا مرتبہ ہی، اس خدائی وردی

مین عملاً کچھ زیادہ فرق نہ تھا، اس لئے کہ ۸ ذی الحج کی دوپہر ہو چکی تھی، تمتع کے
معنی یہ تھے کہ ۸ کی شام تک مکہ معظمہ پہونچکر طواف وسعی سے فراغت کرکے، شب
مین احرام اتار دیا جائے، اور ۹ کی صبح سے حج کے لئے پھر باندھ لیا جائے، اور قران
کی صورت مین احرام مسلسل بندھا رہتا، صرف ایک دن یعنی ۸ ذی الحج کا فرق
دونون صورتون کے درمیان پڑتا تھا، ہمارے قافلہ مین جتنے صاحب ہمت مرد او
اور عورتین تھین، اُنھون نے مولانا مناظر صاحب کی رہنمائی مین قران کی نیت کی
لیکن مجھ جیسے کم ہمت کے لئے احرام کی پابندیون سے ایک دن کی بھی فرصت
ملجانا غنیمت تھا، اس لئے مین نے تمتع ہی کی نیت کی، اور دو چار شخص میرے ساتھ
کے لئے بھی آمادہ ہوگئے،

مولوی مناظر صاحب کو اللہ نے اپنے فضل وکرم سے ہر موقع پر افضلیت و
استحباب کی دولتون سے سرافراز رکھا، وہ غسل کے بعد، اور ہم لوگ تازہ وضو
کے بعد، مسجد مین داخل ہوئے، پہلے نمازِ ظہر ادا کی، اس کے بعد احرام حج وعمرہ
کی نیت کی، دو رکعت نماز پڑھی، اور زبان پر دعا کے وہ الفاظ آئے جو اوپر درج
ہوئے ہین لیجئے اب پورے محرم ہوگئے، اور تلبیہ اسی وقت سے شروع ہوگیا، غلام،
غلامون کی مخصوص وردی مین ملبوس ہوکر اپنے آقا کے مکان کی طرف چلے اور
قدم قدم پر آقا کو، آقا ہی کے تعلیم کئے ہوئے لفظون مین، پکارتے بھی چلے!
لبیک اللھم لبیک، لبیک لاشریک لک لبیک، ان الحمد والنعمۃ لک والملک
لاشریک لک، تلبیہ کے یہ الفاظ مسنون وماثور ہین، امام شافعیؒ کے نزدیک

گویا چھوٹا حج ہی جو سال بھر مین جب (بجز پانچ دنون کے) اور جتنی بار جی چاہی، ادا کیا جاسکتا ہی، اس کے ضروری ارکان صرف اس قدر ہین، کہ احرام کے ساتھ خانہ کعبہ کا طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرلیجائے، بخلاف اس کے حج سال مین صرف ایک ہی مرتبہ مخصوص وقت پر ہوسکتا ہی، اور اسمین علاوہ دوسرے سنن مستحبات و واجبات کے، احرام کے ساتھ عرفات مین حاضری اور اس کے بعد خانہ کعبہ کا طواف لازمی ہی، امام شافعیؒ کے نزدیک عمرہ بھی حج ہی کی طرح فرض ہی، حنفیہ کے ہان فرض نہین، البتہ ایک اہم سنت کا درجہ رکھتا ہی،

جو لوگ حج و عمرہ دونون ادا کرنا چاہتے ہین اُنکے لئے یہی دو صورتین ہین ایک یہ کہ ایک ہی احرام سے عمرہ اور حج دونون ادا کئے جائین یعنی عمرہ سے فارغ ہو کر احرام اتارا نہ جائے، اور حج اسی احرام سے ادا کیا جائے، دوسری صورت یہ ہی کہ عمرہ سے فراغت کرکے احرام اتار دیا جائے، اور جو چیزین حالتِ احرام مین منع ہین وہ جائز ہوجائین، اور اس کے بعد حج کے لئے از سر نو احرام باندھا جائے، پہلی صورت کو فقہاء، قِران کہتے ہین، اور دوسری کا اصطلاحی نام تمتع ہی، اور یہ نام غالباً اسی لئے رکھا گیا کہ تمتع کرنے والا، احرامِ عمرہ اور احرام حج کے درمیان، اُن چیزون سے جو حالتِ احرام مین ممنوع ہین، متمتع ہوسکتا ہی، قران و تمتع، یہ دونون صورتین محمود ہین، البتہ اس مین اختلاف ہی، کہ ان دونون مین نسبتاً افضل و اشرف کون سی ہی امام ابو حنیفہؒ اور جمہور فقہاء حنفیہ کے نزدیک قران افضل ہی، اور امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک تمتع کو افضلیت ہی، ہم لوگون کے لئے قران و تمتع

اور حکومت ہرگز زیر بار نہ ہوجاتی،

احرام محض ایک خاص وضع کے کپڑے پہن لینے کا نام نہین، اس کے بعد سب جائز چیزون سے رُک جانا لازمی ہی، مثلاً منہ اور سر کو ڈھانپنا (عورت کے لئے صرف منہ کا ڈھانپنا) سلے ہوئے کپڑے پہننا، بدزبانی کرنا فحش چیزون کی جانب اشارہ کرنا، جانورون کا شکار کرنا، خط بنوانا، ناخن ترشوانا، عطر اور تیل لگانا، وغیرہ، احرام ایک طرح کا کفن ہوتا ہی، مُردون کا لباس پہن لینے کے بعد حیف ہی اگر انسان اس حد تک بھی اپنے نفس کو مردہ نہ کرلے! اسی احرام کے ساتھ نیتِ احرام بھی ضروری ہی، طریق مسنون یہ ہی کہ پہلے غسل کیا جائے، یا اگر اس مین دشواری ہو تو وضو کافی ہی، اس کے بعد چادر اور تہمد پہنکر دو رکعت نماز ادا کرے، اور افضل یہ ہی کہ پہلی رکعت مین سورۂ کافرون اور دوسری مین سورۂ اخلاص (قل ہو اللہ احد) اس کے بعد جانماز پر بیٹھے ہی ہوئے حج، یا عمرہ، یا دونون کی نیت اپنے دل مین کرے، اور الفاظ ذیل زبان سے بھی ادا کرے، اللھم انی ارید الحج فیسرہ لی وتقبلہ منی، واعنّی علیہ وبارک لی فیہ، نویت الحج واحرمت بہ للہ تعالیٰ، یہ الفاظ دعاے احرامِ حج کے ہین، اگر نیت عمرہ کی یا عمرہ و حج دونون کی کی ہی، تو دعا کے الفاظ مین بھی اسی مناسبت سے تھوڑا تھوڑا تغیر ہوجائیگا، نیت احرام کی کئی صورتین ممکن ہین، ایک یہ کہ محض حج کی نیت کیجائے، دوسرے یہ کہ محض عمرہ کی نیت کیجائے، تیسرے یہ کہ حج اور عمرہ دونون کی نیت کیجائے، عمرہ

تھین، ان میں سے ایک پر ہم کل دس آدمی تھے، اور دوسری پر گیارہ، یہ عبدالرحمن الفضل صاحب کی خاص عنایت تھی، اگلی مرتبہ اس شدت ہجوم میں اس رعایت وعنایت کی کوئی گنجایش نہ تھی، شیخ عبداللہ الفضل بیچارہ نے اسی رعایت کی گنجایش اگلی بار بھی کی، لیکن کمپنی کے مقامی منیجر علی نے کمپنی کے مالک کی بھی پروانہ کی اور ہماری لاریوں میں پانچ اجنبیوں کو (جو غالبًا یمنی تھے) زبردستی بٹھاکر ۲۶ کی تعداد پوری کردی! "صبر و شکر" نہ سہی، خالی "صبر" کرنا ہی پڑا! اور اس کے سوا چارہ کیا تھا؟ —— سرکش اور ناشکر گزار بندہ، اللہ کے گھر کی حاضری کے لئے چلا ہی، انانیت اور راحت طلبی و تن پروری پھر بھی زندہ! کاش آج تو عبد گھر ہی کے لئے اپنی عبدیت، اپنی بندگی کا احساس ہو گیا ہوتا! —— ۴ ذی الحجہ یوم دوشنبہ کو عین اذان ظہر کے وقت مدینہ منورہ سے نکلے، اور موٹر کے لئے چھ سات میل کا فاصلہ ہی کیا، دم کے دم میں ذوالحلیفہ پہونچ گئے، جو اہل مدینہ کیلئے میقات یعنی احرام باندھنے کا مقام ہے، عام زبانوں پر اس مقام کا نام بیر علی ہے، علی سے امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰؓ مراد نہیں، کوئی اور صاحب اس نام کے ہوئے ہیں، حضور انورؐ نے یہیں سے حج کا احرام باندھا تھا، ایک چھوٹی سی مسجد بنی ہوئی ہے، اور ایک کنواں، اور پانی اور چاے کی ایک آدھ چھوٹی سی دوکان بھی ہے، بس کل اس قدر آبادی ہے، یہ وہ مقام ہے، جہاں ہزارہا حاجی احرام باندھتے ہیں، اگر یہاں سَو دو سَو غسلخانے، زنانہ و مردانہ، پانی کے نل کے ساتھ، تعمیر کر دیئے گئے ہوتے، تو حاجیوں کو کتنی آسایش ہو جاتی؛ اور کتنے، اللہ کے بندوں کی زبان ہی سے نہیں، دل سے دعائیں نکلتیں؛

بہانے ڈھونڈھتے ہین، کہ کسی نہ کسی طرح کچھ دیر اور رکنا ہو جائے! عموماً سب کا یہی حال، کم و بیش، رہتا ہی، بعض کو غش تک کی نوبت آجاتی ہی، کانون سے سنا بھی یہی، اور آنکھون سے دیکھا بھی یہی، لیکن ایک قسی القلب، اپنے قلب کی قساوت کا کیا بیان کرے، اس کی حالت سب سے الگ اور سب سے مختلف رہی! روضۂ جنت مین مصلّی نبیؐ پر دعائین کرتے وقت، تو خیر، قلب مین کچھ رقت رہی بھی، لیکن اُس کے بعد اس قسم کی ساری کیفیتین غائب! رنج و صدمہ الگ رہا، سرے سے جدائی کا احساس ہی نہین! یہ محسوس ہی نہین ہو رہا ہی کہ کسی عزیز جگہ سے بچھڑ رہے ہین، اور دل مین بجائے ہراس و پریشانی کے ایک طرح کی طمانیت و لشاشت! ——— کریم کو کریمی کے کتنے ڈھنگ یاد ہین! کسی کے سینے مین شوق و اشتیاق کے شعلے بھڑکائے جا رہے ہین، اور کسی کو تسکین و تسلی کی تھپکیان دیجا رہی ہین!

مدینہ آتے وقت، تین لاریان قبضہ مین تھین، اب صرف دو ہی ملین مجبوراً انھین دو پر سامان اور سواریون کو تقسیم کرنا پڑا، سامان ہر چند بہت کچھ اونٹون پر روانہ کر دیا تھا، پھر بھی جتنا ساتھ رہ گیا تھا، بہت تھا، اور سامان کی زیادتی یون تو ہر موقع پر مکلف ثابت ہوتی رہی، لیکن اس وقت خاص طور پر کھل گئی، آتے وقت گرمی بھی ایسی زیادہ تیز نہ تھی، ۹ و ۱۰ اپریل تھی، اب موسم بھی اپنے شباب پر آچکا تھا، مئی کی ۳ تاریخ تھی، پھر سفر بھی ٹھیک دو پہر کے وقت شروع ہوا، اور سب سے بڑھکر یہ کہ آتے ہوئے مین جو دونون لاریان ۱۲-۱۳ سواریون کیلئے

نفل نماز وہین پڑھی جائیگی اور تلبیہ وہین سے شروع ہوگا، احرام کے معنی حرام
کر لینے کے ہین، اور اسے احرام اس لئے کہتے ہین کہ بہت سی چیزین جو پہلے جائز
تھین اس کے بعد حرام ہو جاتی ہین، اور اُن سے رک جانا پڑتا ہی، اس لئے کوئی شخص
محض جامۂ احرام پہن لینے سے محرم نہین ہو جاتا، بلکہ لازم ہی کہ نیت بھی احرام
کی رکھے، غرض جھٹ پٹ نہا دھو احرام پہن مسجد نبوی در روضۂ اطہر پر رخصت ہونے
کے لئے حاضر ہوئے، رخصتی کا یہ سمان بھی شاید عمر بھر یاد رہے، آستانہ کے خادمون
کی حسب توفیق کچھ خدمت کی گئی، ایک ایک سے دعاے خیر کے لئے التجا کی گئی، آستانۂ
پاک پر الوداعی سلام عرض کیا گیا، روضۂ جنت مین آخری بار رکوع و سجود کا فخر
حاصل کیا گیا، اور مصلیٰ نبی پر بیٹھکر دل مین جو کچھ تھا زبان پر آتا رہا، اور محمدؐ
کے امتی کو جو کچھ عرض کرنا تھا، محمدؐ کے رب کے حضور مین عرض کر دیا گیا،

مدینہ سے رخصتی کا منظر بھی ایک خاص منظر ہوتا ہی، اگر تشبیہ بالکل ہی سوء ادب
اور گستاخی مین داخل نہ سمجھی جائے، تو یہ کہنے کو جی چاہتا ہی، کہ گویا لڑکی مان کے
گھر سے رخصت ہو رہی ہی، یہ اپنے ذہن سے گڑھکر نہین کہا گیا، ایک بیوی نے
اپنی بعینہٖ یہی کیفیت بیان کی، دوسرون کے حالات تو سنے سنائے ہین، مگر اپنے
قافلہ والون کا حال تو دیکھا ہوا ہی، کہ آنکھین آنسوؤن سے لبریز، لبون پر آہین،
چہرے اترے ہوئے، منہ پر ہوائیان اڑتی ہوئی، بدحواس و پریشان، مغموم و
منتشر، اور دل ہی کہ بھرتا چلا آرہا ہی، چلتے ہین اور پھر پیچھے مڑکر دیکھتے ہین، اور دیکھنے
سے جی نہین بھرتا، جی یہی چاہتا ہی کہ یہ منظر کبھی بھی نظرون سے اوجھل نہ ہو،

کی کل کائنات آج صرف یہ دو بے سلے ہوئے کپڑے ہیں! اللہ کے دربار میں حاضری دینے والوں کی یہ وردی ہے، اللہ رے مشتِ خاک اور اس کے حوصلے! دیوانوں کو سودا یہ ہوا ہے، کہ جو بے نشان ہے، اُس کے نشان کا کھوج لگائیں گے! باولوں کو دھن یہ سوار ہوئی ہے، جو بلا مکان ہے، اُس کے مکان کے چکر کاٹیں گے! عارفوں نے کہا ہے، کہ مدینہ کی حقیقت یہ ہے کہ وہ مقامِ عبدیت ہے اور مکہ کی حقیقت یہ ہے کہ وہ مقامِ الوہیت ہے، رسول مکہ سے مدینہ کو آئے تھے، اور رسول کے امتی آج حج رسول ہی کے اتباع میں مدینہ سے مکہ جا رہے ہیں! کیا شانِ حکمت ہے، اور کیا حسنِ صنعت ہے، اللہ خود ہی اپنے بندوں کو اپنے رسول صلعم تک پہونچاتا ہے، اور پھر رسول ہی اللہ اور اللہ کے گھر کا راستہ دکھاتے ہیں!

مدینہ سے حج کے لئے روانہ ہونے والوں کا میقات (احرام باندھنے کا مقام) مدینہ نہیں، ذوالحلیفہ ہے، جو مدینہ سے باہر نکلتے ہی مل جاتا ہے، بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ مسجد نبوی میں احرام باندھ لینا افضل ہے، یہ صحیح نہیں، خود حضور انور نے بھی حج کو جاتے وقت احرام مدینہ میں نہیں بلکہ شہر سے نکلکر ذوالحلیفہ میں باندھا تھا، اسے اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے، لیکن خیال یہ ہوا، کہ قافلہ میں اتنے آدمی ہیں، مرد بھی اور عورتیں بھی، سب کے غسل کرنے کی جگہ، پردہ کی احتیاط کے ساتھ وہاں کہاں ملیگی، اور پھر موٹر والے، اتنے آدمیوں کو باطمینان غسل سے فارغ ہونے کی مہلت کیوں دینے لگے؟ اس لئے مناسب یہی معلوم ہوا کہ غسل کر کے احرام یہیں سے پہن لیا جائے، باقی نیت احرام ذوالحلیفہ ہی سے کیجائے گی، گویا باضابطہ احرام وہیں سے بندھیگا!

باب ۱۹

احرام پوشی،

ذی الحجہ کی تیسری تاریخ یکشنبہ کا دن تھا صبح کے آٹھ بج چکے تھے، کہ مزور کے یہاں سے اطلاع ملی کہ سواری کا انتظام ہوگیا، فوراً روانہ ہو جاؤ، کیا بیان ہو، کہ اس وقت دل کی حالت کیا تھی! ایک طرف یہ احساس، کہ مدینہ سے جدا ہونے کی آستانِ رسول ؐ سے دور ہونے کی گھڑی آگئی، دوسری طرف یہ فکر کہ اب چلنے میں اگر کچھ بھی تاخیر کی، تو حج کے فوت ہو جانے کا اندیشہ، ٹھہرنے کی تو اب کوئی صورت ممکن نہیں، لیکن چلنے پر بھی دل کو ذوق و شوق کے ساتھ کیونکر آمادہ کرلیا جائے؟ پھر مزور کی طرف سے بار بار جلدی کی تاکید، اور یہ دھمکی کہ چند لمحوں کی دیر میں بھی ممکن ہے کہ سواری پر کوئی دوسرا قبضہ کرلے، اور اپنے ہاتھ سے چھن جائے! بہر حال جس طرح بھی بن پڑا، جلدی جلدی اسباب باندھا جوں توں غسل کیا، کپڑے اتارے، اور اُس قسم کا لباس تھرتھراتے ہوئے ہاتھوں، اور کپکپاتے ہوئے دل کے ساتھ زیب تن کیا، جو زندگی کے خاتمہ پر امیر غریب، عالم و عامی، زاہد و فاسق، بڑے اور چھوٹے، ہر مسلمان کے حصہ میں آتا ہے! آج نہ ٹوپی ہے نہ عمامہ، نہ عبا ہے نہ شیروانی، نہ قمیص ہے نہ پاجامہ، صرف ایک چادر ہے، اور ایک تہ بند! لباس

اللہ کے پیارے اور اُس پیارے کے پیارون کا شہر رہ چکا ہی، اس دور یا جو جیت مین بھر اگر کہین کوئی جگہ بھی پناہ کی ہی، تو بجز اس آستان پاک کے اور کہان ہی؟ آج رخصتی اِس دربار سے تھی! آج کوچ اس جنت ارضی سے تھا! آج فراق اس دیار حبیب کے گلی کوچون سے ہو رہا تھا! آدمؑ جس طرح جنت سے جدا ہوئے ہین، اس قصہ سے سب واقف ہین، لیکن ابن آدمؑ کو جب فخر آدمؑ و فخر نسل آدمؑ کی گلیون کو چھوڑنا پڑا ہی، تو اس وقت اس کے دل پر کیا گذرتی ہی، یہ داستان کون سنائے، اور کس کو سنائے؟



اے مبدل کردہ خاکے را بہ زر | خاک دیگر را نمودہ بو البشر
کارِ تو تبدیلِ اعیان و عطا | کارِ ما سہوست و نسیان و خطا
اے کہ خاک شورہ را تو نان کنی | وے کہ نانِ مردہ را تو جان کنی
اے کہ جانِ خیرہ را رہبر کنی | وے کہ بے رہ را کہ پیغمبر کنی

یہ داستانِ درد اس وقت نہ سنئے، کہ وقت کی یہ بیش بہا گھڑیاں ضائع کس بیدردی کے ساتھ ہوئیں، سوال اس وقت یہ نہیں، کہ اپنے سے کیا بن پڑا، بلکہ حسرت یہ ہے کہ اُدھر سے کیا کیا نوازشیں اور کیسی کیسی سرافرازیاں ہوتی رہیں! یہ نعمت کچھ کم ہی کہ حضوری کی توفیق اتنے عرصہ تک نصیب کردی گئی! عصرِ حاضرہ کے شیخ المشایخ حضرت حاجی امداد اللہؒ سے ایک مرید نے شکایت کی، کہ طایف میں چلہ باندھکر روزانہ سوا لاکھ مرتبہ اسم ذات کا ذکر کرتا رہا، اور کچھ ثمرات و انوار ظاہر نہ ہوئے، حضرتؒ نے جواب میں ارشاد فرمایا، کہ "ارے میاں یہ دولت کچھ کم ہاتھ رہی، کہ چالیس دن تک اللہ پاک کا نام سوا لاکھ مرتبہ روزانہ زبان سے نکلتا رہا!" بہرحال جو کچھ ہوا، وہ اپنے حوصلہ اور مرتبہ سے کہیں بڑھکر!

اعتراف ہے کہ آنکھوں نے جس مدینہ کو دیکھا، وہ بیسویں صدی عیسوی کا مدینہ تھا، پہلی صدی عیسوی کے ربع اول کا مدینہ نہ تھا، سید المرسلین صلعم کا مدینہ نہ تھا، صدیق رضؓ و فاروق رضؓ عثمان رضؓ و علی رضؓ کا مدینہ نہ تھا، صحابہ و تابعین کا مدینہ نہ تھا، مجتہدین و ائمہ تصوف کا بھی مدینہ نہ تھا ——— خزاں میں موسمِ گل کی توقعات ہی کسی چمن سے کیوں قایم کی جائیں؟ ——— لیکن باایں ہمہ مدینہ پھر بھی مدینہ تھا، آج نہ سہی، کبھی تو

نہین دیتا، البتہ مسجد مبارک کے مینار نظر آرہے ہین، اور دور ہی سے دل کو تسلی دیرہے ہین، ہر تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد نگاہ اُن کی طرف بیساختہ اُٹھ جاتی ہو، عشا کی نماز کے بعد بیچ میدان مین بستر لگالئے گئے، ایک میلہ کی سی کیفیت ہو، عراقی، خراسانی ہندی، مصری، سیکڑون پردیسی یہان سے وہان تک بستر جمائے لیٹے ہین، ۴، ذی الحجہ کی صبح ہوئی، اور صبح سے پھر انتظار شروع ہوا، نو دس بجے کے قریب خدا خدا کرکے دوسری لاری ملی، مگر اس کے شوفر صاحب غائب تھے! گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کے مزید انتظار کے بعد وہ تشریف لائے، تو اب ضابطہ کی کارروائیان شروع ہوئین! خلاصہ یہ کہ عین دوپہر کو ٹھیک نماز ظہر کی اذان کے وقت لاریون کو روانگی کی اجازت ملی، اور شہر مدینہ پاک کے پھاٹک سے قدم باہر ہوئے،

ذیقعدہ کی پہلی تھی، جب اسی پھاٹک سے اس نور و برکت والے شہر مین داخل ہوئے تھے، ذی الحجہ کی چوتھی کو اسی پھاٹک سے، اسی رحمت و مغفرت والے شہر سے باہر نکلے، جہان ایک دن کا بھی قیام اگر میسر آجائے، تو تقدیر کی یاوری، اور ابرار و متقین کی نصیبہ وری ہو، وہان ایک دن نہین، دو دن نہین، اکٹھا ۳۳ دن کی حاضری ایک تباہ کارنامۂ سیاہ کو نصیب ہوگئی! شانِ کریمی کے بھی عجیب عجیب انداز ہین، جس مفلس کو چاہین، دم بھر مین مالامال کردین، جس تہی دامن کو چاہین، ایک پل مین نواز دین، جس ریگستان کو چاہین آن کی آن مین گلزار بنادین، جس آتشکدہ کو چاہین چشم زدن مین پھول کھلا دین! نہ کریم کا دستِ کرم کوتاہ ہونے والا ہو، نہ بخششون کا خزانہ کبھی خالی ہونیوالا ہو!

رخصت ہوئے، اور کوئی گیارہ بجے تک سارا قافلہ اعرابیون پر سوار ہسٹیشن پہونچ گیا،
اسٹیشن پہونچے تو یہان کا منظر ہی دوسرا تھا، ایک انار و صد بیمار، کانون سے سنا تھا،
ایک لاری و صد سوار، آنکھون سے دیکھا، ایک نفسی نفسی کا عالم، وہ ہجوم وہ کشمکش، کہ میدان
حشر کا بھولا ہوا نقشہ آنکھون کے سامنے!

لئے ہین تین لاریان ملی تھین، دو پر سواریان سوار ہوئی تھین، ایک خالی بہ نظر احتیاط
ہمراہ تھی، اور اسی پر سامان بھی لاد دیا گیا تھا، آج تین لاریون کا تو خیال بھی نہین
آسکتا تھا، دو کے ملنے کی بھی کوئی توقع نہین! ادھر کوئی لاری آتی ہوئی دکھائی
دی، اور ادھر بغیر اس خیال کے کہ لاری کس کمپنی کی ہے، اور کس کے لئے لائی گئی ہے،
ہجوم بے تحاشا اس پر حملہ آور ہوتا، بدزبانی اور دھکے تو معمولی بات تھے، نوبت اس سے
بڑھ کر بھی آجاتی تھی، ہمارے لئے ایک لاری آئی، اور اس کے ساتھ بھی یہی ماجرا پیش
آیا، عجمیون کا ایک دستہ بے تحاشا اس پر ٹوٹ پڑا، ہم لوگ تو کیا مقابلہ کرسکتے تھے، لیکن
حسینی صاحب نے ماشاء اللہ لاری پر سوار ہوکر پوری قوت سے مقابلہ کیا، اور گو اس
معرکے مین اتنے زخمی ہوئے، کہ ہاتھ سے خون جاری ہوگیا، لیکن سعودی پولیس کے
ہنٹرون کی اعانت سے بالآخر کامیاب رہے، غرض ایک لاری پر جون تون قبضہ ہوا،
لیکن اس کے بعد اب دوسری لاری عنقا تھی! گھنٹہ، دو گھنٹہ، چار گھنٹہ، دوپہر سے
سہ پہر، اور سہ پہر سے شام ہوگئی، ظہر کے بعد عصر، اور عصر کے بعد مغرب کی نماز بھی ختم
ہوگئی، لیکن دوسری لاری کا انتظار ختم نہین ہوا! گویا مدینہ سے رخصت ہوکر پھر بھی مدینہ
ہی مین ہین، مسجد نبوی یہان سے میل ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ہے، گنبد خضرا تو دکھائی

ہزاروں حاجی روانہ ہو گئے، اور پچاسوں اور سیکڑوں ہر صبح اور شام روانہ ہونے لگے، اور دل خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے بیتاب تھا، اور کون بدبخت ایسا ہوگا جو ہر روز کعبہ کی طرف پانچ پانچ مرتبہ جھکے اور سجدہ کرے، اور اس کی زیارت وطواف کا ارمان دل میں نہ رکھتا ہو! لیکن آستان رسالتؐ سے جدائی بھی ایسی شے نہ تھی جسے آسانی سے گوارا کرلیا جاتا، دن گذرتے گئے، تاریخیں ٹلتی گئیں، یہاں تک کہ ذیقعدہ کی بالکل آخری تاریخیں آگئیں، اور اب توبہرحال روانگی کی فکر کرنی ہی پڑی، حرمین موٹر کمپنی کے دفتر میں کئی روز قبل سے اطلاع کردی تھی، کہ یکم ذی الحجہ تک لاریاں ضرور ملجائیں، اور اسکا پختہ وعدہ بھی ہوچکا تھا، لیکن پہلی تاریخ آگئی، اور لاریاں نہ آئیں! ۲۸، ذی الحجہ کو مسجد قبا جانا ہوا تھا، اتفاق سے وہیں شیخ عبداللہ الفضل (بمبئی والے) مع اپنے حشم وخدم کے آگئے، اور بیچارے خود ہی اخلاق ومحبت سے بڑھکر ملے، علاوہ اور حیثیتوں سے ذی اختیار ہونے کے، حرمین کمپنی کے مالکوں میں بھی ہیں، ان سے ذکر آیا، کہ سواری ملنے میں دقت ہو رہی ہے، اسی وقت اپنے کسی سکریٹری کو حکم دیا کہ سواری کا انتظام فوراً کیا جائے، اس کے باوجود بھی پہلی کو سواری نہ ملی! مجبوراً الفضل صاحب کے مکان پر جاکر پھر کہنا پڑا، کمپنی کے منیجر اعلیٰ کے نام اسی وقت خط لکھدیا! اس خط کے باوجود بھی کامیابی فوراً نہیں ہوئی! صبح وعدہ ہوتا تھا کہ دوپہر کو لاری مل جائیگی! دوپہر کو شام کا وعدہ ہوتا تھا، اور شام کے وقت پھر صبح کا حوالہ دیدیا جاتا تھا! پہلی گذری! دوسری گذری، تیسری کی صبح ہوئی، آٹھ اور نو بجے کے درمیان ہمارے مزور کے ایجنٹ شیخ حنیفی نے آکر خوشخبری سنائی، کہ "لاری اسٹیشن پر ملیگی، فوراً روانہ ہو" جلدی جلدی جس طرح بن پڑا، سامان باندھا، غسل کیا، احرام باندھا، مسجد نبویؐ اور روضۂ انور سے

ہین جب جاکر روانگی کی نوبت آتی ہی بعض عارفون نے کہا ہی کہ حج ایک عبادت عشقیہ ہی اس کے تمام ارکان و اعمال ہین عاشقون اور دیوانون کے سے کام کرنا پڑتے ہین، یہ اگر صحیح ہے، تو اس کے آثار اس سفر کے ہر جزو مین ظاہر ہوتے رہتے ہین، ارادہ کو توڑنے والے اور خودی کو مٹانے والے سبق قدم قدم پر ملتے رہتے ہین، اور جن کو اپنے اوقات کی خوش نظمی اور اپنے پروگرام کی پختگی پر بھروسہ رہتا ہی انھین، اپنے نظام اوقات کو بار بار بدلتے رہنے پر مجبور ہو ہوجانا پڑتا ہی، اللہ کے گھر کا سفر اللہ ہی کے ارادہ کے مطابق طے ہوتا ہی، اور بندہ کو ہر لمحہ یاد دلایا جاتا رہتا ہے کہ کم سے کم اتنی دیر کے لئے تو اپنے ارادہ کو مغلوب کرکے اپنی بندگی، بیچارگی، اور بے بسی کو محسوس کرنا سیکھے! اونٹون کے متعلق تو کوئی ذاتی تجربہ حاصل نہین ہوا، یہ "جگ بیتی" صرف سنتے ہی رہے، البتہ موٹرون کے سلسلے مین "جگ بیتی" بھی گذری اور "آپ بیتی" بھی، جدہ مین جتنی موٹر کمپنیان مدینہ منورہ کے لئے ہین، سب کے چھوٹے چھوٹے دفتر مدینہ مین بھی موجود ہین، اور تار اور ٹیلیفون کے ذریعہ سے جدہ اور مدینہ برابر ہمکلام رہا کرتے ہین، ہم نے جدہ سے جو لاریان کی تھین، ایک مہینے کے لئے کی تھین، اور حسب قاعدہ پورا کرایہ پیشگی دے چکے تھے، پہلی ذیقعدہ کو داخل ہوئے تھے، ذیقعدہ کے آخری ہفتہ کی ابھی ابتدائی تاریخین تھین، کہ بعض رفیقون نے چلنے کی عجلت شروع کی، انکا کہنا تھا، اور یہ کہنا درست تھا، کہ عین وقت کے وقت مکہ پہونچنے سے حج مین بے لطفی رہے گی!

ماہ ذیقعدہ کا وسط گزرا، ۲۰ تاریخ گذری، ۲۲ گذری، ۲۵ گذری، سیکڑون

ہوتی ہے، لیکن بہ نظر احتیاط مناسب یہ معلوم ہوا کہ علم سے بے نیاز ہو کر بھی کوئی معقول انتظام قیام کا ہو رہے، مکہ کا مدرسہ صولتیہ مشہور مدرسہ ہے، مولانا رحمۃ اللہ ہندی مہاجر کا قائم کیا ہوا، اس کے مہتمم مولانا محمد سعید صاحب ہم لوگوں کے ہندوستان سے چلتے وقت اپنے وطن کیرانہ ضلع مظفر نگر، میں تھے، انھوں نے ایک تعارف نامہ اپنے صاحبزادہ اور قائم مقام مولوی محمد سلیم صاحب کے نام دیدیا تھا، وہ تعارف نامہ اپنے خط کے ہمراہ مدینہ سے مولوی صاحب موصوف کے نام روانہ کردیا گیا، ڈاک کی واپسی کے ساتھ ہی جواب آیا، ایک ایک لفظ اخلاق واخلاص شوق واشتیاق میں ڈوبا ہوا لکھا تھا کہ مدرسہ کی جدید ووسیع عمارت میں متعدد کمرے بمسرت تمام خالی رہیں گے، لوگ کہتے ہیں، اہل مکہ میں رہکر اخلاق میں خشکی اور خشونت آجاتی ہے، لیکن اگر اس کا نمونہ مولوی سلیم صاحب کی تحریر کو قرار دیا جائے، تو خدا کرے، ایسی خشکی اور خشونت سب کو نصیب ہو، سرکار نظام کی طرف سے بھی تین رباطیں مکہ معظمہ میں ہیں، مولانا شرف الدین اور اختر مینائی صاحب کی عنایت سے ان کے مہتمم داروغہ حبیب اللہ صاحب کے نام بھی خطوط مل گئے تھے، ان انتظامات کے بعد قیام کی طرف سے دل مطمئن ہو لیا تھا،

مدینہ سے واپسی کے وقت ایک بڑا اہم مرحلہ سواریوں کے دستیاب ہونے کا ہوتا ہے، خصوصاً اس وقت جبکہ زمانہ حج قریب آجائے، اونٹ ہوں خواہ موٹریں، دونوں کی فراہمی میں بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں، اور اپنی پسند کے لائق اچھی سواری کا بہم پہونچ جانا تو محض ایک خداداد نعمت ہے، اتنے بڑے ہجوم میں قابل اطمینان انتظام قائم رہنا آسان ہے بھی نہیں، کئی کئی دن مسلسل کوشش کرنی پڑتی ہے، جب کہیں جاکر سواری کا ٹھیک ہوتا ہے، اور بڑے بڑے پختہ وعدے بار بار ٹوٹ لیتے

حجازی، نہ جانماز بنانے والے حجازی، سب کی سب فرنگی کارخانوں کی بنی ہوئی، عبائیں بھی عموماً باہر کی بنی ہوئی ملتی ہیں، تلاش سے عراق و شام کی بھی ملجاتی ہیں، لیکن بہرحال مدینہ کے بازاروں کی ہوا تو انھیں لگ ہی چکتی ہے اور خوش عقیدگی کی آنکھ میں محبوب بنا دینے کے لئے اس قدر نسبت بھی بس ہے، یہ سارا سامان، اور زائد سامان، سب کئی دن قبل سے اونٹوں پر لاد کر جدہ، اپنے وکیل کے ہاں بھجوا دیا گیا، اور یہ سارا انتظام مولانا سید احمد کے معرفت بسہولت و بکفایت ہوگیا، ورنہ موٹر پر اپنے ہمراہ یہ سارا سامان لاد کر لیچلنا بڑی زحمت کا باعث تھا، اتنے بوجھ کے لئے مستقل لاریاں الگ کرنی پڑتیں، اور خدا جانے کتنا صرف کرنا پڑتا، مکہ معظمہ میں قیام بہت مختصر کرنا تھا، اس لئے ساتھ کے لئے صرف بالکل ضروری سامان رکھا گیا، اور باقی سب سامان اونٹوں پر جدہ روانہ کر دیا گیا،

چلنے سے قبل ایک فکر یہ ہوئی کہ مکہ معظمہ میں ٹھہرنا کہاں ہوگا، گرمی کی شدت حاجیوں کا ہجوم عظیم، بوڑھوں کمزوروں اور عورتوں کا ساتھ، فکر صرف یہی نہ تھی، کہ ٹھہرنا کہاں ہوگا، بلکہ یہ تھی، کہ آرام و آسائش کے ساتھ کہاں ٹھہرنے کو ملے گا، اللہ کے گھر جا رہے تھے، اللہ کے حکم سے اللہ کے مہمان ہو رہے تھے، چاہیئے یہ تھا کہ مہمانداری کی ساری فکریں صاحب خانہ اور میزبان ہی پر چھوڑ کر، خود بالکل بے فکر رہتے، لیکن ایسا صرف اللہ والے ہی کر سکتے ہیں، زبان سے کہہ دینا آسان ہے، لیکن عمل ہم جیسے آرام طلب، تن پرور، اور پست ہمت دنیا طلبوں کے لئے ممکن نہ تھا، حاجیوں کے اتارنے اور ٹھہرانے کی ذمہ داری، ضابطہ سے معلم کے سر

اتنی تمناؤن اور آرزوؤن کے بعد نصیب مین آئی تھی، وہ اس بے پروائی اور بیدردی کے ساتھ ضایع کی گئی، کہ شاید دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا مسرف بھی اس کا مقابلہ نہ کر سکے!

چو پرسشِ گنہم روزِ حشر خواہد بود،
تمسکاتِ گناہانِ خلق پارہ کنند!

بہرحال جو کچھ ہونا تھا ہو کر رہا، تسکین و تسلی کا اگر کوئی ذریعہ اور کچھ سہارا ہے تو صرف یہ کہ دربار رحمۃ للعالمین کا تھا، اور سابقہ اُس سے پڑنے والا ہے، جو رحمٰن و رحیم ہے!

عصیانِ ما و رحمتِ پروردگارِ ما
این را نہایتےست نہ آنرا نہایتے!

مدینہ منورہ کا بڑا تحفہ یہان کی کھجورین ہین، قافلہ کے ہر شخص نے ان کی ایک ایک اچھی خاصی مقدار وطن کے عزیزون اور دوستون کے واسطے خریدی، اور نیت کسی کی بھی نہ بھری، ٹین کے ایک کنستر مین تقریباً ۱۳ سیر کھجورین آتی ہین، محض باربرداری کی دقتون کے خیال سے ایک ایک دو دو ٹین کے کنستر بھر کر ہر شخص نے لین، ورنہ جی تو یہی چاہتا تھا، کہ اتنی مقدار مین لیجلئے، کہ کھانے والون اور دیکھنے والون سب کا جی بھر جائے، بعض صاحبون نے جانمازین، رومال، عبائین، تسبیحین، خاکِ شفا کی ٹکیان، روضۂ انور کی جلی ہوئی موم بتیان، اور ہر طرح کے تبرکات بھی خرید کئے، جانمازین مدینہ کیا معنی حجاز بھر مین کہین کی بھی بنی ہوئی نہین ہوتین، نہ انکا کپڑا حجازی، نہ کپڑے کا سوت حجازی، نہ سوت کاتنے والے

باب ۱۸

چل چلاؤ

دن گذرتے دیر نہین لگتی، دیکھتے دیکھتے روانگی کا زمانہ آن لگا ـــــ اور یہ تو خیر چند ہفتون کا زمانہ تھا، جلد کٹنے والا تھا ہی، ساری ساری عمرین ایسی ہی تیزی اور روانی کے ساتھ گذر جاتی ہین، اور پتہ بھی نہین چلنے پاتا، کہ بچپن کے کھیل کب کھیلے، جوانی کی نیند کب سوئے، اور ضعیفی کے گوشۂ تنہائی مین کب بیٹھے! ـــــ

ایکدن وہ تھا، کہ مدینہ آنے کی آرزوئین تھین، کیسے کیسے منصوبے باندھے جارہے تھے، کیا کیا خیالی پلاؤ پک رہے تھے، ذوق وشوق کی کیسی کیسی امنگین دل مین اٹھ رہی تھین، کیا کیا حوصلے تھے، کیا کیا ولولے تھے، سینے مین کیا کیا تمنائین تھین، لب پر کیا کیا دعائین تھین! اور ایک دن یہ آگیا، گویا (اور گویا اپنے وقت ہی پر، لیکن ایسا محسوس ہورہا تھا کہ یک بیک آگیا) کہ چل چلاؤ کی تیاریان ہورہی ہین، بستر لپیٹے جارہے ہین، سامان باندھا جارہا ہے، سواریون کی فکر ہے، اور ایک ایک سے مل کر زبان پر الوداع والفراق!

آئے تھے کیا کرنے اور کیا کر چلے!

غفلت وشامت نے یہان بھی ساتھ نہ چھوڑا، اور وقت کی جو بے بہا دولت

دوڈھائی ہزار میل کے فاصلہ پر رہ کر، ڈیڑھ دو مہینے کے بعد، اپنے والون کی خیریت سنکر ہوا کرتی ہی، کیا یہ قلب کی قساوت یا سنگدلی ہر ؟ کیا رحمت عالم ؐ کے آستانہ پر پہونچ کر اپنے عزیز و قریب یون ہی بھلا دیئے جاتے ہین ؟ یہ صورت تو نہ تھی، اپنے والے کوئی بھی بھولے نہ تھے، والدہ ماجدہ کی خیر خیریت مین خاص طور پر دل لگا رہتا تھا، اور روضۂ جنت مین حاضری کے وقت، رحمۃ للعالمین ؐ کے واسطہ سے رب العالمین سے دعائین مانگنے کے وقت تو خاص خاص عزیزون اور دوستون کا ذکر نہین، خدا معلوم کون کون بھولے ہوئے، اور کہان کہان کے دور دور کے محض شناسا تک یاد پڑ جاتے تھے، البتہ دل پر ہر وقت یاد کسی کی بھی غالب نہ رہتی، اسے اگر محض سرزمین پاک کی برکت، اور جوار آستانۂ رسول ؐ کے تصرف سے تعبیر نہ کیجئے، تو اور کیا کہئے!

آب و ہوا بہت اچھی ہے، اور کوئی شخص اگر خود ہی بد پرہیزیان اور بے احتیاطیان نہ شروع کردے
تو بیمار پڑنے کی کوئی وجہ نہین، ہمارے قافلہ کے اکثر لوگ بیمار پڑے لیکن جلد اچھے ہوگئے، مکانات
عموماً صحن سے خالی ہوتے ہین، مگر اسکی تلافی بالاخانہ کی کھڑکیون اور کھلی ہوئی چھتون سے ہوجاتی
ہے، اکثر مکانات مین ٹھنڈے تہ خانے بھی ہوتے ہین، مہترون کی کوئی قوم یہان آباد نہین، اس لئے
مکانات مین کنوئین کی طرح گہرے گڈھے ہوتے ہین، وہی پاخانہ کی سنڈاس کا کام دیتے ہین،
ضروری ہے کہ فنائل وغیرہ بدبو مارنے والی دوائین اکثر چھڑکی جاتی رہین، قیام اگر دو ہی چار
روز کا ہے، تو ہر مکان مین گذر ہوجائیگی، لیکن اگر کچھ زیادہ روز حاضر رہنے کا ارادہ ہو اور خصوصاً جبکہ بیوی بچے
بھی ہمراہ ہون تو چاہئے کہ مکان تلاش کرکے اپنی پسند اور کل ضرورتون کے مطابق لیا جائے، اسمین
بے پروائی، کنجوسی کو نہ دخل دیا جائے، اگر مکان تکلیف دہ ہوا تو قلب کو تشویش رہیگی اور یکسوئی
نصیب نہ ہوگی، بشری ضرورتون اور آسائشون کی طرف سے بالکل بے نیاز ہوجانا اعلیٰ درجہ کا
مجاہدہ ہے، ہر شخص کو اپنے متعلق یہ حسن ظن نہ قایم کرلینا چاہئے، بعض مکانات بہت ہی شاندار اور کوٹھیان
دیکھنے مین آئے، اکمرتبہ ضرورۃً شیخ عبد اللہ الفضل (بمبئی والے) کی قیامگاہ پر جانا ہوا، بڑا لق و دق احاطہ
اور کھجورون کا باغ نہایت وسیع شاداب، درمیان مین ہندوستان کے رئیسون کیطرح ایک بلند کوٹھی

وطن چھوٹے ہوئے آٹھ دس ہفتے ہوچکے، مگر وطن کی یاد کچھ زیادہ نہین آئی، ہندوستان
کی ڈاک یہان مہینے مین تین بار (ہر دس دس دن کے بعد) تقسیم ہوتی ہے، اور جلد سے جلد ایک مہینہ
کی مدت مین وہان سے پہونچتی ہے، —— یہان کا ڈاکخانہ اپنے ارتقاء کی ابھی بالکل ابتدائی
منزل مین ہے —— لفافہ پر تین آنے کا ٹکٹ لگتا ہے، بعض عزیزون اور دوستون کے خطوط آئے،
اور انھین پاکر دل کو خوشی بھی ہوئی، مگر ویسی خوشی نہین ہوئی جیسی ایک مسافر کو اپنے وطن سے

لائے جاتے، اور مسجد نبوی کے اندر محراب عثمانی کے سامنے نماز پڑھائی جاتی، اور روضۂ اقدس کے سامنے سے، اور کبھی پشت سے "روضۂ جنت" کے اندر ہوتے ہوئے، باب جبرئیل سے میت کو باہر لاتے، اور بقیع میں لیجا کر سپرد خاک کر دیتے، اللہ اللہ ان مردوں پر کتنے زندوں کو رشک نہ آئیگا! مدینہ کی موت، مسجد نبوی کے اندر نماز جنازہ، رسول کریمؐ کے ہم وطنوں اور ہمسایوں کی دعائے مغفرت، شافع امتؐ کے مواجہہ مبارک یا سرہانے سے میت کا گذرنا، بقیع کا قبرستان، جس کے لئے اتنے سامان رحمت جمع ہو جائیں، اس پر کیونکر رشک نہ آئے! بیچارہ فرنگی، ایمان کی لذت و حلاوت سے ناآشنا، اپنی جان پر ہر وقت جان دیتا رہتا ہے، اسے کیا خبر، کہ اس ناسوتی زندگی سے بڑھکر بھی کوئی زندگی ہے، اقبال کا یہ شعر بھولتا نہیں، رہ رہ کر یاد آتا ہے، ؎

دیں اور کو حضور یہ پیغام زندگی، ہم موت ڈھونڈتے ہیں زمین حجاز میں!

مدینہ پاک سارے حجاز کا طرز معاشرت، ظاہر ہے، کہ ہندوستان سے مختلف ہے لیکن ایسا مختلف نہیں، کہ دل کو اس سے وحشت ہو یا زیادہ نامانوس معلوم ہو، بس ایسا ہی اختلاف ہے، جیسا خود ہندوستان کے مختلف صوبوں، بلکہ ایک ہی صوبہ کے دور دراز شہروں کے درمیان پایا جاتا ہے، زبان اردو بقدر ضرورت، اچھی خاصی سمجھ لیجاتی ہے، اگر عربی بولنے پر قدرت ہو تو سبحان اللہ ورنہ کوئی ضروری کام خالی اردو جاننے والوں کا بھی اٹکا نہیں رہتا، مدینہ کا موسم بھی کچھ ایسا سخت نہیں، اپریل اور آغاز مئی کا تجربہ ہے، گرمی سخت اور دھوپ تیز تھی لیکن ہم یوپی کے لوگوں کو تو کوئی غیر معمولی شدت نہیں محسوس ہوئی، درمیان میں بارش کئی بار ہوئی، راتیں عموماً ٹھنڈی اور خوشگوار رہتی تھیں، اور بارش کے زمانے میں تو اچھی خاصی سردی پڑی، ایسی کہ جو لوگ کافی سامان سرمائی نہیں رکھتے تھے، انھیں تکلیف اٹھانی پڑی، راتوں کو کمرہ کے اندر بھی دولائی یا کمل کی ضرورت پڑگئی،

ہندی تاجرون مین اطراف بمبئی کے ایک صاحب عبدالغنی نامی ہین، چاے اور
غلہ کی دوکان ہے، دوکان کا نام عثمان احمد و شرکا ہے، بڑے ہمدرد و خدمتگزار معمولی
تعارف پر ہر طرح امداد و دستگیری فرماتے رہتے، اللہ انھین جزائے خیر دے،

ہم لوگ یکم ذیقعدہ کو داخل ہوئے تھے، ہندی عشاق مین معلوم نہین کتنے ایسے تھے
جو اس سے بھی قبل سے یہان حاضر تھے، منشی امیر احمد صاحب کاکوروی کا ذکر اس سے قبل آچکا ہے، یہ مہینون
پیشتر سے حجاز آچکے تھے، اور مکہ معظمہ مین حاضری دیکر اور عمرہ سے فارغ ہوکر آستان حبیب پر
مقیم تھے، اسی طرح مولوی غلام بھیک صاحب نیرنگ (ایڈوکیٹ انبالہ و معتمد انجمن تبلیغ)
بھی ایک مدت سے حاضر آستانہ تھے، ان صاحبون کے ذوق و شوق کا کیا پوچھنا، جس دربار کی
زیارت اگر ایک دن کے لئے بھی میسر آجائے، تو خوش قسمتی ہے، وہان یہ حضرات مہینون کی
مسلسل حاضری سے بھی سیر نہ تھے، بہار کے ہومیوپیتھ ڈاکٹر عبدالرحمٰن بھی، حکومت نظام
حیدرآباد کی طرف سے خدمت حجاج پر متعین، یہین مقیم تھے، اور فرائض علاج و تیمارداری کے
علاوہ یون بھی ہر طرح پر حاجیون اور زائرون کی خدمت مین لگے رہتے تھے، خدا جانے
کتنے لوگون کے کام ان کے ذریعہ سے نکلتے تھے، حیدرآباد کے وکیل مولوی ابوالخیر خیراللہ
صاحب سے جو سچ کے صفحات مین کبھی کبھی جلوہ گر ہوچکے ہین، اور فیض آباد کے منشی محمود عالم
صاحب سے، جن سے بہت قدیم خاندانی تعلقات ہین، بارہا ملاقاتین ہوتی رہین، زیادہ
ملنے جلنے کی یہان فرصت کسے تھی، ہر شخص اپنے اپنے مشاغل مین مست تھا، پھر بھی بشریت
سے منزہ تو کوئی ہو نہین گیا تھا، ملاقاتین بھی ہوتین اور دعوتین بھی، آپس کے لوگ ہنستے
بھی اور بولتے بھی، بعض خوش نصیبون کی موت بھی اس پاک سرزمین پر آتے دیکھی، جنازے

ہین، "ان کی یاد بھی شکر گذاری کے ساتھ دل مین قایم ہی لکھنؤ کے خاندان فرنگی محل کے ایک ممتاز و مسن رکن، مولانا عبد الباقی صاحب بھی سالہا سال سے ترک وطن کئے ہوئے یہین مقیم ہین، اور مدرسۂ نظامیہ کو چلا رہے ہین، بڑی شفقت اور بزرگانہ نوازش سے پیش آئے، اور اپنے ہان ٹھہرانے پر اصرار فرماتے رہے، ان کے مدرسہ کی عمارت بہت وسیع اور مہمانون کیلئے ہر طرح آرام دہ تھی، لیکن مسجد نبوی سے ذرا فاصلہ پر تھی اس لئے معذرت کر دینی پڑی،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل) نفس علاج نہایت ضروری ہے، اور مرض سے بے پروائی مریض کیساتھ دوستی نہین، دشمنی ہی، صحیح علاج صرف یہ ہی کہ صحیح دینی تعلیم مین لگا کر اور ایثار و استغنا، و غیر تمندی کا عملی نمونہ پیش کر کے عادتون کو بگڑنے سے روکا جائے، اور بگڑی ہوئی عادتون کو حتی الامکان درست کیا جائے، الحمد للہ کا شکر ہی کہ اس خطۂ پاک کی اس اہم خدمت کا شرف ہمارے ایک ہندی بزرگ کے نصیب مین آیا ہی اور انھون نے نہایت صحیح اصول پر ایک دینی درسگاہ مدرسۃ العلوم الشرعیہ کے نام سے، انھین اصلاحی مقاصد کے ساتھ حرم نبوی سے بالکل متصل قائم کر دی ہی، ان بزرگوار کا (جو رسماً "شیخ" نہین، حقیقۃً اور اپنے صحیح معنی مین ایک قابل صد رشک بزرگ ہین) اسم مبارک مولانا سید احمد فیض آبادی ہی حضرت مولانا حسین احمد صاحب (شیخ الحدیث دیوبند) کے برادر کلان ہین اور اپنی عمر جوار دیار رسول کی خدمت کے لئے وقف کر چکے ہین، مدرسہ کا تفصیلی "معائنہ" مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی کے قلم سے انشاء اللہ آیندہ نمبر مین نکلیگا، مختصراً اس وقت اس قدر عرض ہے کہ یہ سطرین جو پڑھنے والے اہل ایمان اپنے دل مین اہل مدینہ کی حقیقی خدمت کا ارمان اور ولولہ رکھتے ہون، وہ بلا تامل اور بے تکلف اس مدرسہ کی اعانت کو اپنا فرض سمجھین، مولانا موصوف سے بڑھکر امین اور قابل اعتماد و اطمینان بزرگ اس زمانہ مین تلاش کے بعد بھی شاید نہ مل سکے،

روپیہ بھیجنے کے پتے:- (۱) حکیم ڈاکٹر عبد العلی صاحب گوئین روڈ لکھنؤ، (۲) کوٹھی حاجی علیجان چاندنی چوک دہلی، (۳) عبد اللہ بھائی عبد القادر مرحوم ناگدیوی اسٹریٹ بمبئی (۴) مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی شیخ الحدیث مدرسۂ مظاہر العلوم

باقی جو چند مخصوص گھرانے اصلی اہلِ مدینہ یعنی سادات و انصار کے رہ گئے ہیں، انکے اخلاق اور اُن کے جوہرِ شرافت کا کیا کہنا! ہم لوگوں کو قدرۃً ہندیوں ہی سے سابقہ زیادہ پڑا، ان سب میں ایک بار پھر سب سے پہلا نام قلم کی زبان پر مولانا سید احمد فیض آبادی کا آتا ہے، جنھوں نے مسافرت کو ہر پہلو سے گویا وطن بنا دیا ہے۔ جی میں آتا ہے کہ اس پیکرِ اخلاص و ایثار، اور مجسمۂ بےنفسی و خدمتِ خلق کے رازوں کو خوب کھول کر بیان کرتا چلا جائے، لیکن پھر انھیں کی ناخوشی و ناگواری کا خوف غالب آکر زبان کو روک دیتا ہے۔ اب یہ اللہ ہی جانے کہ نفس کا اتنا پاک ہو جانا، حرمِ رسولؐ کی تیس سال کی مجاورت کی برکت ہے، یا نفس پہلے ہی سے خود اتنا پاک ہو چکا تھا، کہ اُس نے وطن اور عزیزانِ وطن سے ہزاروں میل دور کسی کے آستانِ پاک پر پڑے رہنے پر آمادہ کر دیا! اللہ ان کے مقاصدِ دینی و دنیوی پورے کرے، اور ان کے مدرسۃ الیتامی[1] کو اپنے خزانۂ غیب سے مالامال کر دے، انھیں کے ہمنشینوں میں ایک صاحب منشی محمد حسین فیض آبادی

---

[1] اس مدرسہ کے متعلق سچ نمبر ۱۲، جلد ۵ میں حسبِ ذیل نوٹ شایع ہوا ہے:۔

مدینہ طیبہ کی ایک صحیح خدمت

حجاز کا سفر کئے بغیر اہلِ حجاز کی موجودہ دردناک اور عبرتناک پستیوں کا اندازہ نہیں ہوتا۔ مدینہ طیبہ کے دورانِ قیام میں اس کی بیشمار فضیلتوں اور بےحساب برکتوں کے باوجود، یہ منظر دیکھ کر قلب کو کس درجہ تکلیف ہوتی تھی، کہ ہر ہاتھ ہر موقع پر آپ کی طرف پھیلا ہوا ہے، اور وہ جنکا کام غیرتمندی و استغنا کا سبق دینا تھا، عین اُس محترم ہستیؐ کے جوارِ محترم میں، جس نے مسجد میں سوال کرنا حرام ٹھہرایا ہے، ہر ہر لمحہ اس کے حکم کو توڑ رہے ہیں، اسکا علاج سختی نہیں، اور اہلِ مدینہ کے ساتھ سختی اور بیدردی تو کسی صاحبِ ایمان کے خواب و خیال میں بھی نہیں آسکتی، تاہم

سیاہ و سرخ، جتنے طرح کے، اور جس نرخ کی چاہیے، لیجئے، اتنے لذیذ ونفیس، کہ پیٹ بھر جائیگا، لیکن جی نہ بھریگا، افسوس ہے کہ ہندوستان زیادہ مقدار مین لانا اول تو شوار در زحمت طلب، اور پھر اگر دشواریان برداشت کرکے لایا بھی جائے، تو یہان زیادہ عرصہ تک ٹھہرتے نہین، خراب جاتے ہین، بمبئی مین جو کھجور بلتے ہین، وہ عراق وغیرہ کے ہوتے ہین، مدینہ کے کھجور بجز مدینہ کے اور کہین نہین دستیاب ہوتے، دوسری مادی نعمت، اس سے بھی کہین بڑھکر، مدینہ شریف کا پانی ہے، زبان اس کی تعریف سے حقیقۃً قاصر ہے، اتنا سرد، اتنا لطیف، اتنا سبک، ایسا ہاضم، پانی، شاید روئے زمین پر کہین بھی نہ ہو، بار بار برف کا دھوکہ ہوتا تھا، جتنا چاہئے پیتے چلے جائیے، ذرا بھی گرانی نہ محسوس ہوگی، جنت مین جو پانی، ساقی کوثر کے ہاتھ سے ملیگا، شاید اسی کا ایک نمونہ اس جنت ارضی مین دکھادیا گیا ہے! افسوس ہے کہ اس تحفہ کو مدینہ سے باہر لانے کی کوئی صورت اس وقت تک ممکن نہین،

مکانات کے کرایے بہت ارزان، موسم حج مین نسبۃً گران ہو جاتے ہین، پھر بھی کہان تک؟ کوئی پورا مکان خریدنا منظور ہو، تو وہ بھی بہت سستے دامون مل سکتا ہے، اللہ غریق رحمت کرے مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی کو، اس طمع مین ایک مکان مدینۂ طیبہ مین خرید رکھا تھا، کہ شاید اسی بہانے حشر مین اہل مدینہ مین شمار ہو جائے! یہ راہ ہر خوش عقیدہ مومن کے لئے اب بھی کھلی ہوئی ہے، آبادی مین بیرونی عنصر کثرت سے شامل ہو گیا ہے، ترک، کرد، عراقی، ہندی، مصری، نجدی، مغربی، خدا معلوم کتنے خاندان کے خاندان باہر سے آکر آباد ہو گئے ہین، سب کے اخلاق اور سب کے مزاج جداگانہ،

رہنے کی تمنا نہ ہوگی؟۔

یون تو سال کے بیشتر حصہ مین سناٹا چھایا رہتا ہی، دوکانین بند، بازار سرد، مکانات مقفل رہتے ہین، لیکن موسم حج مین تین چار مہینے کے لئے اچھی خاصی چہل پہل ہو جاتی ہی، اور سڑکون اور بازارون مین خاصا مجمع رہنے لگتا ہی، ذی الحجہ کی ۱۴،۱۵ تاریخ سے حاجیون کے قافلے ماشاء اللہ بہت بڑی تعداد مین آنے لگتے ہین، اور یہ مجمع آخر محرم تک قایم رہتا ہی، شوال و ذیقعدہ مین مجمع نسبتہً ہلکا رہتا ہی، پھر بھی ہزارون کی تعداد مین رہتا ہی، خصوصاً ذیقعدہ مین، بازارون مین ضرورت کی سب چیزین مل جاتی ہین، اور نرخ بھی کچھ زیادہ گران نہین، گوشت (بکرے اور دنبہ دونون کا) گھی، شکر، گیہون کا آٹا، بعض سبزیان، دودھ، دہی ہر چیز اچھی حالت مین بآسانی دستیاب ہو جاتی ہے، عام دستور یہ ہے، کہ لوگ روٹی گھر مین نہین پکاتے، بلکہ بازار سے خرید لیتے ہین، باقی سالن وغیرہ گھرون مین پکتا ہے صبح کے وقت، بہت تڑکے سے، جو ناشتہ بازارون مین ملنے لگتا ہی، وہ خاص طور پر لذیذ و خوش ذائقہ ہوتا ہے، اور قیمتاً بھی ارزان، شام کا کھانا عموماً عصر کے وقت ہو جاتا ہے، شب مین کھانے کا دستور نہین، دوکانین بھی، شام ہی کو بند ہو جاتی ہین، اور عشا کے بعد بالکل سناٹا چھا جاتا ہی کپڑے وغیرہ کی قسم سے بھی ضرورت کی سب چیزین مل جاتی ہین، مادی نعمتون مین دو چیزین ایسی ہین، جو صرف مدینہ طیبہ ہی کے لئے مخصوص ہین، ایک تو کھجور ہے، جس کے خدا معلوم کتنے اقسام بازارون مین ڈھیر لگے رہتے ہین، بڑے اور چھوٹے، میٹھے اور بہت میٹھے، خشک و شاداب

من سکن المدینۃ وصبر علی بلائھا کنت لہ شفیعا یوم القیمۃ	جس نے مدینہ مین سکونت اختیار کی، اور وہان کی بلاؤن پر صبر کیا، تو مین قیامت کے دن اس کی شفاعت کرنے والا ہونگا،

اتنے بڑے انعام کے وعدے کے بعد کچھ حیرت نہ کرنا چاہئے، اگر مدینہ مین زحمتون سے بچنے کے بجائے، اور دوڑ دوڑ کر زحمتون مین اپنے تئین ہنسی خوشی مبتلا کیا جانے لگے، اور یہ سختیان اور ناگواریان تو انکو پیش آسکتی ہین، جو اس سرزمین پر زندہ رہین، لیکن اگر یہین موت آجائے تو؟ اس "تو" کا جواب بھی سچی بشارتین دینے والے کی سچی زبان سے سنیئے :-

من مات فی احد الحرمین بعثہ اللہ من الآمنین یوم القیمۃ،	جس شخص کی وفات مکہ یا مدینہ مین ہوجائے، وہ قیامت کے دن ان لوگون مین اٹھیگا جو بےخوف ہونگے،

اور بعض احادیث مین بجائے حرمین کے صرف مدینۃ کا لفظ آیا ہے، من مات بالمدینۃ کنت لہ شفیعا یوم القیمۃ اور بعض روایات مین اسے محض بطور خبر کے نہین بیان فرمایا گیا ہے، بلکہ مدینہ مین مرنے کی رغبت بھی دلائی گئی ہے،

من استطاع ان یموت بالمدینۃ فلیمت فمن مات بالمدینۃ کنت لہ شفیعا وشھیدا،	جس کے لئے یہ ممکن ہو کہ وہ مدینہ مین آکر وفات پائے تو اُسے چاہئے کہ یہین آکر مرے، اس لئے کہ جو یہان مریگا، مین اسکا گواہ اور شفیع ہونگا،

اس سے ملتے جلتے ہوئے مضمون کی متعدد احادیث ہین، اور صحابۂ کرام برابر مدینہ مین اپنے مرنے کی دعائین اور آرزوئین کرتے رہتے تھے، بس جس شہر مین جینا، اور جس شہر مین مرنا، دونون اس قدر مبارک ہون، کسی کو وہان حاضر ہونے اور حاضر

جہان اپنا محبوب موجود ہو، وہی مقام سب سے بہتر ہے، اس جواب پر وہ بیحد خوش ہوا
اور خوشی مین آکر تنہا اسی کو نہین بلکہ سارے قیدیون کو رہائی دی۔ اگر یہ سب نہ ہون جب بھی
تو اس قدر کافی ہو کہ یہ شہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر ہے اور یہی وہ شہر ہے جس کا نام طابہ
و پاک پاکیزہ رکھا کسی بندے نے نہین، بندون کے پروردگار نے رکھا ہو

ان اللہ تعالیٰ سمی المدینۃ طابۃ

اور پاک کی شرح مین اہل فن نے لکھا ہو کہ مدینہ کفر و شرک کی نجاستون سے پاک ہے
مدینہ والون کے ساتھ جس نے دھوکہ بازی کی وہ خود دھوکا کھا گیا جس نے انکی
بدخواہی کی، اس نے خود اپنی بدخواہی کر لی جس نے انھین تباہ کرنا چاہا وہ خود تباہ ہو
رہا حدیث مین آیا ہو کہ وہ اس طرح گھل جاتا ہو جس طرح نمک پانی مین گھل جاتا ہو
بخاری و مسلم کی روایت کے الفاظ لا یکید اھل المدینۃ احد الا انماع کما ینماع
الملح فی الماء، یاجوج کے دور مین سب کچھ ہوگا، اور سب کے نتیجے بھی ظاہر ہو کر رہین گے
سختیان اور ناگواریان کہان نہین پیش آتین؟ لیکن اس ارض محبوب کی سختیان بھی
رحمتین ہین، اور یہان کی ناگواریون کو گوارا بنا لینے والون کے لئے وہ انعام اور قطعی انعام
ہو جس کی تمنا ہر مسلم کے سینہ مین ہو ارشاد ہوتا ہو، بروایت صحیح مسلم کہ

لا یصبر علی لاوائھا المدینۃ وشدتھا احد من امتی الا کنت لہ شفیعا یوم القیامۃ،	میری امت مین کوئی ایسا نہین کہ وہ مدینہ کی سختیون اور محنتون پر صبر کرے، اور مین قیامت کے دن اسکی شفاعت کرنے والا نہ ہون!

اب اس کے بعد بھی کوئی مرتبہ باقی رہجاتا ہے؟ ایک دوسری روایت مین
یون آتا ہو۔

شاعرنے کہا ہی، ع

مکین کی خیر ہو یارب! مکان رہی نہ رہا!

لیکن مکین اگر سلامت ہی، تو مکان کی سلامتی بھی یقینی ہے، اور پھر بھلا کون ایسا مکان ہوگا، کہ سارا عالم تو اُس کے مکین کی برکتون سے مہک رہا ہو، اور خود وہی مکان محروم رہجائے!

صاحب جذب القلوب نے ایک مستقل باب فضائلِ شہر مدینہ کا باندھا ہی، اور اسکی افضلیت پر مفصل عقلی و نقلی دلائل قایم کئے ہین، لیکن درحقیقت اس تفصیلی بحث کی سرے سے ضرورت ہی نہین جن کے پہلو مین دل ہی، اُن کے لئے تو بس یہی ایک دلیل سب سے بڑی دلیل ہے، کہ اُنکا محبوب آقا، اور اُن کے رب کا محبوب ترین بندہ اس سرزمین پر آرام فرما ہی! ؎

خاکِ یثرب از دو عالم خوشتر است

اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

اور جن کے سینہ مین دل ہی نہین، ان کے لئے دلیل و بحث کے دفتر کے دفتر بھی بیکار ہین۔ مثنوی مین مولانا نے ایک حکایت لکھی ہی، کہ کسی کنوین کو ایک دیوزاد نے اپنا مسکن بنا لیا تھا، اور جو کوئی اس کنوین کے اندر اترتا، اس سے وہ سوال کرتا، کہ بہتر شہر کون ہی، ہر شخص اپنی اپنی پسند کے موافق کسی شہر کا نام لیتا، اس پر وہ ناخوش ہو کر اسے وہین قید کر لیتا، اور باہر نہ نکلنے دیتا، آخر مین ایک مرد دانا اترا، اور اس سے حسب معمول وہ سوال ہوا، تو اس نے جواب مین کہا، کہ

باب ۱۷

دیارِ حبیبؐ

مدینہ شہر کی موجودہ بستی کچھ ایسی بڑی نہین، آبادی ہندوستان کے چھوٹے شہرون یا بعض بڑے قصبون کے برابر ہوگی، سنتے ہین کہ کسی زمانے مین آبادی کی وہ کثرت تھی، کہ راستہ چلنا مشکل تھا، لیکن جس وقت سے ریل کے قدم آئے، حجاز ریلوے کا اسٹیشن کھلا، اور شام سے ریل کی آمد و رفت شروع ہوئی، اُس وقت پہلے تو اخلاق و قلوب کے عالم مین انقلاب آیا، اور جو عیب چھپا کر بھی نہ ہونا تھا وہ کھلے خزانہ ہونے لگا، اور پھر وہ زبردست مادی جھٹکے لگے، کہ ساری آبادی تباہ ہو کر رہ گئی، ترکی حکومت کی بربادی، شریفی دور، نجدی دور، ہر سیاسی زلزلہ کا پہلا ہدف اسی شہر کو بننا پڑا، اور اس وقت مدینہ دنیا کے مظلوم ترین شہرون مین ہی، سچّے، اور مدینہ والے سچّے کا قول بالآخر پورا ہو کر رہنا تھا، کہ ظہورِ دجّال کے وقت بیت المقدس آباد ہوگا، اور مدینہ تباہ، بیت المقدس کی آبادی اور روز افزون رونق و آبادی سب دیکھ رہے ہین، پھر مظلوم مدینہ کی تباہی و بربادی پر حیرت کیون ہو؟ ——— لیکن شہر آباد ہو یا برباد، آبادی خواہ بڑھے خواہ گھٹے، بس ایک مدینہ والاؐ، سلامت رہے، کہ اُس کے طفیل مین مدینہ بھی ہمیشہ سلامت ہی رہیگا،

اوران مسلمان امیرون اور وزیرون کے احکام سے شریعت کو توڑا جاتا ہی، یونیورسٹیان
اور درسگاہین مسلمانون کی قایم کرائی جاتی ہین، اوران مسلمان ماہرینِ فن کے مقالات
ومضامین سے شریعت پر قہقہے لگائے جاتے ہین، حبِ وطن وحبِ قوم کا جذبہ مسلمانون
مین پیدا کرایا جاتا ہی، اور نتیجہ یہ نکلتا ہی کہ ترک ترکیت کی، مصری مصریت کی پرستش
شروع کردیتے ہین، اور ہندی مسلمان بھی اپنے اسلام کو چھوڑ کر اپنی ہندیت پر فخر وناز
کرنے لگتا ہی! قوالی کی محفلین بہت دیکھ لین، نعتیہ نظمین بہت سن لین، شعر وشاعری
بہت ہوچکی، اب اللہ کے ہان سے پکار ہی تو یہ، اور محمدؐ کے دربار سے طلب ہی تو اسکی،
کہ کچھ اللہ کے بندے، اور محمدؐ کے امتی اٹھین، اور دین کی غیرت سے مست ودیوانے
ہوکر، دوستون اور عزیزون سے بیگانے بنکر، یاجوج کے لشکر کے مقابلہ مین صف بستہ
ہوکر، کانھم بنیان مرصوص، باہر نکلین، اور اِس ہاری ہوئی لڑائی مین حق کا علم
بلند کرکے، اپنے سر اور اپنی جانین نذر کردین!

اہل دل بزرگوں اور نیک نفس دوستوں کی ایک جماعت، حسرت و تاسف، خلوص و ہمدردی کے لہجہ میں زیرلب کہہ رہی ہے کہ مشاہد متبرکہ کے انوار و برکات کی شرح کرنے کے بجائے، یہ بے محل سیاسی رجز خوانیاں کیسی شروع ہو جاتی ہیں لیکن بزرگو اور دوستو، للہ کوئی یہ بتائے کہ کلمہ توحید کی بنیاد نفی غیر اللہ پر کیوں ہے؟ اور اللہ کے اقرار سے بھی پہلے آخر غیر اللہ کی نفی کیوں، اس قدر اہم سمجھی گئی ہے؟ انوار و تجلیات کا مشاہدہ جنھیں ہوتا ہوگا، ہوتا ہوگا، ایک عامی اور دنیادار تباہ کار سے اس کی توقع ہی کیوں قایم کی گئی، وہ تو وہی لکھے گا، جو کچھ اُس نے خود محسوس کیا! اس کا مال گھٹیا سہی، ناقص سہی، ادنیٰ درجے کا سہی، لیکن بہرحال اُس کا اپنا مال ہوگا، کیا دوسروں کا حسن ظن قایم رکھنے کے لئے، صوفیوں کی بول چال کی نقالی شروع کر دیجائے، ؟ کیا خود وہ بزرگ اس سے خوش ہونگے، کہ اُن کے خوش کرنے کے لئے جھوٹے موتی کشتیوں میں لگا لگا کر پیش کئے جانے لگیں، ؟ یہاں تو مسجد نبوی کے ہر ہر ستون، اور ہر ہر محراب سے، ایک ایک ذرا اور ایک ایک دیوار سے، قبا کی ایک ایک اینٹ سے، بقیع کے ذرہ ذرہ سے، شہر مدینہ کے چپہ چپہ سے ایک ہی پکار سنائی دی، اور وہ پکار من انصاری الی اللہ کی تھی! ہر جگہ ایک ہی جلوہ دکھائی دیا، اور جلوہ دین کی تقاضائے نصرت کا تھا! آج اللہ کے بجائے یاجوج کی الیت والوہیت کا کلمہ ہر جگہ پڑھا جانے لگا ہے، عدالتوں میں حاکم مسلمان بنائے جاتے ہیں، اور ان مسلمان حاکموں سے شریعت کے فیصلوں میں ترمیم کرائی جاتی ہے، کونسلوں میں ممبر مسلمان لئے جاتے ہیں، اور ان مسلمان ممبروں کی تجویزوں اور تقریروں سے شریعت کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں، وزارت و امارت کی کرسی پر مسلمان بٹھائے جاتے ہیں،

اور یہ جو کچھ لکھا جا رہا ہے، حاشا نجدیوں کی مخالفت وعناد میں نہیں، انکی بدنامی ورسوائی کے لئے نہیں، بلکہ انکی سچی دوستی اور حقیقی خیر اندیشی میں، وہ لاکھ برے سہی، پھر بھی بہرحال کلمہ گو ہیں، دائرۂ اسلام سے خارج نہیں، خاطی ہیں، کافر نہیں، نادان ہیں، باغی نہیں، بھائی ہیں دشمن نہیں، انکی رسوائی مسلمانوں ہی کی رسوائی ہے، انکی پردہ دری کرکے خوش ہونا، محمدؐ کا کلمہ پڑھنے والوں کی پردہ دری پر خوش ہونا ہے، خانہ جنگی قابل داد کبھی بھی نہ تھی، لیکن آج تو اس سے بڑھکر شاید ہی کوئی گناہ ہو، آج وقت نجدی وحجازی کی آویزش کا، حنفی وحنبلی کی جنگ کا، اہل سنت واہل بدعت کی کارزار کا نہیں، وقت تو اس کا ہے، کہ یہ سب ملکر، یاجوج کی اس بے گنتی اور بے تعداد لشکر سے مقابلہ کریں، جو بے شمار ناموں اور نشانوں کیساتھ، بے حساب لباسوں اور نقابوں کے ساتھ، ہر سمت اور ہر جہت سے، ہر پہلو اور ہر گوشہ سے، من کل حدب ینسلون اللہ کے دین پر، رسول کی شریعت پر، اسلام کے پیام پر حملہ آور ہو رہا ہے، اور جس کی زد سے نہ ہندوستان محفوظ ہے نہ نجد، اور نہ مرکز اسلام کے وہ مقدس ومحترم مقامات ــــــ نام لکھنے کی جرات قلم کہاں سے لائے ــــــ جن کے شرف سے اسلام کا شرف قائم، اور جنکی عظمت سے اسلام کی عظمت وابستہ ہے! جہاد کی ضرورت ان کے مقابلہ میں نہیں، جنھوں نے عثمان غنیؓ کے قبۂ مزار کو گرایا اور فاطمہ زہراؓ کی تربت کو کھنڈر بنا دیا، جہاد ان پر کرنا ہے، جو عثمانؓ وفاطمہؓ کے دین کے دشمن ہیں، جو قبۂ عثمانؓ کو نہیں، خود عثمانؓ کے کارناموں کو فنا کر رہے ہیں، اور جو تربت فاطمہؓ کی نہیں، خود فاطمہؓ کی تحقیر اور بے وقعتی دلوں میں پیدا کر رہے ہیں!

فراخدلی سے کام لینا چاہیئے، اور تابہ امکان ہر فرقہ کے، یہان تک کہ گمراہ و باطل اسلامی فرقون کے معتقدات و مزعومات کی رعایت، تاوقتیکہ وہ صحیح اصول اسلامی سے معارض نہ ہون، رکھنی چاہیئے، اور دولت حجاز کے محکمۂ مذہبی کی خدمت مین یہ مشورہ پیش کیا گیا تھا، کہ دوسرے اسلامی ملکون کے متدین و مصلحت فہم علماء سے برابر مشورہ جاری رکھنا چاہیئے، ہندوستان کے گروہ اعظم، اہل سنت مین خدا کے فضل سے متعدد بزرگ ایسے موجود ہین، جو دولت حجازیہ سعودیہ کی مشکلات مین اضافہ کئے بغیر، اس باب مین اسے بہترین مشورہ دے سکتے ہین، جانشین شیخ الہند حضرت مولانا حسین احمد مدظلہ، صدر جمعیۃ العلماء مولانا مفتی کفایت اللہ، جماعت اہلحدیث کے ممتاز فاضل مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری[1]، مصنف "رحمۃ للعالمین"، "شیخ الاسلام" مملکت آصفیہ مولانا شروانی، شیخ الحدیث جامعہ عثمانیہ مولانا مناظر احسن گیلانی، فاضل محترم مولانا سید سلیمان ندوی، اور اسی قسم کے دوسرے صاحب علم و صاحب نظر علمائے اہل سنت سے اگر حکومت حجاز، آداب زیارت وغیرہ کے باب مین مشورہ کرتی رہے، تو ہندوستان کے مسلمانون کے ایک خاصے بڑے گروہ کے دل مین اس کی طرف سے جو تلخیان پیدا ہو رہی ہین، وہ یقیناً بڑی حد تک دور ہو سکتی ہین،

اس قسم کے تذکرے جو بار بار اس سفرنامہ مین آرہے ہین، اس سے اگر ایک طرف لوگون کو صحیح حالات اور ضروری معلومات سے باخبر کرنا ہے، تو دوسری طرف حکومت حجاز اور اس کے ہوا خواہون کو خود اپنی فلاح و اصلاح پر توجہ دلانا ہے،

[1] افسوس ہے کہ قاضی صاحب نے ۱۳۴۹ھ حج سے واپس ہوتے ہوئے جہاز مین انتقال فرمایا،

امیر مدینہ کی تلاش پھر شروع کی، اور ابکی وہ مل گئے، ہم نے ان کے سامنے ساری سرگذشت سنائی، بغیر کسی اظہار تاسف و معذرت کے فرمایا، کہ آج تو موقع نہین رہا، اور کل سلطان چلے جائین گے، البتہ کل صبح اگر آجاؤ، تو ملاقات کرادونگا،

مشیت الٰہی مین جو کچھ ہوتا ہی، وہی ہوکر رہتا ہی، طبیعت کچھ خراب پہلے ہی سے تھی، سلطانی دعوت گاہ سے واپسی پر طبیعت زیادہ بگڑ گئی، اور شب مین اچھا خاصہ تیز بخار ہوآیا، ضعف اس درجہ ہوگیا، کہ سلطان کے ہان جانے کا کیا ذکر، کوٹھے سے اترنے اور عشاء و فجر کی نماز مین جماعت کے لئے مسجد نبوی تک حاضر ہونے کی سکت باقی نرہی، مجبوراً صبح کو ایک مختصر خط مولانا مناظر احسن سے عربی مین لکھواکر، سلطان کی خدمت مین بھجدیا، جو صاحب لیکر گئے تھے، انکا بیان ہی، کہ سلطان نے پڑھکر اپنے ایک سکریٹری کو دیدیا، اور فرمایا، "اسے رکھلو، کہ مین حج کے زمانہ مین یاد دلانا، اُس وقت ان صاحب سے ملاقات کرونگا" اور اس واقعہ پر سلطان و گدا کی ناتمام ملاقات تمام ہوئی، یادداشت جو ان کی خدمت مین پیش کرنے کے لئے لکھی گئی تھی، اس کا لکھنے والا محض پیچ کا مدیر ہی نہ تھا، بلکہ خلافت کمیٹی کا بھی ایک خادم تھا، اور یہ دونون حیثیتین اس مین واضح کردی گئی تھین، لب ولہجہ مین آداب شاہی کا پورا لحاظ کرلیا گیا تھا، اور اس کا شائبہ بھی نہ آنے پایا تھا کہ سلطان کی کسی قسم کی اہانت ہو، ادب کے ساتھ، اصلاح طلب امور کی فہرست نمبروار درج تھی، اور آخر مین پورے زور کے ساتھ یہ گذارش کی گئی تھی، کہ مسجد نبوی، مقصورۂ شریفہ، جنت البقیع وغیرہ پر سارے اسلامی فرقون کے یکسان حقوق ہین، اس لئے یہان کے آداب زیارت و انتظامات مین بڑی

مجبوراً برآمدہ مین کرسیون پر بیٹھ گئے، کچھ دیر کے بعد سلطان مع اپنے رفقاء کے کھانے سے فارغ ہوکر برآمدے مین آگئے، اور ایک آراستہ صوفہ پر جلوس فرمایا، سلطان کے لباس و وضع مین واقعۃً کوئی امتیازی شے نہ تھی، ان کی اس ذاتی سادگی کی داد جس قدر بھی دیجائے، درست ہے، ان کے اسٹاف کے لوگ ان سے کہین زیادہ زرق برق لباس مین تھے، اور اگر کوئی بتانے والا نہ ہوتا، تو محض وضع ولباس سے سلطان کو پہچاننا ممکن نہ تھا، کاش جس طرح سلطان کا لباس اور ظاہر سادہ ہے ایسی ہی سادگی حق تعالیٰ انھین زندگی اور اخلاق کے ہر شعبہ مین نصیب کردے آمین!

بہرحال سلطان جب صوفہ پر آکر بیٹھ لئے، تو لوگ اُن کے سامنے پیش ہونے لگے ہم لوگون نے اس وقت پھر اپنے میزبان امیر مدینہ کو تلاش کرنا شروع کیا، کہ جنھون نے خط بھیجکر مدعو کیا تھا، وہ دعوت کے بعد ہی سہی، کم ازکم مل تو لین، تلاش ناکام رہی کافی انتظار کے بعد، مجبوراً ہم دونون پردیسی خود ہی، بغیر کسی تعارف کرانے والے کے ہمت کرکے سلطان کے صوفہ کی طرف بڑھے، اور قریب پہونچ کر السلام علیکم کہا، سلطان نے وعلیکم السلام کہا، اور کھڑے ہوکر مصافحہ فرمایا، ہم لوگون نے اپنا تعارف (یا اپنی تعریف ؟) خود کرنا چاہا، لیکن ابھی زبان سے صرف دو لفظ "نحن هنديون" نکلنے پائے تھے، کہ شاہی چوبدار نے ہاتھ پکڑ کر ہم لوگون کو فوراً کھینچ لیا اور کہا کہ یہ گفتگو کا محل نہین، ہم لوگون نے ہرچند سمجھانا چاہا، کہ ہماری حاضری کا مقصد ہی ضروری گفتگو کرنا تھا، لیکن بھلا وہ چوبدار صاحب ہمارے سمجھائے کیا سمجھ سکتے تھے، اتنے مین دوسرے لوگ سلطان کے سامنے پیش ہونے لگے، اور ہمین ایکبار پھر جبراً صبر اختیار کرنا پڑا، اتنے مین سلطان کا موٹر آلگا، اور وہ سوار ہوگئے، آخری بار

خود اسی طرف سے تحریک ہوئی ہے، تو چلنا چاہیے، اور سلطان سے مل کر مسجد نبوی اور بقیع وغیرہ سے متعلق جو زیادتیاں، بد انتظامیاں، اور بے تمیزیاں مشاہدہ میں آچکی ہیں، سب ان کے گوش گذار کر دینا چاہیے، یہ سوچ کر تمام اصلاح طلب پہلوؤں کی ایک مفصل یاد داشت قلمبند کر لی، اور مولانا مناظر احسن صاحب سے اسکا عربی ترجمہ کرا لیا، کہ ملاقات کے وقت، ایک مختصر تمہیدی گفتگو کے بعد اسے سلطان کی خدمت میں پیش کر دیا جائیگا، سلطان کی آمد ایک مدت تک برابر ملتوی ہوتی رہی آخرکار ایک صبح کو انکا ورود ہوا، اور اسی روز بعد عصر دعوت ہوئی، دعوت کا مقام وہ تھا جہاں حجاز ریلوے کا اسٹیشن بنا ہوا ہے، اتفاق سے فوراً بعد عصر بارش شروع ہوگئی، کچھ دیر یوں ہوئی، اور پھر جب بارش کے ہلکے ہوتے ہی، مولانا مناظر کو بطور ترجمان اپنے ہمراہ لیکر روانہ ہوا ہوں تو مقام دعوت کا فاصلہ اندازہ سے زائد نکلا، غرض جب پہونچے ہیں، تو وقت معینہ سے کچھ دیر ہو چکی تھی، اسٹیشن کی عمارت جھنڈیوں وغیرہ سے خاصی آراستہ تھی، صحن میں فوج پولیس، چوکی پہرہ کا ہر طرف انتظام بدوی سادگی کے دیکھنے کی حسرت ہی رہ گئی، آرائشیں اس درجہ کی تھیں، جیسے ہندوستان میں اوسط درجہ کے والیان ریاست کے دربار کے موقع پر ہوتی ہیں، دعوت اندر بڑے ہال میں ہو رہی تھی، اور دروازوں پر بجائے اس کے کہ میزبان یا ان کے نائب، مہمانوں کے استقبال کے لئے کھڑے ہوتے، بندوق اور سنگین لئے پہرہ دار موجود تھے! ہم لوگ جب پہونچے اور ہال کے اندر جانا چاہا، تو ایک پہرہ دار نے، کہ نہ ہم اس کی زبان سمجھ سکتے تھے، اور نہ وہ ہماری، جانے سے روک دیا، عربی اخلاق و میزبانی کا یہ تجربہ شاید نجدی دور سے پیشتر کسی کو نہ ہوا ہوگا!

تنگ ہی! رسول صلعم کی جان کے دشمن ایک ابوجہل اور ایک ابولہب تھے، رسولؐ کی عزت کے، رسول صلعم کے پیام کے، رسول صلعم کے دین کے دشمن آج خدا معلوم کتنے ابوجہل اور کتنے ابولہب پیدا ہو گئے ہیں، اُن کی دشمنانِ حق کا خاتمہ ہلاکت و بربادی پر ہوا تھا، کیا یہ بیسویں صدی عیسوی کے "روشنخیال" ابوجہل اور ابولہب ہمیشہ مہلت ہی پاتے رہیں گے؟ مکہ کے مہاجر کو اپنے رب کا نام پکارنے توحید کا کلمہ بلند کرنے کو، قبا کا ایک ٹھکانا مل گیا تھا، کیا اسی محبوب کی امت کی قسمت میں کوئی قبا نہیں، اور کیا اُسے خدانخواستہ ہمیشہ بھٹکتے ہی رہنے دیا جائیگا!

مسجد نبویؐ میں ایک روز حاضر تھا، عصر کی جماعت کے بعد سلام پھیرا، تو ایک صاحب نے ایک دستی خط لا کر دیا، حیرت ہوئی کہ یہاں خط بھیجنے والا کون، لفافہ کھول کر پڑھا، تو امیرِ مدینہ کا کرمنامہ "مدیر جریدۂ سچ" کے نام تھا، کہ جلالۃ الملک سلطان عبد العزیز ابن سعود ریاض سے مکہ جاتے ہوئے مدینہ سے گذریں گے، اُن کے ورودِ مدینہ کے دن، سہ پہر کو امیر مدینہ کی طرف سے اُن کی دعوت ہو گی، اس میں شریک ہو، مزید حیرت ہوئی، کہ مدیرِ سچ نے تو یہاں اپنے تئیں مخفی و گمنام رکھنے کا پورا اہتمام کر لیا تھا، اُس کے وجود کی خبر سرکاری حلقوں کو کیونکر ہو گئی، بہت کھوج لگایا، کچھ پتہ نہ چلا، اب سوال یہ پیدا ہوا، کہ آیا اس دعوت نامہ کو قبول بھی کرنا چاہئے؟ جس نے آغازِ سفرِ حج سے اخبارات کا پڑھنا تک یکلخت ترک کر دیا ہو، اس کے لئے ایسے سرکاری مجمع اور شاہی دعوت میں شرکت آسان نہ تھی، کافی کشمکش رہی، حیص بیص اور ایک بزرگ دوست کے مشورہ کے بعد بالآخر طے یہ پایا، کہ جب

موسم مین قدرۃً بڑھ جاتا ہی آمد و رفت کیلئے غالباً آٹھ روپے طے ہوئے، شہر سے باہر نکلے، تو دیہات کا سا سامان نظر آیا، کھجور کے درخت اور باغ ہر طرف لگے ہوئے، اکثر نہایت سر سبز و شاداب، عرب کی خشکی پر ہندوستان کی شادابی کا دھوکا ہوتا تھا، راستے بھر چھوٹے لڑکون اور لڑکیون کی ٹولیان نعت و سلام کے اشعار پڑھتی ہوئی، اور گاتی ہوئی کثرت سے ملتی رہین، صبح کا سہانا وقت، ہر طرف سناٹا، معصومون کی زبان کا پیارا لب ولہجہ، ہر قلب متاثر، اور ہر روح کو وجد، تھوڑی دیر مین یہ سفر ختم ہوگیا، مسجد قبا خاصی بلندی پر واقع ہی، اچھی خاصی وسیع عمارت، سفید رنگ، پرانی وضع کی بنی ہوئی، ہر قسم کے تصنع و آرایش سے خالی، سادگی کی موثر تصویر، یہان نہ کسی ہجوم کا کھٹکا، نہ کسی چپقلش کا اندیشہ، پورے سکون و اطمینان، یکسوئی و فراغ خاطر کیساتھ جہان جتنی دیر تک چاہیے، نمازین پڑھیے، سجدے کیجیے، عبادت کرتے رہیے، صحن مین ایک مسقف چبوترہ، اور اس پر عربی مین یہ عبارت کندہ، کہ یہ وہ جگہ ہی، جہان رسول اللہ صلعم کی اونٹنی بیٹھی تھی، ذرہ ذرہ آنکھون سے لگانے کے قابل!

یہ وہ جگہ ہی، جہان اللہ کے سب سے زیادہ تعریف کرنے والے، اور سب سے زیادہ تعریف کیے گئے بندہ کو اس وقت پناہ ملی تھی جب اس کے وطن والے اس کے خون کے پیاسے ہو چکے تھے، غنی عن العالمین کی شان بے نیازی کا کوئی ٹھکانا ہی! پناہ اسے ڈھونڈنی پڑی تھی، جو خود اس واسطے بنایا گیا تھا، کہ سارا عالم اس کی پناہ مین آئے!——
رسول (صلعم) کی زندگی کے آئینہ مین امت کی ساری تاریخ کا عکس دکھا دیا گیا، جس رسول صلعم پر ایک روز مکہ کی زمین تنگ کر دیگئی تھی، آج اس کی امت پر عرصۂ عالم

اس کا نفس ہمیشہ یہ تاویل کرتا رہا، کہ آستانِ پاک مسجد نبویؐ سے کہین ہٹنا، آفتاب کو چھوڑکر قندیلون اور مشعلون کی روشنی تلاش کرنا ہی، البتہ ایک مسجد قبا اس سے مستثنیٰ تھی، اس کی زیارت کی فضیلت کسی ظن وقیاس سے نہین، نص سے ثابت ہی، اور حدیث مین وارد ہوچکا ہی، کہ مسجد قبا مین نماز پڑھنے کا اجر، عمرہ کے اجر کے مساوی ہی، من تطھر فی بیتہ ثم اتی مسجد القباء فصلی فیہ صلوٰۃ کان لہ کاجر العمرۃ، اسلام مین جو مسجد سب سے پہلے تعمیر ہوئی، وہ یہی مسجد قبا ہی حضور صلعم نے مکہ سے جب مدینہ کو ہجرت فرمائی ہی، تو اوّل اوّل قیام اسی مقام قبا مین فرمایا، اور یہین اس مسجد کی تعمیر شروع فرمادی، اللہ اللہ! بڑے بڑے صدیقین اور ایک سے ایک بڑھکر اولیاے امت، یعنی حضرات صحابۂ کرام جس مسجد کے مزدور اور معمار ہون، اور جس کی تعمیر مین خود رسول کریم صلعم کا دست مبارک شامل ہو، اس کی نورانیت اور اس کے تقدس کا کوئی اندازہ ہوسکتا ہی! بہت سے مفسرین اس جانب گئے ہین، کہ آیہ کریمہ لمسجد اسس بنیانہ علی التقویٰ من اول یوم احق ان تقوم فیہ مین جس مسجد کی مدح آئی ہی، وہ یہی مسجد ہی،

حدیث مین آیا ہی، کہ عادت مبارک یہ تھی، کہ ہر شنبہ کو اس مسجد مین تشریف لیجاتے تھے، ایک سنیچر کی صبح کو مولانا مناظر احسن صاحب کی رہنمائی مین، اپنے چھوٹے سے قافلہ کو ہمراہ لیکر اس مسجد مین حاضری کے لئے روانگی ہوئی، شہر مدینہ سے کچھ ایسا زائد فاصلہ نہین، مسجد نبویؐ سے تخمیناً ڈھائی میل ہوگی، عورتین ہمراہ تھین، ایک اعرابی کرایہ پر کرلی تھی، کرایہ یون تو بہت ارزان رہتا ہی، لیکن حج وزیارت کے

باب ۱۶

آثارِ مدینہ

مدینہ و حوالی مدینہ مین مقامات زیارت کی کیا کمی، ذرّہ ذرّہ مقدس اور چپہ چپہ یادگار۔ مزدورون کے ہاتھون مین اپنے آپ کو دیدیجیے، تو خدا معلوم کتنے مقامات کی زیارت کرا دینگے۔ مقبرے، مسجدین، پہاڑیان، کنوئین، ولادت گاہین اور کتنے ہی اور مقدس آثار و مشاہد! زیادہ مشہور زیارت گاہون کے نام یہ ہین، مسجد قبا، مسجد ذو قبلتین، جبل احد، بیر اریس، بیر رومہ، مقتل شہدائے اُحد، ان مین سے کوئی مقام بہت زیادہ فاصلہ پر نہین، عموماً دو دو چار چار میل کے اندر ہین، اگر پیدل چلنے کی عادت و ہمت ہو، اور وقت کافی ہو، تو پاپیادہ ہی زیارت ہو سکتی ہے، ورنہ یہان کی سواری جو اعرابی کہلاتی ہے، چند روپیہ کے کرایہ پر آمد و رفت کے لئے طے ہو سکتی ہے، دوستون اور رفیقون نے اکثر مقامات پر حاضری دی، اور خصوصاً مولانا مناظر احسن صاحب تو ہمہ تن ذوق و شوق بنے ہوئے ہر جگہ

تمتّع ز ہر گوشہ یافتم

پر عمل کرتے رہے، اور ہر بابرکت زمین سے مشرف ہوتے رہے، لیکن قافلہ مین ایک کاہل و بے ہمت ایسا بھی تھا، جو باوجود خاصے طویل قیام کے کہین نہین نکلا اور

کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑے رہیں، اور اس رشتہ پر فخر و ناز کرتے رہیں، رات کی تاریکیوں میں بے شبہہ ہر روشنی ایک نعمت ہے، لیکن جب آپ آفتاب کے سامنے ہیں، تو اتنی دیر کے لئے تو اپنی قندیلوں اور اپنی مشعلوں کو گل کر ہی دیجئے، اور ہو سکے تو آج نئے سرے سے مسلمان ہو جیے، اپنے اسلام کی تجدید کیجئے، اللہ اور رسول کے سامنے اپنے عہد و پیمان کو استوار کیجئے، اور اس کے ہاتھ پر بیعت کیجئے، جسکا ہاتھ قادرِ مطلق کا ہاتھ، اور جس کی بیعت خالقِ کائنات کی بیعت ہے، ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ، ید اللہ فوق ایدیھم، مبارک ہیں وہ جنھیں اس عہد کی توفیق نصیب ہو، مبارک تر ہیں وہ جنھیں اس عہد پر ثابت قدمی نصیب ہو!



سرسے پیرتک سیاہ لباس مین ملبوس، غول کے غول آئی ہین، اور آتے ہی جالیون سے جمٹ کر بوسہ دینا چاہتی ہین، اسودی سپاہی، عموناً حبشہ کے لاغر ونحیف، بڑھکر انھین روکنا اور دھکے دینا چاہتے ہین، لیکن اکثر خود ہی شکست کھاتے ہین، اوراس اثنا مین ایسی ایسی بدتمیزیان، ناوانستہ سہی، عین مواجہہ مبارک یا بالین مبارک یا پائین مبارک مین سرزد ہوتی رہتی ہین، خدا کرے کہ آیندہ کبھی نہ واقع ہون، اوران کے ذکر کرنے کی ضرورت کسی کو پیش نہ آئے،

بوہرون کے مختلف فرقون، داؤدیون اور سلیمانیون کو، اور دوسرے اسلامی فرقون کو اپنے اپنے طریقون پر نمازین پڑھتے اور زیارت کرتے دیکھا، رحمت عالم کا دربار سب کی عقیدتون کا مرکز ہی، اختلافات جتنے ہین، باہر ہین، اندر نہین، راہ مین ہین، منزل مقصود مین نہین، امام ابوحنیفہؒ ہون یا امام شافعیؒ حضرت جیلانیؒ ہون یا خواجہ اجمیریؒ، سب آستانِ رسالت تک پہونچانے کے واسطے اور ذریعے ہین، حرم کے اندر داخل ہوکر، دررسولؐ پر پہونچکر، نہ کوئی حنفی ہی نہ شافعی، نہ مالکی ہی نہ حنبلی، نہ اشعری ہے، نہ ماتریدی، نہ قادری ہے، نہ چشتی، نہ صابری ہے، نہ مجددی، نہ مقلد ہی، نہ غیر مقلد سب کے سب صرف محمدیؐ ہین، رسولؐ کی حیات مین صحابہؓ کا کیا مذہب تھا؟ کیا وہ بجز محمدی ہونے کے کچھ اور تھے؟ حضور کے مواجہہ مین اپنے آپ کو کسی اور کی جانب منسوب کرنا کتنی بڑی گستاخی، اور نادانی تھی؟ پھر آج جب آپ کی خوش نصیبی آپ کو دررسولؐ تک لے آئی ہی، اور آپ کو یقین ہی کہ آپ کا رسول زندۂ جاوید ہے تو یہ کتنی بڑی گستاخی، اور کیسی کھلی ہوئی نادانی ہوگی، اگر آپ، نبیؐ کے ہوتے ہوئے کسی غیر نبی

کے شیعہ تو بے شک برائے نام ہی تھے، لیکن عراق و خراسان کے شیعہ ہزاروں کی تعداد میں آئے ہوئے تھے، شیعون کے مزور علیحدہ ہین، انھین آداب زیارت وہی تلقین کرتے رہتے ہین، "روضۂ جنت" کے اندر شیعون کو مین نے بکثرت نماز پڑھتے دیکھا فرداً فرداً بھی اور اپنی جماعتین بنا بنا کر بھی، اہلِ سنت کی پنجوقتہ جماعت کے وقت یہ لوگ الگ الگ ہٹ جاتے تھے یا اکثر باہر چلے جاتے تھے، بعض فراخ دل شیعہ ایسے بھی دیکھنے مین آئے، جو ستونِ عائشہؓ صدیقہ کے پاس کھڑے ہو کر دیر تک نمازین پڑھتے رہتے اور اپنے شیعی دوست چودھری محمد علی ردولوی کا یہ فقرہ مجھے کسی طرح نہین بھولتا جو اس موقع پر انھون نے فرمایا تھا کہ "بیوی عائشہؓ جیسی بھی ہون بہرحال ہمارے رسولؐ کی محبوب تھین" لیکن یہ حال سب کا نہ تھا، بیشتر تو یہ ہوتا رہتا، کہ یہ لوگ نہایت کثیف جسم و لباس کے ساتھ کئی کئی کے غول مین آتے، اور جالیون کو یا منبرِ رسولؐ کو بوسہ دینے کی کوشش کرتے، سعودی سپاہیون کی نظر پڑ جاتی، اور وہ انھین دھکیلتے اور کبھی کبھی مارتے بھی، یہ لوگ بھاگتے، اور سپاہی انھین پکڑنے کو دوڑتے، یہ ماجرا عموماً خراسانی شیعون کے ساتھ پیش آتا رہتا تھا، عراق کے شیعہ اپنے خراسانی بھائیون سے جسم و لباس مین ہر طرح بہتر ہوتے تھے، یہ لوگ مقابلہ پر آمادہ ہو جاتے تھے، اور سپاہیون سے کلہ بکلہ لڑتے، غرض دونون صورتون مین، وہ مقدس جگہ جو صرف نماز، اور عبادت، تضرع و الحاح کے لئے تھی، اور جسکا ادب و احترام فرشتے تک کرتے ہین، خود امت محمدیہ ہی کے نادانون کے ہاتھون بے ادبیون اور بدتمیزیون کی تماشاگاہ بنجاتی! ایسا ہی ہنگامہ مصری عورتون کی زیارت کے وقت برپا رہتا، ماشاءاللہ بڑی قدآور، تنومند، چہرے کھلے ہوئے، لیکن اور ہر طرح پرستور

فرش اور روشنی کی بد انتظامی سے کہین زیادہ تکلیف دہ وضو خانون کی بدانتظامی
ہے جس قسم کے وضو خانے اور حوض ہندوستان کی بڑی بڑی مسجدون مین عموماً ہوتے
ہین، اس طرح کی کوئی چیز مسجد نبوی مین سرے سے موجود ہی نہین، البتہ مختلف
دروازون کے باہر پانی کے نل کی چند ٹونٹیان لگا دیگئی ہین، یہ گنتی کی چند ٹونٹیان
اول تو کسی بڑے مجمع کے لئے کسی طرح کافی ہی نہین ہوسکتین، پھر اکثر تجربہ یہ ہوا کہ
جن حوضون مین یہ ٹونٹیان لگی ہوئی ہین، نماز کے وقت سرے سے وہ حوض ہی
خشک ہین، اور اگر ٹونٹیون سے پانی آتا ہوا دکھا بھی گیا، تو خدا جانے ٹونٹیون مین
کیا نقص ہی، کہ پانی نکلنا بہت قلیل مقدار مین ہے، اور بہت باریک دھار سے،
جس کا نتیجہ یہ ہی، کہ جتنے وقت مین تین آدمی وضو کر سکتے ہین، اتنی دیر ایک آدمی کو
لگ جاتی ہی، اور ہجوم کی کشمکش مین پورا ادھورا الٹا سیدھا، جس طرح بھی وضو کرنے
کو ملجاتا ہی، وہ بیچارہ اسی کو غنیمت سمجھتا ہی، وضو خانون ہی کی طرح طہارت خانون
کے بھی کافی انتظام کی شدید ضرورت ہی اور یہ سارے انتظامات ایسے ہین، جو
تھوڑی ہی سی توجہ سے، بغیر کسی غیر معمولی بار مصارف کے، انجام پا سکتے ہین، کاش
سعودی حکومت کو اس کی توفیق نصیب ہوتی، کہ اختلافی و نزاعی جزئیات امور
کو چھوڑ کر اپنی توجہ و التفات کا مرکز انھین معاملات کو بناتی، جنکا تعلق، بلا نزاع و
اختلاف، زائرون اور نمازیون کے ہر فرقہ اور ہر طبقے سے ہی!

اپنے ملک کے فرقہ شیعہ کی حالت دیکھکر خیال یہ ہوتا تھا، کہ حج و زیارت کیلئے
شیعہ تو جاتے نہ ہونگے، لیکن تجربہ سے معلوم ہوا کہ یہ خیال غلط تھا، ہندوستان

یہ آخری عنوان ہرگز نہین، خود مسجد نبوی کے ساتھ جس بے التفاتی وسردمہری کا مستقل برتاؤ قائم ہی، اُسے بھی کوئی کیسے بھلا سکتا ہی؟ مسجد مین قالین بچھے ہوئے ضرور دیکھے گئے، لیکن اول تو یہ سننے مین آیا، کہ یہ قالین ہمیشہ نہین بچھے رہتے، بلکہ صرف موسم زیارت بھر کے لئے بچھوا دیئے گئے ہین، باقی سال کے بیشتر حصہ مین محض چٹائی بچھی رہتی ہی! اور پھر جو قالین بچھے ہوئے دیکھے گئے، وہ اتنے بوسیدہ اور ایسے ادنیٰ درجہ کے تھے، کہ مسجد نبوی تو الگ رہی، اگر دہلی کے جامع مسجد مین بھی بچھا دیئے جائین تو بجائے زیب وزینت کے بدنمائی اور بدزیبی کا سامان بن جائین! یہ صحیح ہے کہ سعودی حکومت ترکون کی سی دولت نہین رکھتی، لیکن یہ بھی صحیح ہے، کہ سعودی حکومت اتنی مفلس ونادار بھی نہین، کہ مسجد نبوی کے لئے ایسے قالین بھی نہ بہم پہونچا سکے، جنکا انتظام بھوپال، ٹونک، بہاول پور اور رامپور کی مسلمان ریاستین بدقت نہین، بلا دقت، کر سکتی ہین! اور تنہا فرش ہی پر موقوف نہین، روشنی کا انتظام بھی ایسا ہی ناقص وابتر ہے، بجلی کا انجن خاص مسجد نبوی کے لئے موجود ہی؛ لیکن خدا معلوم انجن کا قصور ہی، یا انجن چلانے والون کا، کہ روشنی اول تو ہی بہت ناکافی یعنی جس وقت سارے قمقمے روشن ہوتے ہین، اس وقت بھی دھندلی ہی سی رہتی ہی، دوسرے بجلی کی رو بار بار "فیل" ہوتی رہتی ہی، بارہا ایسا اتفاق ہوا، کہ تہجد کی اذان ہو گئی، دروازون پر نمازیون کا ہجوم ہی، لیکن پھاٹک اس لئے نہین کھلتے کہ اندر اندھیرا گھپ پڑا ہوا ہی، اور روشنی کی رو کسی طرح آ نہین چکتی! بجلی کی روشنی اور ایسا اندھیر!

ان سطور کے پڑھنے والون مین بہت سے ایسے ہین، جو دلسوزی و نیک نیتی کیساتھ نجدی حکومت کے ہمدرد و ہواخواہ ہین، اور ان مین سے بعض ان سطور کے لکھنے والے کے کرم و مخدوم بھی ہین، از راہ کرم وہ عالم الغیب والشہادۃ کو گواہ کرکے خود اپنے قلب سے استفا کرین، کہ آج اگر امام احمد بن حنبلؒ زندہ ہوتے، اور امام احمدؒ نہ سہی حافظ ابن قیمؒ یا ان کے استاد شیخ ابن تیمیہؒ ہی ہوتے، تو وہ بقیع کی اس گندی حالت کو گوارا فرما سکتے تھے، جو چودھوین صدی کے نجدی "حنابلہ" نے اس کی بنا رکھی ہے، یہ تو ایسی شے ہے، کہ بالفرض فقہ حنبلی نے اسے جائز رکھا ہوتا، تو بھی نجدی حکومت کو جمہور مسلمین کے مذاق کی رعایت لازمی تھی، چہ جائیکہ جب فقہ حنبلی مین سرے سے اس بابت کوئی حکم ہی نہ موجود ہو، مصالحِ امت کی اہمیت اسی سے واضح ہے، کہ خود صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا لحاظ رکھا ہے، اور حطیم کو خانۂ کعبہ مین شامل کرنے سے اسی بنا پر اعراض فرمایا، کہ اس سے امت مین ایک تفریق اور فتنہ پیدا ہونے کا احتمال تھا، پھر کسی غیر نبی کا جزئیات مین اس قدر غلو و تشدد اپنے اندر کیونکر کوئی پہلو جواز کا رکھ سکتا ہے!

سعودی حکومت کے روشن پہلوؤن سے انکار نہین، لیکن نہ ہو کہ کسی اہل دل کی زبان پر آیۂ کریمہ وَاِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا کا مضمون آجائے، اسکی ساری خوبیان ایک طرف، اور جنت البقیع کی یہ ناقابل برداشت حالت تنہا ایک طرف کم سے کم، عام مسلمان تو اس مشاہدہ کے بعد اپنے دماغون مین سعودی حکومت کی کوئی خوشگوار یادلے کر نہین واپس ہو سکتے، اور حکومت کی فہرست جرائم کا

کہ دیکھنے والوں کو، پاکوں کے پاک مدفن پر نعوذ باللہ ایک طرح کے مزبلہ یا گھورے کا دھوکا ہونے لگے! اینٹ کے ٹکڑے، ٹاٹ کے سڑے گلے ٹکڑے، بالوں کے گچھے اور اسی قسم کی دوسری چیزیں، جو عموماً گھورے پر پھینکدی جاتی ہیں، ان پاک جسموں کی پاک تربتوں پر، کثرت کے ساتھ، پڑی ہوئی اپنی انھیں آنکھوں سے دیکھنی پڑیں!

بقیع کے مقابر ایک احاطہ کے اندر ہیں، احاطہ کا ایک پھاٹک ہے، پھاٹک پر سرکاری پہرہ رہتا ہے، ان پہرہ داروں کا کام یہ ہے کہ زائروں کو ہر "بدعت" سے روکیں، لیکن یہ "بدعت" کی نجدی تعریف میں، قبور صالحین کی توہین، اور ان پر گندگی کا ڈالنا یقیناً داخل نہیں! گویا قبور صالحین کو اتنی گندی اور غلیظ حالت میں رکھنا نعوذ باللہ سنت و آثار سلف کے مطابق ہے!

امت اسلامیہ کی شور بختیوں کی کوئی انتہا ہے؟ ایک طرف اگر محبت کا نام کہیں سے کان میں پڑ گیا ہے، تو بس "مزارات" پر میلہ ہے، راگ ہے، ناچ ہے، نشہ بازیاں ہیں، بدکاریاں ہیں، طواف ہے، سجدہ ہے، چادر ہے، گاگر ہے، دوسری طرف اگر "اصلاح" اور "بدعت شکنی" کی بولی زبان نے سیکھ لی ہے، تو یہ بے ادبیاں ہیں، بے احترامیاں ہیں، اہانتیں ہیں، زندوں کی دلآزاریاں ہیں، اور مردوں کی ذلتیں اور خواریاں ہیں! ضد اور نفسانیت کا دور دورہ ہے، فریقانہ جنبہ داریوں کی گرم بازاری ہے، کون کسے روک سکتا ہے، ہر زبان آزاد، ہر قلم بیباک، ہر ہاتھ گستاخ!

جو گنہ کیجئے ثواب ہے آج!

آفتاب عالمتاب طلوع ہوتا ہو، تو اُس کے پہلو میں، کون ایسا ہے، جس کی روشنی ماند نہیں پڑجاتی! آستانۂ رسول (صلعم) سے فرصت کس کو، اور فرصت ہو بھی تو دل کس کا، کہ بقیع تک جائے، خواہ اس کا فاصلہ چند ہی قدم سہی! اسی حیص بیص میں دن گذرتے گئے، اور ٹلتے گئے، لیکن بالآخر ایک روز صبح سویرے بعد نماز فجر، کہ وہ وقت بقیع میں ہجوم کا بالکل نہیں ہوتا، حاضری کا ارادہ کرکیا، اور داغستانی صاحب کی رہبری میں چل کھڑا ہوا،

بقیع کو جاکر دیکھا، اچھی طرح دیکھا، کاش نہ دیکھا ہوتا! کاش وہاں جانے کی نوبت نہ آئی ہوتی، ! کاش وہاں کی حاضری، جہاں چند روز تک ملتوی ہوتی رہی تھی، ہمیشہ ٹلتی ہی رہی ہوتی! شاعر کا مصرعہ

ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرماں رفتم!

پڑھا جا رہا تھا، معنی کا تحقق آج جاکر ہوا! شریعت کے قانون میں شاندار مقبروں اور اونچے اونچے قبوں کی یقیناً گنجایش نہیں، قبروں کے پختہ کرنے تک سے نہی آئی ہے، دگو وہ نہی، نہی تنزیہی سمجھی جائے، لیکن کیا قبورِ مسلمین کی توہین، چہ جائیکہ قبورِ صالحین وصدیقین کی اہانت، کا حکم بھی کہیں وارد ہوا ہے؟ حکم نہ سہی، کسی امام نے اس کی اجازت بھی دی ہو؟ نجدیوں نے قبے گرادیئے، درست، قبریں بھی تمام ترکچی بنادی گئی ہوتیں، تو حکومت کا ہاتھ پکڑنے والا کوئی نہ تھا، لیکن یہ کیا قیامت ہے، کہ مقبرۂ صالحین کو گرے ہوئے مکانات کا ملبہ بنادیا جائے، بلکہ (مسلمانوں کے کان اس سے بھی زیادہ صاف صاف سننے کے لئے تیار ہیں؟) اس کی ہیئت اس درجہ مسخ کردی گئے،

امام حسنؓ، اُدھر دیکھئے تو دونون صاحبزادیان حضرت رقیہؓ، وحضرت ام کلثومؓ اور شہید کربلا کے لخت جگر امام زین العابدینؒ، ایک طرف امت کی شفیق مائین، مائی عایشہؓ، اور مائی حفصہؓ، مائی زینبؓ اور مائی ام سلمہؓ اور تقریبًا ساری امہات مومنینؓ، اور دوسری طرف عم رسولؐ عباسؓ اور عمۂ رسول صفیہؓ ایک گوشہ مین خلیفۂ ثالث عثمانؓ ذوالنورین اور ایک ٹکڑے مین عبدالرحمن بن عوفؓ، اور سعد بن ابی وقاصؓ، اور اگر ایسی روایات بھی قبول کرلیجائین جواب تک محققین کے ہان قبول نہین کی گئی ہین تو خاتون جنت فاطمۂ زہراؓ، اور امیرالمومنین علی مرتضیٰؓ بھی!

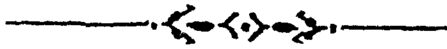
ایسے ایسے آفتاب اور ایسے ماہتاب جہان زیر خاک ہون اُس زمین کی نورانیت پر اگر خود آسمان بھی رشک کرنے لگے، توکس کو حیرت ہوسکتی ہی، اور یہ چند نام توصرف نمونہ کے طور پر لے دیئے گئے، کہ ان سے اس خطۂ صالحین کی عظمت ونورانیت کا کچھ اندازہ ہوسکے، ورنہ جہان ایک نہین، چند نہین، ہزارون صحابی آرام فرماہون، جہان بے گنتی شہدا وصدیقین مدفون ہون، اور جہان زمانہ صحابہ وتابعین سے لیکر اس تیرہ سو برس کے اندر بے شمار اولیاء کاملین اور ابرار صالحین کی ایک پوری بستی کی بستی آباد ہوچکی ہو، وہان کے انوار وبرکات کا احاطہ کرنا کس کے بس کی بات ہی! آج ان مین کوئی ایک ہستی بھی کہین علیحدہ مدفون ہوتی، تو اس کا مزار مرجع خلایق بنجاتا، اور اُس کے آستانہ پر ایک پورا میلہ لگا رہتا، لیکن یہان روضۂ رسولؐ کا جوار ہی، بجلی کے قمقمے بڑے روشن سہی، ستارون کی روشنی شب تار کی تاریکیون کو کافور کردینے والی سہی، اور خوش جمال ماہتاب ان سب سے روشن تر سہی، لیکن جب

باب ۱۵

انوارِ مدینہ

مسجد نبویؐ کی زیارت ہو چکی، آستانۂ نبوت پر سلام عرض کیا جا چکا، صدیقؓ اور فاروقؓ کے دربار میں حاضری کے آداب بجالائے جا چکے، گھڑیاں اور گھنٹے گزر چکے، زمانے آئین اور جا چکین، دن طلوع ہوئے اور ختم ہو چکے، لیکن ابھی وہاں حاضر ہونا باقی ہے، جہاں آدھی رات کو خواب اور آرام چھوڑ کر تشریف لیجانا اور اپنے مولا سے راز و نیاز مین مصروف ہو جانا، خود محبوبِ رب العالمین کو محبوب تھا، اس مقام کا نام کون مسلمان ہے، جسکو معلوم نہین؟ اس جگہ کی حاضری، کون سا دل ہے، جسمین اس کا ارمان نہین، بقیع الغرقد، یا عرفِ عام کے مطابق جنت البقیع وہ خاکِ پاک ہے، جہان رسول صلعم کے چہیتے اور لاڈلے، اللہ کے برگزیدہ اور پیارے، ایک دو نہین، دس بیس نہین، خدا معلوم کتنے اور کس تعداد مین آرام فرما رہے ہین! حرمِ نبویؐ سے کچھ زیادہ دور نہین، مشرق کی جانب پیدل ٹہلتے ہوئے چلیے، تو آٹھ دس منٹ مین باآسانی پہونچ جائے گا، آبادی سے الگ ایک نہایت وسیع چار دیواری، اور اس احاطہ کے اندر کیا بتایا جائے کہ کیسے کیسے گوہرِ نایاب زیرِ خاک آسودہ ہین! ادھر دیکھیے تو جگر گوشۂ رسول صلعم صاحبزادہ ابراہیمؑ، جو اگر زندہ رہتے تو نبی ہوتے، اور نورِ نظر

آستانۂ مبارک پر جس طرح سجدے کئے، اُس کے آستانہ پر سجدے کئے، جسکی ساری زندگی کا منشا، اسی انسان پرستی کو مٹانا تھا، اُن کی بابت کیا کہا جائے، اور بیسویں صدی عیسوی کا دور یا جو بھی جو کچھ دکھا رہا ہے، اس کا رونا کہاں رویا جائے!



ایک بار پھر اپنے انھین فیض آبادی بزرگ، اور اُن کے حقیقی بھائی حضرت مولانا حسین احمد صاحب کا نام لینا پڑتا ہے، کہ ایک کے مکتوب نے اور دوسرے کی زبانی گفتگو نے اغوات حرم، خصوصاً شیخ خلیل آغا کو (جو حدیث مین موجودہ شیخ الحدیث دیوبند کے شاگرد بھی ہین) مہربان کر دیا، اور ایک شب، کہ شب دوشنبہ تھی، قیام کی اجازت اس نا رسیدہ اور اس کے رفیقون مین مولانا مناظر صاحب کو مل گئی، چند اور اصحاب کو بھی، جو سب کے سب ہندی ہی تھے، اسی شب اجازت ملی، جن مین قابل ذکر میر نیرنگ صاحب (معتمد انجمن تبلیغ اسلام انبالہ) اور حیدرآباد دکن کے وکیل مولوی ابوالخیر خیراللہ صاحب ہین، یہ شب کس طرح گذری اور کس نے کیا کیا، اس کی شرح اخبار کے صفحہ پر لانے کی نہین، صرف لوح دل پر محفوظ رکھنے کی ہے، البتہ ایک بدنصیب ایسا تھا، جس نے اپنی ناقدری سے اس شب قدر کو بھی بالکل ضایع کر کے رکھا، وہ صحن مین جا کر سویا بھی، اور جتنی دیر تک جاگا، اتنی دیر بھی اس کا وقت غفلت ہی کی نذر رہا! وہ اپنی محرومیون اور کوتہ بختیون کا گلہ کس سے اور کن لفظون مین کرے! سکندر کو حضرت خضر جیسے رہبرِ کامل ملے، اور چشمۂ حیوان تک رسائی ہوئی، لیکن نتیجہ؟ یہ واقعہ دنیا کی تاریخ مین صرف ایک ہی بار، ایک ہی شخص کو پیش نہین آیا ہے، خدا معلوم کتنے سکندر ہین، جنھین ہر جگہ ہر وقت یہی پیش آتی رہتی ہے ——— باقی اور بعض مہربانون نے اس شب مین جو کچھ کیا حکومت کے قانون، اور شریعت کے قانون دونون کو جس طرح توڑا

رباط حسین بی بی مین مقیم رہے، جو حرم سے دو فرلانگ کے فاصلے پر ہے، بعض دوسرے رفقاء بھی الگ الگ مکانات مین اُٹھ گئے، لیکن جو جماعت بھر مین سب سے زیادہ کم ہمت اور بہانہ باز تھا، اُسے مع خاص اس کے بچہ آدمیون کے قافلہ کے، اللہ کے فضل نے کرم نے حرم کے باب جبریل و باب النساء سے کل دس بیس گز کے فاصلہ پر مولانا سید احمد کے مدرسۃ الیتامیٰ سے متصل، مولانا ہی کے ذریعہ سے جگہ دلا دی! وہ کمزورون اور ناتوانون کا رب، اپنے پست ہمت بندون کی شاید یون ہی دستگیری کرتا رہتا ہے! مولانا سید احمد فیض آبادی کے احسانات و عنایات کا بیان کن الفاظ مین ہو، محض انھین کے لطف و توجہ نے قیام کا مسئلہ یون حل کر دیا، اور اس کا پورا موقع بہم پہونچا دیا، کہ جتنی دیر تک اور جتنی بار جی چاہے، حرم مین حاضری ہوتی رہے، اور پھر کھانے پینے اوڑھنے بچھانے، اور ہر قسم کے سامان آسائش کی، جس اہتمام و التزام کے ساتھ، وہ ہر وقت خبر لیتے رہے، اس کی تفصیل اگر تحریر مین لائی جائے، تو یقیناً ایک گروہ اسے مبالغہ بیانی پر محمول کرے،

حرم کے دروازے نماز عشاء کے کچھ دیر بعد بند ہو جاتے ہین، اور شب مین کسی کو اندر رہنے کی اجازت نہین، الا یہ کہ خدام و محافظین سے مخصوص اجازت قبل سے حاصل کر لی جائے[۱]، کون ایسا بدنصیب ہے، جسے اس کی تمنا نہ ہوئی ہوگی؟ لیکن اس آرزو کے پورے ہونے کی آخر کیا صورت؟

حل این نکتہ ہم از روے نگار آخر شد!

---

[۱] اب یہ اجازت بھی نہین مل سکتی،

پر ایک ایک دو دو تواب یعنی دربان، جنکا کام یہ ہی کہ جب آپ مسجد کے اندر قدم رکھنے
لگین، تو اپنا جوتہ، یا چھتری، یا لالٹین، ان کے پاس رکھا دین، واپسی پر بہ حفاظت
آپ کی چیز آپ کو مل جائیگی، اس مقدس مکان کی دربانی، کوئی معمولی چیز ہے!
جس کے نصیب مین آجائے، اُسکی خوش نصیبی قابل رشک! باب جبرئیل کے دربان
سے سابقہ زیادہ پڑتا رہا، ایک ہندوستانی ہین، صوبۂ بہار کے رہنے والے، قمرالدین
نام ہے، سالہا سال سے ترک وطن کئے، در رسولؐ پر پڑے ہوئے ہین، عربی فارسی
سب زبانین بقدر ضرورت سیکھ لی ہین، ذرا خوشدلی سے اُنکی خدمت کر دیجئے، بس پھر
دیکھئے کیسے مہربان ہوجاتے ہین، اور آپ کے کیسے کیسے کام نکال دیتے ہین! باب الرحمۃ
پر جو دربان ہین، ایک نورانی شکل کے پیرمرد ہین، ثقہ لوگون سے سننے مین آیا، کہ صاحب
دل و صاحب نسبت ہین، باب مجیدی کے بواب سے صرف دو ہی ایکبار سابقہ پڑا،
لیکن اُنکی خدمت مین جو کچھ پیش کیا گیا، اسے کسی طرح قبول نہ فرمایا، یہی کہتے رہے
کہ "میرے لئے کعبہ و عرفات مین دعا کر دینا، یہی معاوضہ کافی ہے" یہ بے طمعی، اور
ایسی متوکلانہ روش ایسے موقع پر، جہان ہر وقت ترغیبات موجود ہون، قایم رکھنا
بجائے خود ایک مجاہدہ ہی،

بلدۂ طیبہ مین قیام کی جگہین بہت سی ہین، علاوہ کرایہ کے مکانات کے رباط
بھوپال، رباط ٹونک، حیدرآباد کی متعدد رباطین، وغیرہ، اوپر گذر چکا ہی، کہ اپنا قافلہ
حیدرآباد کی ایک رباط مین آکر اترا، لیکن دوسرے تیسرے ہی روز قافلہ مختلف ٹکڑیون
مین تقسیم ہوگیا، مولانا مناظر صاحب، مولوی عبدالباری صاحب وغیرہ بدستور

خصوصاً حرم مدینہ والے، یون تو سب ہی آپ کی امداد واعانت کے محتاج و منتظر، لیکن بن پڑے تو ان خدام کی کچھ خدمت، خلوص دل سے ضرور کیجئے، ان کو یہان کی اصطلاح مین آغا کہتے ہین، بیچارے اپنے وطن سے دور، اور اپنے عزیزون قریبون سے بچھڑ آستانۂ نبیؐ پر پڑے ہوئے ہین، نہ کہین آنے کے نہ کہین جانے کے، کچھ بھی ہو جائے کیسے ہی انقلابات آئین، سارے شہر مدینہ کی آبادی خالی ہو جائے، پر یہ یہان سے نہین ٹلتے، جب دیکھئے، حجرۂ مطہرہ کی پشت پر، جانب شمال، باب جبریلؑ، باب النساء کے درمیان اپنے وسیع چبوترہ (دکۃ الاغوات) پر بیٹھے ہوئے، اور کہا جاتا ہے کہ یہی چبوترہ کبھی اصحاب صفہ کا صفہ (چبوترہ) تھا، ان کے کمزور جسمون، ان کے نحیف جسمون اور سب سے بڑھکر ان کے سیاہ رنگ پر اگر کبھی نظر جائے، تو فوراً یہ یاد کر لیجئے، کہ حضرت بلالؓ کس ملک کے اور کس رنگ کے تھے، موجودہ آغاؤن کے سردار، خلیل آغا، خاص طور پر خوش اخلاق ہین، ہندوستان بھی آچکے ہین،

حرم کے اندر ایک خاص شخصیت، شیخ الروضہ، شیخ توفیق کردی کی ہے، جو ترکون کے زمانہ سے، اسی عہدہ پر ہین، نورانی چہرہ، سفید رنگ، پرسن، سفید داڑھی، بہت سے کلام مجید آس پاس لئے ہوئے، روضہ کے اندر منبر نبویؐ و مصلی نبویؐ کے درمیان بیٹھے ہوئے، تلاوت کے لئے، جس وقت جتنی دیر تک جی چاہے، اُن سے کلام مجید لیکر پڑھتے رہئے، ایک صاحب نقیب العلماء کے لقب سے باب مجیدی کے قریب صحن کے شمالی دالان مین لڑکون کو درس دیتے رہتے ہین، یہ بھی ملنے کے قابل ہین، ذی علم، خوش اخلاق، بے طمع، ہندوستان کی سیر کئے ہوئے، پانچون دروازون

تھے جو ماشاء اللہ تجوید سے واقف ہین اور خوش الحان بھی ہین، حنبلی امام کے برخلاف قرات مختصر کرتے اور ارکانِ نماز بڑے اطمینان سے ادا کرتے اس لئے قدرۃً اس نماز مین اور تمام نمازون سے زیادہ جی لگتا، جماعت عشا کے کچھ دیر کے بعد مسجد ہر شخص سے خالی کرالیجاتی، خدام کھوج لگاتے ہین، کہ کہین کوئی شخص چھپکر تو نہین بیٹھ رہا ہے، روشنیان گل کردیجاتی ہین، اور دروازے بند ہوجاتے ہین، صرف دو ایک خادم اندر رہجاتے ہین،

مسجد کے خدام عموماً سیہ فام خواجہ سرا ہین، حبشہ، مراقش، زنجبار وغیرہ افریقہ کے مختلف علاقون سے ترکون کے زمانہ مین نوعمر خواجہ سرا آ کر بکتے تھے، اور ترک سلاطین انھین خدمتِ حرمین کے لئے خرید لیتے تھے، سلطان ابن سعود نے اس دستور کو جو ہرگز نہ سنتِ رسول کے مطابق تھا، نہ سنتِ صحابہؓ کے، بحمداللہ بند کردیا ہے، تاہم پرانے خواجہ سراؤن کی ایک تعداد (پچیس تیس کے قریب ہوگی) اب بھی باقی رہ گئی ہے، حرم نبویؐ کے اصلی خدام چند سال قبل تک یہی لوگ تھے، اور اس مقدس چار دیواری کے اندر سیاہ و سپید سب انھین کے ہاتھ مین تھا، اب انکے اختیارات بہت گھٹ گئے ہین، اور تنخواہین بھی بہت کم ہوگئی ہین، نذرانون کی آمدنیان بھی یون ہی سی رہ گئی ہین، تاہم ان کے حسن اخلاق، ان کے ولولہ خدمت، انکے حبِ رسولؐ مین اب بھی کوئی فرق نہین، انکا وسر سے پیر تک سفید براق لباس، وہ اونچی اونچی پگڑیان، وہ ڈھیلی ڈھیلی عبائین، وہ لمبی لمبی آستینین، ایک مرتبہ دیکھ لینے کے بعد انکی صورتین نظر مین ایسی کھب جاتی ہین، کہ پھر نکالنا چاہے بھی، تو نہین نکلتین، مدینہ والے

ہے "روضہ" کے اندر نفلین پڑھنے کا بھی بہترین وقت ہوتا ہی مصلے نبوی پر بھی نماز پڑھنے کا موقع ملجاتا ہی جس خوش قسمت کی رسائی یہان تک ہو جائے اسے یہ نہ بھول جانا چاہیے کہ خدا معلوم کتنے دوسرے بھی اسی مصلے پر نماز پڑھنے کے آرزو و اشتیاق مین ہین، اس لئے اس جگہ پر بہت دیر تک اپنا قبضہ نہ جائے رکھنے بلکہ جلد دوسرون کے لئے جگہ خالی کر دے حضورِ قلب کے ساتھ اگر چار بلکہ دو رکعتون کا بھی موقع ملجائے تو بالکل کافی ہی، ظہر مین ابھی گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ باقی ہوتا ہے کہ پھر زائرون اور نمازیون کا ہجوم بڑھنے لگتا ہی ٹھیک دوپہر کو بالکل اول وقت، نماز ظہر ادا ہوتی ہی اور عصر اس کے کوئی تین گھنٹے بعد بالکل اول وقت نماز عصر بھی، عصر کے بعد پھر گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ ذرا مجمع کم رہتا ہی، یہان تک کہ مغرب مین جب گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ باقی رہتا ہی تو پھر بڑھنا شروع ہو جاتا ہی، اس وقت صحن بھی عموماً گھر جاتا ہی، اور درس حدیث و درس صرف و نحو کے حلقے جابجا قایم ہو جاتے ہین، مغرب کے بعد بعض لوگون کے وعظ بھی اکثر سننے مین آئے، ان مین ایک "واعظ" بڑی بلند آہنگی کے ساتھ اردو مین بولتا رہتا تھا اپنے کو دہلی کا باشندہ بتاتا تھا، لیکن لہجہ مین پنجابیت اچھی خاصی تھی ہندوستان مین تو کوئی اسے جانتا نہین، مگر یہان اس کا شمار "علماء" مین تھا، قرآن کی عبارتین غلط پڑھتا اور اس کے معنی غلط تر بیان کرتا، اور "غیر مقلدی" کی تبلیغ بیباکی، اور بدزبانی کے ساتھ کیا کرتا، ایک روز مین ذری کی ذری کھڑا ہو کر سننے لگا تو کہہ رہا تھا کہ "جو لوگ یہان کی خاک بطور تبرک لیجاتے ہین، وہ سخت گنہگار ہون گے اور ہرگز نہ بخشے جائین گے، اس لئے کہ قرآن مین آچکا ہی ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہٖ" عشا کی نماز مغرب کے کوئی ڈیڑھ گھنٹہ بعد ہوتی ہے، اس وقت کے امام حنفی ہوتے

وحدتِ امت اسلامیہ کے، مذاہب اربعہ کی تقسیم سہولت اور آسانی پیدا کرنے کے لئے ہے، نہ کہ امت اسلامیہ کو مختلف ٹکڑیون مین توڑ دینے، اور ایک کو دوسرے کے مقابل و حریف بنا دینے کے لئے، چار جماعتین الگ الگ ہونے مین وہ لطف اور وہ حسن کہان باقی رہ سکتا ہی، جو سب کے یکجا پڑھنے اور ایک امام کی اقتدا کرنے مین آتا ہی۔ شیعون کے لئے کسی علٰحدہ جماعت کا انتظام نہین، خالی اوقات مین شیعون کی چھوٹی چھوٹی جماعتون کو، "روضہ" مین اپنے امام کے پیچھے نماز پڑھتے دیکھا گیا، اور چودھری محمد علی رودولی کے سے شیعہ تو ہم لوگون کی جماعت مین بے تکلف شریک ہو جایا کرتے تھے، کاش یہ فراخ دلی شیعہ فرقہ مین عام ہو جاتی!

فرض نمازون کی اذان کے علاوہ، یہان تہجد کی اذان بھی، ہندوستان کے وقت کے اندازہ سے کوئی ڈھائی پونے تین بجے شب کو ہوتی ہی، اُسی وقت حرم مدنی کے دروازے کھل جاتے ہین، اور اسی وقت خلقت کے ٹھٹ کے ٹھٹ، جو دروازون سے لگے ہوئے باہر کھڑے ہوتے ہین، ذوق و شوق کے ساتھ لمبے لمبے قدم رکھتے ہوئے اندر داخل ہونے لگتے ہین، اور سب کی تمنا یہ ہوتی ہی، کہ سب سے پہلے مصلی نبوی پر یا کم کم روضہ کے کسی حصہ تک جا پہونچین، تخمیناً گھنٹہ پون گھنٹہ کے بعد فجر کی اذان ایسے وقت ہوتی ہی کہ خوب اندھیرا چھایا ہوتا ہی، حنبلی امام کی قرأت عموماً بہت طویل ہوتی تھی، پھر بھی جب نماز ختم ہوتی، اندھیرا اچھا خاصہ باقی رہتا، اور لوگ تارون کی چھاؤن مین گھر واپس جاتے، دن نکلنے سے لیکر کوئی چار ساڑھے چار گھنٹہ کا وقت مسجد نبوی مین نسبۃً تخلیہ کا ہوتا ہی، اِس وقت ہجوم اور وقتون کے مقابلہ مین کم ہوتا

کس حصہ کو بڑھایئے، اور کس کو گھٹایئے! یہ فخر عمر بھر کہین مٹنے والا! اور یہ شرف زندگی بھر کبھی بھولنے والا ہے، کہ جس زمین کے ذرات کو رسولِ خدا صلعم کے قدمون نے مس کیا، جہان صدیقون نے نمازین پڑھین، جہان شہیدون نے سجدے کئے، جہان نور کے بنے ہوئے فرشتون نے بار بار فخر و ناز کے ساتھ حاضری دی، ہان زمین کے جس ٹکڑے پر آسمان کو رشک آرہا ہو، آج وہان ایک خاک کا پتلا، حرص و ہوا کا بندہ، آزادی کے ساتھ بے روک ٹوک چلے پھرے، ہنسے بولے، روئے اور گڑگڑائے!

یہ نصیب! اللہ اکبر! لوٹنے کی جائے ہے!

پہلے کسی زمانہ مین چار مصلے تھے، جو چارون امامون کی جانب منسوب تھے، اب صرف ایک ہی مصلے ہی جس پر مذاہبِ اربعہ کے امام مختلف اوقاتِ پنجگانہ مین باری باری نماز پڑھاتے ہین، اور ہر امام کے پیچھے ہر وقت نماز مین باقی مذاہبِ ثلثہ کے پیرو جوق جوق نمازین پڑھتے ہین، چار مصلون کو توڑ کر ایک مصلے قایم کر دینا، نجدی حکومت کی یقیناً ایک بدعتِ حسنہ ہی، کاش اسی طرح، تفرقون کو مٹا کر وحدتِ امت کا خیال، اس حکومت نے دوسری چیزون مین بھی رکھا ہوتا! فجر کی نماز حنبلی (نجدی) امام پڑھاتا ہی، ظہر شافعی امام سے متعلق ہی، عصر مالکی امام کے اقتدا مین ادا کیجاتی ہے، مغرب کی امامت پھر حنبلی امام کے پیچھے ہوتی ہی، اور عشا کے وقت حنفی امام کی نوبت آتی ہے، نمازِ جمعہ پھر حنبلی امام کے پیچھے پڑھی جاتی ہی، اس طرح حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، سب کو ایک دوسرے کے پیچھے ہر روز نمازین پڑھنی پڑتی ہین[1] اور یہی معنی ہین،

---

[1] بعد کو خبر آئی کہ حنفی اور شافعی امام موقوف کر دیئے گئے، اور صرف مالکی اور حنبلی امام باقی رہ گئے، افسوس!

باب ۱۴

مسجد نبوی ؐ

مسجد پاک کے کن کن حصون کی پاکیان اور کن کن گوشون کی بڑائیان گنائی جائینٔ اور جو ہمہ خوبی و ہمہ محبوبی ہی اسکے کس کس جزو کے حسن و جمال کا نقشہ کھینچا جاے، سوا اسکے کہ ایک ہی بار

گلچین بہار تو زداماں گلہ دارد!

پڑھکر خاموشی اختیار کر لی جائے، ابھی "روضۂ جنت" کا ذکر تھا، روضہ کے اندر ہی محراب النبی صلعم ہے اس کے مقابل، روضہ کے باہر، منبر نبوی کے دوسری جانب محراب سلیمانی ہی، سال کے بیشتر حصہ مین، چونکہ جماعت مسجد کی وسعت و گنجایش کے لحاظ سے بہت مختصر ہوتی ہی، اس لیے امام محراب نبوی مین کھڑا ہوتا ہی، اور نمازی روضہ مین ہوتے ہین لیکن حج کے آگے پیچھے موسم زیارت مین جب مجمع کئی گنا بڑھ جاتا ہی، تو امام، محراب النبی کو چھوڑ کر چند صفین آگے بڑھکر محراب عثمانی مین کھڑا ہونے لگتا ہی، اور نمازی مسجد کے سارے عرض وطول مین پھیل جاتے ہین، یہ محراب ذوالنورین خلیفۂ ثالث رضؓ کی تعمیر کرائی ہوئی ہے اس کی نورانیت کا بیان کس زبان سے ہو! ——— غرض ساری مسجد اللہ ہی کی ہی، اور اللہ کے بندون کے لئے ہے، جہان چاہئے نماز پڑھیئے، اور جس جگہ دل مین آئے اپنے مولا سے راز و نیاز مین لگجائیے، چپہ چپہ انوار سے معمور، ذرہ ذرہ برکتون سے پرنور

بدعتون کا مٹانا بتایا جاتا ہے، لیکن خاص جمعہ کے مبارک و متبرک دن عین صاحب البیت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار مین "بدعتون" کو یون مٹایا جاتا ہے! "امر بالمعروف" کی یون جسارت کیجاتی ہے! توحید" علمی کی یون منادی کیجاتی ہے! مساوات و اخوت اسلامیہ کا درس، صرف رعایاے حجاز ہی کو نہین ساری دنیاے اسلام کو یون دیا جاتا ہے!۔ اللہ کا حلم، بیشک بہت بڑا ہے، لیکن کیا ہمیشہ مہلت ہی دیتا چلا جاتا ہے!

نماز سے ذرا پہلے امیر صاحب (غالباً موٹر پر) تشریف لاتے ہین، اور مسجد کے اندر اس شان سے داخل ہوتے ہین، کہ بند وقچیون کا ایک پورا دستہ ہمراہ، آگے بھی سپاہی اور بائین بھی سپاہی، اور اس غول کے اندر امیر صاحب نہ کسی سے مصافحہ نہ کسی سے سلام علیک! قدم قدم پر حکومت کی شان عیان، اور امارت کے نشانات نمایان، بس یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہندوستان کی سرزمین پر مائیکل اوڈائر، یا جنرل ڈائر اپنے اردلیون اور اپنے فوجیون کی قوت پر نازان، اپنی کالی رعایا کے سامنے، اکڑتا اور جھومتا ہوا چل رہا ہے، لوگ کہتے ہین کہ ترک بادشاہ اپنے نام کے ساتھ "خادم الحرمین الشریفین" لکھتے تھے، اور اس پر فخر کرتے تھے، ابن سلطان نجد، وجلالۃ الملک، گو اپنی سلطنت اور وجاہت مین ان سے بہت چھوٹے ہین، ایسا کیون نہین کرتے؟ جواب ظاہر ہے جس سلطان کے نائب اور جس "ملک" کے گورنر تک "خادم" ہونے کے بجائے "مخدوم" ہون اور حرم کے اندر عین عبادت وتضرع کے وقت، عین خشیت وانابت کے موقع پر بھی، اپنے مخدوم اور اپنے حاکم ہونے کا یون مظاہرہ فرماتے رہین، وہ کیا کوئی دیوانہ ہے، جو اپنے کو "خادم" کہتا رہے، اور اپنے تذلل وافتقار کو اپنے لئے باعث شرف سمجھتا رہے؟ —— دوستو اور عزیزو! ایمان سے سوال

جمعہ کا دن، مسلمانون کی عید کا دن ہوتا ہی، پھر مدینہ کا جمعہ، اور مسجد نبوی علیہ السلام
کا جمعہ! جس کے نصیب مین یہ آجائے، اُس کے نصیبہ ور ہونے مین کسے کلام ہو؟
لیکن جس نے اپنا نام قادرِ علی الاطلاق رکھا ہی، جس نے اپنی شان غنی عن العالمین
بیان کی ہی، اُس کی کارفرمائیون کے بھید کون پا سکا ہی، اور اس کی مشیت کی
باریکیون کی تھاہ کس کو مل سکی ہی، آفتاب "عالمتاب" ہی، سارے عالم کی آنکھون
کو روشن کر دیتا ہی، لیکن اسی عالم کے اندر ایسے جاندار بھی موجود ہین جن کے حق مین
یہی نورِ عالمتاب، آنکھون کا حجاب بنجاتا ہی، مدینہ پر اس وقت سعودی حکومت
کا پرچم لہرا رہا ہی، سلطانِ حجاز کی طرف سے مدینہ مین جو امیر (گورنر) مقرر ہین، وہ
عیسائیون کی طرح ہفتہ مین صرف ایک دن، ایک وقت کے لئے مسجد مین حاضر
ہونا ضروری خیال فرماتے ہین، "حاضر ہونا" غلط کہا گیا، وہ حاضر نہین ہوتے
ہین، مسجد مین "تشریف لاتے ہین" تشریف آوری کی شان یہ ہوتی ہی، کہ نمازِ جمعہ
کے وقت مقررہ سے تین گھنٹے قبل (یہ مین گھڑی کے حساب سے پوری ذمہ داری کے
ساتھ عرض کر رہا ہون) سے "روضۂ جنت" کا ایک معتد بہ حصہ عام نمازیون، اور
عبادت گذارون سے خالی کرایا جانے لگتا ہی، اور منبر سے لیکر مصلّی نبی تک کا حصہ
بقدر تین صفون کے، ہر نماز پڑھنے والے سے، ہر تلاوت کرنے والے سے، ہر درود
پڑھنے والے سے کبھی طوعاً، اور زیادہ تر کرہاً، خالی کرالیا جاتا ہی، اس لئے کہ امیر
مع اپنے خدم و حشم کے تشریف لا رہے ہین! (خدا کا شکر ہی کہ اس طرح کی تشریف آوری
ہفتہ مین ایک ہی بار ہوتی ہی!) اور یہ خالی کرانے والے سعودی حکومت کے پیادے
نیز "محکمۂ امر بالمعروف" کے عہدہ دار ہوتے ہین! محکمہ کا مقصد شریعت کا نفاذ اور

شاید ڈھائی تین سو نمازیوں سے زائد کی نہ ہو، صرف چند لمحے صبر و انتظار کی ضرورت ہوتی ہے، یہاں تک کہ مصلٰی نبی جو موسم حج میں کبھی نمازیوں سے خالی نہیں رہتا اور جس پر مشتاقوں کے ٹھٹ ٹوٹے پڑتے ہیں، وہاں بھی کچھ ہی دیر کے صبر و انتظار کے بعد جگہ مل کر رہتی ہے، البتہ اتنا خیال اپنے کو بھی رہنا چاہئے، کہ اُس جگہ پر بہت دیر تک اپنا قبضہ رکھے، اس پر سب مسلمانوں کا حق یکساں سمجھے، اور ہلکی ہلکی رکعتیں پڑھکر جلد اس جگہ کو دوسرے آرزومندوں کے لئے خالی کر دے، یہیں منبر کے قریب اور ایک دوسرے مقام پر بھی، بہت سے کلام مجید رکھے رہتے ہیں، جسکا جی چاہے، پڑھے، غرض روضۂ جنت کے اندر قدم رکھنے کے بعد جتنی دیر چاہئے نماز پڑھئے، جب تک جی میں آئے قرآن کی تلاوت کرتے رہئے، اور جب تک دل لگتا رہے، درود خوانی میں مصروف رہئے، ہر عمل جنت ہی کی طرف لیجانے والا ہے، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مواجہ مبارک میں جو رعب و جلال ہے، اور وہاں حاضر ہو کر قلب پر جو ہیبت طاری ہوتی ہے، وہ یہاں مفقود ہے، یہاں سکون، اطمینان اور ٹھنڈک ہے، یکسوئی اور حضورِ قلب کے ساتھ جب تک قسمت یاوری کرے مناجات میں لگے رہئے، عرض معروض کرتے رہئے، دعائیں مانگئے، اپنی ذات کے لئے، بزرگوں کے لئے، عزیزوں کے لئے، دوستوں کے لئے، ساری امت اسلامیہ کے لئے، سب کے لیے بھلائی چاہئے، اپنے گناہوں کو یاد کیجئے، اپنی تباہ کاریوں کا حساب لگائیے، روئیے، اور گڑگڑائیے، سجدوں میں گرئیے، اور کسی کو منائیے، دل سے بھی روئیے، اور آنکھوں سے بھی سیلاب بہائیے، نہ یہ جگہ سب کہیں نصیب، اور نہ یہ گھڑیاں ہر وقت حاصل!

---

(۶) اسطوانہ جبرئیل، حضرت جبرئیلؑ اکثر وحی اسی مقام پر لیکر آئے ہین،

چار ستون یعنی اسطوانہ حرس،، اسطوانہ وفود، اسطوانہ سریر، اسطوانہ جبرئیل،

بالین مبارک کی جالیون والی دیوار مین ایک ہی قطار مین قریب قریب ہین،

(۷) اسطوانہ عایشہؓ جس جگہ اب مصلی بنی ہی، اس کے اختیار کرنے سے قبل رسول اللہؐ

نے کچھ روز یہین نماز ادا فرمائی ہی، ایک مرتبہ حضور صلعم کی زبان مبارک سے یہ نکلا تھا،

کہ میری مسجد مین ایک جگہ ایسی ہی، کہ اسکی فضیلت اگر لوگون کو معلوم ہو جائے، تو وہان

جگہ پانے کے لئے لوگ قرعہ ڈالین، اُس وقت سے صحابہؓ کو برابر اس جگہ کی جستجو رہنے لگی،

حضورؐ کی وفات کے بعد حضرت عایشہؓ نے اس جگہ کا پتہ اپنے بھانجے حضرت عبداللہ

بن زبیرؓ کو بتایا، اسی مناسبت سے اسے اسطوانہ عایشہؓ کہتے ہین،

(۸) اسطوانہ تہجد، یہ مقصورۂ شریفہ کی پشت کی جانب ہی، (یعنی شمالی دیوار مین)

کہا جاتا ہی کہ یہان رسول اللہ صلعم نے تہجد کی نمازین ادا فرمائی ہین، سعودی حکومت

نے یہان نماز پڑھنے کی، بلکہ یہانتک پہونچنے کی ممانعت کر دی ہی، شاید اس خیال

سے کہ یہان کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے تربت مبارک سامنے پڑتی ہی،

روضۂ جنت مین جہان کہین بھی جگہ مل جائے، اپنی خوش نصیبی سمجھئے، لیکن

اس کے لئے دوسرون کی جگہ زبردستی چھین لینا، ایک دوسرے سے دھکم دھکا کرنا

آداب مسجد اور وقار دربار نبویؐ کے بالکل منافی ہی، اور حق یہ ہی کہ اسکی ضرورت

بھی نہین پڑتی، شدت ہجوم کے زمانہ مین بھی، اسے یہان کی کرامت سمجھئے، یا جو کچھ

کہ ہر آرزومند کو اس محدود رقبہ کے اندر جگہ مل ہی جاتی ہی، حالانکہ کل گنجایش اسمین

اسی روضہ کے اندر وہ آٹھ ستون بھی ہیں جنھیں "اسطوانات رحمۃ" کہا جاتا ہے،
ان کے پاس نمازیں پڑھنے کی خاص فضیلتیں آئی ہیں، روضہ بھر میں کہیں بھی نماز پڑھے سارا
تختہ، تختۂ جنت ہے، لیکن اگر آسانی سے بلا زحمت و کشمکش، ان میں سے کسی ستون کے پاس جگہ
مل جائے، تو سبحان اللہ نور علیٰ نور،

(۱) اسطوانۂ مخلقہ، یہ ستون عین مصلی نبیؐ کی پشت پر ہے، منبر تیار ہونے سے قبل
رسول اللہ صلعم اسی جگہ کھڑے ہوکر خطبۂ جمعہ ارشاد فرماتے تھے، ستون حنانہ جس نے
منبر کی تیاری کے بعد حضورؐ سے جدا ہونے پر گریہ و بکا کیا تھا، ٹھیک اسی مقام پر تھا،

(۲) اسطوانۂ حرس یا اسطوانۂ علیؓ، یہاں صحابۂ کرام حضورؐ کی دربانی یا پہرہ کے لئے
بیٹھے رہتے تھے، اور اکثر یہ خدمت حضرت علیؓ سے متعلق رہتی تھی، اور آپ کثرت سے
نمازیں یہیں ادا فرماتے تھے،

(۳) اسطوانۂ وفود، باہر سے جو وفد حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوتے، ان سے
اکثر اسی مقام پر ملاقات فرائی جاتی،

(۴) اسطوانۂ ابی لبابہؓ، حضرت ابی لبابہؓ مشہور صحابیوں میں ہیں، ایک مرتبہ آپ
جہاد میں نہ گئے، بعد کو خود ہی ندامت ہوئی، اور اس زور کا احساس ندامت ہوا کہ اپنے
کو مسجد میں ایک ستون سے باندھ دیا، بالآخر جب رحمت عالم صلعم جہاد سے واپس تشریف
لائے، اور ابولبابہؓ کی بریت میں وحی نازل ہوئی تو اپنے دست مبارک سے ابولبابہؓ
کو کھولا،

(۵) اسطوانۂ سریر، اس ستون کے پاس رسول اللہ صلعم حالت اعتکاف میں کبھی کبھی کھجور
کے بوریئے پر آرام فرماتے تھے،

الفاظ مین کیونکر بیان کیا جائے! حدیث کی شرح مین شارحین کے قول مختلف ہین، کوئی یہ کہتا ہے کہ اتنا ٹکڑا نزولِ رحمت وحصولِ سعادت مین جنت کے باغیچون کے مثل ہے اور اس لئے اسے چمن جنت کہا گیا، کسی کا فرمانا یہ ہے کہ یہان کی عبادت نہایت مقبول ہے اور اس کے سبب یقیناً باغِ جنت ملے گا، اس مناسبت سے اسے روضۂ جنت ارشاد فرمایا گیا، اور بعض شارحین کا قول یہ ہے کہ اس ارشاد کو ظاہر ہی پر محمول رکھا جائے، یعنی اتنا ٹکڑا حقیقۃً جنت ہی کا ٹکڑا ہے، اور قیامت کے دن بعینہٖ جنت کیطرف اٹھا لیا جائیگا، یہ سارے شارحین اور تاویلین جنھین علامہ ابن حجر نے فتح الباری مین نقل فرمایا ہے، اپنی اپنی جگہ پر بالکل صحیح و درست ہین، عبادت اگر یہان کی بھی مقبول نہ ہوگی تو اور کہان کی ہوگی نزولِ رحمت اور حصولِ سعادت اگر یہان بھی نہ ہوگا تو اور کہان ہوگا، یہ سب صحیح ہے، لیکن صحیح ترین مفہوم وہی ہے، جو سب سے آخری قول مین نقل ہوا، کوئی اور مانے یا نہ مانے لیکن جن خوش نصیبون کو اس خطۂ بہشتی کی زیارت نصیب ہو چکی ہے، اُنکا دل تو یہی پکاریگا، اسی کو مانے گا، اور یہی سمجھے گا، اتنا حسین، اتنا جمیل، اتنا دلکش، اتنا جاذبِ نظر، اتنا پر انوار قطعہ اس ناسوتی اور فانی دنیا کا ہو نہین سکتا! یقیناً اسے جنت الفردوس ہی سے اٹھا کر لایا گیا ہے، اور دنیا کی بربادی کے وقت اسے ہر قسم کی گزند سے محفوظ رکھکر انشاء اللہ بجنسہ وہین پھر اٹھا لیا جائیگا!

اور محض دل کی آواز نہین، محض قلب ہی کا فتویٰ نہین، اگلے بزرگون مین بھی بعض محققینِ کرام اسی جانب گئے ہین، شیخ دہلوی حدیث بالا اور اسکی شرحون کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہین :-

کے پیش نظر صرف یہی جالیان رہتی ہین، یہ اہتمام اور انتظام چودھوین صدی ہجری اور بیسوین صدی عیسوی مین جس پہلو اور جس اعتبار سے بھی دیکھیے، سرتا سر موزون و مناسب نظر آئیگا، تربت مبارک اگر بغیر اتنے حجابات کے کہین کھلے میدان مین ہوتی تو شریعت سے بیگانے اہل ہوس و اہل بدعت خدا معلوم اب تک کیا کر گذرے ہوتے اور پھر جو اہل نظر ہین، وہ اس منظارۂ بے حجاب کی تاب کیونکر لا سکتے ؟ ان کے علاوہ اور بھی متعدد مصلحتین ہین، جو ہر غور کرنے والے کی سمجھ مین آسکتی ہین،

زیارت سے فراغت ہو چکی ہو، تو درود و سلام پڑھتے ہوئے اب مسجد کے اس حصہ کی طرف آیئے جس کی بابت زبان اقدس سے ارشاد ہوا ہے، کہ :-

ما بین بیتی (او قبری) و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ،	میرے مکان (یا میری قبر) اور میرے منبر کے درمیان جو کچھ ہے، وہ جنت کے باغون مین سے ایک باغ ہے،

اور اسی بنا پر اس قطعہ کا نام بھی "روضہ" یا "جنت کی کیاری" پڑ گیا ہے، بالین مبارک کی طرف، جو جالیان ہین، وہان سے "روضہ" کے حدود شروع ہوتے ہین، اور منبر پر ختم ہوتے ہین، جو تخمیناً پچیس تیس فٹ کے فاصلے پر رکھا ہوا ہے، یہ منبر کہا جاتا ہے کہ سلطان مراد کا بنوایا ہے، لیکن رکھا ہوا اسی جگہ پر ہے، جہان منبر نبوی رہتا تھا، منبر اور جالیون کے درمیان منبر سے ڈھائی تین گز کے فاصلے پر محراب النبیؐ اور مصلیٰ نبوی ہین، یعنی وہ مقامات جہان اپنے رب کے سب سے بڑے پوجنے والے نے نمازین پڑھی ہین، سجدے کیے ہین، رکوع کیے ہین، امامت فرمائی ہے، اس خطۂ نور کی نورانیت کو

باب ۱۳

"روضۂ جنت"

اللہ تھنڈا رکھے اگلون کی تربتون کو، تربت مبارک کی حفاظت اور لوگون کی نظر سے مخفی رکھنے کا کیسا کیسا انتظام کر گئے ہین، دین کے بادشاہؐ کا جسد مبارک جہان مع دونون وزیرون صدیقؓ و فاروقؓ کے آرام فرما ہے، وہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا حجرہ تھا، سترہ اسی سال تک حجرہ اپنی اصلی حالت مین زیارت گاہ خلائق بنا رہا، لیکن رسول صلعم کا جمال دیکھنے والے اور ان دیکھنے والون کے دیکھنے والے ایک ایک کرکے اٹھتے جا رہے تھے، ہجرت کی پہلی صدی ابھی ختم بھی نہین ہونے پائی تھی، کہ خلیفہ ولید کے حکم سے والی مدینہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے ایک مستحکم سنگی عمارت حجرۂ صدیقہؓ کے گرداگرد تعمیر کرا دی جس مین کوئی دروازہ نہ رکھا تربت اطہر تو حجاب مین تھی ہی، اب حجرۂ شریفہ اس حجاب مین آگیا، اور مشتاقان جمال کو اسی بیرونی عمارت کی زیارت پر قناعت کرنا پڑنے لگی کچھ روز کے بعد مزید تحفظ کے خیال سے ایک اور احاطہ پتھر کے ستونون اور محرابون کا اس عمارت کے اردگرد بھی بنا دیا گیا، اور گنبد خضرا اسی احاطہ پر قایم ہے، اس احاطہ پر کلمہ طیبہ سے منقش پردے پڑے رہتے ہین، اور اس کے دو دو ہاتھ کے فاصلہ پر چارون طرف فولاد یا پیتل کی زرد جالیون کی دیواریں ہین، اور اب زائر کے

نے انکا معارضہ روایات بالا سے کرنا چاہا ہے، لیکن ان روایتوں میں سے تیسری کا مسئلہ
زیر بحث سے تو کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا، اس میں تو صرف یہ مذکور ہے کہ حضرت معاذ رسول اللہ
صلعم کے قریب کھڑے ہوئے شرمندہ ہو رہے تھے، یہ صحیح ہے لیکن اس سے ان تیرہ دون
کی جو لکھی جا چکی ہیں کسی طرح بھی تردید نہیں ہوتی، رہ گئیں وہ دو روایتیں جو ابن عساکر
اور مسند احمد کے حوالہ سے بیان کی گئی ہیں، یہ دونوں اگر اسی صورت میں مروی ہیں،
(مراسلہ نگار صاحب معاف فرمائیں، ان کی خدمت میں عادت سابقہ بالکل نہیں، ورنہ بجائے
اعتماد پر انھیں بالکل صحیح تسلیم کر لیا جاتا) سو اول تو یہ مشہور و معلوم ہے کہ ابن عساکر
اور مسند کے رجال اس پایہ کے نہیں جیسے کہ صحاح کے ہیں اس لئے محض یہ روایات
استناد کے اعلیٰ مرتبہ پر نہیں، لیکن بالفرض یہ اگر صحیح بھی ہوں، تو حضرت بلال اور
حضرت ابو ایوب کے ان افعال کو ان کے غلبہ محبت اور وفور جوش پر محمول کیا جائیگا
چنانچہ حضرت بلال کے متعلق تو روایت ہی میں تصریح ہے کہ وہ بیہوش ہونے لگے،
جو دوسروں کے لئے سند اور حجت کا کام نہیں دے سکتے، قاضی عیاض، ملا علی قاری،
امام غزالی، شیخ عبد الحق دہلوی اور فقہاء حنفیہ کے حوالوں سے سچ میں جو عرض کیا گیا
تھا، وہ شریعت کا ایک عام ضابطہ و قانون تھا، باقی اہل محبت پر غلبہ شوق و وفور جوش میں
اضطراراً جو کیفیات طاری ہو جاتی ہیں، ان پر کون اعتراض کر سکتا ہے، البتہ دوسروں کیلئے
جو حال سے بیگانہ ہیں محض رسماً و تقلیداً انکا اتباع بھی جائز نہیں، اور شریعت کا ضابطہ و
نظام ان مستثنیات کی بنا پر نہیں قائم ہو سکتا، خضر کے لئے ایک بیگناہ کا قتل کر ڈالنا جائز
ہو گیا، لیکن ہم آپ اگر کسی کو بے قصور طمانچہ بھی ماردیں، تو شریعت کے قانون میں مجرم
قرار پائیں گے۔ (سچ، جلد ۵، نمبر ۱۶)

نوٹ متعلق باب (۱۲)،

"مراسلہ"

آداب زیارت نبویؐ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا سیدی بعد اما ارد‌ت ایرادہ فی باب آداب زیارۃ النبی صلعم صلی اللہ علیہ وسلم (۱) سیدنا بلالؓ نے حضور (روحی فداہ) کو خواب مین دیکھا فرماتے ہین کہ اے بلالؓ تو نے یہ کیسی جفا کی کہ ہماری زیارت نہ کی، بلالؓ اسی وقت شام سے روانہ ہوئے اور مدینہ پہونچکر جب روضۂ انور پر حاضر ہوئے تو روتے روتے بیہوش ہونے لگے اور اپنا منہ مزار اقدس پر ملنے لگے، (حافظ ابن عساکر عن ابی الدرداء) (۲) مروانؔ نے ایک شخص کو مزار اقدس پر منہ رکھے دیکھا تو کہا اے شخص یہ کیا کر رہا ہے؟ اس شخص نے سر اٹھایا تو وہ ابو ایوب انصاریؓ تھے، انھون نے مروان کو جواب ان الفاظ مین دیا، نعم جئت عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم ات ھذا الحجر (امام احمد فی مسندہ) (۳) اخرج البزار فی مسندہ ان سیدنا عمرؓ خرج الی منبر رسول اللہؐ فاذا معاذ ابن جبل قائم یبکی عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،

(محمد افضل سلاچپوری دکن، ۱۲۔ آذر،

پسخ، یہ مراسلہ آج ۲۲ر اکتوبر کو سفر مین ملا، وطن واپس ہونے مین ابھی ڈیڑھ مہینہ کی دیر ہی اور اس اثنا مین کتابون کی طرف رجوع کرنے کا کوئی موقع نہین پسخ نمبر ۲۵ مین سفر حجاز نمبر ۱۲ کے ذیل مین آداب زیارت روضۂ رسولؐ پر جو کچھ لکھا گیا تھا، مراسلہ نگار

عبدیت اور اپنی بندگی کا تحفہ محمدؐ کے رب کے حضور میں محمدؐ کے بتائے ہوئے طریقہ کے موافق پیش کیا جا رہا ہے، کون بتلائے کیا کیا مانگا جا رہا ہے، کیا کیا مل رہا ہے! دینے والے کے کرم کی کوئی انتہا ہے؟ پھر آخر مانگنے والے کیون اپنی زبانین روکین، اور کیون اپنے دل مین کوئی حوصلہ کوئی ارمان باقی رہنے دین؟ دینے والا وہی تو ہے جس نے ایک مانگنے والے کے الحاح کو دیکھکر غصہ اور خفگی کے لہجہ مین نہین پیار کے الفاظ مین اور محبت کی آواز مین حرص لعش کہکر پکارا تھا، اللہ اکبر! حرص تو حب کیجاتی ہے جب ملنے سے پورا اطمینان نہین ہوتا بے حساب دینے والے اور بے اندازہ کرم کرنیوالے سے بھی جو کوئی اپنا سوال جاری رکھے، اسکی "حرص" شفاعت اسکی "حرص" شفقت کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟ دینے والا غیر محدود، اسکی فیاضیون کا اندازہ طاقت بشری سے باہر! لیکن مانگنے والا تو غیر محدود نہین، محدود، اور خدا نہین انسان ہی تھا اس محدود اور متناہی، اور بندہ اور بشر ہی کی "حرص شفاعت" "حرص شفقت" کا کون اندازہ لگا سکتا ہے؟ آج اور یہان مانگنے والے اُسی حریص شفاعت، اسی حریص علیکم بالمومنین رؤف الرحیم کا لقب پانے والے کے امتی ہین، اسی کے نام لیوا ہین اسی کا کلمہ پڑھ پڑھ کر جینے والے، اور اسی کا نام لے لیکر مرنے والے ہین، ان کی دعائین، اور ان کی آرزوئین ——— اللہ اللہ! کس کی زبان مین قوت، اور کس کے قلم مین طاقت، جو اس اجمال کی تفصیل، اور ان اشارات کی تشریح کر سکے!

بہرحال جو نہ ہونا تھا، وہ ہوتا ہے اور وہاں ہوتا ہے جہاں ہرگز ہرگز نہ ہونا چاہیے تھا، رحمت عالم کی شان رحمۃ للعالمینی سب کے عیبوں پر پردہ ڈالے ہوئے ہے اور رحمٰن و رحیم، رب غفار، سب کے مالک اور سب کے پروردگار کی شان ستاری نادان و ذیان کار مجرم و خطاکار سب کو مہلت دیئے ہوئے ہے، ولو یواخذ اللّٰہ الناس بما کسبوا ما ترک علیٰ ظہرھا من دآبۃ،

لیکن ہزاروں کے اس مجمع میں اگر سیکڑوں نہیں تو بیسیوں، ضرور ایسے ہوتے ہیں، جو دل والے بھی ہوتے ہیں، اور آنکھوں والے بھی، جو دیکھتے ہیں کہ کس دربار میں حاضر ہیں، جو سمجھتے ہیں، کہ انکا نصیبہ انھیں کہاں لے آیا ہے، انھیں دیکھیے، تو کبھی مواجہ مبارک کے سامنے، کبھی پائین میں، کبھی بالین کی طرف، کبھی مصلی نبی پر، کبھی منبر نبوی کے قریب، کبھی ستون عایشہؓ کے متصل، کبھی ستون ابی لبابہؓ لگے ہوئے، کبھی پاک مسجد کے کسی اور پاک گوشہ میں دبے اور سمٹے ہوے، روتے اور گڑگڑاتے ہوئے مناجات میں مشغول ہیں، سجدہ میں پڑے ہوئے ہیں، رکوع میں جھکے ہوئے ہیں، تلاوت میں لگے ہوئے ہیں، درودخوانی میں محو ہیں، تسبیح و تہلیل میں غرق ہیں، اپنی خطائیں ایک ایک کرکے یاد آرہی ہیں، اپنے گناہوں کی فرد کی ہر ہر سطر سامنے ہے، کسی کی رحمت بیحساب کا حساب لگ رہا ہے، کسی کے کرم بے انداز کا اندازہ کیا جارہا ہے، کسی کی شفاعت کا خیال آکر ٹوٹے ہوئے دل کو تسلی دیرہا ہے، اپنے اور اپنے بزرگوں، عزیزوں دوستوں کے حق میں دعائیں ہیں، امت اسلامیہ کے حق میں آہیں ہیں، فریادیں ہیں، پکاریں ہیں، دردمندیاں ہیں، بیقراریاں ہیں، غرض ہر صورت سے اپنی

غرض یہ کوئی حنفی وہابی، مقلد و غیر مقلد، کا اختلافی مسلہ نہین، اہل سنت کے سارے اکابر اور تمام فرقے اس پر متفق ہین، اور آداب زیارت پر جس کسی نے لکھا ہی یہی لکھا ہی،

لیکن عمل کی حالت؟ —— آہ آج کہان اور کس چیز مین مسلمانون کا عمل اسلامی تعلیمات کے مطابق ہی، جو ایک اسی معاملہ مین مطابقت کی تلاش کیجائے؟ خدا معلوم کتنے زائر، صبح سے شام تک ایسے آتے رہتے ہین، جنھین نہ ادب سے واسطہ نہ تمیز سے، وقار و سکینہ و انکسار و مسکنت کا ذکر نہین، کتنے ایسے ہین جو باوضو تک نہین ہوتے، ادب سے بیگانہ آداب سے ناآشنا، سر اٹھائے قدم بڑھائے، دروازدن مین داخل ہوئے، اور دوڑتے بھاگتے ہوئے حیرت سے آنکھین پھاڑے چارون طرف دیکھتے ہوئے، روضۂ انور کی طرف دھادا کئے چلے آرہے ہین، اور پہونچتے ہی یہ چاہتے ہین، کہ جالیون سے لپٹ جائین، یا اُن کے اندر گھس جائین، ادھر سعودی سپاہی کی نظر چوکی اور اُدھر انھون نے جالی پر ہاتھ اور منہ رکھکر اندر کی طرف بیباکی کے انداز اور حیرت کی نگاہون کے ساتھ جھانکنا شروع کردیا، اور سلام پڑھنے کے وقت تو جاہل مزدورون کی رہنمائی مین اُس مسجد مطہر مین، جہان عمر فاروقؓ زور سے بولتے ہوئے تھراتے تھے، وہ شور اور ہنگامہ برپا ہوتا ہی، کہ نمازیون کو نماز پڑھنی، اور تلاوت کرنے والون کو تلاوت کرنی دشوار ہوجاتی ہی، اور پھر مزدورون کی زائرون سے "لین دین" کی گفتگو! ——
ان باتون کا پڑھنا ناظرین کے لئے ناخوشگوار، اور انکا لکھنا راقم کے لئے ناخوشگوار تر!

شخصه الكريم لو كان حيا كما كنت ترى الحرمة فى ان لا تمس شخصه ولا تقبله بل تقف من بعد ماثلا بين يديه فكذالك فافعل فان المس والتقبيل للمشاهد عادة النصارى واليهود،

آپ کی قبر مبارک کے قریب اُس سے زیادہ نہ ہونا چاہئے، جتنا آپکی حیات مین آپ کے جسم پاک کو ہاتھ لگانے اور بوسہ دینے کو سوء ادب سمجھتے، بلکہ آپ کی طرف متوجہ کھڑے ہو کر سلام پڑھا کرتے اسیطرح اب بھی کرنا چاہئے اور مزار کو مس کرنا اور بوسہ دینا تو نصاریٰ اور یہود کا شعار ہی،

محدثین کے گروہ مین قاضی عیاض مالکیؒ سے بڑھکر جمالِ رسالتؐ کے شیدائیون مین اور کون گزرا ہی حقوقِ رسالت پر اُن کی کتاب الشفاء سے جامع تر کوئی کتاب آج تک موجود نہ ہو سکی، اپنی اسی کتاب مین خود اُنھون نے، اور انکی شرح مین ملا علی قاریؒ نے جو کچھ فرمایا ہے، ذرا ایک نظر اس پر بھی فرما لیجائے،

(ویدنو) ای یقرب الی القبر قربا یناسب الادب (ویسلم لا یمس القبر) ولکن اجدار قبة وشبکة حجرة علیه السلام بیده ولا یقبله لعدم وروده عن الصحابة الکرام ولانه اقرب الی مقام الادب ولان ذالك من عادة النصاری علی ما نقله الغزالی (شفا جلد ۲ باب

قبر شریف کے نزدیک آئے، مگر اسی حد تک جو ادب و تعظیم کے مناسب ہی، اور آپ پر سلام بھیجے، لیکن قبر کو ہاتھ نہ لگائے، اور یہی حکم ہی قبۂ شریف کی دیوارون اور جالیون کا، اور نہ انھین منہ سے چھوئے، اس لئے کہ صحابۂ کرام سے ایسا کرنا ثابت نہین، اور اس لئے بھی کہ ادب کا مقتضا یہی ہی، نیز اس لئے کہ ایسا کرنا نصاریٰ کا شعار ہے، جیسا کہ غزالیؒ

از خضوع و وقار و ذلت و انکسار ذرہ نا مرعی	و باطنی ہر حیثیت سے اپنے مین خضوع، وقار
نگذارد و غیر آنکہ از سجود و تمریغ وجہ بر تراب	ذلت و انکسار پیدا کرنے کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ
و استلام و تقبیل شباک شریف و امثال آن	رکھے، البتہ سجدہ کرنے اور فرش زمین پر لوٹنے
آنکہ در شرع رخصت نہ کردہ اند و در نظر ظاہر	اور جالی کو چومنے چاٹنے سے بچے، نیز اس
بینان از قبیل ادب نماید اجتناب کند،	قبیل کی دوسری حرکتون سے، اس لئے کہ
بلکہ بہ یقین داند کہ حقیقت ادب و رعایت	شریعت مین ان کی اجازت نہین، گو ظاہر بینون
اتباع و امتثال امر آنحضرت صلعم است و ہر چہ	کی نظر مین یہ ادب معلوم ہوتا ہی، یقین رکھنا
نہ ازین باب است از توہم باطل است،	چاہئے کہ حقیقۃ ادب نام ہی آنحضرت صلعم کی
(جذب القلوب، باب شانزدہم در آداب زیارت)	پیروی و تعمیل احکام کا اور جو کچھ اس کے علاوہ
	ہی، وہ سب توہم باطل ہی،

سرتاج علمار ربانیین و صوفیۂ کرام، حضرت امام غزالیؒ کا ارشاد ملاحظہ ہو:۔

ولیس من السنۃ ان یمس الجدار	یہ مسنون نہین کہ دیوار (مزار مبارک) کو ہاتھ لگائے
ولا ان یقبلہ بل الوقوف من بعد اقرب	یا اسے بوسہ دے، بلکہ احترام کا تقاضا یہ ہے، کہ
للاحترام (احیار العلوم، اسرار الحج باب ۲)	دور ہی کھڑا رہے،

اور پھر چند ورق کے بعد:۔

واما زیارۃ رسول اللہ صلعم فینبغی	اور آنحضرت صلعم کی زیارت آپ کے سامنے
ان تقف بین یدیہ کما وصفناہ و تزورہ	کھڑے ہو کر اسی طرح کرنا چاہئے، جیسا کہ ہم
میتا کما تزورہ حیا ولا تقرب	لکھ آئے ہین، آپ کی زیارت موت کے
من قبرہ الا کما کنت تقرب من	بعد اسی طرح کرو جیسے زندگی مین کرتے، اور

اور طحطاوی، شرح درمختار مین ہے،

یدنو منه قدر ثلثة اذرع او اربعة ولا یدنو اکثر من ذلك ولا یضع یده على جدار التربة فهو اهیب واعظم

تربت سے بقدر تین یا چار گز کے قریب آجائے، لیکن اس سے قریب تر نہ ہو اور نہ دیوار مزار پر اپنا ہاتھ رکھے، کہ یہی ہیبت و عظمت مقام کا تقاضا ہے،

اور فتاوی قاضیخان مین ہے:-

واذا اتى المدینة یستعد لزیارة قبر النبی صلعم یاتیها بالسکینة والوقار والهیبة والاجلال لانه محل رسول الله صلعم مهبط الوحی ونزول الملئکة

مدینہ پہونچکر زیارت قبر نبی صلعم کے لئے آمادہ ہو اور وہان حاضر ہو ادب و احترام و ہیبت و عظمت کیساتھ کہ یہ مقام ہے، رسول خدا صلعم کا اور نزول وحی و نزول ملائکہ کا،

یہ نہ خیال گذرے، کہ یہ احکام و ہدایات صرف خشک فقہا کے ہین، اہل محبت نے جو کچھ کہا ہے، بس وہ بالکل یہی ہے، بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہی فرما گئے ہین شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ سے بڑھکر اہل دل اور اہل محبت کے گروہ مین اور کون ہوگا، مگر وہ فرماتے ہین

ولا یضع یده على جدار الحظیرة ولا یقبلها فان ذلك وامثاله من صنع الجاهلین ولیس من سیرة السلف الصالحین بل یدنو على قدر ثلثة اذرع او اربعة (ما ثبت بالسنه)

نہ اپنا ہاتھ روضۂ مبارک کی دیوار پر رکھے نہ اسے بوسہ دے، اس لئے کہ یہ اور اسی قسم کی حرکتین جاہلون کی باتین ہین، اور سلف صالحین کے معمولات مین نہین، اور تین یا چار گز کے فاصلہ پر رہے،

اس اجمال کی تفصیل خود شیخ ہی کی زبان سے سن لیجئے!-

وانچه در وسع وامکان بود در ظاهر و باطن

جہان تک اپنے امکان و اختیار مین ہو ظاہری

شمالہ مستقبلاً للوجہ الکریم مستدبراً للقبلۃ بجاہ مسمار الفضۃ علی نحو اربعۃ اذرع لا الا اقل ای لانہ لیس من شعار آداب الابرار۔	ہوئے ہو، چہرہ روئے مبارک کے سامنے ہو، پشت قبلہ کی جانب ہو، اس ہیئت کے ساتھ چاندی کی کیل کے پاس آئے، اور تقریباً چار گز کے فاصلہ پر رہے، اس سے زیادہ قریب نہ آئے، کہ اس سے قریب تر آنا آدابِ صالحین میں داخل نہیں،

ادب کی جگہ ہے، ہیبت کا مقام ہے، ناز نہیں نیاز درکار ہے، ناز کرنے اور اترانے کا نہیں، لرزنے اور تھرانے کا کام ہے، ہیبت، ادب، وقار، خشیت، سکینت پر تمام فقہاء نے زور دیا ہے، اور سب سے زیادہ زور اس پر ہے، کہ لپٹنا، چومنا، مس کرنا الگ رہا، جالی مبارک کے قریب تک نہ جائے، بلکہ کمالِ ادب کے ساتھ کچھ فاصلہ ہی پر اپنے کو روکے، صاحب فتح القدیر فرماتے ہیں:۔

ثم یاتی القبر الشریف فیستقبل جدارہ ویستدبر القبلۃ علی نحو اربعۃ اذرع،	پھر قبر شریف کی طرف آئے، اس کی دیوار کی طرف رخ اور قبلہ کی طرف پشت رکھے، اور کوئی چار گز کے فاصلہ پر رہے،

اور عالمگیریہ میں ہے:۔

ثم یدنو منہ ثلثۃ اذرع او اربعۃ ولا یدنو منہ اکثر من ذالک ولا یضع یدہ علی جدار التربۃ فھو اھیب واعظم للحرمۃ یقف کما یقف فی الصلوٰۃ،	پھر تربت شریف سے بقدر تین یا چار گز کے قریب آئے لیکن اس سے زیادہ قریب نہ ہو، اور نہ اپنا ہاتھ دیوارِ مزار پر رکھے، کہ یہی مقتضائے ہیبت ہے، اور اس طرح کھڑا رہے، جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے،

رسول صلعم کے حقوق کا اورکسی اور کے حقوق کا مقابلہ نہین، مومن کی نظر مین رسول کا مرتبہ اپنے جان و دل سے بھی بڑھکر ہوتا ہے، النبی اولی بالمومنین من انفسھم، جسکی مجلس کے آداب کا مخلوق کو نہین خالق کو، بندون کو نہین پروردگار کو، یہ اہتمام ہو جس کے دربار مین حاضری کے یہ قواعد وضوابط اس تفصیل کے ساتھ، ہمیشہ کیلئے اور ہر آنے والی قوم کی ہدایت کے لئے قرآن مجید مین محفوظ کردیے گئے ہون، اس کے آستانہ پر دور و دراز سے آکر حاضری دینے والے امتی اگر اپنی نادانی اور بے سمجھی سے ان بندھے ہوئے قاعدون اور ضابطون کو توڑین، اور اس ربانی دستور العمل کی جگہ اپنے ایجاد کئے ہوئے طریقون کو رواج دینے لگین، تو بجز اس کے کہ انکی کم نصیبی پر حسرت و تاسف کیا جائے، اور کیا کیا جاسکتا ہے؟

فقہائے حنفیہ رحمہم اللہ کی ہدایات، آداب زیارت روضہ انور کے سلسلہ مین بالکل صاف، صریح اور واضح ہین، جنمین کسی قسم کا اختلاف نہین، علامہ رحمۃ اللہ سندی، لباب المناسک مین، اور ان کے شارح ملا علی قاریؒ، المنسک المتوسط مین کہتے ہین:-

ثم توجہ بالقلب والقالب مع رعایۃ غایۃ الادب تجاہ الوجہ الشریف متواضعاً خاضعاً خاشعاً مع الذلۃ والانکسار والخشیۃ والوقار والھیبۃ والافتقار غاض الطرف مکفوف الجوارح فارغ القلب واضعاً یمینہ الخ

پھر دل وجسم دونون کے حضور کے ساتھ غایت ادب ملحوظ رکھکر مواجہ شریف مین حاضر ہو، اس حال مین کہ تواضع، خضوع، خشوع، ذلت، انکسار، خشیت، وقار، ہیبت اور محتاجی اپنے اوپر طاری ہو، نظرین نیچی ہون، اعضا سمٹے ہوئے ہون، قلب یکسو ہو، وداہنا ہاتھ بائین ہاتھ کے اوپر باندھے

اب اگر کوئی شخص اپنے بوڑھے ماں باپ کو اس طرح تھپڑ نے لگ لگانے کھلانے کدانے لگے جس طرح اپنے چھوٹے کو کرتا رہتا ہے، تو یہ اس کی محبت کی دلیل ہوگی یا انتہا حمق اور کھلے ہوئے جنون اور دیوانگی کی؟

پھر رسول صلعم کا مرتبہ، تو باپ، ماں، بزرگ، استاد، مرشد، عالم، غرض مخلوق کے ہر مرتبہ سے بڑا اور رسول صلعم کا رشتہ ہر انسانی رشتہ سے اونچا ہے، اس کی شان مین اُس کے مرتبہ کے لحاظ سے ادنیٰ فروگذاشت بھی کیسے نظرانداز کیجا سکتی ہی؟ اسکی اطاعت عین حق تعالیٰ کی اطاعت ہی، وَمَن یطع الرسول فقد اطاع اللہ اُس کی اطاعت کا حکم ایک دفعہ نہیں بار بار وارد ہوتا ہی، اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول، اسکی پیروی کا صلہ اللہ کی محبوبیت ہے، فاتبعونی یحببکم اللہ اُس کے مجلس کے آداب تصریح و تاکید کے ساتھ، بار بار تعلیم کئے جاتے ہین اس کے حضور مین آواز نہ بلند کرو، یا ایہا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی، ایسا نہو کہ ایسی نادانستہ گستاخی سے سارے اعمال مٹ مٹا کر رہجائین لا تجہروا لہ بالقول کجہر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون، اس مظہر نور خدا کے سامنے اپنی آوازون کو پست رکھنا ہی بڑی پاکبازی اور دینداری ہے، ان الذین یغضون اصواتہم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبہم للتقویٰ لہم مغفرۃ واجر عظیم، حجرون کے باہر سے آواز دے دیکر پکارنا شدید بدعقلی ہے، ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرہم لا یعقلون، رسول صلعم کو اس طرح پکارنا جس طرح عام لوگون کو پکارا جاتا ہی، ممنوع، لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا

باب ۱۲

زیارت اور آداب زیارت

توحید کا مسئلہ ایک صاف اور سیدھا مسئلہ ہی، لیکن دہریون اور ملحدون ہی نے نہین، خداپرستی کے دعویدارون نے بھی عجیب عجیب شگوفہ کاریان کرکھی ہین، اسی طرح بارگاہ رسالت کے اداے حقوق کے معاملہ مین انکار کرنے والون نہین، اقرار کرنے والون کے دماغون نے عجیب عجیب مغالطے کھائے ہین لوگون کے کانون مین کہین سے ایک لفظ "محبت" کا پڑگیا، بس پھر کیا تھا، اسکی آڑ مین ہر حرام، حلال تھا، اور ہر عیب، ہنر بنکر رہا، ذرا نہین سوچتے اور دیکھتے کہ محبت اپنی کتنی بیشمار مختلف صورتون اور قالبون مین اپنے گرد وپیش ہر وقت ظاہر ہوتی رہتی ہی، بیوی کی محبت کی شکل اور ہوتی ہی، اولاد کی محبت کی صورت اور، اولاد سے جس قسم کی محبت کیجاتی ہی، کون شخص، ہوش وحواس درست رکھکر اپنے مان باپ سے اُسی طرح کی محبت کریگا، پھر خود اولاد کی محبت کا یہ حال ہی، کہ بچہ جب تک چھوٹا ہی، اُسے گود مین لیا جاتا ہی، اُسے گدگدایا جاتا ہی، اُس کے ساتھ کھیلا جاتا ہی، اور جب سیانا سمجھدار ہوا تو اس کیساتھ ادب وقاعدہ برتا جانے لگا، اور ادب کے ساتھ محبت کا برتاؤ بالکل ہی دوسرے انداز کا ہونے لگا،

عاشق الٰہی صاحب میرٹھی (مترجم القرآن) نے اپنی تازہ تالیف تذکرۃ الخلیل لطف فرمائی، جو مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھوی قدس سرہٗ (شارح ابوداؤد و ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور) کے حالات میں ہے۔ مولانا شریعت و طریقت کے جامع ایک مسلّم بزرگ تھے، ان کے حالات میں حسنِ اتفاق سے ذیل کی عبارت نظر آئی جو بجنسہٖ نقل کر دی جاتی ہے:-

"آستانہ مقدسہ پر حاضری کے وقت حضرت کی عجیب کیفیت ہوتی تھی، آواز نکلنا تو کیا مواجہہ شریف کے قریب یا مقابل بھی آپ کھڑے نہیں ہوتے تھے، خود مزدوروں بانہ دبے پاؤں آتے اور مجرم وقیدی کی طرح دور کھڑے ہوتے، بکمالِ خشوع صلوٰۃ و سلام عرض کرتے اور چلے آتے تھے۔ زائرین جو بے باکانہ اونچی آواز سے صلوٰۃ و سلام پڑھتے اس سے آپ کو بہت تکلیف ہوتی، اور فرمایا کرتے کہ آنحضرت صلعم حیات ہیں، اور ایسی آواز سے سلام عرض کرنا بے ادبی اور آپ کی ایذا کا سبب ہے،

لہٰذا پست آواز سے سلام عرض کرنا چاہیے، اور یہ بھی فرمایا کہ مسجد نبوی کی حد میں کتنی ہی پست آواز سے سلام عرض کیا جائے، اس کو آنحضرت صلعم خود سنتے ہیں"

(صفحہ ۲۶۰)

اویس سے بڑھکر عاشق و شیدا اویس سے بڑھکر عشق محبت مین غرق، اویس سے بڑھکر مجنون و دیوانہ اور کون ہوا ہی؟ اس عشق کے ساتھ یہ لحاظِ ادب، یہ کمالِ احترام یہ پاسِ عظمت! پھر اگر آج حرم رسول صلعم مین، مسجد رسول صلعم مین روضۂ رسول صلعم مین کوئی شریعتِ رسول صلعم، کی تخریب ہوتے ہوئے دیکھے حقوق رسول صلعم کو پامال ہوتے ہوئے پائے آداب رسول صلعم سے بیزاری پھیلی ہوئی پائے، تو عشق و محبت کے مدعیو! خدارا بتاؤ کہ کیا کیا جائے؟ خوشی خوشی گوارا کر لیا جائے؟ ٹوکنے کی قوت و استطاعت رکھتے ہوئے محض تقدیرِ الٰہی کے حوالہ کر دیا جائے؟ یا خوش عقیدگی کے معنی یہ فرض کر لئے جائین کہ سیاہ سفید ہی، اور سفید سیاہ؟ صحابہؓ نے تابعین نے مجتہدین فقہ نے محدثینؒ نے اکابرِ صوفیہ نے، کسی نے خوش عقیدگی کے یہ معنی لیے ہین؟ روم کا عارفِ کامل تو اپنی مثنوی مین یہ کہہ گیا، کہ جب "امرِ حق" مل جائے، تو "نقشِ حق" کو بھی توڑ ڈالو، اور "شیشۂ یار" کو "سنگِ یار" سے چکنا چور کر کے رکھدو[1]، پھر کیا یہ کہا جائیگا، کہ عارف رومیؒ بھی آدابِ عشق و محبت سے بیخبر تھا؟

نوٹ متعلق باب (۱۱)

کمزور کو قوت والے کا، نابینا کو آنکھون والے کا، گنہگار کو متقی کا سہارا اگر ملجاتا ہی، تو بڑا سہارا ملجاتا ہی، مدیر سچ نے اپنے مضمون "سفرِ حجاز" کے ذیل مین لکھا تھا، کہ مسجد نبویؐ مین لوگون کو مواجہہ شریف کے روبرو بیباکی کے ساتھ جاتے ہوئے اور چلاتے ہوئے دیکھکر تکلیف ہوتی تھی، اس کے شایع ہونے کے چندہی روز بعد، مولانا

[1] نقشِ حق را ہم بہ امرِ حق شکن　　　بر زجاجۂ دوست سنگِ دوست زن

لگتے ہین، اور اس کو اپنے نزدیک کمالِ عقیدت و منتہائے تعظیم سمجھتے ہین! ع

خرد کا نام جنون پڑگیا، جنون کا خرد!

باہر کے آئے ہوئے زائرین بیچارے تو فی الجملہ ادب ملحوظ رکھ لیتے ہین، اور بہرحال ڈرتے ہی رہتے ہین، نڈر ہو کر غضب تو زیارت کرانے والے بزرگ کرتے ہین! جنکا پیشہ ہی زیارت کرانا ہی، اور جو مدتون سے اس پاک سرزمین مین آباد ہین! ان کے لئے نہ اس کی ضرورت، کہ اپنی آوازون کو پست اور نظرون کو نیچا رکھین، نہ اس کی حاجت کہ روضۂ اقدس کے عین پائین مین کھڑے ہو کر زائرون سے ہر قسم کی "معاملت" اور وہ بھی آدابِ شریعت کے ساتھ نہین، بلکہ لوازم "معاملت" کے ساتھ طے فرمانے سے محترز رہین، اور نہ ان کے علاوہ دوسرے آدابِ مسجد خصوصاً آدابِ مسجد نبویؐ کے لحاظ و احترام کی ضرورت! ان کے لئے یہ بالکل کافی ہے کہ یہ "جیرانِ رسولؐ" ہین، اور "اضیافِ رسول صلعم" جو ہزارہا میل کے فاصلہ سے آئے ہوئے ہوتے ہین، اُن کے ساتھ انکا ہر سلوک جائز، اور ہر برتاؤ درست!

سرگروہِ عاشقان حضرت اویس قرنیؓ کی بابت بعض اکابرِ صوفیہ سے نقل ہے[1] کہ جب آپ زیارتِ مدینہ کو حاضر ہوئے، آستانِ حرم (بابِ جبرئیل) تک پہونچے ہی تھے، کہ کسی نے کہدیا، کہ "دیکھئے وہ سامنے رسول اللہ صلعم کا مرقد ہے" یہ سننا تھا، کہ غش کھا کر گر پڑے، اور جب ہوش آیا، تو کہا مجھے ابھی واپس لے چلو، جس شہر مین بجائے حبیبؐ کے تربتِ حبیبؐ موجود ہو، وہان مین ایک لمحہ بھی نہین ٹھہر سکتا،

[1] احیاء العلوم غزالی،

پکڑ پکڑ کر گھسیٹنے اور ڈھکیلنے مین انھین دریغ نہین، کوئی کوئی اس کے برعکس ایسے نرم دل اور روادار، کہ زائرون کو ہر طرح کی بے ضابطگی اور قانون شکنی کرتے دیکھتے اور کچھ نہ بولتے، بلکہ سر جھکا کر کلام مجید پڑھنے لگتے، بعض ایسے بھی دیکھنے مین آئے جو زائر کی معمولی داد و دہش کے بعد پتھر سے موم ہو جاتے! سپاہیون کے علاوہ، اور شاید اُن کی نگرانی کے لئے بھی، دو چار آدمی محکمۂ امر بالمعروف کے بھی بید یا چھڑی ہاتھ مین لئے ٹہلتے رہتے ہین، اور "شریعتِ حقۂ نجدیہ" کا نفاذ اس حرم محترم کے حدود کے اندر، زبان اور ہاتھ دونون سے پوری قوت کے ساتھ کرتے رہتے ہین!

مواجہہ شریف، مشتاقانِ زیارت سے خالی تو کسی وقت نہین ہوتا، البتہ پانچون نمازون کے بعد زیارت کے اوقات باضابطہ مقرر ہین، قدرۃً ان اوقات مین بڑی چپلقش ہوتی ہے، اور بعض اوقات اتنا ہجوم ہو جاتا ہے، کہ جو لوگ مسجد کے اندرونی درجون مین محراب عثمانی کے آس پاس سنن و نوافل مین کچھ دیر مشغول رہنا چاہتے ہین، ان کے لئے قطعًا کوئی موقع نہین باقی رہجاتا ہے، بلکہ بعض اوقات تو وہ پستے پستے بچ جاتے ہین! زیارت عمومًا مزوّرون کی پیشہ ورجاعت کراتی ہے، اور زیارت کا عام طریقہ یہ ہے، کہ مواجہہ مبارک کے سامنے ہر مزوّر اپنے اپنے گروہِ زائرین کو لا کھڑا کرتا ہے اور باآواز بلند صلوۃ وسلام پڑھتا جاتا ہے، اور زائرین اسی کے الفاظ کو دوہراتے جاتے ہین، یہانتک کہ مسجد ان آوازون سے گونج جاتی ہے، اور جن کو یہ واضح و قطعی حکم ملا تھا کہ لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی (نبیؐ کی آواز سے اپنی آواز کو بلند نہ کرو) وہ مواجہہ مین حاضر ہو کر اپنے حلق کی پوری طاقت و قوت کیساتھ بے تحاشا چیخنے

کے الفاظ یاد پڑتے ہیں، نہ لاجامی کی کوئی نعت خیال میں آتی ہے! چلتے وقت تو دل
میں کیا کیا ولولہ اور کیسے کیسے حوصلہ تھے! لیکن اس وقت سارے منصوبے یکقلم غلط،
سارے حوصلے اور ولولے یک لخت غائب! لے دے کے جو کچھ یاد پڑ رہا ہے، وہ مجض کلام مجید
کی بعض سورتیں، اور آیتیں ہیں، یا پھر یہی عام و معمولی درود شریف، اور زبان ہے، کہ
بے سوچے سمجھے، بغیر غور و فکر کئے، انھیں الفاظ کو رٹتے ہوئے سبق کی طرح، اضطراراً دہرائے
چلی جارہی ہے! ع

نظارہ زجنبیدنِ مژگان گلہ دارد!

جالیوں کے تین طرف سعودی سپاہیوں کا پہرہ رہتا ہے، چوتھی طرف یعنی شمالی
سمت سے جالیوں تک پہونچنے کا کوئی آسان راستہ نہیں مسجد نبویؐ کے دروازے
آخر وقت تہجد سے لیکر بعد نماز عشا تک کھلے رہتے ہیں، اس درمیان میں پہرے برابر بدلتے
رہتے ہیں جنوبی سمت میں، جدھر مواجہہ شریف ہے، پہرہ کا اہتمام زیادہ رہتا ہے، چار سپاہی
ہر وقت تعینات رہتے ہیں، زیارت کی عام اجازت بھی صرف اسی رُخ سے ہے،
مغربی جانب، بالین مبارک ہے، ادھر سے زیارت کی اجازت نہیں (سنا ہے کہ کسی
زمانہ میں شیعوں کو زیارت کی اجازت اسی رُخ سے تھی) مشرقی جانب پائین مبارک
ہے، اور باب جبرئیل سے داخل ہونے کے بعد مواجہہ شریف تک پہونچنے کا راستہ
اسی طرف سے ہے، ادھر سے بھی زیارت کی عام اجازت نہیں، لیکن سپاہی بھی مختلف
مزاجوں اور طبیعتوں کے ہوتے ہیں، اکثر ایسے تند مزاج، متشدد اور شقی القلب، کہ
دھکے دینے میں انھیں باک نہیں، بید مار بیٹھتے ہیں انھیں تامل نہیں، عورتوں کو

دلون کا کعبہ اور روحون کا قبلہ ہی، اور جس کے ارد گرد خود پاکیزگی طواف کرتی رہتی اور طہارت صدقہ ہوتی رہتی ہی! کسی کا نالہ جگر گداز، کسی کے لب پر آہ و فریاد، ہر شخص اپنے اپنے حال مین گرفتار، ہر متنفس اپنے اپنے کیف مین سرشار، گنہگارون اور خطاکارون کی آج بن آئی ہے، آستان شفیع المذنبین تک رسائی ہی!

سجدون مین اور رمعتی ہر رفعت جبین کی!

یہان بھی نہ مانگین گے تو کہان جائین گے، آج بھی نہ گڑگڑائین گے، تو کدھر سر ٹکرائین گے، ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک الخ کا وعدہ پورا ہونے کیلئے ہے، محض لفظ ہی لفظ نہین ہین!

ادھر یہ سب کچھ ہو رہا ہی، رند و پارسا، فاسق و متقی سب ہی اس دھن مین لگے ہوئے ہین، اُدھر ایک ننگ امت، حیران و ششدر، فرط ہیبت و جلال سے گنگ و مضطر، حواس باختہ، چپ چاپ، سب سے الگ کھڑا ہوا ہی، نہ زبان پر کوئی دعا، نہ دل مین کوئی آرزو، سر سے پیر تک ایک عالم حیرت طاری! یاالٰہی! یہ خواب ہی یا بیداری! کہان ایک مشت خاک، کہان یہ عالم پاک ——— جل جلالہ، جہان ابوبکرؓ اور علیؓ حاضر ہوتے ہوے، تھراتے ہون، جہان عمرؓ آواز سے بولتے ہوئے لرزتے ہون، جہان کی حضوری جبریل امین کے لئے فخر کا باعث اور شرف کا سبب ہو آج وہان عبدالقادر دریابادی کا فرزند عبدالماجد اپنے گندہ دل اور گندہ تر قلب کے ساتھ بے تکلف اور بلا جھجھک کھڑا ہوا ہی! دماغ حیران، عقل دنگ، زبان گنگ، ناطقہ انگشت بدندان، نہ زبان یاوری کرتی ہی، نہ لب کسی عرض و معروض پر کھلتے ہین، نہ دعاؤن

لیکن جسکی نصیبہ وری کا آفتاب عین اسی وقت طلوع ہو رہا ہو جس کی سربلندیوں اور سرافرازیوں کی "فجر" عین اس وقت ہو رہی ہو کیا وہ بھی اس وقت کو مغرب ہی کا وقت کہتا اور سمجھتا رہے؟

لیجیے، نماز ختم ہو گئی، فرض ختم ہو گئے، سنتیں ختم ہو گئیں، اور روضۂ اطہر کے دروازہ پر ہر طرف سے صلوٰۃ وسلام کی آوازیں آنے لگیں، ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً جس پر اللہ خود درود بھیجے، اللہ کے فرشتے درود بھیجتے رہیں اس کے آستانہ پر بندوں کے صلوٰۃ وسلام کی کیا کمی ہو سکتی ہے! الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ، الصلوٰۃ والسلام علیک یا سید المرسلین، الصلوٰۃ والسلام علیک یا رحمۃ للعالمین، السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ۔ (آج "غائب" کا صیغہ سرے سے غائب ہے، حضوری کے وقت بھی غیبت کے آداب ملحوظ رکھنا کیسی کھلی ہوئی بدتہذیبی ہو) واشھد انک عبدہ ورسولہ واشھد انک قد بلغت الرسالۃ وادیت الامانۃ ونصحت الامۃ وکشفت الغمۃ وجاھدت فی اللہ حق جہادہ، یا رسول اللہ انی اسالک الشفاعۃ واتوسل بک الی اللہ تعالیٰ! ہر طرف آوازیں ہیں تو یہی، ہر سمت صدائیں ہیں تو ایسی ہی، جسے دیکھیے مواجہہ شریف کی طرف کھنچا چلا آ رہا ہے، اس وقت رُخ قبلہ کی جانب نہیں، پتھر سے تعمیر کیے ہوئے کعبہ کی جانب نہیں، بلکہ اس کے دربار اقدس کی جانب ہے جو

ہوئی اُدھر قدم دروازہ سے باہر نکالے، مکان سے حرم کے داخلہ کا دروازہ باب جبرئیل اگرچند فٹ نہیں، تو چند گز پر ہی، اتنا فاصلہ بھی خدا معلوم کے منٹ میں طے ہوا! اس وقت نہ وقت کا احساس نہ فاصلہ کا ادراک نہ "زمان" کی خبر نہ "مکان" کی!

کہتے ہیں کہ داخلہ باب جبرئیل ہی سے افضل ہے، یہ افضلیت بلا قصد خود بخود حاصل ہو گئی، حرم کے اندر قدم رکھتے ہوئے، یہ دعا پڑھی جاتی ہے، اللّٰھم افتح لی ابواب رحمتك وفضلك وارزقنی من زیارۃ رسولك صلی اللہ علیہ وسلم کما رزقت اولیاءك واغفرلی وارحمنی یا ارحم الراحمین، لیکن پہلی مرتبہ قدم رکھتے وقت ہوش و حواس ہی کب درست تھے، جو یہ دعا یا کوئی اور خاص دعا، قصد و ارادہ کرکے پڑھی جاتی، ایک ربودگی، بےخبری، اور نیم بے ہوشی کی حالت میں معمولی درود شریف کے الفاظ تو محض حفظ کی بنا پر، بلا قصد و ارادہ زبان سے ادا ہوتے رہے، باقی بس، ہوش آیا، تو دیکھا کہ نماز کو شروع ہوئے، دو چار منٹ ہو چکے ہیں، اور امام پہلی رکعت کی قرأت ختم کرکے رکوع میں جارہے ہیں جھپٹ کر جماعت میں شرکت کی اور جوں توں کرکے نماز ختم کی، یہ پہلی نماز وہاں ادا ہو رہی ہے، جہاں کی ایک ایک نماز، پانچ پانچ سو اور ہزار ہزار نمازوں کے برابر ہے، اللہ اللہ! شانِ کریمی اور بندہ نوازی کے حوصلے دیکھنا! کس کو کیا کیا منصبے عطا ہو رہے ہیں!

اِس مرتبہ کو دیکھئے، اور ہم کو دیکھئے!

وقت، نماز مغرب کا تھا، اور مغرب کی نماز سورج ڈوبنے پر پڑھی جاتی ہے

کیون کیجیے، خلاف توقع کیون سمجھیے، اور غدا کے لئے، اس ناکارہ و آوارہ، بیچارہ و درماندہ کے اس حال زار کی ہنسی کیون اڑائیے؟

مغرب کی اذان مین چند منٹ باقی تھے کہ قسمت کی یاوری نے باب النساء کے متصل ایک ہندی بزرگ مولانا سید احمد صاحب فیض آبادی مدظلہ کی مسجد مین پہنچا دیا، وصوف حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدظلہ (جانشین حضرت شیخ الہند علیہ الرحمہ) کے حقیقی بھائی ہین، (قلم ہچکچا رہا ہے کہ اگر انکو بڑا لکھیے، تو انھین "چھوٹا" کیونکر کہے!) ۲۰،۲۵ سال سے اپنے شہر کو ترک کئے ہوئے دیار رسول صلعم مین حاضر ہین، اور وطن کے ساتھ ہی یادِ وطن کو بھی ترک کر چکے ہین، مولانا گنگوہی سے بیعت و اجازت ہے، اور مرشدون کے مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی کے چشمۂ فیض سے سیراب، صبح سے لیکر رات تک ہر وقت خدمت خلق مین مشغول، ایثار و استغنا، بےنفسی و خود فراموشی، تواضع و فروتنی کا ایک کامل نمونہ ہندوستان مین دیکھا تھا، اور دوسرا نمونہ اللہ نے اس مقدس سرزمین پر پہونچتے ہی دکھا دیا، جلدی جلدی تعارف ہوا، اور فوراً اذان کی آواز فضا مین گونجنے لگی، ایک پرانا مصرعہ ذہن مین پڑا ہوا تھا، ع

مومن چلا ہے کعبہ کو اک پارسا کیسا تھ!

حکیم مومن خان تو شاعری کی دنیا مین چلے تھے، یہان چلنا خیالی دنیا مین نہین، عملی دنیا مین تھا، اور حاضری "بیت خلیل" مین نہین "بیت حبیب" مین دینی تھی، اس گھڑی ایک "پارسا" کی دستگیری و رہنمائی غنیمت نہین نعمت تھی، دھڑکتا ہوا دل کچھ تھما، اور ڈگمگاتے ہوئے پیر کسی قدر سنبھلے، ادھر اذان کی آواز ختم

باب (۱۱)

گنبدِ خضرا

طور کی چوٹیاں جس وقت کسی کی تجلیاتِ جمالی کی جلوہ گاہ بننے لگیں تو پاکوں کے پاک اور دلیروں کے دلیر موسیٰ کلیم تک تاب نہ لاسکے، اور اللہ کی کتاب گواہ ہے کہ کچھ دیر کے لئے ہوش وحواس رخصت ہوگئے، معراج کی شب، جب کسی کا جمال بے نقاب ہونے لگا، تو روایات میں آتا ہے کہ اس وقت وہ عبدِ کامل، جو فرشتوں سے بھی بڑھکر مضبوط دل اور قوی ارادہ کا پیدا کیا گیا تھا، اپنی تنہائی کو محسوس کرنے لگا، اور ضرورت ہوئی کہ "رفیقِ غار" (رضی اللہ عنہ) کا تمثل سامنے لاکر آب و گِل کے بنے ہوئے پیکرِ نور کی تسلی کا سامان کیا جائے ——— یہ سرگذشت انکی تھی، جو قدسیوں سے بڑھکر پاک، اور نورانیوں سے بڑھکر لطیف تھے، پھر وہ مشتِ خاک جو ہمہ کثافت اور ہمہ غلاظت ہو، جسکا ظاہر بھی گندہ اور باطن بھی گندہ، اگر وہ رسول صلعم کی مسجدِ اقدس میں قدم رکھتے ہچکچا رہا ہو، اگر اسکا قدم رسول کے روضۂ انور کی طرف بڑھتے ہوئے لڑکھڑا رہا ہو، اگر اسکی ہمت رحمت وجمال کی سب سے بڑی تجلی گاہ میں قدم رکھنے سے جواب دے رہی ہو اگر اسکا دل اس وقت اپنی بیچارگی و درماندگی کے احساس سے پانی پانی ہوا جا رہا ہو تو اس پر حیرت

رکھا گیا ہے، سب سے پہلے چاروں طرف لوہے اور پیتل کی جالی یا جنگلے کی دیواریں ہیں، ان جالیوں کی دیواروں میں جنوب، مشرق، اور شمال کے رُخ پر دروازے بھی ہیں، مگر عام لوگوں کے لئے ہمیشہ بند ہی رہتے ہیں، خاص خاص موقعوں پر خدام وغیرہ کے لئے کوئی دروازہ کھلتا ہے، جالیوں کے اندر سیسہ بھری ہوئی گھری بنیادوں کے اوپر ایک مضبوط پختہ چار دیواری ہے جو حجرہ صدیقہؓ کو پوری طرح گھیرے ہوئے ہے، اور جس میں کوئی دروازہ نہیں، اس عمارت پر غلاف پڑا ہوا ہے، اور گنبد خضرا اسی عمارت کے اوپر ہے، اس کے اندر اصل حجرۂ صدیقہؓ ہے، جو عہد نبویؐ میں خام تھا، بعد کو پختہ کر دیا گیا، یہ بھی ہر طرف سے بند ہے، جالیوں والی چار دیواری کے اوپر کے حصہ میں بھی خوشنما سبز غلاف ترکوں کے زمانہ کا اب تک پڑا ہوا ہے، مدینہ سے کعبہ سمت جنوب میں ہے، اس لئے روضۂ اطہر کا، جسے صدر دروازہ سمجھا جاتا ہے، وہ جنوب رخ ہے، اور یہی مواجہہ شریف کہلاتا ہے، اسی عمارت کے اندر، حجرۂ صدیقہؓ سے ملا ہوا ایک اور حجرہ بھی ہے، جس کے اندر ایک مزار سا بنا معلوم ہوتا ہے، کہا جاتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ زہرا نے یہیں وفات پائی ہے، اور مزار کی بابت ایک روایت یہ ہے کہ انہیں سیدۂ خاتون جنت کا ہے، اور بعض روایات یوں مشہور ہیں، کہ یہ کوئی دوسری بی بی حضرت زہراؓ کی ہمنام تھیں۔ ——— مدینہ پہونچتے ہی تڑپ تھی تو یہ، بے قراری تھی تو اس کی کہ جسقدر جلد بھی ممکن ہو، اس آستانِ پاک تک پہونچیے، لیکن اس ذوق و شوق اس طلب و تمنا کے باوجود، یہ کیا ہے کہ ہمت کے قدم ڈگمگائے جا رہے ہیں، اور ارادہ ہی کہ جم جم کر ٹوٹتا ہے اور ٹوٹ ٹوٹ کر جمتا ہے!! الٰہی یہ آخر کیا اسرار ہے!

محدثین اور خشک تھار یہان تک فرما جائین، اس کے لئے جذبات کی زبان، الفاظ کہان سے ڈھونڈ کر لائے؟ اور کسی نے خود جو کچھ دیکھا ہی، وہ اسے دوسرون کو کیونکر دکھائے؟ شاعر کی تخئیل نے بڑی بلند پروازی کی، تو یہ کہا کہ ؎

انبساطِ عید دیدن روے تو
عیدگاہِ ما غریبان کوے تو

لیکن جس کی دیدِ رخ کو "انبساطِ عید" سے کوئی نسبت ہی نہ ہو، اور جس کی گلی پر ہزارون عیدگاہین قربان ہون، اُس کے بیان کرنے کے لئے دنیا کی کس زبان سے الفاظ تلاش کر کے لائے جائین، اور کس اہلِ زبان کی زبان سے امداد و اعانت کی التجا کی جائے؟

ہر کجا یوسف رخے باشد چو ماہ	جنت ست آن گرچہ باشد قعرِ چاہ
ہر کجا دلبر بود خرم نشین	فوق گردون ست نے قعرِ زمین
خوشتر از ہر دو جہان آنجا بود	کہ مرا با تو سرِ سودا بود،

یہ تو سب کو معلوم ہی، کہ حضور صلعم نے بی بی عایشہ صدیقہؓ کے حجرہ مین عالم بشریت سے سفرِ آخرت اختیار فرمایا تھا، اور جسدِ اطہر یہین سپردِ لحد کیا گیا، پہلو مین، ادب کے ساتھ ذرا بائین کی طرف ہٹے ہوئے، صدیقؓ و فاروقؓ دونون وزیر بھی یہین آرام فرما ہین، حجرۂ صدیقہؓ مین اس کے بعد سے بار بار تبدیلیان ہوتی رہین، یہان تک کہ اب روضۂ مبارک کوئی ۳۰،۳۵ فٹ لانبی، اور اس سے کچھ کم چوڑی عمارت ہو گئی، خانۂ کعبہ سے ممتاز رکھنے کے لئے اسے بالقصد، بجائے مربع کے مستطیل

ہین، دو جانب مغرب، باب السلام اور باب الرحمۃ، ایک جانب شمال باب مجیدی
سلطان عبدالمجید خان کا تعمیر کرایا ہوا، اور دو جانب مشرق، باب النساء اور باب
جبرئیل، صحن مین شرقی دالان سے ملا ہوا البستان فاطمہ تھا، کھجور کے چند شاداب
درخت لگے ہوئے تھے، اور اُن کے سایہ مین ایک کنوان تھا جسکا پانی شیرینی ولطافت
مین مشہور تھا، نجدی حکومت نے وہ درخت کٹوا کر صاف کر دیئے ہین، اور کنوئین
کو بند کر کے اس مین قفل ڈالدیا ہی، مسجد مین خدام پہلے سیکڑون تھے، اب بہت
گھٹ گئے ہین، خواجہ سراؤن (آغاؤن) کی جماعت پہلے بہت
ذی اختیار تھی، اب یہ لوگ بھی تعداد مین بہت کم رہ گئے ہین، اور ان کے اختیار
بھی بہت محدود ہو گئے ہین، انکے بیٹھنے کا ایک وسیع چبوترہ باب جبرئیل اور
باب النساء کے درمیان بنا ہوا، کہا جاتا ہی کہ اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا
بھی یہی چبوترہ تھا، مسجد کے ستونون پر عہد نبوی کی مسجد کے حدود درج،

اسی مسجد کے گوشۂ جنوب و مشرق مین دالانون کے اندر، وہ سبز گنبد والا
روضۂ اقدس ہی جس کی زمین بہ قول محدث جلیل، قاضی عیاض مالکیؒ کے، بلا نزاع
و اختلاف سارے روے زمین سے بڑھکر ہے (لا خلاف ان موضع قبرہ صلعم
افضل بقاع الارض) اور یہ قول ہمارے فقہاء کے زمین، آسمان کعبہ، عرش
کرسی، سب سے افضل ہی، فما ضم اعضاءہ الشریفۃ فھو افضل بقاع الارض
بالاجماع حتی من الکعبۃ ومن العرش (لباب لمناسک) فانہ افضل مطلقاً
حتی من الکعبۃ والعرش والکرسی (در مختار) جس حصۂ زمین کی بابت محققین

اور بائین دونون جانب صحن ہی کے برابر لانبے لانبے دالان، بائین جانب والے دالان مین عورتون کیلئے جگہ مخصوص کلام پاک کی آیات بعض احادیث کے ٹکڑے، اسمائے الٰہی، اسمائے رسولؐ، اسمائے صحابۂ کبار، سب موقع موقع سے درو دیوار پر کندہ، بڑی محراب، المحراب عثمانی کے نام سے موسوم حضرت خلیفہ ثالثؓ کی تعمیر کرائی ہوئی منبر ٹھیک اسی جگہ پر رکھا ہوا جہان عہد نبوتؐ مین تھا، اسی منبر اور روضۂ مبارک (حجرۂ عایشہ صدیقہؓ) کا درمیانی حصہ "روضۂ جنت" کے نام سے، حدیث صحیح کی بنا پر موسوم، اتنے رقبہ مین کوئی ڈھائی تین سو نمازیون کی جگہ ہوگی، اسی حصہ مین محراب النبی، اور مصلّے نبیؐ، یعنی وہ مقام جہان سرکارؐ خود کھڑے ہوکر امامت فرمایا کرتے تھے اصل مصلّے ایک دیوار سے چھپادیا گیا ہے، صرف اتنا حصہ کھلا ہوا ہے، جہان حضورصلعم کے قدم مبارک ہوتے تھے، اس طرح اب جو قسمت کا دھنی وہان کھڑے ہوکر نماز پڑھتا ہے، اس کا سر قدرۃً واضطراراً حضورصلعم کے آثار قدم پر جاکر پڑتا ہے! اللہ اکبر! کیا شانِ جمال، کیا وسعتِ کرم ہے! خدا جانے کتنون کی نجات اسی بہانہ سے ہوجاتی ہو!

عہدِ نبوت مین یہ تکلفات اور یہ وسعت کہان تھی، مختصر ... مین اور انتہائی سادگی، توسیع فاتح روم و ایران حضرت عمرؓ کے زمانہ مین ہوئی، پھر ... خاصی ترمیمات حضرت عثمانؓ غنی اور خلیفہ ولید نے کرائین، موجودہ عمارت کی زینت و خوشنمائی کا سہرا سلطان عبد المجید خان مرحوم ومغفور کے سر ہے، اللہ ان سب خدام حرم نبویؐ کو پورا اجر عطا فرمائے، اس وقت مسجد مین پانچ دروازے

قبر شریف کی زیارت مستحب، بلکہ یہ قول بعض علما — وزیارۃ قبر الشریف مندوبۃ بل
کے واجب ہی جسکو استطاعت ہو...... — قیل واجبۃ لمن لہ سعۃ ....
اور قبر شریف کی زیارت کے ساتھ چاہئے کہ — .... ولینو معہ زیارۃ مسجدہ
مسجد شریف کی زیارت کی بھی نیت کرے، — الشریف (در مختار) فاذی نوی زیارۃ
القبر فلینو معہ زیارۃ مسجد رسول اللہ
صلعم (عالمگیری)

مسجد نبوی اور روضۂ مبارک الگ الگ عمارتون کے نام نہین، اور ایک دوسرے سے جدا نہین، مسجد کی عمارت بہت وسیع، شاندار، اور اس سے بھی کہین بڑھکر حسین و جمیل ہی، اس سے بڑی بعض مسجدین ہندوستان کے اندر موجود ہین، اور دوسرے ملکون مین بھی یقیناً ہونگی لیکن حسن و جمال کے لحاظ سے خوبی و محبوبی کے لحاظ سے، زیبائی و دلکشی کے لحاظ سے پردۂ زمین پر اس مسجد کا جواب نہین بس یہ جی چاہتا تھا کہ ہر وقت صحن مین بیٹھے ہوئے، عمارتِ مسجد کی طرف برابر ٹکٹکی لگی رہے، اللہ اللہ! کس محبوب کی مسجد ہے۔ کیسے کیسے محبوبون نے یہان ماتھے ٹیکے ہین! اینٹ اور پتھر، مٹی اور چونہ تک پر محبوبیت چھا کر رہی ہی! مسجد کی پیمائش کا دماغ کس کو، اور طول عرض کے جائزہ لینے کا ہوش کسے لیکن بعض کتابون مین پڑھا ہی کہ موجودہ مسجد کا طول ۵۰۰ فٹ اور عرض ۴۰۰ فٹ ہی، قبلہ جنوب کے رخ پر ہے، آگے پیچھے دس گیارہ دالان بنے ہوئے، بہترین نقش و نگار سے آراستہ حسن و زیبائش مین ایک سے ایک بڑھے ہوئے، اس کے بعد وسیع صحن، صحن کے داہنے

رہ چکے ہیں!

اس کے بعد اب اس بحث میں کیوں الجھئے کہ نیت روضہ اقدس کی زیارت کی رکھنی چاہئے، یا مسجد نبوی کی؟ انسان کی جدال پسند فطرت ہر سیدھی بات کو ٹیڑھی بنا دیتی ہے، صاف اور سیدھی بات یہ ہے، کہ مقصود خود حضور انور کی زیارت ہونی چاہئے، ظاہر ہے کہ اب مادی آنکھوں سے اس کا امکان نہیں، اس لئے مکان کے جس حصہ کو مکین سے جس قدر زیادہ تعلق، جس قدر زیادہ نسبت، جس قدر زیادہ قرب ہوگا، اسی قدر اس کی زیارت اہم تر و محبوب تر ہوگی، حجرۂ عائشہ صدیقہؓ ہو یا مصلےٰ و منبر جس شے کو بھی امتیاز و افتخار حاصل ہوا، اسی بنا پر حاصل ہوا، کہ حضورؐ کی ذات سے اس کا تعلق تھا، اس میں نہ کسی کو نزاع ہے، اور نہ کوئی وجہ نزاع ہے، اس کے آگے جو کچھ اختلاف ہے، وہ کسی اصول یا عقیدہ کا اختلاف نہیں، اپنے اپنے ذوق طبعی کا اختلاف ہے بعض کی نظر زمین کے ان ٹکڑوں کی عظمت و تقدیس پر گئی جو سید الانبیاء صلعم کے رکوع و سجود کیلئے مخصوص تھے، اور اس لئے انھوں نے نیت زیارت میں مسجد نبوی کے احترام کو سب پر مقدم و بالا رکھا، اور بعض نے یہ خیال کیا، کہ وہ شہیدوں اور صدیقوں کا سردار جب اپنی حیات طیبہ کے ساتھ اس وقت بھی زندہ و قایم ہے، تو قدرۃً سب سے زیادہ شرف و احترام مٹی کی اس لحد کو حاصل ہے، جس کے اندر جسد اطہر آرام فرما ہے، اور اس لئے سفر کا اعلیٰ مقصود اُس تربت پاک ہی کی زیارت رہے تو بہتر ہے، اور فقہاء حنفیہ نے غایت انصاف و اصابت رائے کے ساتھ یہ فیصلہ فرما دیا ہے، کہ زیارت تربت مبارک کے ساتھ ہی ساتھ زیارت مسجد نبوی کی نیت کو بھی جمع کر لیا جائے،

مقام اور کسی مکان پر بھی حاضر ہونا کسی آئینِ "توحید" و "سنت" کے مطابق ہو سکتا ہے؟

حافظ ابن کثیر دمشقیؒ، تیرہوین اور چودھوین صدی کے "مبتدع" نہ تھے۔ ساتوین اور آٹھوین صدی کے محدث تھے۔ اپنی تفسیر مین اس تفسیر مین جو ایکبار ہندوستان کے مشہور "موحد"، نواب صدیق حسن خان مرحوم کی تفسیر کے ساتھ شائع ہوئی تھی، اور اب نجد و حجاز کے مشہور "موحد" سردار سلطان ابن سعود کے حکم سے شائع ہوئی ہے، عتبیؒ کی زبانی نقل فرماتے ہین کہ مین رسولؐ کی تربت مبارک کے قریب بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی آیا، اور عرض کی یا رسول اللہ صلعم! مین نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما" پس مین آپ کے پاس حاضر ہوا ہون، اپنے گناہون پر مغفرت طلب کرتا ہوا اور اپنے پروردگار کے حضور مین آپ سے شفاعت کی درخواست کرتا ہوا" اس کے بعد نعت مین دو شعر پڑھے۔ عتبیؒ کہتے ہین کہ اس کے بعد اعرابی تو وہان سے ہٹ گیا، اور مجھے نیند آگئی۔ خواب مین مجھے رسول اللہ صلعم کی زیارت ہوئی، اور آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اُس اعرابی سے جا کر مل، اور اسے بشارت پہونچا دے کہ اللہ نے اسکی مغفرت کر دی۔ (جلد ۲ ص ۵۰۶ مطبوعہ المنار مصر ۱۳۴۳ھ) اور اسی سے ملتی جلتی ایک دوسری روایت ابوحیان اندلسیؒ نے بھی اپنی تفسیر بحر المحیط مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حوالہ سے نقل کی ہے۔ (جلد ۳ ص ۴۵۳ مطبوعہ مصر ۱۳۲۹ھ) یہ روایات اپنے تمام جزئیات و تفصیلات مین صحیح ہون یا نہ ہون، لیکن اتنا تو بہر حال نکلتا ہے کہ یہ "خوش عقیدگی" کوئی آج کی بدعت نہین، بلکہ صدیون پیشتر کے "موحدین" بھی اس مرض مین مبتلا

فاجر بدعمل و نامہ سیاہ، اگر حکم جاؤک کی تعمیل کرنا چاہے، تو کیا اس کے لئے، اس سعادت و ہدایت کا دروازہ، خدانخواستہ، قیامت تک کے لئے بالکل بند ہو چکا ہے؟ اور اسکی قسمت مین بجز محرومی و مایوسی کے اور کچھ نہین؟

موسم گل جب چمن سے رخصت ہو چکتا ہے، اور کوئی بوئے گل کا متوالا آ نکلتا ہے تو عرق گلاب کے شیشون اور قرابون کو غنیمت سمجھتا ہے، پھر اگر آج کوئی بوئے حبیبؐ کا متوالا حکم جاؤک کی تعمیل مین، اپنے کو ہزارون میل کے فاصلہ سے دیارِ حبیبؐ تک پہونچاتا ہے اور اپنے مظالم نفس کی تلافی و معذرخواہی کے لئے اپنے ایمان اور اپنی بیعت کی تجدید کیلئے اپنی تباہ کاریون پر پشیمانی و اشک افشانی کے لئے، حبیبؐ تک نہ سہی، آستانِ حبیبؐ تک گرتا پڑتا جا پہونچتا ہے، تو کیا اُس پر "بدعت" و "شرک" کا فتویٰ لگایا جائیگا؟ جہان اللہ کے اس سب سے بڑے پرستار نے نمازون پر نمازین پڑھین، اور آخری نمازین پڑھین، جہان عبد و معبود کے راز و نیاز، حیات ناسوتی کی آخری سانس تک جاری رہے، جہان ہیبت و خشیت سے لرزتے ہوئے گھٹنے خدا معلوم کتنی بار رکوع مین جھکے، جہان ذوق و شوق سے دمکتی ہوئی پیشانی بارہا سجدہ مین گری، جہان امت کے گنہگارون اور سیہ کارون کے حق مین درد بھری دعاؤن کے لئے ہاتھ اٹھے اور لب ہلے، جہان ٹوٹی ہوئی آس والون کی بیشمار مرتبہ تشفی کرائی گئی، جہان آج وہ جسد اطہر آرام فرما ہے، جس کے طفیل مین عرش بھی وجود مین آیا، اور کرسی بھی، کوثر بھی اور سلسبیل بھی۔ ــــــ اس عظمت و جلالت والی اس برکت اور نورانیت والی زمین پر مقدس مکین کے مقدس مکان پر بھی جبینِ نیاز کو خم کرنا اگر "شرک" نہ "بدعت" ہے، تو خدا معلوم کسی

باب ۱۰

آستانۂ نبوت

ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما۔ یہ کسی فقیہ کا اجتہاد نہین جس پر ردوقدح کی گنجایش ہو، کسی بزرگ کا کشف نہین جسمین غلطی اور دھوکے کا احتمال ہو، کوئی روایت حدیث نہین جس کے اسناد مین گفتگو ہوسکے، خدائے پاک کے کلام کی ایک آیت ہے، ارشاد ہوتا ہے کہ "ان لوگون نے جس وقت اپنے اوپر ظلم کئے تھے اپنے پیغمبر اگر تمہارے پاس آگئے ہوتے، اور اللہ سے اپنے قصور کی معافی چاہتے، اور رسول بھی انکے حق مین معافی چاہتے، تو پاتے اللہ کو معاف کرنے والا مہربان" گویا گناہگارون اور تباہ کارون کو یہ حکم ملتا ہے کہ اپنے پروردگار سے معافی طلب کرین، لیکن تنہا اپنے گھرون پر بیٹھے ہوئے نہین، بلکہ رسول کی خدمت مین حاضر ہوکر، اور ان سے بھی اپنے حق مین دعا کرا کر، ظاہر ہے کہ حکم کا براہ راست تعلق کسی ایسے گروہ سے ہے، جو حضور انور کے زمانہ مین موجود تھا، خوش نصیب تھے وہ افراد جنھین اس حکم پر عمل کی توفیق نصیب ہوئی، جو رسول کی خدمت مین حاضر ہوئے، جنھون نے اللہ سے گڑگڑا گڑگڑا کر معافی مانگی، اور رسول نے جن کے حق مین سفارش فرمائی، لیکن آج اس چودھوین صدی مین امت کا کوئی فاسق

خوش ہورہا ہی؟ مغموم ہی؟ حیرت طاری ہی؟ ہیبت سے دھڑک رہا ہی؟ شوق سے اچھل رہا ہی؟ آخر کیا ہی؟ ــــــ کون تبلائے؟ اور تبلانے کے لئے الفاظ کہاں سے لائے؟ زبان، گوشت اور پوست کی بنی ہوئی زبان، زبان گفتگو کی ترجمانی کرسکتی ہی؛ لیکن دل کی ترجمانی کیلئے تو دل ہی کی زبان چاہئے کاغذ کے نقوش اور سیاہی کے حروف مین خدارا کیونکر منتقل کیا جائے، ع

کوئی بتلاؤ کہ ہم تبلائین کیا؟

سے ایک صاحب نے میرا نام لیکر پکارا حیرت ہوئی کہ یہاں یہ کون شناسا نکل آئے،
اتنے میں وہ صاحب اتر کر نیچے آئے تو معلوم ہوا کہ منشی امیر احمد صاحب علوی کاکوروی
(ڈپٹی مجسٹریٹ و ڈسٹرکٹ جج پنج ہماونی) ہیں جو کئی ماہ قبل سے یہاں مقیم ہیں اسوقت
انکا ملنا نعمت غیر مترقبہ تھا، خود مہمان تھے، مگر ہمارے میزبان بن گئے، منشی صاحب اردو
کے ایک ممتاز ادیب اور اہل قلم ہیں، اور متعدد ادبی کتابوں کے مصنف، لیکن بہت کم لوگوں
کو معلوم ہوگا کہ محض اہل قلم نہیں اہل دل بھی ہیں، تھوڑی دیر میں صوبہ بہار کے ایک
ہومیوپیتھک ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب سے بھی ملاقات ہوگئی، جو ریاست حیدرآباد کی
طرف سے دو سال سے خدمت حجاج کیلئے حجاز آرہے ہیں، انکی وسعت اخلاق نے ثابت
کردیا کہ مسافر نوازی میں صوبہ بہار کا قدم، صوبۂ اودھ سے کچھ پیچھے نہیں، اتنے میں دوا غنا
بھی آگئے، مولوی لطف اللہ صاحب مونگیری کا پانچ آدمیوں کا قافلہ اسی مکان
میں رہگیا، اور ہم سولہ آدمی رباط حسین بلی میں منتقل ہوگئے،

اس سارے اہتمام وانتظام میں ظہر کا وقت تو جا ہی چکا تھا عصر کا بھی اول
وقت چلا گیا، اور یہ دونوں نمازیں بجائے حرم شریف میں پڑھنے کے گھر ہی میں پڑھیں
اب ڈر ہوا کہ کہیں خدانخواستہ مغرب کا وقت بھی نہ چلا جائے، جلدی جلدی حجامت
بنوائی، غسل کیا، کپڑے بدلے، اور حرم شریف کی حاضری کی فکر ہوئی، جسم ان تیاریوں
میں مصروف، لیکن دل کس حالت میں؟ آداب زیارت کے جتنے رسالے نظر سے
گذرے، یہ سب میں لکھا ہوا ملا کہ غسل کرے، خوشبو لگالے، کپڑے نئے پہنے، لیکن یہ کوئی
نہیں بتاتا، کہ دل کو کیونکر قابو میں کیا جائے؟ اس وقت اپنے دل کا کیا حال ہورہا ہے

کہتے ہین، اور شاید ان کے علاوہ بھی کوئی عمارت ہو حسین بی کا مکان گو مختصر ہو
لیکن اچھی حالت مین ہے حسین بی کی رباط گو بہت وسیع اور خوبصورتی عمارت ہو،
لیکن بہت بوسیدہ اور مرمت طلب حالت مین ہو، ان حیدرآبادی عمارتون کے
مہتمم شیخ جعفر داغستانی ایک معقول وخوش اخلاق شخص ہین، جو مزدوری بھی کرتے
ہین، ہم سب لوگون کے ٹھہرنے کا انتظام، ریاست حیدرآباد کی طرف سے انھین
سرکاری عمارتون مین ہوگیا تھا، اوران داغستانی صاحب کے نام متعارف نامہ بھی
اختر یار جنگ بہادر معتمد امور مذہبی مملکت آصفیہ نے دیدیا تھا،

بزرگون نے فضل اور ثواب اسکو بتایا ہے، کہ مدینہ طیبہ پہونچتے ہی سب سے پہلے ہی
روضۂ اقدس پر حاضری دیجائے لیکن ایسے نصیب صرف خوش نصیبون ہی کے ہوسکتے
ہین، یہان اکیس ۲۱ آدمیون کا قافلہ ہمراہ تھا، جس مین اچھی خاصی تعداد بوڑھے مردون
اور بوڑھی عورتون کی تھی، سب سے پہلی فکر قدرۃً ان کے ٹھہرانے اور سامان کے
ٹھکانے لگانے کی ہوئی، موٹر سے اتر کر سامنے والی مسجد مین چار چار رکعتین نفل
کی پڑھین اور سامان اعرابیون پر لادکر ہم لوگ پاپیادہ روانہ ہوئے، مقام کی اجنبیت
زبان کی اجنبیت، راستہ کی ناواقفیت بہرحال کچھ دیکے بعد پتہ لگاتے لگاتے مکان حسین بی تک
پہونچے، داغستانی صاحب معلوم ہوا کہ نماز ظہر پڑھنے حرم گئے ہوئے ہین، اور ابھی واپس
نہین ہوئے ہین، وہ خدا معلوم کتنی دیر مین واپس ہون؟ عورتون کو اتنی دیر کہان
ٹھا یا جائے؟ خود اتنی دیر تک، عرب کی اس تیز وشدید دھوپ مین ٹھیک دوپہر
کے وقت کہان بیٹھکر انتظار کیا جائے؟ یہی سوالات پیش نظر تھے کہ مکان کے کونے

ضعیفون عورتون، بچون، اور ناتوانون کے لئے، حیدر آبادی جھٹکے کی قسم کی سواریان بھی ملجاتی ہین جنھین یہان کی زبان مین اعرابیان کہتے ہین، مزدور ہون یا سواریان، سب کی اجرتین پہلے سے چکا کرطے کرلینا ضروری ہی، ورنہ بعد کو خواہ مخواہ بدمزگی واقع ہوتی ہے، اور جو مقام شکستگی و افتقار کا ہے، وہان خواہ مخواہ زبان بدزبانی پر کھلتی ہی،

مکہ کے معلّمون کی طرح، مدینہ مین بھی ایک پیشہ ور جماعت موجود ہے، جسکا کام زائرون کے قیام کا بندوبست کرنا، اور انھین آداب زیارت تلقین کرنا ہی، یہ لوگ مزوّر کہلاتے ہین، ہندوستان کا ایک ایک شہر ہر ہر مزوّر کے حصہ مین تقسیم ہی، اسی لئے شہر مین داخل ہونے سے پہلے ہی یہ سوال کرلیا جاتا ہی، کہ "کس شہر سے آتے ہو" خود مزوّرین تو بہت کم آتے ہین، البتہ اُن کے کارندے اور ملازمین لازمی طور پر ہر قافلہ کو ملتے ہین، اور جو قافلہ جس شہر کا ہوتا ہی، اس کے قیام کا ذمہ دار اُس شہر کا مزوّر ہوجاتا ہی، زائرون اور مسافرون کے لئے عام طریقہ یہی ہی، ان کے علاوہ، ہندوستان کے بعض صاحب خیر رئیسون کی طرف سے رباطین بھی قایم ہین مثلاً رباط ٹونک، رباط بھوپال، رباط حیدر آباد، رباط ٹونک تک پہونچنا نہین ہوا لیکن اسکی تعریف سننے مین آئی، رباط بھوپال، حرم سے نصف فرلانگ کے فاصلہ پر ہے، اور عمارت گو بہت زیادہ وسیع نہین، تاہم اچھی حالت مین ہی، اور تھوڑے سے آدمی اسمین پوری آسایش کے ساتھ رہ سکتے ہین، حیدر آباد کی طرف سے کم سے کم دو عمارتین ہین، ایک رباط حسین بی کہلاتی ہی، اور دوسری کو مکان حسین بی

شوفرون سے سوال وجواب کررہے ہین، اور کہین مزدورون کی جماعت اہل قافلہ پر سوالون کی بھرمار کررہی ہی!

"کس شہر سے آرہے ہو؟ کتنے آدمی ہو؟ کس رباط مین ٹھہروگے؟" اس قسم کے سوالات کے مسلسل جوابات دیتے ہوئے، ٹھیک دوپہر کے وقت کہ ہندوستان کے حساب سے بارہ بجے تھے، اور عربی گھڑیون مین چھ بجے کا وقت تھا، فصیل شہر کے اندر داخل ہوئے، اور موٹر ریلوے اسٹیشن کے سامنے والے میدان مین اپنے اڈے پر پہونچکر رُک گئے، یہ اسٹیشن وہی ہے، جو مشہور حجاز ریلوے کے سلسلہ مین ترکون کے زمانہ مین تعمیر ہوا تھا، عمارت نہایت وسیع اور عالیشان ہے، شام سے اس زمانہ مین ریلون کی آمد ورفت شروع بھی ہوگئی تھی، ریل کی پٹریان اب تک بچھی ہوئی ہین، اور انجن اور گاڑیان ابتک کھڑی ہوئی ہین، یہ ریل اس پیمانہ کی تھی، جسے ہندوستان مین "چھوٹی لین" کہتے ہین، بسم اللہ ماشاء اللہ ولا قوۃ الا باللہ رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا اللھم ھذا حرم رسولک فاجعلہ لی وقایۃ من النار وامانا من العذاب سوء الحساب اللھم افتح لی ابواب رحمتک وارزقنی من زیارۃ رسولک صلی اللہ علیہ وسلم مارزقت اولیائک واہل طاعتک واخلصنی من النار واغفرلی وارحمنی یاخیر مسئول! اسٹیشن مسجد نبوی سے کوئی میل بھر کے فاصلہ پر ہوگا، یہین ترکون کی بنائی ہوئی ایک مسجد بھی ہے، جسکی سمت قبلہ کہا جاتا ہی، کہ بہت غلط واقع ہوئی ہی، اور اس لئے جماعت مین صفین ترچھی کھڑی ہوتی ہین، سامان اٹھانے کے لئے مزدور بکثرت مل جاتے ہین،

حذیفہؓ اور ابوہریرہؓ کا ایک عارضی اور وقتی ناپاکی کی بنا پر یہ حال ہو، یہ احساس ہو، تو اے دین متین کے حاملو، اور اے شریعت اسلامیہ کے مفتیو! اُس کے متعلق کیا فتویٰ دوگے جس کی گندگی عارضی نہین دائمی ہو، وقتی نہین مستقل ہو، جسم کے اوپر نہین، روح کے اندر رہے، ظاہر مین نہین، باطن مین ہو، پانی کے چند لوٹون سے دھل جانیوالی نہین دریاؤن اور سمندرون مین غوطہ کھاکر بھی جون کی تون رہجانیوالی ہو!

ادب کا تقاضا، کہ شہر کچھ دور باقی رہے، کہ سواری سے اتر کر پیدل چلئے، شوق دل کا فتویٰ، کہ ضروریات سے فارغ ہوکر، نہا دھوکر، سفر کے گردآلود کپڑون کی جگہ نئے کپڑے بدل کر شہر کے اندر قدم رکھئے، لیکن سواری اپنے اختیار کی نہین، موٹر کے شوفرون کی ہر طرح خاطر مدارات کی، کہ کسی طرح مان جائین، لیکن جواب یہی ملتا رہا کہ حکومت کے قانون اور سرکار کے ضابطہ سے مجبوری ہو، جو جگہ موٹرون کے ٹھہرنے اور مسافرون کے اترنے کی مقرر ہو، ٹھیک وہین پہونچکر موٹر رکے گا، نہ اُس سے چار گز ادھر، نہ چار گز اُدھر! لیجئے، بات کہتے کہتے گیارہ بج گئے، اور سوادِ شہر نظر آنے لگا، شوفر نے پکار کر کہا "مدینہ! مدینہ!" اور سرسبز درخت اور شہر کی عمارتین دھندھلی دھندلی دکھائی دینے لگین

خاکِ یثرب از دو عالم خوشتر است ۔۔۔ اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

در دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰؐ ست ۔۔۔ آبروے مازِ نامِ مصطفیٰؐ ست

اللّٰھم ھٰذا حرم نبیّک فاجعلہ لی وقایۃ من النار و امانا من العذاب وسوء الحساب، اب موٹر قدم قدم پر رکنے شروع ہوئے، کہین سرکاری کارندے اور پیادے

جگر و سینہ پر کیا گذر گئی ہو گی!

عزیزو اور بزرگو! یہ شاعری نہیں، وہم و تخیل کی کرشمہ سازی نہیں، ابوداؤد اور صحیح مسلم میں حضرت حذیفہؓ کی زبانی بیان ہے کہ میں راستہ میں جا رہا تھا، اور مجھے غسل کی حاجت تھی، کہ سامنے سے رسول اللہ صلعم تشریف لاتے ہوئے ملے، اور میری طرف بڑھے (فاھوی الیہ) لیکن میں الگ ہٹ گیا، (فحاد عنہ) اور اس کے بعد غسل سے فراغت کر کے جب خدمت والا میں حاضر ہوا ہوں، تو میں نے عرض کیا، کہ اُس وقت میں پاک حالت میں نہ تھا، اور اسی طرح اس نامور آقا کے ایک دوسرے نامور خادم ابوہریرہؓ اپنی آپ بیتی بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک روز رسول اللہ صلعم راستہ میں مل گئے، اور مجھے اس وقت غسل کی حاجت تھی، میں الگ ہٹ گیا، اور غسل کرنے کے بعد مجلس مبارک میں حاضر ہوا! اللہ اللہ! یہ احتیاط کون لوگ کر رہے ہیں؟ حذیفہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما جو پاکوں کے سردار کے فیض صحبت سے خود پاک و پاکیزہ بن چکے ہیں! اور جو خود اس درجہ پر پہونچ چکے ہیں، کہ انکا سایہ ناپاکوں کو پاک بنا دینے کے لئے کافی ہے! رسول خدا صلعم از خود ان کی جانب التفات فرماتے ہیں، اور بڑھکر ملنا چاہتے ہیں، لیکن اُدھر یہ حالت ہے کہ بجائے سر کے بل دوڑنے کے الٹے پاؤں واپسی اور علیحدگی اور کنارہ کشی ہوتی ہے، اور رسول کریمؐ کی عارضی آزردگی کا خطرہ قبول کر لیا جاتا ہے لیکن یہ گوارا نہیں ہوتا، کہ اپنی عارضی ناپاکی کو اس سراپائے نور کے مقابل لایا جائے، جو ہمہ لطافت اور ہمہ نظافت ہے! جب

جگہ مضطر و بیقرار، کسی کی آنکھیں اشکبار، اور کسی کا دماغ نشۂ لذت و فرحت سے سرشار! اپنی اپنی نسبتیں اور اپنا اپنا اعتبار!

سارا قافلہ ذوق و شوق کی تصویر، اور تو اور بخدی شوفر تک چند لمحوں کے لئے بجائے "بخدی" کے "وجدی" بنا ہوا، مولانا مناظرؔ فرطِ گریہ سے بیتاب ضبط و احتیاط کے باوجود بھی چیخ نکل جانے پر مجبور، ایک سرگشتہ و دیوانہ عقل سے دور، علم سے بیگانہ، نہ گریاں نہ شاداں، نہ اپنی حضوری کی خوش بختی پر خوش، اور نہ اپنی تباہ کاریوں کی یاد پر مغموم، محض اس الجھن میں گرفتار، کہ یا الٰہی یہ بیداری ہے یا خواب! کہاں یہ ارض پاک، اور کہاں یہ بے مایہ مشتِ خاک! کہاں مدینہ کی سرزمین، اور کہاں اس ننگِ خلایق کی جبین! کہاں سید الانبیاءؐ کا آستانہ، اور کہاں اس روسیاہ کا سر و شانہ! کہاں وہ پاک سرزمین کہ اگر اس پر قدسیوں کو بھی چلنا نصیب ہو، تو ان کے فخر و شرف کا نصیبا جاگ جائے، اور کہاں ایک آوارہ و ناکارہ بے تکلف اُسے پامال کرنے کی جرأت کر بیٹھے! عراقی نے کہا تھا، کہ ناپاک کے سجدہ کرنے سے زمین فرطِ اذیت سے چیخ اُٹھتی ہے، ؎

بہ زمین چو سجدہ کردم ز زمین ندا برآمد

تو مرا خراب کردی بہ این سجدۂ ریائی

لیکن جب ریاکار کے سجدے سے، ہر معمولی اور عام خطۂ زمین یہ ایذا محسوس کرتا ہے، تو پھر ایک ریاکار کے بارِ قدم سے اس عظمت و تقدس والی سرزمین کے

غیر حبد آن نگار بقبلم، گرد و صد زنجیر آری بگسلم،
وقت آن آمد کہ من عریان شوم جسم بگذارم سراسر جان شوم

شب، منزل بیر حسان مین گذاری تھی، صبح سویرے روانہ ہوئے، اور سات بجے مسجد مین دم لیا، سرزمین طیبہ کے انوار و آثار صبح ہی سے شروع ہوگئے روحانی انوار تو خیر جس کسی کو نظر آتے ہونگے اُس کے لئے ہین، باقی مادی فضا کی خوش آیند تبدیلیان تو ہم بے بصرون کو بھی محسوس ہو رہی تھین، خوش عقیدگی کا سوال نہین، محض ثباتِ حواس و ادراک کی ضرورت ہی، ۹ بجے، کھڑے کھڑے چند منٹ کے لئے ایک اور منزل پر رُکے، اس کا نام اس وقت یاد نہین آتا، یہ آخری منزل ہے، اس کے بعد کوئی اور منزل نہین، صرف منزلِ مقصود ہی، اب گویا نواحِ مدینہ شروع ہوا، کھجور نہایت شاداب و شیرین سامنے رکھے ہوئے ہوا لطیف و خوشگوار، فضا خوش منظر، سبزی جو راستہ بھر کہین نہین نظر آتی تھی اب ہر طرف دکھائی دے رہی ہی، ریت کے میدان اور ریگستان کے بجائے اب ہر طرف پہاڑیون کا سلسلہ، سڑک اتنی ہموار و نفیس، کہ معلوم ہوتا ہی عرب مین نہین، ہندوستان مین سفر کر رہے ہین، دس بجے سوا دس بجے، ساڑھے دس بجے، اُدھر وقت کی گھڑیان گذر رہی ہین، اور ادھر دلون کا شوق و اشتیاق ہے کہ ہر ہر منٹ، ہر ہر سکنڈ بڑھتا جا رہا ہی، کسی کے ہاتھ مین مناسک و آدابِ زیارت کے رسالے ہین، وہ اُنھین دیکھ دیکھ کر دعائین یاد کر رہا ہی، اور کوئی خالی درود شریف کا ورد کئے جا رہا ہی، ہر قلب اپنے اپنے حال مین گرفتار، ہر دل اپنی اپنی

باب ۹

مدینہ

بوے یار مہربانم می رسد　　بوے جانان سوے جانم میرسد
بازآمد آب ما در جوے ما　　بازآمد شاہ ما در کوے ما

۱۱ اپریل ۱۹۲۹ء پنجشنبہ، یکم ذیقعدہ ۱۳۴۷ھ، آج کی صبح کتنی مبارک صبح ہے، آج کے دن زندگی کا سب سے بڑا ارمان پورا ہونے کو ہی! آج ذرہ آفتاب بن رہا ہے، آج بھاگا ہوا غلام اپنے آقا و مولا کے دربار مین حاضر ہو رہا ہی، آج گنہگار امتی کو شفیع اور شفیق رسول صلعم کے آستانہ پر سلام کی عزت حاصل ہو رہی ہے! ہندوستان کی عورتین ذیقعدہ کو "خالی" کا مہینہ کہتی ہین، پر جس کے نصیب مین اسی "خالی" مہینہ مین اس دولت سے مالامال ہونا مقدر ہو چکا ہو، وہ اس مہینہ کو کیا کہکر پکارے؟ "جمعرات" کو، شاید قافیہ کی رعایت سے "پیرون کی کرامات" کہتے ہین، ہر جمعرات ایسی ہوتی ہو گی، لیکن جس جمعرات کو کسی کی قسمت مین یہ کرامت لکھی ہو، اُس کا تو جی مین آتا ہی، کہ پیرون اور بزرگون کی نہین تباہ کارون اور سیاہ کارون کی کرامات، نام رکھئے!

عاذلا چند این صداع و ماجرا　　پندکم دہ بعد ازین دیوانہ را

ہیں، اور گجراتی بھی، حجازی بھی ہیں، اور نجدی بھی، مصری بھی ہیں اور سوڈانی بھی، جاوی بھی ہیں اور چینی بھی، برہی بھی ہیں اور بخاری بھی، افغانی بھی ہیں اور مراقشی بھی، یہ سب کے سب وطن اور عزیزانِ وطن کو چھوڑے ہوئے، تپتی ہوئی ریگ میں جلبلاتی ہوئی دھوپ میں، کشمیر اور شملہ کو چھوڑ کر، سبزہ زاروں اور آبشاروں کو بھلا کر، بھوک اور پیاس کی مشقتیں جھیلتے اور گرد وغبار میں غسل کرتے ہوئے کہاں کو چل رہے ہیں، ؟ رامپور کے حاتم وقت رئیس، کلب علیخان کو کس راستہ کی خاک پھانکنے پر فخر تھا، ؟ بھوپال کی اہلِ دل فرمانروا سلطان جہاں بیگم کو کس کے آستانہ کی گدائی پر ناز رہا، ؟ مملکت آصفیہ کے تاجدار، میر عثمان علیخان نامدار کے دل کو کس کے کوچہ کی آرزوے جاروب کشی تڑپائے ہوئے ہے، ؟ محمدؐ کے نام سے، ابوجہل، اور اور ابولہب کی طرح جلنے والے محمدؐ کی عظمت کو "علمی" توجیہات وتاویلات کر کر کے دلوں سے گھٹانے والے محمدؐ کی سیرت پاک کو اپنی ناپاکیوں اور گندگیوں پر قیاس کر کے مسخ کر کر کے پیش کرنے والے، آج کاش اپنے اپنے مٹی کے گھروندوں سے باہر نکلکر دیکھیں، کہ اس دورِ یاجوجیت، اس غلبۂ دجالیت کے باوجود دنیا کی کسی یونیورسٹی اور کسی کالج میں، کسی جامعہ اور کسی اکاڈمی میں، کسی کتبخانہ اور کسی تجربہ گاہ میں کسی ماہرِ فن" کے لکچر روم میں، کسی پروفیسر" کے حلقۂ درس میں وہ کشش اور دلکشی، وہ قوتِ جذب ہے، جو اس مقام میں ہے جہاں اس امی کا جسدِ ظاہری آرام فرما ہے جو اپنے رب کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا (احمدؐ) تھا، اور جسے اس کے ربنے "تعریف کیا گیا" (محمدؐ) کہکر پکارا؟

اعتراض پر کھلی! ——— اے ریاکار، آج تیری اصلیت ظاہر ہو رہی ہی! اے منافق! اس وقت تیری کھال اتر رہی ہے! جب قوالی کی محفلون مین، شاعری کی دنیا مین، دشتِ یثرب مین ناقہ کے پیچھے دوڑتے رہنے کا، یا تلوؤن مین خاک صحرائے مدینہ کے چبھنے کا ذکر آتا تھا، تو تو خوب گردن ہلاتا تھا، اور بڑی مستی کا اظہار کیا کرتا تھا، اور ہمہ تن اشتیاق و تمنا بن بن جاتا تھا، پھر آج تو یہ منظر سامنے ہی، تصور و خیال مین نہین، مادی آنکھون کے روبرو ہے، اس خاک کا سرمہ آنکھون مین کیون نہین لگاتا؟ یہان کے کانٹون کو اپنے پیرون مین کیون نہین چبھنے دیتا؟ اس دشت مین جیب و گریبان کی دھجیان اڑاتے ہوئے کیون نہین دوڑ لگاتا؟ محبت رسول صلعم کے زبانی دعوے بڑے بڑے تھے، دوستون اور معتقدون کے مجمع مین، عشق سرکارِ مدینہ کی خوب خوب لاف زنی ہوتی تھی، آج سارے دعوون کی حقیقت کھل گئی! مرکزِ نور سے جون جون قرب حاصل ہوتا جاتا ہی، ہر شے کی اصلیت سے نقاب اٹھتا جا رہا ہی، اے نفس خبیث کے غلام، کیا تو یہ سمجھے ہوئے تھا، کہ تیری ریاکاری و نفاق پروری پر پردہ یون ہی پڑا رہنے دیا جائیگا،

ہماری طرح خدا معلوم کتنی اور موٹرین اور موٹر لاریان سواریون سے کھچا کھچ بھری ہوئی اس راستہ پر چل رہی ہین، ہزارہا انسان اونٹون کے قافلون مین چلتے ہوے مل رہے ہین، سیکڑون آدمی پیدل سفر کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہین، ان مین عورتین بھی ہین، اور مرد بھی، بوڑھے بھی ہین اور بچے بھی، غریب بھی ہین اور امیر بھی، بنگالی بھی ہین، اور پنجابی بھی، دکھنی بھی،

موٹرین روانہ ہوئین اور شب کی تاریکیون مین سفر شروع ہوا، کس کا سفر آبہان
کا شروع ہوا؟ ـــــــ کون بتائے؟ کسکی زبان جواب دے؟ حاضری کی اجازت
اُسے مرحمت ہو رہی ہی، جس کے نامۂ اعمال کی سیاہیان، شبِ تار کی تاریکیون سے
بھی سیاہ تر ہین! حضوری اُس کے آستانہ پر ہو رہی ہی، جو خود طارقِ بکر رات کی
تاریکیون کو منور کرنے آیا، جس کا ظہور اُس گھڑی ہوا جب دنیا پر تاریکیون اور
سیاہیون کے ایک سے ایک گہرے پردہ پڑے ہوئے تھے، اور جو اپنے ہمراہ نور اور
اجالا لیکر آیا۔ ـــــــ این! یہ دل کیون دھڑکتا جاتا ہی؟ یہ آنکھین کیون پرنم
ہو رہی ہین،؟ یہ زبان کیون خشک ہوئی چلی جاتی ہی؟ سامنا اُس کا تو نہین جو انصاف
کی میزان ہاتھو مین لئے بیٹھا ہے، جو دودھ کا دودھ، پانی کا پانی الگ کرنیوالا ہی،
حاضری تو اُس کے دربار کی ہے، جو ہمہ رحمت و ہمہ مرحمت ہے، جو بدکارون کی
پردہ پوشی کرنے والا ہے، جس کا نام شفیع المذنبین ہی یعنی نیکون اور پاکون کا نہین
گنا ہگارون کا نجات دلانے والا، تباہ کارون کا سہارا! یہ سب کچھ سہی، یہ سب صحیح
پر دل اب بھی اپنے قابو مین نہین نفس کی شرارتین، اندر کی خباثتین، قلب کی
فسادتین، ایک ایک کرکے بے پردہ و بے نقاب سامنے آرہی ہین! اور ریا اور
نفاق کا جامہ ہر ہر لمحہ چاک ہو رہا ہی، جدہ سے نکلتے ہی ریت شروع ہو جاتی ہی
راستہ کا بیشتر حصہ بالکل ریتلا ہے، اور جب مدینہ طیبہ کی مسافت بقدر ایک ثلث
کے رہجاتی ہے، تو پہاڑیون کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہی، اور زمین بالکل پتھریلی ملنے
لگتی ہی، ان ناہمواریون کا قدرتی نتیجہ یہ ہے، کہ لاریان گویا اچھلتی ہوئی چلتی ہین،
اور دھکے اور دھچکے قدم قدم پر لگتے رہتے ہین، ادھر دھچکا لگا، اور اُدھر زبان

پیٹ کی آگ ہر جگہ بجھائی جاسکتی ہی، لیکن اگر زبان کا ذائقہ بھی مطلوب ہی، تو ان منزلون کے کھانے کے بھروسے پر ہرگز نہ رہنا چاہئے، بلکہ اپنے مذاق و پسند کے مطابق کچھ ناشتہ ضرور ساتھ رکھنا چاہیے، بعض منزلون مین تربوزہ اور بعض مین کھجور بھی ملجاتے ہین، بڑی بڑی منزلون مین رات کو سونے یا دن کو لیٹنے بیٹھنے کے لئے بان کے اونچے اونچے تکیہ دار کھاٹ مناسب کرایہ پر مل جاتے ہین، گوشت کی بنی ہوئی چیزین تو گرم موسم مین زیادہ ٹھہر نہین سکتین، البتہ ستو، بسکٹ، مکھن، وغیرہ اگر اس سفر مین ساتھ رہین، تو کھانے کا مسئلہ بآسانی حل ہوتا رہتا ہی، سڑکین اچھی بری کیا معنی، کہنا چاہئے کہ سرے سے ہین ہی نہین، چلتے چلتے جو راستے بن گئے ہین، انھین کا نام سڑک رکھ لیا گیا ہی، حیرت ہے کہ سعودی حکومت جو موٹرون کی سرپرستی مین اتنی عالی ہمتی دکھا رہی ہی (شاید اس لئے کہ موٹر کمپنیون سے خوب بھاری بھاری ٹیکس وصول ہوتے رہتے ہین) سڑکون کی تعمیر کی طرف سے اس درجہ غافل و بے پروا ہے (شاید اس لئے کہ سڑک کوئی آمدنی کی مد نہین محض خرچ ہی خرچ کا کام ہی) حالانکہ بہتر سے بہتر سواری بھی بغیر اچھی سڑک کے بیکار ہی، راستہ کی اسی ابتری کا نتیجہ ہے، کہ سواری کی دو دو لاریون کے ساتھ، حوادث ناگہانی کے خطرہ سے، ایک ایک خالی لاری بھی رکھی جاتی ہی، اور یہ خطرہ محض موہوم نہین، اکثر ایسے واقعات ہوتے رہتے ہین، خود ہمارے ساتھ جو لاری زنانہ قافلے کی تھی، دوپہر کے وقت ایک جگہ ریت مین دھنس گئی، اور کسی طرح نہ ہمس سکی، مجبوراً سواریون کو اسی خالی لاری مین منتقل کرنا پڑا،

پندرہ کی تھی، لیکن مختلف موٹر کمپنیون مین مقابلہ جاری تھا اس لئے ارزانی ہو کر فی کس وہ گنی (تقریباً ۱۳ روپیہ انگریزی) کی شرح آمد و رفت رہ گئی تھی، مولوی شاہ لطف اللہ صاحب مونگیری کی پانچ آدمیون کی پارٹی بھی ہمارے ہی ہمراہ چلنے پر آمادہ ہوئی اس طرح کل ۲۱ آدمی ہوئے، دو موٹر لاریان، تیرہ تیرہ نشستون کی کی گئین، اور الفضل صاحب کی عنایت سے ہمارے لئے مخصوص ہو گئین یعنی ۲۱ آدمیون کے ٹکٹ سے ۲۶ آدمیون کی جگہ مل گئی،

روانگی شام کو قرار پائی تھی عین مغرب کے وقت دونون لاریان دروازہ پر آکر لگ گئین، سب کے سوار ہونے، سامان لادنے، پوری پیشگی اجرت دیکر اُس کی رسید حاصل کرنے اور حکومت و بلدیہ کے دوسرے مراحل طے کرنے مین عشا کا وقت آگیا، اور عین اُس وقت جبکہ مسجدون مین عشا کی اذانین ہو رہی تھین ہمارا قافلہ شہر کے پھاٹک سے روانہ ہوا، جدہ سے مدینہ تک موٹر راستہ مین آرام لیتا ہوا اور سستاتا ہوا ڈیڑھ دو دن مین پہونچاتا ہے، اونٹون سے یہ فاصلہ دس دن مین طے ہوتا ہے، جا بجا منزلین بنی ہوئی ہین، موٹر جہان عموماً ٹھہرتے ہین، اُن مین سے مشہور منزلین، طوآل، قدیمہ، رآبغ، مستورہ، بیر درویش، بیر حسان، مسیجد ہین، ہر منزل پر پانی، چائے، قہوہ، کی دوکانین ہین، اکثر منزلون پر روٹی اور پکا ہوا گوشت یا ابلی ہوئی مچھلیان مل جاتی ہین، مگر گوشت بدوی مذاق کا ہوتا ہے، ہندوستانیون کے ذائقہ کا نہین ہوتا، گو بھوک کے وقت ہر شے اچھی معلوم ہوتی ہے، بعض منزلون، مثلاً رابغ کا پانی بہت نفیس ہے، اور بعض مثلاً بیر حسان کا اس کے بالکل برعکس،

ہوئے صرف دو ہی صاحبوں کو پایا، ایک شیخ نصیف کو، دوسرے حاجی عبداللہ زینل کو، ورنہ اور تو ہر شخص کی زبان سے وہ زبان سنی، جسے خدا معلوم عربی کہا ہی کیوں جاتا ہی! شام کے وقت منشی صاحب اپنے موٹر پر سمندر کے کنارے ہوا خوری کے لئے لے گئے، اور وہین نماز مغرب پڑھی، عشا کی نماز پڑوس کی مسجد مین آکر پڑھی،

۹، اپریل سہ شنبہ، وکیل صاحب نے آج موٹر دلا دینے کا وعدہ کر لیا تھا، لیکن یہ وعدہ اطمینان و اعتبار کے لئے کافی نہ تھا، اگر آج شام کو وہ انکار کر دیتے، تو انکا تو کوئی نقصان نہ ہوتا، لیکن ہم لوگون کا ایک دن خواہ مخواہ ضایع ہو جاتا، اور صرف یہ کہ مدینہ طیبہ کی حاضری مین ایک دن کی تاخیر ہو جاتی، بلکہ وہان کی مدت قیام مین بھی ایک دن گھٹ جاتا، وکیل صاحب کے لئے ہماری التجائین اور درخواستین قطعاً غیر موثر تھین، آج صبح ہین مولانا مناظر احسن کے ہمراہ شیخ عبدالرحمٰن محمد الفضل سے ملا، جو بمبئی کے عبداللہ الفضل کے حقیقی بھائی ہین، اور جدہ کے مشاہیر اور سلطان کے حاشیہ نشینون مین ہین، یہ بہت خوب شخص نکلے، خلافت کمیٹی، علی برادران، خدام الحرمین، اور ہندوستان کے اور بہت سے مسائل پر آزادی و بے تکلفی سے باتین کرتے رہے، شرکۃ حرمین کے نام سے ایک موٹر کمپنی بھی قائم کی ہے، سفر مدینہ کی عجلت ہم لوگون مین دیکھ کر انھون نے پورا اطمینان دلایا کہ وکیل پر تاکید کر کے آج ہی لاری کا انتظام کر دیا جائیگا، اور شام تک قافلہ روانہ ہو جائیگا، اس کے بعد وکیل صاحب کو بھی کوئی راہ گریز باقی نہ رہی، اور آج شام کو روانگی طے پا گئی، موٹر کی سرکاری شرح آمد و رفت فی کس

ٹال دیا جائے یہی صورت ہمارے ساتھ بھی پیش آنی شروع ہوئی،

جدہ مین منشی احسان اللہ صاحب (نائب قنصل برائے حجاج ہند) کی ذات
ہندوستانی حاجیون کے حق مین بڑی کارآمد ہی، جہاز پران سے تعارف ہوچکا
تھا، سہپر کو ان سے ان کے گھر پر ملاقات ہوئی، اخلاق و محبت سے پیش آئے ہمارے
وکیل صاحب کو مہمانون کی کثرت و ہجوم کی بنا پر ہم لوگون کی جانب توجہ کرنے کی
فرصت کم ملتی تھی، اور سواری کے جلد ہم پہونچنے کی طرف سے تو انھون نے بالکل
قطعًا مایوس کردیا تھا، منشی صاحب سے جب ملاقات ہوئی اور ان چیزون کا تذکرہ
آیا، تو انھون نے ٹیلیفون دیکر وکیل صاحب کو فورًا طلب کیا، وکیل صاحب کا
اخلاق اسی لمحہ سے بدل گیا، اب ہم لوگون پر توجہ کرنے کی فرصت بھی انھین رہتی
تھی، اور سواری کے لئے بھی وعدہ ہوگیا کہ کل ملجائیگی، جدہ مین حکومت حجاز
کی طرف سے جو حاکم اعلیٰ رہتے ہین، انکا اسم شریف حاجی عبد اللہ رضا زینل ہے
جدہ مین ٹرنر ماریسن کمپنی کے ایجنٹ بھی یہی ہین، بڑے متمول تاجرون مین انکا
شمار ہے، بمبئی مین ان کے بھتیجے محمد علی زینل موتیون کی تجارت لاکھون روپیہ کی کرتے
ہین، انھون نے ازراہ عنایت اپنے چچا صاحب کے نام ایک تعارف نامہ دیدیا
تھا، سہپر کو منشی صاحب اپنے ہمراہ ان کے ہان لے گئے، حج کمیٹی کا اجلاس ہورہا
تھا، اور وکیل صاحبون کو بدعنوانیون پر سزائین مل رہی تھین، زینل صاحب
کو دیکھا، سن سفید داڑھی، چہرہ شرافت و نورانیت کی ایک تصویر، بڑی خاطر سے
پیش آئے، پوچھا کہ کسی قسم کی تکلیف تو نہین؟ جدہ بھر مین صحیح و پاکیزہ عربی بولتے

وفدِ خلافت، جو سلطانی مہمان تھا، وہ بھی جدہ مین شیخ موصوف ہی کے ہان ٹھہرایا گیا تھا
بسیونی کے ہان، بند کمرون مین شب بسر کرنے مین دقت تھی، شب مین مین نے
اور مولٰنا مناظر صاحب نے شیخ موصوف سے اُن کے کھلے ہوئے ہوادار چبوترہ پر لیٹ
رہنے کی اجازت مانگی، شیخ نے اپنے لطف و کرم سے بمسرت تمام اجازت دیدی،
اور ہم دونون کی رات بڑے آرام سے اور شیخ کی شکر گذاری کیساتھ بسر ہوئی۔

جدہ اترتے ہی سفر مدینہ کے لئے روپیہ کی ضرورت پڑی، عمر بھائی چاند بھائی
نے جدہ مین ہنڈیان ایک ہی نام کے دو ساہو کارون، شیخ جمال الدین اور
سیٹھ جمال الدین ٹپنی کے نام کی دی تھین، دونون سے ملاقات ہوئی، اول الذکر
نے بڑی مستعدی، اور مستعدی سے بھی بڑھکر ہمدردی و دلسوزی کے ساتھ سارا کام
کر دیا، یہی نہین کہ رقم فوراً ادا کر دی، بلکہ یہ صحیح و ضروری مشورہ دیکر کہ اندرون
حجاز، انگریزی نوٹ اور روپیہ سے کہین بڑھ کر انگریزی گنیان کام دیتی ہین،
رقم کو نوٹ سے گنیون مین تبدیل کر دیا، روپیہ ہاتھ مین آتے ہی چلنے کی فکر
ہوئی، جدہ اور مدینہ منورہ کے درمیان اونٹ کے قافلے بھی چلتے ہین، اور اب
موٹر بھی کثرت سے چلنے لگے ہین، ہم لوگون نے موٹر ہی پر چلنا طے کیا، حجاز مین
قدم رکھتے ہی مسافر بالکل معلم یا اُن کے وکیل کے ہاتھ مین آجاتا ہی، اور بغیر انکی
وساطت کے کسی سواری کے لئے معاملت نہین کر سکتا، وکیل صاحبون کے مصالح
و اغراض قدرۃً اس کے مقتضی ہوتے ہین، کہ جتنے دن بھی ممکن ہو حاجیون
کو جدہ مین پڑا رہنے دیا جائے، اور جب وہ سواری کے لئے تقاضا کرین، تو انھین

زیادہ دور دور نہین جہان ہم ٹھہرے ہین، بازار یہان سے قریب ہین، ڈاکخانہ بھی زیادہ فاصلہ پر نہین، اور مسجد تو بالکل پڑوس ہی مین ہے، اتفاق سے آج ہی ہندوستان کی ڈاک روانہ ہونے کا دن ہے خطوط لکھ کر ڈاک مین ڈالے نہین گئے، بلکہ پوسٹ ماسٹر صاحب کے ہاتھ مین دیدیئے گئے،

سامنے ایک لق و دق، شاندار و آراستہ عمارت کھڑی ہوئی ہے معلوم ہوا کہ شیخ محمد نصیف صاحب کا مکان ہے یہ یہان کے ایک امیر کبیر ہین بمبئی سے ایک صاحب نے اپنی کسی ضرورت کے متعلق ایک خط اُن کے نام کا مجھے دیا تھا، اسے لیکر، مولانا مناظر احسن صاحب کے ہمراہ دوپہر کو ان کے ہان گیا، عربی وسعت اخلاق اور حجازی شان مسافرنوازی کے ساتھ پیش آئے، اردو نہین جانتے، صرف عربی مین گفتگو کر سکتے ہین چنانچہ مولانا سے عربی ہی مین گفتگو ہوتی رہی، ایک عظیم الشان کتبخانہ کے مالک ہین، بڑی بڑی الماریون مین نفاست و سلیقہ کے ساتھ کتابین چنی ہوئی اور گفتگو کے بعد معلوم ہوا، کہ کتابون کا ذخیرہ محض الماریون کی زینت کے لئے نہین بلکہ دل و دماغ مین بھی اپنا گھر بنا چکا ہے ظہر کی نماز انھین کے مکان پر جماعت کے ساتھ نجدی امام کے پیچھے پڑھی، یہین ایک صاحب سے یہ کہکر ملایا گیا کہ وہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کے پوتے ہین، اور یہ بھی کہا گیا، کہ نجد کے مشاہیر علماء مین ہین، مولانا مناظر نے ان سے کچھ سوالات کئے جوابات اُس معیار پر نہ ملے جس کی توقع ایک صاحب نظر عالم سے ہو سکتی ہے، سنا ہے کہ سلطان ابن سعود جب جدہ آتے ہین، تو شیخ محمد نصیف ہی کے ہان فروکش ہوتے ہین، ۲۶ھ مین ہندوستان کا

باب ۸

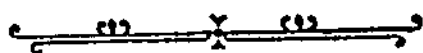
جدّہ ۔ راہ مدینہ

صالح بسیونی نے ہمین اپنے ذاتی مکان مین ٹھہرایا، یہان عموماً کئی کئی منزلون کے مکانون کا رواج ہی، یہ مکان بھی کئی منزل کا ہی، ہم لوگون کو جگہ دوسری منزل مین ملی، ہمین دو کمرے ہین ایک بڑا اور ایک اوسط درجے کا، عورتون کو بڑے کمرہ مین کر دیا، چھوٹے کمرے کو مردانہ رکھا ہی، سامان زیادہ تر نیچے کی منزل مین رہنے دیا، سولہ آدمیون کے لیے دو کمرون کی گنجایش ناکافی معلوم ہو رہی ہی، صحن نہ ہونے سے گرمی علی الخصوص محسوس ہو رہی ہی ——— لیکن یہ بھی درحقیقت اللہ کی ناشکری ہی، سیکڑون ہزارون، اللہ کے بندے ایسے بھی ہین، جنھین اتنی جگہ کیا معنی، اس کی آدھی بلکہ چوتھائی بھی نصیب نہین، اور وہ صبر و شکر کے ساتھ، تیز دھوپ مین تپتی ہوئی زمین کے اوپر، سڑکون اور راستون مین، بستر جمائے بیٹھے ہین، وہ بھی آخر انسان ہی ہین، وہ بھی حاجی ہین، وہ بھی پردیسی ہین، وہ بھی اللہ ہی کی راہ مین گھر بار، عزیزون، دوستون کو چھوڑ کر نکلے ہین، اور ان مین سب کے سب تو مفلس اور کنگلے ہی نہین، کیا انھین آرام کی خواہش نہین ؟ کیا انھین موسم کی سختیون کا احساس نہین ہوتا ؟ ——— جدّہ کا رقبہ کچھ بہت بڑا نہین اس لئے مقامات

ہوکر رہتی تھی، سو ہوکر رہی، مسجد مین نماز کئی وقت پڑھی، پر شہر کے عمائد[illegible] کا بر
ایک وقت بھی مسجد کے اندر نہ دکھائی دیئے، اور دل نے تاسف کے ساتھ کہا
کہ حضرت اکبر مرحوم کا تجربہ ع

"کونسل مین بہت سید مسجدین فقط جمّن!"

صرف ہندوستان ہی تک محدود نہین، دریاے جمنا کا کنارہ ہو، یا بحر احمر کا ساحل،
آج مسجد کی آبادی جہان کہین بھی قایم ہے، یہان جمّن ہی کے دم سے ہے!



جدّہ، سرزمین عرب کا پھاٹک ہی، حکومتِ اسلام کا پہلا شہر ہے، بُرا یا بھلا جیسا بھی ہے، اپنا ہے، اور اپنون اور اپنے والون کی چاہت کسے نہین ہوتی؟ لیکن ——— اے سب عزتون کے مالک! ایک گستاخ مشتِ خاک کو یہ کہنے کی اجازت دے کہ ——— اب تو کسی کو بھی "اپنا" کہتے ہوئے دل لرزتا ہے، اور زبان ہچکچاتی ہے، خیر، قرطبہ اغرناطہ کو تو مدت ہوئی بھول چکے، لیکن ابھی کل کی بات ہے، کہ بصرہ اپنا تھا، بغداد اپنا تھا، حلب اپنا تھا، بیروت اپنا تھا، دمشق اپنا تھا، بیت المقدس اپنا تھا، قاہرہ اپنا تھا، استنبول اپنا تھا، اور کچھ ہی قبل شاہجہان آباد اپنا تھا، اکبرآباد اپنا تھا، لاہور اپنا تھا، ملتان اپنا تھا، لکھنؤ اپنا تھا، مرشدآباد اپنا تھا، عظیم آباد اپنا تھا، ڈھاکہ اپنا تھا، بیجاپور اپنا تھا، کرناٹک اپنا تھا، آج ان مین سے کوئی "اپنا" ہی؟ پھر جدّہ غریب کی خیر کب تک منائی جا سکتی ہی؟ یاجوج کا پھریرا گو آج ضابطہ و رسم کے ساتھ وہان نہ لہرا رہا ہو، لیکن جدّہ کے کوچہ و بازار و در و دیوار سب یاجوج ہی کی عظمت کے نقیب بن چکے ہین، دوکانون مین مال ہے تو ولایتی، بازارون مین سودا ہے تو ولایتی، مکانون مین سامان ہے تو ولایتی، جسمون پر لباس ہے تو ولایتی، عقلین مرعوب، قلوب مفلوج! کوئی کس چیز سے دل کو سمجھائے، اور کیا کہکر اپنے کو دھوکا دے!

سرزمین اسلام کا اسلامی شہر، اور دل ترستا رہ گیا، کہ کسی محدث کی زیارت سے آنکھین روشن ہون، کسی بزرگ صاحب باطن کی نگاہِ کرم دل کو گرمائے، کسی فقیہ کے حلقۂ درس و افتاء کی تازگی و شگفتگی تھکے ماندے مسافر کی خستگی و ماندگی کو دور کر دے! پر، آہ، یہ کچھ بھی نہ ہوتا تھا! ہر تمنا ناکام، ہر آرزو منفعل،

شرح پر ملتا ہی، کھاری سمندری پانی البتہ بہ افراط، مکانات کی وضع بمبئی کے
مکانات سے ملتی جلتی، یعنی صحن کا رواج برائے نام، اور اوپر تلے چار چار پانچ
پانچ منزلون کا رواج عام! انھین کمرون کو کھڑکیون کی مدد سے خاصا ہوا دار
بنا لیا جاتا ہی، ہندوستان کے لوگون کو جس شے کی زیادہ تکلیف ہوتی ہے، وہ یہان
کے پاخانے ہین، بہترون کی قسم سے کوئی قوم یہان موجود نہین، نتیجہ یہ ہے کہ
ہر مکان مین بہت گہرے سنڈاس، کنوین کی طرح گہرے بنے ہوئے ہین،
انھین مین رفعِ حاجت کی جاتی ہے، اور ان کی عفونت مکان کے دوسرے
حصون تک پھیلی رہتی ہے، زبان، موجودہ بگڑی ہوئی عربی ہی، جسے قرآن مجید کی
عربی سے کوئی نسبت نہین، تاہم اردو بھی اچھی خاصی سمجھ لیجاتی ہی، اور محض اردو دان
بھی اپنا کام نکال ہی لیتے ہین، حاجیون کے ہجوم کے زمانے مین ہر ہر گھر
مسافر خانہ بنا ہوا، ہزار ہا غریب حاجی سڑکون پر اور گلیون پر پڑے ہوئے،
مملکت آصفیہ حیدرآباد، ریاست بھوپال اور ریاست ٹونک کی طرف سے
مکہ و مدینہ مین رباطین (قیامگاہین) بنی ہوئی ہین، اگر جدہ مین بھی ہندوستانیون
کے لئے دو ایک بڑی رباطین بنجائین، اور انتظام اچھے ہاتھون مین رہے،
تو کم سے کم حاجیون کی ایک جماعت کو تو بڑی سہولت حاصل ہوجائے، آبادی
مین ہندوستانیون کا عنصر بالکل غائب نہین، ہاجی اور تجارت کے سلسلے مین
صوبہ بمبئی خصوصاً علاقہ گجرات و کاٹھیاوار کے لوگ اکثر نظر آئے، انگریزی
قنصل خانہ مین، نیز موٹر کمپنیون مین صوبہ پنجاب کی نمایندگی ممتاز ہی، جہازی
کمپنیون کے دفتر مین بمبئی، بہار، اور اودھ کے چہرے اور قیافے نظر پڑے

اور دوپہر ہوتے ہوتے "چار درویش" کے چار چند یعنی پورے سولہ درویش انکے مکان مین اکٹھا ہو گئے ۔

جدہ، ہندوستان کے شہرون کے معیار سے کوئی بڑا شہر نہین، کوئی پندرہ ہزار کی آبادی ہوگی، لیکن اپنی جغرافی ہیئت کے لحاظ سے اہمیت بہت خاصی رکھتا ہے، بازار اچھا بڑا ہے، ہر قسم کی چیزین مل جاتی ہین، اور گرانی کچھ ایسی زائد نہین، سکہ ہر ملک کے چل جاتے ہین، ہندوستان کے چاندی کے سکے بے تکلف چلتے ہین، البتہ نکل کی ریزگاری نہین چلتی، ہندی سکہ کا تبادلہ حجازی سکہ سے باسانی ہوجاتا ہے، کھانے کی دوکانین بکثرت، اور پیٹ بھرنے کے قابل کھانا قدم قدم پر مل جاتا ہے، البتہ اچھے ہوٹل ذرا تلاش کے بعد ہی ملتے ہین، اور ان کے نرخ کا تحمل بھی ہر شخص کے بس کی بات نہین، ڈاکخانہ ہے، اسپتال ہے، مہینہ مین تین مرتبہ ہندوستان کی ڈاک نکلتی ہے، لیکن ہندوستان کے ڈاکخانون سے یہان کے ڈاکخانہ کو کوئی نسبت نہین، ہر کام توکل پر چلتا ہے، صفائی کا انتظام خاطر خواہ نہین، یہان کی مکھیان اپنی کثرت کے لحاظ سے خاص طور پر مشہور ہین، عرب کی سرزمین شروع ہو چکی ہے، اس لئے گرمی کی بابت کچھ کہنا تحصیل حاصل ہے، برف ملجاتی ہے، اگرچہ گران قیمت پر، پانی کی قدر جہاز ہی سے شروع ہو جاتی ہے، اور عرب پہونچکر تو پانی کے بارے مین ہندوستان کی پڑی ہوئی مسرفانہ عادتون کی اچھی خاصی اصلاح ہوجاتی ہے، جدہ مین میٹھا یعنی سمندر کا صاف شدہ پانی تلاش سے اور خاصی گران

"عقل کل" اُس کا معلم ہوتا ہی، ہندوستان کے لئے حکومت حجاز کی طرف سے سیکڑون بلکہ شاید ہزارون کو "معلمی" کی اجازت حاصل ہی، ادھر حاجی نے مکہ مین قدم رکھا اُدھر اُس کی زندگی کا ہر ہر قدم معلم کے حدود اختیار مین آگیا، مکہ مین قیام کا انتظام، طواف کا انتظام، سعی کا انتظام، منی، عرفات، اور مزدلفہ مین رہنے کا انتظام، قربانی کا انتظام، سواری کا انتظام، غرض چھوٹی بڑی ہر شے معلم ہی کے ذریعہ سے طے پاتی ہے، جدہ مین ہر معلم کی طرف سے ایک نمایندہ یا ایجنٹ مقرر رہتا ہی جو یہان کی اصطلاح مین اُس کا "وکیل" کہلاتا ہی، اور جس طرح مکہ مین حاجی کے لئے معلم ہی سب کچھ ہوتا ہے، وہی حیثیت اور وہی مرتبہ یہان جدہ مین "وکیل" کو حاصل رہتا ہے، ہم سے ساحل پر اترتے ہی قبل اس کے کہ محصول خانہ اور بہ جنگی گھر کے مرحلے طے ہون، دریافت کیا گیا تھا کہ تمھارا معلم کون ہے؟ اور جب جواب مین عبد القادر سکندر کا نام بتایا گیا تھا تو اُن کے وکیل جدہ، صالح بیبونی نے بڑھکر ہمارے پاسپورٹ کو بلکہ خود ہم کو اپنے قبضے مین کیا، سکندر کے وکیل کا نام محمود بسیونی ہے، مگر اب وہ کبر سنی کی بنا پر خانہ نشین ہوگئے ہین، صالح بسیونی اُن کے لڑکے ادھیڑ عمر کے ہین، اور چونکہ ہندوستان مین عرصہ تک رہ چکے ہین، اس لئے اردو بخوبی سمجھ لیتے، اور اُلٹی سیدھی بول بھی لیتے ہین، انکا نوجوان لڑکا مصطفےٰ بسیونی گو بے تکلف ہونے سے قبل اردو بولتے ہوئے شرماتا ہی، لیکن حاجیون کا کام نکالنے اور انھین آرام پہونچانے مین اپنے والد سے کہین بڑھکر ہے، ہم کو انھین وکیل صاحب کے مکان مین لایا گیا، تھوڑی دیر کے بعد ہمارے سارے قافلہ کے لوگ بھی یہین پہونچ گئے،

تھا، وہ لوگ نہ فارسی بول سکتے تھے، نہ انگریزی نہ اردو، بس عربی سو عربی اول یہاں آتی ہی کیا ہے، اور غلط سلط، ٹوٹی پھوٹی ایک آدھ فقرے بولنے کی جو کوشش کیجاتی، اسکو وہاں کے لوگ نحوی کہتے، اور میرے سے عربی ہی نہیں تسلیم کرتے پاسپورٹ کی دکھائی نہیں ہوتی ہے، اور اس کی اصلی ضرورت سارے سفر بھر میں اسی موقع پر پیش آتی ہے، بہرحال چنگی خانہ کے مختلف عمال کے سامنے حاضری دینی پڑی، میرے پاس اسباب مطلق نہ تھا، صرف گلے میں ایک تھیلا پڑا تھا، اسمیں چند خطوط اور ہنڈیاں وغیرہ تھیں، محکمہ چنگی کے مختلف عمال اپنی ساری قوت تفتیش و تحقیق انھیں کاغذات کی الٹ پلٹ میں صرف فرماتے رہے اور ادھر یہ اندازہ ہوتا رہا، کہ سرخ فیتہ (RED TAPE) خواہ بحر ہند کے ساحل پر ہو یا بحر احمر کے، ہر جگہ کچھ یکساں ہی سا ہوتا ہے، چودھری صاحب کے ساتھ چونکہ بکس وغیرہ بھی تھے، اس لئے قدرۃً ان بیچارہ سے باز پرس بھی زائد ہوتی رہی، اور غالبًا بکس کھلوا کر دیکھے گئے، اس گیر و دار میں میں اور وہ علیحدہ بھی ہو گئے، اور میں بغیر کسی رفیق و رہنما کے اس اجنبی مقام میں بالکل تنہا رہ گیا، بارے تھوڑی ہی دیر کی حیرانی و سرگشتگی کے بعد ہمارے وکیل کا ایک ملازم مل گیا، اور وہ وکیل صاحب کے مکان تک لے آیا، فاصلہ گو دو تین فرلانگ سے زائد نہ تھا، لیکن ایک تو عرب کی دوپہر، اور پھر مقام کی اجنبیت، اس لئے مسافت اس وقت زائد محسوس ہوئی،

سفر حجاز میں جہاں تک حج و متعلقات حج کا تعلق ہے، ہر حاجی کی

اخلاق سے ملے چند ہی منٹ کے بعد ایک اُن سے بھی زیادہ کار آمد اور صاحب اختیار افسر منشی احسان اللہ صاحب سے ملاقات ہوئی، جو عرصہ سے جدہ کے انگریزی قنصل خانہ میں ہیں اور اس وقت شعبۂ حجاج کے ذمہ دار افسر ہیں، انکی بابت مختلف روایات و حکایات سننے میں آئی تھیں، تاہم اتنے جزو پر سب کا اتفاق تھا کہ یہ جس پر مہربان ہو جاتے ہیں، اُسکا کام اپنے اثر و اقتدار سے خوب نکال دیتے ہیں، آدمی باخبر ہیں، اخبارات وغیرہ پڑھتے رہتے ہیں، مجھ سے واقف نکلے، اور بڑی خندہ جبینی سے پیش آئے، بعض احباب نے اُن کے نام کے تعارف نامے بھی دیدیئے تھے لیکن انکی خوش اخلاقی کے بعد یہ تعارف نامے غیر ضروری تھے، ان دونوں جدید مہربانوں نے صلاح یہ دی، کہ اپنی پارٹی کو مع اسباب کے سر دست جہاز پر چھوڑے جاؤں، اور خود ان کے ساتھ انکی سرکاری کشتیوں پر چلا چلوں، بالآخر یہی طے پایا، اور اپنے قافلہ کو جہاز پر چھوڑ کر میں تن تنہا قاضی عزیز الدین صاحب کے ہمراہ، اُتر نامی کمپنی کے موٹر لانچ پر سوار ہو کر ساحل کو روانہ ہوا، اسی موٹر لانچ پر ہمارے جہاز کے کپتان پی، ایچ، وارڈ، اور چودھری محمد علی ردولوی بھی آگئے،

ساحل پر قدم رکھتے ہی، قاضی صاحب تو "رو کردہ از ایکطرف" بغیر ہمیں کوئی ہدایت دیئے کپتان کو ساتھ لئے، اپنے دفتر کی طرف چلے گئے، اور ہم نو وارد اجنبیوں کو بالکل ہماری قسمت پر چھوڑ گئے، میں تنہا تھا، چودھری صاحب کیساتھ مستورات بھی تھیں اور کچھ سامان بھی اب محکمۂ بحری کے مختلف لوگوں نے ہم سے سوالات شروع کئے، اور زبان کی اجنبیت کا عملاً احساس اس وقت سے شروع

ہی صبر وضبطِ نفس کی تعلیم ہے! یہ عین اُس گھڑی پیش آرہا ہے جب وقت دوسرون کی خدمت واعانت ہی سب سے بڑا مقصود ہوتا تھا ۔۔۔۔ غیرون کے جو مظالم آپ پر ہوتے چلے آئے ہین، اور اس وقت ہو رہے ہین، اُنکا دکھڑا تو آپ بڑے درد کے لہجہ مین روتے ہین، لیکن لِلّٰہ ایک مرتبہ ذرا آئینہ ہاتھ مین لیکر ارشاد ہو، کہ خود آپ نے اپنے اوپر ظلم کرنے مین کون سی کسر اٹھا رکھی ہے؟ وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر،

جہاز کے رکتے ہی دو موٹر لانچ (دخانی کشتیان) نمودار ہوئین، ایک مین جہازی کمپنی (ٹرنر مارسین) کے کچھ عہدہ دار تھے، اور دوسری مین انگریزی قنصل خانہ کے افسر، ان کے علاوہ کچھ سعودی حکومت کے نمایندے بھی تھے، ڈاکٹر وغیرہ مسافرون کو اترنے کی اجازت ملنے سے قبل ان سب حضرات کو اپنے اپنے سرکاری خدمات کے ضابطے اور رسوم پورے کرتے تھے، اور ان کے لئے خاصہ وقت درکار تھا، ٹرنر مارسین کے دفتر مین ہمارے جوارِ وطن اسیدن پور ضلع بارہ بنکی کے رہنے والے قاضی عزیزالدین صاحب سالہا سال سے کارکن اور بڑے کارگذار ہین، انکی کارگذاریون کے واقعات اپنے جوار کے بعض حاجیون کی زبانی سن چکا تھا، یہ جہاز پر اپنی سرکاری ضرورتون سے آتے ہی رہتے ہین، کپتان کے کمرے سے نکلے ہی تھے، کہ مجھ سے تعارف ہوا، پردیس مین دیس کے آدمی کی شکل دیکھ کر طبیعت کو قدرۃً جو خوشی حاصل ہوتی ہے، اسکا اندازہ وہی کر سکتے ہین، جنھین خود کبھی ایسی صورت پیش آچکی ہے، بیچارہ لطف و

ڈھائی تین میل دور ہی، نو بجے جہاز لنگر انداز تھا، مگر بمبئی کی طرح جدہ مین جہازون کے لئے کوئی پلیٹ فارم نہین اور کیون ہونے لگا تھا؟ جدہ مین آخر حاجیون ہی کے جہاز تو ٹھہرتے ہین نہ؟! اور حاجی کیون یہ ہر مرتبہ بھول بھول جاتے ہین، کہ اس دورِ علم وتمدن مین اُنکا وجود جانورون اور چوپایون سے کچھ ہی بہتر ہے!! ساتوین صدی عیسوی کے کہنہ وفرسودہ احکام وشرایع پر عمل کرنیوالے آخر اس کی توقع ہی کیون قایم کرتے ہین، کہ زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے پر بھی اُن کے نصیب مین بیسوین صدی عیسوی کی سہولتین اور آسایشین آسکین گی!

جہاز کی حرکت رُکی، اور جہاز پر حرکت شروع ہوئی! چیخ پکار، غل وشور، دوڑ بھاگ، ظاہر ہی کہ جہاز کہین بھاگا نہین جا رہا ہی، ٹھہرنے ہی کے واسطے رکا ہی، اور نہ جدہ کی زمین کہین پھسلی جا رہی ہی، لیکن اتنا صبر کس کو، اور اتنے انتظار کی توفیق کسے؟! جہاز سے کشتیون پر اترنے کے لئے زینے صرف دو، اور ان دو زینون پر ڈیڑھ ہزار کے مجمع کا ہجوم! ہر شخص بیتاب، کہ سب سے پہلے خود ہی اتریگا، اور اپنا اسباب اتاریگا، یہ اسے گھسیٹ رہا ہی، وہ اسے ڈھکیل رہا ہی، یہ اسے دھکا دے رہا ہے، وہ اسے کہنیان مار رہا ہی، طاقتورون اور چیرہ دستون کی بن آئی ہے، باقی کمزورن اور ناتوانون، بیمارون اور بچون، بوڑھون، اور بوڑھیون پر جو کچھ گذر رہی ہی، اس کی بجز خدائے علیم وبصیر، سمیع وخبیر کے اور کسے خبر! ایک نفسی نفسی کا عالم، ہر سمت محشرِ اضطراب! یہ ان لوگون کا حال ہی، جو ایثار وبے نفسی کا سبق لینے کو نکلے ہین،! یہ اس سفر مین پیش آ رہا ہی، جسکا مقصد

باب ۷

جدّہ

۸ر اپریل، دوشنبہ، آج جدہ پہونچنے کا دن ہے، آج دلون کے شوق و اشتیاق
کا کیا پوچھنا؟ اسباب کی بندش رات ہی سے شروع ہو گئی تھی، صبح سویرے سے
جہاز کی بالائی عرشون پر حاجیون کے پرے جمے ہوئے، سب کی نگاہین ساحل کی
طرف لگی ہوئی، ساحل جون جون قریب آتا جاتا ہی، پانی کا رنگ بجائے نیلے کے
سبز ہوتا جاتا ہی، اور بحری پہاڑیان کثرت سے نمودار ہوتی جاتی ہین، دن نکلنے
کے بعد ساحل سے ایک کشتی جہاز کی طرف آتی ہوئی نظر آئی، اس کشتی پر عرب
کپتان سوار ہی، اندرون ساحل جہاز کی رہنمائی بھی عرب کپتان کریگا، لیجئے، وہ
کشتی جہاز سے آکر لگی، اور عرب کپتان دم بھر مین کھٹ کھٹ کرتا ہوا جہاز کے
سبسے بالائی حصہ مین کپتان کے پاس پہونچ گیا، اب اس وقت سے جہاز کی
رہنمائی کا مالک و مختار بھی عرب ہی، ——— شاید کارکنانِ قضا و قدر کو
بھی موزونیت اسی مین نظر آئی کہ ملک عرب مین داخلہ کے وقت رہنمائی کا
فرض ایک عرب رہنما ہی کے ہاتھون انجام پاتا رہے، ——— آٹھ بجے
ساڑھے آٹھ بجے اب جدّہ کی عمارتین صاف نظر آنے لگین، مگر شہر اب بھی

لیکن بحمد اللہ ایک مختصر گروہ آخر تک اس فریب مین نہ آیا، اور مدینۂ پاک کی حاضری سے ابتدا کرنے کی نیت پر قایم رہا، موجودہ حالات حجاز کی جو طلسم ہوشربا سکندر صاحب نے سنانی شروع کی تھی، یہ اس کی پہلی حکایت تھی، آیندہ کیلئے تمام عازمانِ حج کی خدمت مین بڑے اصرار کے ساتھ گذارش ہی کہ اپنے معلمون کی صداقت ودیانت کے متعلق زیادہ حسن ظن ہرگز نہ قایم فرمایا کرین، اور انکی بہم پہونچائی ہوئی اطلاعات کی تحقیق دوسرے ذرائع سے ضرور کرلیا کرین،



کی بابت منقول ہو کہ آپ حج کے ساتھ ضمناً و طبعاً مدینہ منورہ کی زیارت خلاف
ادب اور اپنے لئے ناجائز سمجھتے تھے، بلکہ اس کے لئے ایک مستقل سفر تازہ احرام کیساتھ
اختیار فرماتے تھے، خیر یہ تو بڑے مرتبہ کے لوگوں کی باتین ہین لیکن اگر کسی ہیچ
کو وہین سے سفرِ حج اختیار کرنے کی سعادت حاصل ہو جہان سے اُس کے رسولِ
برحق نے کیا تھا، اور اسی مقام سے احرام حج باندھنے کی دولت نصیب ہو جائے
جہان سے خود مرشد اعظم نے باندھا تھا، تو اس مین شریعت و طریقت ظاہر و باطن
حنفیت و حنبلیت، کسی کو کچھ گفتگو کی گنجائش ہو؟ اور اگر کسی کو ہو بھی، تو بہر حال
اپنا اپنا ذوق اور اپنا اپنا مسلک ہی،

معلمون کی ایک خاصی جماعت (خدا ان پر رحم فرمائے اور انھین راہِ ہدایت
دکھائے) جو بمبئی سے جہاز پر ہمراہ ہو گئی تھی، اس نے کامران سے غل مچانا شروع
کر دیا کہ جدّہ سے کسی کو براہ راست مدینہ منورہ جانے کے لئے سواری نہ ملیگی
اور سعودی حکومت نے براہ راست مدینہ کا سفر حاجیون کے لئے بند کر رکھا ہی،
اس لئے سب کو مکہ کے قصد سے یلملم ہی مین احرام باندھ لینا چاہئے، اس
جماعت مین سب سے پیش پیش خود ہمارے معلم عبد القادر سکندر تھے، جو شاید
کسی زمانہ مین عرب یا ترکت رہے ہون، مگر اب تو سالہا سال سے لکھنو ہی
ہی ہین، اور بمبئی سے جہاز پر ہمراہ تھے، بہت سے نیکدل و سادہ مزاج
احباب جو اپنے ہی ظرف پر معلمون کو بھی قیاس فرما رہے تھے، دھوکے مین
آ گئے اور معلمون کے ہنگامہ سے متاثر ہو کر جہاز پر سب کے ساتھ احرام بند ہو گئے

ہین، مبارک ترین وہ جو زندگی مین اپنے نفسون کو مردہ کرچکے ہین آج انکا لباس ہی مردون کا لباس نہین انکا نفس بھی مردون کا نفس بن چکا ہے، لا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج، لڑنا جھگڑنا شہوتون اور خواہشون مین مبتلا ہونا زندون کا کام ہے، مردون کو بھی کسی نے رفث اور فسوق اور جدال مین مبتلا دیکھا ہے؟

لبیك اللّٰھم لبیك لا شریك لك لبیك، ان الحمد والنعمۃ لك والملك لا شریك لك لبیك الہ الحق لبیك لبیك وسعدیك والخیر بیدیك۔ نماز کے بعد صدا ہمین ہین تو یہی، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، چڑھتے اترتے ایک دوسرے سے ملتے جلتے، صاحب سلامت کرتے صدا ہمین ہین تو یہی، ملائکہ کو اگر رشک کا موقع ہوسکتا ہے، تو یہی، آج حاجیون سے بڑھکر خوشی کس کو ہوسکتی ہے؟ جس محبوب کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑا، وطن چھوڑا، دوست چھوڑے، عزیز چھوڑے سفر کی ساری کڑیان جھیلین، اس کے شہر کا پہلا پھاٹک کھل گیا، داخلہ کی اجازت مل گئی، حاجیون سے زیادہ خوش نصیب آج کون ہوگا؟ اور ان سے زیادہ خوشی اس وقت کس کو ہوگی؟ ڈیڑھ ہزار حاجیون مین سے تقریباً سب کے سب احرام پوش ہوگئے، البتہ دیوانون کی ایک مختصر جماعت ایسی تھی جس نے اس وقت احرام نہین باندھا، اس جماعت کا ایک خادم گھر سے یہی نیت کرکے نکلا تھا، کہ جدہ پہونچ کر پہلے سیدھے آستانۂ نبوی پر حاضری دیجائیگی، اور پھر وہان سے انشاء اللہ حج بیت اللہ کی نیت کیجائے گی، حضرت بایزید بسطامی

دربار کی سرحدین شروع ہو گئین، اب نہ کوئی بڑا ہے نہ کوئی چھوٹا، نہ کوئی امیر ہے نہ کوئی
وزیر، نہ کوئی حاکم ہے نہ کوئی عالم، نہ کوئی خان بہادر ہے، نہ کوئی لیڈر، سارے
کے سارے غلام ہین، اور سب کے سب بیکس اور بےبس بندے! اب نہ ہیٹ ہے، نہ
پگڑی، نہ عمامہ ہے، نہ شملہ، نہ ترکی ٹوپی ہے، نہ گاندھی کیپ، نہ قمیص ہے، نہ عبا، نہ
کوٹ ہے، نہ شیروانی، نہ کالر ہے، نہ ٹائی، نہ پتلون ہے، نہ پاجامہ، سب کی زبانون
پر لبیک لبیک کے ترانے ہین، اور سب کے جسمون پر بےسلی ہوئی دو دو چادرین
یہ وائسرائے کا دربار نہین، لاٹ صاحب کا ڈنر نہین، ہائیکورٹ کی عدالت نہین،
یہان نہ ایوننگ ڈریس کی ضرورت، نہ گاؤن کی حاجت، نہ پاتابہ اور دستانہ
کی احتیاج! یہ اللہ کے دربار کی حاضری ہے، یہ اُس قدرت اور حکومت والے،
اُس عزت اور جلالت والے کے دربار کی حاضری ہے، جو کلکٹر صاحب اور
کمشنر صاحب، جج صاحب اور ڈاکٹر صاحب، لاٹ صاحب، اور بڑے لاٹ صاحب
قیصرِ جرمنی اور شاہِ برطانیہ، فرانس کے وزیرِ اعظم اور جمہوریۂ امریکہ کے صدر، اٹلی
کے مسولینی اور انگلستان کے لائڈ جارج، مصطفٰے کمال، اور جواہر لال، سب
کی جانون اور سب کی زندگیون کا یکسان مالک ہے! اس دربار کی وردی
سب سے انوکھی، سب سے نرالی، سب سے الگ ہے، یہان قدر زرین کلاہون کی نہین،
یہان عزت رنگین قباؤن کی نہین، یہان طلب صرف کفن پوشون کی ہے!
—— اُن کی جو جیتے جی مُردون کا لباس پہن چکے ہین، اُنکی جو اس لباس
کی یاد تازہ کیے ہوئے ہین، جس کے زیبِ تن کرنے کے بعد پھر قطعاً کوئی دنیوی
لباس جسم کو مس نہ کر سکے گا، مبارک ہین وہ جو زندگی مین موت کا لباس پہن چکے

اجلی اجلی چادرین نکالی جارہی ہین نفل نمازین پڑھی جارہی ہین، جہاز پر بہت سے معلم یا اُن کے ایجنٹ بمبئی ہی سے ہمراہ ہولئے ہین سب اپنے اپنے حاجیون کی ٹولیان بنائے ہوئے اُنھین احرام باندھنے کی نیت تلقین کرا رہے ہین، احرام بندھوا رہے ہین لیجئے لو دوپہر تک سب کے احرام بندھ گئے، سب کے سب اپنے ہاتھون ہنسی خوشی گویا کفن پوش ہو گئے، دل مسرت سے باغ باغ ہوئے جاتے ہین، ایک دوسرے کو مبارکباد دین دیجا رہی ہین، اور ہر طرف سے "لبیک، لبیک" کی صدائین بلند ہونی شروع ہو گئی ہین!

آپ نے دیکھا؟ دیکھتے ہی دیکھتے، پوشش و لباس کے سارے امتیازات مٹ گئے! سنتے چلے آئے ہین، کہ النّاسُ باللباس انسان اپنی پوشاک سے پہچانا جاتا ہے، اور اُس کے مرتبہ کا اندازہ اُس کے لباس سے لگایا جاتا ہے، لیکن آج اس قاعدہ پر عمل کیونکر ہوگا؟ آج کس لباس سے خادم کو مخدوم سے پہچانا جائیگا، اور کس پوشاک سے غلام کو آقا سے الگ کیا جائیگا؟ ابھی کل تک اس وسیع آبادی مین بڑے بھی تھے اور چھوٹے بھی، امیر بھی اور فقیر بھی، رئیس بھی اور مزدور بھی، خوشحال بھی اور مفلس بھی، عالم بھی اور جاہل بھی، نامور بھی، اور گمنام بھی، تعلقدار بھی اور رعایا بھی، مجسٹریٹ بھی اور چپراسی بھی، پر آج کس کو کس سے شناخت کیا جائیگا؟ —— سب سے بڑے مہاراجہ کی راجدھانی کے حدود شروع ہو گئے، اب نہ کوئی راجہ ہے نہ کوئی ٹھاکر، سب کے سب اسی کی پرجا، کل کے کل اُسی کے چاکر، سارے کے سارے اُسی کی رعایا ہین! مالک

ڈاکٹرون کے زیر ہدایت ونگرانی جو بدپرہیزیان کرائی گئی تھین، اُنکا اثر ظاہر ہونا تو کامران ہی سے شروع ہو گیا تھا، اب پوری طرح نمودار ہو گیا، کسی کو کھانسی کسی کو حرارت، کتنون کو زکام، اور کتنے اچھے خاصے تیز بخار مین پڑ گئے، لکھنؤ کی ایک بیوی کو جو پہلے سے بھی کسی قدر علیل تھین، اتنا تیز بخار چڑھا، کہ چند روز کے بعد اُنکی جان ہی لیکر اترا، انا للہ، مولوی عبد الباری بیچارے کو دمہ کا دورہ پڑ گیا، غرض جس کسی کو دیکھئے، کامران کی یادگار کوئی نہ کوئی بیماری لئے ہوئے، یہ نتیجہ ہی سرکاری اہتمام صحت کا! یہ ثمرہ ہی حاجیون کے ساتھ سرکار کی ہمدردی وغمخواری کا! کامران کے قریب کا سمندر بھی کسی قدر پُرشور ہی، اس لئے اب جو جہاز چلا، تو اُسمین حرکت بھی زیادہ محسوس ہونے لگی، اور بہت سے لوگ دورانِ سر اور متلی مین مبتلا ہو گئے، لیکن بحمد للہ یہ شکایت بہت زائد بڑھنے نہین پائی، اور رات تک از خود سکون ہو گیا،

۷ر اپریل (۲۶ر شوال) یکشنبہ، آج جہاز یلملم کے سامنے سے گزرنے والا ہی، جو اہلِ ہند کا میقات ہی، میقات اُس مقام کو کہتے ہین، جہان سے عازمانِ حج اپنا معمولی لباس اتار کر احرام باندھتے ہین، جہاز جب یلملم کے مقابل آجاتا ہی، تو حاجیون کی اطلاع کے لئے زور سے سیٹی دیدیجاتی ہی، آج حاجیون کی خوشی کا کیا پوچھنا ہی، جہاز یلملم کے سامنے تو کہین پانچ بجے سہ پہر کو پہونچے گا، اور جہاز کی سیٹی اسی وقت ہوگی، لیکن حاجیون مین چہل پہل صبح ہی سے شروع ہو گئی ہی، حجامتین بنوائی جارہی ہین، غسل کئے جارہے ہین، خوشی خوشی احرام کی نئی نئی

جب ڈیڑھ دو ہزار انسانون کا مجمع جسمین بدتہذیب اور گنوار مرد بھی شامل ہوتے ہین، اور پردہ نشین شریف خاندانون کی حیادار اور شرمیلی بہو بیٹیان بھی، لوٹا ہاتھ مین لئے ہوئے ان چند پاخانون پر حملہ آور ہوتا ہو، تو اس وقت کی کشمکش اور حقلپش دیکھنے کے لائق ہوتی ہو! ——— لیکن اس کی شکایت ہی کیا، اور اسکا شکوہ کیون؟ یہ کیمپ آخر حاجیون ہی کا کیمپ ہوتا ہو، اور حاجی غریب کسی یاجوج حکومت سے راحت و آسایش کی توقع ہی کیون رکھے، ؟ اس کا کام تو فی کس ۱۰۰ عہ کے حساب سے قرنطینہ کامران کی فیس دیدینا ہو، اور بس، راحت و آسایش ہی کا اگر خیال ہو، تو اس روشنی اور روشن خیالی کے زمانہ مین حج وغیرہ، طواف و سعی، زیارت و عبادت کے لئے سفر ہی کیون اختیار کیا جائے؟

جسکو ہو دین و دل عزیز اسکی گلی مین جائے کیون؛

کیمپ کا وسیع احاطہ لوہے کے تارون سے گھرا ہو، جس کے باہر قدم رکھنا ممکن نہین، کامران مین انگریزی ڈاکخانہ بھی ہو، بہت سے لوگون نے خطوط لکھکر یہان وطن روانہ کئے، شب یہین بسر کی، ۱۶ اپریل کی صبح کو اس "قید فرنگ" سے نہ سہی "قرنطینۂ فرنگ" سے نکلنے کی اجازت ملی، اور خاص عنایت و اہتمام سے کام لیکر سب سے پہلی کشتی ہماری ہی ٹکڑی کو دلائی گئی، سب مسافرون کے جہاز تک پہونچنے مین کوئی چار گھنٹے لگے ہون گے، دس بجے کے قریب جہاز نے لنگر اٹھا دیا، اور روانہ ہوا،

کامران کی بے احتیاطیان، اب رنگ لائین، سرکاری غسلخانے مین ہر نہانے

کا برتاؤ تمام حاجیون کیساتھ اچھا دیکھنے مین آیا ڈاکٹر، فقیر اللہ بھی بھلے آدمی معلوم ہوئے، جزیرہ کا بڑا حاکم برٹش ملٹری ایڈمنسٹریٹر کہلاتا ہی، اس وقت جو حاکم ہی، اس کا نام ای ڈیکم ہے، فوجی کپتان کا عہدہ رکھتا ہی خلیق اور خوش مزاج ہی، مین غسل کر کے بھیگی لنگی باندھے ہوئے ابھی جامہ خانہ مین کھڑا اپنے کپڑے تلاش کر رہا تھا، کہ ایک انگریز کو مین نے اپنے پاس کھڑا ہوا پایا، جو اردو مین مجھ سے پوچھ رہا تھا کہ "سب اچھا ہی؟" ڈاکٹر چوہان بھی پاس ہی ٹہل رہے تھے، انھون نے بتایا کہ یہ انگریزی جانتے ہین، اس کے بعد انگریزی مین باتین ہونے لگین، اور تھوڑے تھوڑے وقفہ کے ساتھ بہت دیر تک جاری رہین، بڑی بے تکلفی سے سیاسیات حاضرہ سے لیکر اپنے بیوی بچون تک ہر مسئلہ کو اپنا موضوعِ گفتگو رکھا، علی برادران کا بھی ذکر آیا، اور "بڑے بھائی" خدا معلوم اس خبر کو کس دل سے سنین گے، کہ جتنی دیر تک ان کا ذکر خیر رہا، اس سے کہین زیادہ دیر تک "چھوٹے بھائی" اور ان کے اخبار ہمدرد کا رہا!

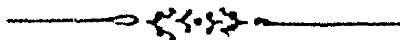
کیمپ مین ایک چھوٹی سی مسجد بھی بنی ہوئی ہی، جمعہ کی نماز اسی مین پڑھی، عرب کی سرزمین پر یہ پہلی نماز اور پہلا جمعہ نصیب ہوا، سہ پہر تک کیمپ کے "بازار" مین سناٹا تھا، یعنی بجز خشک روٹی اور چاے کے کوئی شے نہین ملتی تھی، شام سے کچھ قبل کچا گوشت فروخت ہونے لگا، جو قیمت مین خاصا گران تھا، اور جسے پکانا صرف انھین لوگون کے لئے ممکن تھا، جو پکانے کا پورا سامان اپنے ہمراہ لیکر جہاز سے اترے تھے، کیمپ کے ایک گوشہ مین پانچ یا چھ پاخانے بنے ہوئے ہین، صبح کے وقت

باب (۶)

کامران احرام

کامران کی مستقل لغویت کے تذکرہ کو کہان تک پھیلایا جائے، جو کچھ بھی پیش آتا ہی، یہ ارادۂ الٰہی کسی مصلحت وحکمت ہی کی بنا پر پیش آتا ہی، صبر کے سوا چارہ نہین، شکر سے بہتر مداوا نہین، لیکن یہ جو کچھ لکھا گیا یہ "جگ بیتی" تھی، "آپ بیتی" یہان بھی سفر کی دوسری منزلون کیطرح، نسبتہً بڑے مزے کی رہی، ادھر ہماری کشتی کنارے سے لگی، اُدھر اُسی لمحہ ڈاکٹر کی سرکاری موٹر لانچ بھی پہونچی، اور ساحل پر قدم رکھتے ہی ڈاکٹر قاسم چوہان سے تعارف ہوا، یہ چیف میڈیکل آفیسر کہلاتے ہین، اور یہان کے سیاہ وسپید کے مالک ہین، ان کے "اوصاف حمیدہ" حیدرآباد کے بعض دوستون سے خوب سُن چکا تھا، تاہم میرے ساتھ توفی الجملہ مہربانی ہی سے پیش آتے رہے، دوسرون کو صرف ایک لنگی ملتی تھی، مجھے دو لنگیان عنایت فرمائین، دوسرون کو غسل کے لئے پون پون گھنٹہ انتظار کرنا پڑتا ہی، میرے لئے جلدی کرادی، دوسرون کو چھپرون کے نیچے رہنا ہوتا ہی، مجھے پختہ بارک مین بلاکرایہ رہنے دیا، ان ڈاکٹر صاحب کی خدمت مین دوستانہ گذارش ہی کہ اگر اپنے وسیع اختیارات کے اظہار مین کسی قدر کمی فرمادین، تو خود انھین کے حق مین بہتر ہوگا، ان کے ماتحتون مین ڈاکٹر حاجی خان

مقصود نہین، بلکہ یہ نفوس کے تزکیہ اور تجلیہ کے لئے ایک مجاہدۂ عظیم ہے، یہ ابتلا قرنطینہ بہ ارادۂ الٰہی اس لئے قائم ہی کہ دلون پر جو ظلمت اور کدورت جسمانی ہوئی ہی، یہان کے آلام جسمانی و روحانی سے ان کا تصفیہ ہو جائے، کامران کا قرنطینہ اس غرض سے ہی کہ یہان کے قیام سے عرب کے ساتھ مناسبت پیدا ہو جائے، اور حصول برکات کی قابلیت حاصل ہو جائے، اس کا نام تجلیہ ہی، حکیم مطلق کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہین ہوتا جو کچھ ان بزرگ نے فرمایا، وہ بالکل صحیح ہے، جسم کی بیماریان دور ہوتی ہون یا نہ ہون، بدن کی کثافتین دھلتی ہون یا نہ ہون، لیکن اس عجیب قرنطینہ اور عجیب تر غسل سے ہر حاجی کو اضطرارًا ایک مجاہدۂ عظیم پر مجبور ہو جانا پڑتا ہی، بہت سے گناہون کا کفارہ ہو جاتا ہی، اور روح آلائشون سے یقینًا بہت کچھ پاک ہو جاتی ہی،



بدتہذیبی بھی ان کے ساتھ بے تکلف روا رکھی جاتی ہی، چنانچہ ہمارے قافلہ کی جتنی عورتین غسل خانہ سے نکلین، سب نہایت برہم و نالان، گویا روتی ہوئی نکلین، وہ تو کہئے، کہ حج بیت اللہ کا شوق ہر مومن اور ہر مومنہ کو کچھ ایسا مست رکھتا ہی کہ اس مقصد کے آگے اپنی کسی تکلیف و توہین کی پرواہی نہین رہتی، ورنہ اگر کوئی دوسرا موقع ہو، تو ہمارے ہان کی بے زبان عورتین بھی اس برتاؤ پر، اتنی بے زبان اور اس قدر بے دست و پا ثابت نہ ہون! — سنا ہی، کہ اسمبلی کے بعض مسلمان ممبرون کی تحریک پر حج کمیٹی، حاجیون کی مشکلات کے رفع و انسداد کے لئے قایم ہوئی ہے، امید ہی کہ اس کمیٹی کے سامنے حاجی صاحبان کامران سے متعلق اپنے ذاتی تجربات تفصیل سے بیان کرین گے، اور اسکی لغویتون کے مٹانے مین جدوجہد کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھین گے۔[1]

لیکن کیسی تکلیف، اور کہان کی مصیبت! ایک اہل دل مدت ہوئی ہندوستان سے سفر حج کے لئے تشریف لے گئے، بمبئی اور کامران دونون جگہ قرنطینہ کی بلائین پیش آئین، اور وہ بزرگ باوجود اس کے کہ ریاضات و مجاہدات کے خوگر تھے، تاہم انھین کہنا پڑا کہ یہ قرنطینے حاجیون کیلئے سخت قید خانے ہین، جب لوگون نے یہان کی دقتین زیادہ بیان کرنا شروع کین، تو انھون نے فرمایا کہ "میان سفر حج سے ملکون کا سیر و تماشہ

[1] سنہ ۲۹ء کے آخر مین، حج کی تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے معزز حاجیون نے اپنی آپ بیتی سنا سنا کر قرنطینہ کامران کی شدید و پرزور مخالفت کی، اس متحدہ صدائے احتجاج کا نتیجہ اس قدر تو بہرحال ظاہر ہوا کہ سنہ ۳۱ء سے حاجیون کے ہر جہاز کے لئے یہان کا قرنطینہ لازمی نہیں رہا، بلکہ صرف حسب ضرورت رکھ دیا گیا، میر نیرنگ صاحب (انبالہ) کی کوششیں اس باب مین خاص شکریہ کی مستحق ہین،

کی جو گت اس وقت بنی ہوتی ہے، ذرا اس کا تصور کیجئے! اور اپنی شفیق و مہربان "سرکار" کو دل سے دعائیں دیجئے! پانچ پانچ دس دس منٹ اس تلاشی مین لگجاتے ہین، اور اس کے بعد اگر سب کپڑے، بغیر کھوئے ہوئے مل بھی گئے، تو انھین بھیگے ہوئے کپڑون کو بھیگے ہوئے جسم پر پہنکر، ہوا اور دھوپ مین حاجیون کو اپنے اپنے خس پوش بارکون مین جانا پڑتا ہی، جو قریب سے قریب بھی نصف فرلانگ کے فاصلہ پر ہین، ورنہ عموماً ایک ایک فرلانگ پر! قرنطینہ جہان کہین بیماری بھگانے کے لئے ہوتا ہوگا، ہوتا ہوگا، کامران مین حاجیون کے لئے تو یقیناً بیماری بھگانے کی نہین بیماری بلانے کی پوری کوشش ہوتی ہی، اور یہ سنکر ذرا بھی حیرت نہ کیجئے، کہ یہ کوشش عموماً کامیاب رہتی ہی! چنانچہ ہمارے جہاز کے حاجی دو چار نہین، خدا معلوم کتنے، کامران سے واپس آتے ہی بیمار پڑے! ایک صاحب کو دمہ کا دورہ پڑ گیا، لکھنؤ کی ایک صاحبہ کو اتنا شدید بخار چڑھا، کہ ان کی جان ہی لیکر اترا، اور نزلہ، زکام، وحرارت سے تو شاید ہی کوئی بچا ہو!

یہ جو کچھ کیفیت بیان ہوئی، مردانہ غسلخانہ کی تھی، جو پھر بھی غنیمت ہی اصلی بیہودگی زنانہ غسلخانہ کے لئے اٹھا رہتی ہی، یہان نہلانے والیان شاید خاص طور پر اپنی مہیب صورتون اور مہیب ترسیرتون کی بنا پر انتخاب کرکے رکھی گئی ہین، ان کے ہاتھون شریف وحیادار خاتونون پر جو کچھ گذرتی ہے، اسکا تذکرہ اخبارات کے صفحات پر لانا آسان نہین، نہلاتے وقت یہی نہین کہ انکے جذبات حیا وشرافت کی مطلق کوئی پرواہ نہین کیجاتی، بلکہ ہر قسم کی سختی، درشتی، اور

بدتہذیبی بھی ان کے ساتھ بے تکلف روا رکھی جاتی ہے، چنانچہ ہمارے قافلہ کی جتنی عورتیں غسل خانہ سے نکلیں، سب نہایت برہم و نالان، گویا روتی ہوئی نکلیں، وہ تو کہئے کہ حج بیت اللہ کا شوق ہر مومن اور ہر مومنہ کو کچھ ایسا مست رکھتا ہے کہ اس مقصد کے آگے اپنی کسی تکلیف و توہین کی پرواہی نہیں رہتی، ورنہ اگر کوئی دوسرا موقع ہو، تو ہمارے ہان کی بے زبان عورتیں بھی اس برتاؤ پر، اتنی بے زبان اور اس قدر بے دست و پا ثابت نہ ہون! — سنا ہے، کہ اسمبلی کے بعض مسلمان ممبرون کی تحریک پر حج کمیٹی، حاجیون کی مشکلات کے رفع و انسداد کے لئے قایم ہوئی ہے، امید ہے کہ اس کمیٹی کے سامنے حاجی صاحبان کامران سے متعلق اپنے ذاتی تجربات تفصیل سے بیان کرین گے، اور اسکی لغویتون کے مٹانے مین جد و جہد کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھین گے[1]،

لیکن کیسی تکلیف اور کہان کی مصیبت! ایک اہل دل مدت ہوئی ہندوستان سے سفر حج کے لئے تشریف لے گئے، بمبئی اور کامران دونون جگہ قرنطینہ کی بلا مین مبتلا ہوئے، اور وہ بزرگ باوجود اس کے کہ ریاضات و مجاہدات کے خوگر تھے، تاہم انھین کہنا پڑا کہ یہ قرنطینے حاجیون کیلئے "سخت قید خانے" ہین جب لوگون نے یہان کی دقتین زیادہ بیان کرنا شروع کین، تو انھون نے فرمایا کہ "میان سفر حج سے ملکون کا سیر و تماشہ

[1] سنہ ۲۹ء کے آخر مین، حج کی تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے معزز حاجیون نے اپنی آپ بیتی سنا سنا کر قرنطینۂ کامران کی شدید و پرزور مخالفت کی اس متحدہ صدائے احتجاج کا نتیجہ اس قدر تو بہرحال ظاہر ہوا کہ سنہ ۳۰ء سے حاجیون کے ہر جہاز کے لئے یہان کا قرنطینہ لازمی نہین رہا، بلکہ صرف حسب ضرورت رکھ دیا گیا، میر نیرنگ صاحب (انبالہ) کی کوششین اس باب مین خاص شکریہ کی مستحق ہین،

کی جوگت اس وقت بنی ہوتی ہے، ذرا اس کا تصور کیجئے! اور اپنی شفیق و مہربان "سرکار" کو دل سے دعائیں دیجئے! پانچ پانچ دس دس منٹ اس تلاشی میں لگجاتے ہین، اور اس کے بعد اگر سب کپڑے، بغیر کھوئے ہوئے مل بھی گئے، تو انھین بھیگے ہوئے کپڑون کو بھیگے ہوئے جسم پر پہنکر، ہوا اور دھوپ مین حاجیون کو اپنے اپنے خس پوش بارکون مین جانا پڑتا ہی، جو قریب سے قریب بھی نصف فرلانگ کے فاصلہ پر ہین، ورنہ عموماً ایک ایک فرلانگ پر! قرنطینہ جہان کہین بیماری بھگانے کے لئے ہوتا ہوگا، ہوتا ہوگا، کامران مین حاجیون کے لئے تو یقیناً بیماری بھگانے کی نہین بیماری بلانے کی پوری کوشش ہوتی ہی، اور یہ سنکر ذرا بھی حیرت نہ کیجئے، کہ یہ کوشش عموماً کامیاب رہتی ہی! چنانچہ ہمارے جہاز کے حاجی دو چار نہین، خدا معلوم کتنے، کامران سے واپس آتے ہی بیمار پڑے، ایک صاحب کو دمہ کا دورہ پڑگیا، لکھنؤ کی ایک صاحبہ کو اتنا شدید بخار چڑھا، کہ ان کی جان ہی لیکر اترا، اور نزلہ، زکام، و حرارت سے تو شاید ہی کوئی بچا ہوا!

یہ جو کچھ کیفیت بیان ہوئی، مردانہ غسلخانہ کی تھی، جو پھر بھی غنیمت ہی، اصلی بیہودگی زنانہ غسلخانہ کے لئے اٹھ رہتی ہی، یہان نہلانے والیان شاید خاص طور پر اپنی مہیب صورتون اور مہیب تر سیرتون کی بنا پر انتخاب کرکے رکھی گئی ہین، ان کے ہاتھون شریف و حیادار خاتونون پر جو کچھ گذرتی ہے، اسکا تذکرہ اخبارات کے صفحات پر لانا آسان نہین، نہلاتے وقت یہی نہین کہ انکے جذبات حیا و شرافت کی مطلق کوئی پرواہ نہین کیجاتی، بلکہ ہر قسم کی سختی، درشتی، اور

بدتہذیبی بھی ان کے ساتھ بے تکلف روا رکھی جاتی ہی، چنانچہ ہمارے قافلہ کی جتنی عورتین غسل خانہ سے نکلین، سب نہایت برہم و نالان، گویا روتی ہوئی نکلین، وہ تو کہئے، کہ حج بیت اللہ کا شوق ہر مومن اور ہر مومنہ کو کچھ ایسا مست رکھتا ہی کہ اس مقصد کے آگے اپنی کسی تکلیف و توہین کی پرواہی نہین رہتی، ورنہ اگر کوئی دوسرا موقع ہو، تو ہمارے ہان کی بے زبان عورتین بھی اس برتاؤ پر، اتنی بے زبان تو اس قدر بے دست و پا ثابت نہ ہون! —— سنا ہی، کہ اسمبلی کے بعض مسلمان ممبرون کی تحریک پر حج کمیٹی، حاجیون کی مشکلات کے رفع و انسداد کے لئے قایم ہوئی ہے، امید ہی کہ اس کمیٹی کے سامنے حاجی صاحبان کامران سے متعلق اپنے ذاتی تجربات بتفصیل سے بیان کرین گے، اور اسکی لغویتون کے مٹانے مین جدوجہد کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھین گے[1]،

لیکن کیسی تکلیف، اور کہان کی مصیبت! ایک اہل دل مدت ہوئی ہندوستان سے سفر حج کے لئے تشریف لے گئے، بمبئی اور کامران دونون جگہ قرنطینہ کی بلائین پیش آئین، اور وہ بزرگ باوجود اس کے کہ ریاضات و مجاہدات کے خوگر تھے، تاہم انھین کہنا پڑا کہ یہ قرنطینے حاجیون کیلئے "سخت قید خانے" ہین جب لوگون نے یہان کی دقتین زیادہ بیان کرنا شروع کین، تو انھون نے فرمایا کہ "میان سفر حج سے ملکون کا سیر و تماشہ

[1] ۱۹۲۹ء کے آخر مین، حج کی تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے معزز حاجیون نے اپنی آپ بیتی سنا سنا کر قرنطینہ کامران کی شدید و پرزور مخالفت کی، اس متحدہ صدائے احتجاج کا نتیجہ اس قدر تو بہر حال ظاہر ہوا کہ ۱۹۳۱ء سے حاجیون کے ہر جہاز کے لئے یہان کا قرنطینہ لازمی نہین رہا، بلکہ صرف حسب ضرورت رکھ دیا گیا، میر نیرنگ صاحب (انبالہ) کی کوششیں اس باب مین خاص شکریہ کی مستحق ہین،

کی جوگت اس وقت بنی ہوتی ہے، ذرا اس کا تصور کیجئے! اور اپنی شفیق و مہربان "سرکار" کو دل سے دعائیں دیجئے! پانچ پانچ دس دس منٹ اس تلاشی مین لگجاتے ہین، اور اس کے بعد اگر سب کپڑے بغیر کھوئے ہوئے مل بھی گئے، تو انھین بھیگے ہوئے کپڑون کو بھیگے ہوئے جسم پر پہنکر، ہوا اور دھوپ مین حاجیون کو اپنے اپنے خس پوش بارکون مین جانا پڑتا ہی، جو قریب سے قریب بھی نصف فرلانگ کے فاصلہ پر ہین، ورنہ عموماً ایک ایک فرلانگ پر! قرنطینہ جہان کہین بیماری بھگانے کے لئے ہوتا ہوگا، ہوتا ہوگا، کامران مین حاجیون کے لئے تو یقیناً بیماری بھگانے کی نہین بیماری بلانے کی پوری کوشش ہوتی ہی، اور یہ سنکر ذرا بھی حیرت نہ کیجئے، کہ یہ کوشش عموماً کامیاب رہتی ہی! چنانچہ ہمارے جہاز کے حاجی دو چار نہین، خدا معلوم کتنے، کامران سے واپس آتے ہی بیمار پڑے! ایک صاحب کو دمہ کا دورہ پڑگیا، لکھنؤ کی ایک صاحبہ کو اتنا شدید بخار چڑھا، کہ ان کی جان ہی لیکر اترا، اور نزلہ، زکام، و حرارت سے تو شاید ہی کوئی بچا ہو!

یہ جو کچھ کیفیت بیان ہوئی، مردانہ غسلخانہ کی تھی، جو پھر بھی غنیمت ہی، اصلی بیہودگی زنانہ غسلخانہ کے لئے اٹھا رہتی ہی، یہان نہلانے والیان شاید خاص طور پر اپنی مہیب صورتون اور مہیب ترسیرتون کی بنا پر انتخاب کرکے رکھی گئی ہین، ان کے ہاتھون شریف و حیادار خاتونون پر جو کچھ گذرتی ہے، اسکا تذکرہ اخبارات کے صفحات پر لانا آسان نہین، نہلاتے وقت یہی نہین کہ انکے جذبات حیا و شرافت کی مطلق کوئی پرواہ نہین کیجاتی، بلکہ ہر قسم کی سختی، درشتی، اور

غسل کے معا بعد دوسرے کمرہ (جامہ خانہ) مین لاکر بجلی کے پنکھے کھول دیئے جاتے ہین،
اور نہائے ہوئے حاجیون کے بھیگے ہوئے اور تربتر جسم کو جس کے خشک کرنے کیلئے
کسی حاجی کے پاس قطعاً کوئی کپڑا نہین ہوتا پنکھے کی ہوا سے خشک کیا جاتا ہے! اور
اکثر حاجیون کو چونکہ دوسری لنگی نصیب نہین ہوتی اس لئے اس حالت مین وہی بھیگی
ہوئی لنگی اُن کے جسم سے بدستور لپٹی ہوئی رہتی ہے!

اس کا نام اہتمام صحت ہے! یہ سرکار کی طرف سے حاجیون کی جان اور زندگی
کے رکھ رکھاؤ کا انتظام ہے! یہ اونچی اونچی تنخواہین اور الاؤنس پانے والے ہندوستان
اور یورپ کی ڈگریان رکھنے والے حاذق ڈاکٹرون کے اہتمام و نگرانی مین طریقۂ غسل
ہے! لیکن اب بھی پڑھنے والے کے سامنے غسل کا پورا نقشہ نہین آیا، جامہ خانہ مین
آنے کے بعد جامہ تلاشی" شروع ہوتی ہے یعنی حاجیون کے جسم سے، قبل غسل جو سارے
کپڑے اتروائے گئے تھے، اور اتروا کر اُس ٹولی کے بیسیون دوسرے حاجیون کے
کپڑون کے ساتھ بھپارے مین ڈال دیئے گئے تھے، وہ اب ایک بڑے گٹھر مین بھیگے
بھاگے سارے دوسرے کپڑون کے ساتھ خلط ملط لائے جاتے ہین، اور ہر حاجی
اس انبار مین سے اپنے کپڑے تلاش کرنا شروع کرتا ہے! "سرکار" کا جامہ خانہ اس وقت
اچھا خاصہ دھوبی خانہ معلوم ہوتا ہے! (خدا نہ کرے کوئی دھوبی اتنا پھوہڑ بدسلیقہ
اور تکلیف دِہ ہو) گیلے اور تربتر کپڑون کا ایک آرٹم سامنے ہوتا ہے، اور بھیگے ہوئے،
تربتر جسم پر بھیگی تربتر لنگیان باندھے ہوئے، حاجی پنکھے کی ٹھنڈک مین اپنے اپنے
کپڑون کی تلاش مین مصروف! کپڑون کی جوگت بنجاتی ہے اُسے چھوڑیئے، خود انسانون

جس مقام پر جہاز لنگر انداز ہوتا ہی، وہان سے ساحل میل ڈیڑھ میل کے فاصلہ
پر ہی، اتنی مسافت کشتی پر طے کرنی ہوتی ہی، جہان کشتی رکتی ہی، وہان سے مقام غسل
تک بھی دو تین فرلانگ کا فاصلہ ہے، چنانچہ ہم لوگ بھی اتارے اور پہونچائے گئے،
کامران، گویا حاجیون کا غسل خانہ ہی، غسل عموماً تفریح و انبساط کا ذریعہ ہوتا ہی، مگر یہ
سرکاری غسل جو بڑے بڑے ڈاکٹرون کی نگرانی و اہتمام مین دیا جاتا ہی، بجائے لطف
و تفریح کے، انقباض و تکلیف کا ایک آلہ ہوتا ہی! حاجی اپنے اپنے سامان کا بیشتر حصہ
جہاز ہی پر چھوڑ آتے ہین، صرف مختصر سامان لے لے کر اترتے ہین، سب سے پہلے انھین
غسل خانہ کے برآمدہ مین لاکر بٹھایا جاتا ہی، اور جس وقت اُنکی ٹولی کی باری آتی ہی،
ایک بڑے کمرے کے اندر ان سب کو داخل کر کے ان کے سارے کپڑے اتروا کر ایک
مختصر سی لنگی، جو ناف سے گھٹنے تک شاید ہی پہونچ سکتی ہو، باندھنے کو عنایت ہوتی ہی،
اسی کو نہاتے وقت باندھنا، اسی کو نہانے کے بعد باندھے رہنا، اسی سے بھیگا ہوا
جسم خشک کرنا، یہ ساری ضرورتین ماہرینِ فنِ اطباء سرکاری کے نزدیک اسی "چارگرہ کپڑے"
سے پوری ہو سکتی ہین، جن قومون کے دماغ سرے سے ستر پوشی کے مفہوم ہی سے نا آشنا ہین،
اور جن کے ہان علانیہ سب کے سامنے برہنہ غسل کرنے کا رواج ہی، وہ اگر مشرقی و اسلامی
جذبات کا اتنا بھی لحاظ کر لیتی ہین، تو یہ انکا غایتِ کرم اگر نہین تو اور کیا ہی؟ (جن
خوش نصیبون کے ساتھ، میری طرح خاص رعایت و نوازش مدنظر ہوتی ہی، انھین
بجائے ایک کے دو لنگیان عنایت فرمادیجاتی ہین!) یہ لنگوٹی، جسم پر لپٹوانے کے
بعد سب کے سرون پر حمام کی ٹونٹیان کھولدی جاتی ہین، اور سب کو دو دو بار
(ایکبار دواؤن کے پانی سے اور ایکبار سادہ سرد پانی سے) نہلایا جاتا ہی، اس ٹھنڈے

اور مخبوط اور مفلوج کرے، لیکن یہ مہلت سدا رہنے والی نہین، اور کسے خبر کہ پردہ اٹھنے کا وقت قریب ہی آن لگا ہو!

۴- اپریل، جمعرات، آج سہ پہر سے دور دور کے پہاڑی ساحل دکھائی دینے لگے ہین، اور آبادی کے دیکھنے کو آنکھین ایسی ترسی ہوئی ہین، کہ آبادی کی ان بعید اور دھندھلی علامتون کو بھی غنیمت سمجھکر بڑے شوق و اشتیاق کے ساتھ آنکھین پھاڑ پھاڑ کر اور دوربینین لگا لگا کر اُنھین دیکھا جا رہا ہی، شب مین جہاز عدن کے قریب سے بغیر لنگر انداز ہوئے گذر گیا، ۵- اپریل جمعہ، آج آٹھ بجے صبح کامران مین لنگر انداز ہوا، کامران، چار ہزار کی آبادی کا ایک چھوٹا سا جزیرہ ہی، جو جنگ عمومی کے بعد ترکون سے نکل کر انگریزی قبضہ مین آگیا ہی، ایک انگریز حاکم برٹش ملٹری ایڈمنسٹریٹر کے نام سے رہتا ہی، جن حاجیون کے جہاز عدن مین نہین رکتے، عرب کی سرزمین پر انکا پہلا قدم یہین پڑتا ہی، اصلی نام قمران تھا، مگر اب شاید اسی مناسبت سے، کہ یہ زمین کامیابی و کامرانی کا پہلا نشان ہی، اس کا نام بھی عام زبانون پر کامران ہو گیا ہی، یہان حاجیون کا "قرنطینہ" ہوتا ہے، یعنی سرکار برطانیہ کو اپنی غریب رعایا کی جان و صحت کا اس قدر درد رہتا ہی، کہ اگرچہ ہر حاجی گھر سے چیچک کے ٹیکہ کا ڈاکٹری سرٹفکیٹ لیکر چلتا ہی، او باوجود اس کے کہ بمبئی (یا کراچی) مین سوار ہوتے وقت ڈاکٹری معائنہ ہو چکتا ہے پھر بھی حاجیون کے جہاز یہان روکے جاتے ہین، اور حاجی یہان غسل اور ڈاکٹری معائنہ کے لئے مجبور کئے جاتے ہین، کاش اس "دلسوزی" اور "غمخواری" کا عشر عشیر بھی انگلستان کے مسافرون کے حصہ مین آتا!

بنا دیا جائے، جب بھی قدرت الٰہیہ کے بحرِ بیکراں کے کلمات لکھنے سے قاصر رہیگا!
لیکن یہ روشنائی آیندہ ہی کیون ہے، روشنائی تو یہ اب بھی بنا ہوا ہے، نیلی روشنائی
ہی کی طرح نیلا ہے، بحرِ قدرت و صنعت کے اتھاہ اور بے پایان ہونے کا یہ کیسا نادر
نمونہ ہے! اسی کے ساتھ ہی نظرون کے سامنے یہ سمان بھی آگیا، کہ ایک روز یہ سارا
بحرِ اعظم، یہ سارا لق و دق سمندر موجین مارتے ہوئے پانی کے بجائے، آگ کے لپکتے
ہوئے شعلون، اور دھوئین کے تیرہ و تار بادلون مین تبدیل ہو کر رہیگا! یہ وہ دن
وہ ہوگا جب "یاجوج" اپنے مایۂ ناز جنگی جہازون اور آبدوز کشتیون، اپنے تیل کے چشمون
اور اپنے پٹرول کے خزانون کی بھڑکائی ہوئی آگ کے شعلون سے لنکا کے
راون کی طرح، خود ہی جل رہا ہوگا، اور جب اُسکی حرص و ہوس، اُسکی ملک گیری
اور زر پرستی، اسکی قیصریت (امپیریل ازم) اور کیپٹل ازم (سرمایہ داری) کے انگارے
سمندر مین آگ لگا لگا کر خود اسی مادی دنیا مین اسے دوزخ کا نمونہ دکھا رہے
ہونگے! یہ وہ دن ہوگا، جب ارشاد ربانی و اذا البحار سُجّرت کی تفسیر و تاویل
کے لئے نہ تفسیرون کے اوراق الٹنے کی ضرورت ہوگی، نہ اہلِ لغت کے کلام سے
سند لانے کی، بلکہ عالم و عامی، سب اپنی آنکھون سے مجاز کا نہین حقیقت کا مشاہدہ
کرلین گے! آج "یاجوج" کو مہلت ہے، آج وہ جتنا بھی چاہے ہمارے دلون اور
دماغون کو، ہماری عقلون اور ذہنون کو، ہماری آنکھون اور کانون کو اپنے اقبال
و حشم سے اپنی تہذیب اور تعلیم سے، اپنے علوم اور اپنے فنون سے، اپنے ڈاکٹرون اور
اپنے انجینیرون سے، اپنے سائنس اور اپنے آرٹ سے، اپنی توپون اور اپنی اُڑن کھٹولون
سے، اپنی مشین گن اور اپنی سنگینون سے، اپنے خزانون اور اپنے طیارون سے مرعوب

حقیر اور کیسی بے حقیقت چیزین ہین! جل جلالہٗ! اِس سمندر کو دیکھتے دیکھتے آنکھین تھک جاتی ہین، جو معلوم ہوتا ہو کہ اب کبھی ختم نہ ہوگا، وہ دنیا کے پانچ بڑے سمندرون مین سے صرف ایک سمندر ہو! اور اُن پانچون مین بھی سب سے بڑا نہین، بلکہ دوسرے چھوٹا ہو! پھر ظاہر ہو کہ وہ بھی پورے کا پورا بہ یک وقت پیشِ نظر نہین، بلکہ اسکا ایک مختصر جزو آنکھون کے سامنے ہے! اللہ اکبر! جب جزو اور ادنی اجزو مین یہ ہیبت رکھ دی گئی ہو، تو کل کے مشاہدہ سے کیا کیفیت طاری ہوتی ہوگی! آج یہ مہیب اور لق ودق سمندر، اور کرۂ ارض کے سارے معلوم سمندر "یاجوج" کے قبضہ مین ہین، وہ جسے چاہے انہین جہاز اور کشتی چلانے کی اجازت دے، اور جب اور جس کو چاہے، اللہ کی کاریگری کے اس نادر نمونہ سے فائدہ اٹھانے سے روک دے! خلقِ خدا کی ہوتی ہو، لیکن سمندر اور سمندرون کے بندرگاہ، جہاز اور انکے بیڑے، محکمۂ بحری (ایڈمرالٹی) اور خداوندانِ بحر (SEDLORDS) تارپیڈو اور ڈریڈناٹ، کروزر اور ڈسٹرائر، آج ہانکے پکارے کہہ رہے ہین، کہ "امر" اور "حکم" (نعوذ باللہ) یاجوج کا ہو —— پھر اگر ایسے حال مین آپ کسی سچے کا قول سنتے ہین کہ "یاجوج و ماجوج سمندر کا پانی پی جائین گے" تو آپ اس پیشینگوئی کے پورے ہونے کے لئے کسی زمانۂ مستقبل کا کیون انتظار کرنے لگتے ہین!

قُل لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا، دل نے کہا کہ یہی وہ سمندر ہے، جس کی بابت ارشاد ہوا ہے، کہ اگر سارا سمندر روشنائی بنجائے، اور اسی جیسا ایک اور سمندر بھی روشنائی

اپنی اس خوش نصیبی پر نازاں، کہ کسی کی کشش کس کو کہاں سے کہاں لئے جا رہی ہے! اور ابھی اس خوف سے لرزاں، کہ اپنی محرومیوں اور شور بختیوں سے دیکھئے اب بھی نجات ملتی ہے، یا نہیں! ابوجہل اور ابولہب آخر عمر بھر اسی بیت اللہ کے جوار میں رہے، پھر انھیں تو کچھ بھی حاصل نہ ہوا، مدینہ کے منافق روزانہ دیدار رسولؐ سے مشرف ہوتے رہے، پھر اُن کے دلوں کے پتھر تو نہ پسیجے! ——— لیکن یہ کیا وہم آرائی و پریشان خیالی ہے، وہ کریم، جو اپنے گھر مہمان بلا رہا ہے، کیا اپنے در کے گداگروں کی جھولی میں بھیک بھی نہ ڈالے گا؟ اسکی رحمت کی فراوانی اور کرم کی ارزانی نہ حق کو دیکھتی ہے نہ استحقاق کو، اسے تو محض عطا و بخشش، محض نوازنے اور سرافراز کرنے سے سروکار ہے، اور بس!

گھنٹہ دو گھنٹہ نہیں، دن دو دن بھی نہیں، پورا ایک ہفتہ ہوگیا، اور خشکی کا کہیں نشان نہیں! جنگل کے درندے نہ سہی، باغ و صحرا کے چرندے نہ سہی، ہوا کے پرندے تک نہیں! ادھر پانی اُدھر پانی، آگے پیچھے، داہنے، بائیں ہر سمت پانی ہی پانی! اوپر نیلا آسمان، نیچے نیلا سمندر! زمین کی بے بساطی اب جاکر محسوس ہوئی! خشکی کے بڑے بڑے شہر اور صوبے آبادیاں، اور بستیاں، جنگل اور پہاڑیاں، سڑکیں اور ریل کی پٹریاں، ریگ کے تودے، اور پہاڑوں کی چوٹیاں، جنکی وسعت اور کثرت عظمت و ہیبت ابتک دماغوں میں رچی، اور آنکھوں میں بسی ہوئی تھی، اب معلوم ہوا، کہ خالق کے بحر قدرت کے سامنے نہیں، بلکہ اپنی ہی جیسی، ایک دوسری مخلوق کے سامنے کتنی

باب ۵

سمندر۔ کامران

۲۹ مارچ، ساحل بمبئی سے جہاز ۱۱ بجے شب کو چھوٹا تھا، رات تو خیر جون
تون کٹ گئی، صبح اٹھ کر دیکھا، تو ہر طرف عالم آب، جہان تک بھی نظر کام کرتی
ہے، بجز پانی کے اور کچھ نہین دکھائی دیتا، اپنی عمر مین یہ منظر کبھی کاہے کو دیکھا تھا،
بڑے سے بڑے دریا جو اب تک دیکھے تھے، وہ بھلا سمندر کے مقابلہ مین کیا حیثیت
رکھتے ہین! صبح سے دوپہر، دوپہر سے شام اور شام سے پھر صبح، نہ کہین جہاز رکتا ہی،
نہ کوئی اسٹیشن آتا ہی، ہر وقت ایک ہی فضا محیط، ہر سمت ایک ہی منظر قائم! دن
طلوع ہوتے ہین، اور ختم ہوجاتے ہین، راتین آتی ہین اور گذرتی جاتی ہین، نہ کوئی
خط نہ کوئی تار، نہ اخبارات نہ ڈاک کے انبار! نہ کسی عزیز کی خبر نہ دوست کی،
نہ اپنون کا حال معلوم نہ بیگانون کا! اپنا مٹی کا گھروندا ہی، کہ ہر لحظہ پیچھے چھوٹتا
جا رہا ہی، پر وہ گھر جسے لامکان کے مکین نے اپنا گھر کہکر پکارا ہی، ہر آن نزدیک
سے نزدیک تر ہوتا جا رہا ہی! زمین چھوٹ گئی، لیکن آسمان نہین چھوٹا، اُدھر
جہاز ہوا اور پانی سے ہچکولے کھا رہا ہی، ادھر دل کی کشتی ہے، کہ یاس و امید
کی کشمکش مین ابھی ڈوبی اور ابھی ابھری (خدا نہ کرے کہ کبھی بھی ڈوبے!) دل ابھی

متعلیمیافتہ ہین، آسودہ حال ہین، اور دنیوی وجاہت و منصب رکھتے ہین، باقی عموماً بیچارے ایسے ہین، جو بوڑھے ہین، کمزور و بیمار ہین، غریب ہین، لکھنے پڑھنے سے معذور ہین، جاہ و منصب سے محروم ہین، گمنام ہین، اور خود دنیا کو ترک نہین کر رہے ہین، بلکہ دنیا انھین ترک کر رہی ہے، کیا حج بیت اللہ انھین بیچارون کے لئے فرض رہگیا ہی؟ اور وہ جو اونچی اونچی کوٹھیون مین رہتے ہین، جو سجے سجائے بنگلون مین بستے ہین، جو نفیس نفیس موٹرون پر سوار پھرتے رہتے ہین، جنکے بڑے بڑے کھاتے بینکون مین کھلے ہوئے ہین، جو دو دو ہزار اور چار چار ہزار ماہوار کی تنخواہین رکھتے ہین، جو بڑے بڑے تعلقون اور زمینداریون کے مالک ہین، جو یورپ اور ہندوستان کی یونیورسٹیون کی بڑی بڑی ڈگریان رکھتے ہین، جو نامور بیرسٹر ہین، جو مشہور ڈاکٹر ہین، جو نامی انجینیر ہین، جو کامیاب ایڈیٹر ہین، جو خان بہادر ہین، جو سی، آئی، ای ہین، جو نواب اور نوابزادے ہین، جو کونسلون کے ممبر ہین، جو تھیٹر اور سینما، اور ناچ اور ہر فرنگی "آرٹ" کے شیدائی ہین، جو اپنی اولاد کو لندن اور پیرس، برلن اور ویانا، آکسفرڈ اور کیمبرج بھیجتے رہتے ہین ——

شاید ان سب سے فریضۂ حج ساقط ہو گیا ہی!

دالی پوری کوشش جاری رکھی، افسوس ہے کہ کمپنی والون نے ہوٹل کو کافی مشتہر نہین کیا تھا، اور ہوٹل کھلنے کی اطلاع صرف چند اخبارون تک محدود رہی تھی، اس لئے حاجیون کے عام اور دیہاتی طبقہ کو اسکی اطلاع بھی نہین ہوسکی تھی، اور وہ لوگ حسب دستور اپنے اپنے گھرون سے پورا سامان لاد کر لائے تھے، اور اپنا کھانا اپنے ہاتھ سے پکاتے رہے، آئیندہ کے لئے میرا مشورہ ہی کہ حاجی صاحبان بڑی تعداد مین اسی مسلم ہوٹل کی سرپرستی فرمائین (بشرطیکہ یہ کمپنی مسلمانون کی عام غفلت و بے حسی کا شکار ہو کر ٹوٹ نہ جائے) اس مین سہولت بھی رہیگی، اور کفایت بھی، تاہم وقت ضرورت کے لئے مختصر سامان کھانے اور کھانا پکانے کا خود اپنے ساتھ بھی رکھنا ضروری ہی، محض ہوٹل کے بھروسہ پر رہنا غلطی ہی، اور کمزور معدہ والون کو تو ہرگز کسی ہوٹل کے بھروسہ پر نہ رہنا چاہئے، جو لوگ خوشحال ہین، اور جن کے معدہ اور ذائقہ کو انگریزی کھانا ناموافق نہین پڑتا، وہ جہاز کے انگریزی ہوٹل سے اپنے کھانے کا انتظام رکھ سکتے ہین، کھانے کی شرح غالباً تین روپیہ یومیہ ہی،

جہاز پر جہاز کے سَو ڈیڑھ سَو ملازمین کے علاوہ، مسافرون کی تعداد قریب پندرہ سو کے ہے، گویا ایک چھوٹے قصبہ کی پوری آبادی ہے، سب سے بڑی تعداد دیہاتی بنگالیون کی ہی خصوصاً مشرقی بنگال والون کی، جو بیچارے اپنے جسم اور دماغ دونون کی کمزوری کی بنا پر، بلا ارادہ دوسرون کے لئے باعثِ تکلیف بنے ہوئے ہین، تھوڑے تھوڑے لوگ بہار، یوپی، ملابار، گجرات اور بمبئی کے بھی ہین، ان ڈیڑھ ہزار مین، سَو دو سَو ایسے ہین، جو جوان ہین، تندرست ہین،

اُس سے اکثر بات چیت ہوتی رہتی تھی، جہاز کا چیف آفیسر گبن بھی ایک خوش مزاج نوجوان انگریز ہے، اس سے بھی کبھی کبھی گفتگو ہوتی رہتی تھی، کپتان کے دروازہ سے دروازہ ملا ہوا تھا، بار بار سابقہ پڑتے رہنا ناگزیر تھا،

حاجیون کے جہاز پر ابتدا سے کھانے کا مسئلہ بہت اہم رہا کیا ہی، جہاز پر جو ہوٹل افسرانِ جہاز کے لئے ہوتا ہی، اول تو عام مسافرون کے لئے ہوتا نہین، صرف فرسٹ کلاس والون کے لئے ہوتا ہی پھر کھانے کے دام زائد، اور کھانا انگریزی مذاق کا، اس لئے عموماً حاجیون کے لئے اس کا وجود بیکار ہی ثابت ہوتا ہی، اور ہر حاجی کو کھانے، اور کھانا پکانے کا سارا سامان لاد کر لیجانا پڑتا ہی، آٹا دال چاول گھی، مسالہ دیگچیان برتن چولھا، سل بٹہ، لکڑی چیرنے کی کلھاڑی، اور خدا معلوم اور کیا کیا، بوریون مین بھر بھر کر لادنا پڑتا ہی جس کی زحمت و مشقت محتاج بیان نہین، اسی سال خدا کے فضل سے یہ زحمت ایک بڑی حد تک دور ہو گئی تھی، مسلم پلگرم فوڈ سپلائی کمپنی کے نام سے، حاجی سیٹھ عمر بھائی چاند بھائی کے زیر اہتمام و نگرانی ٹرنر، ارلین کے جہازون پر کھانے کی دوکانین اس سال سے کھل گئی ہین، چنانچہ اکبری پر بھی اسی کمپنی کی طرف سے ایک مسلم ہوٹل موجود تھا، جو معتدل بلکہ ارزان نرخ پر مسلمان باورچیون کا پکایا ہوا کھانا دے رہا تھا، کسی ہوٹل کے لئے یہ ممکن نہین، کہ وہ ہر شخص کے ذائقہ کا یکسان لحاظ رکھ سکے، اور پھر یہ ہوٹل تو ابھی بالکل نیا تھا، ناتجربہ کاری کی لغزشین ناگزیر تھین، پھر بھی ہونہار ہوٹل نے اپنی بساط کے موافق بہت آرام پہونچایا، اور اس کے منیجر اور اسسٹنٹ منیجر نے حاجیون کو خوش اور مطمئن رکھنے کی اپنی

اور ناشتہ کی ہلکی غذائین اگر دن مین بار بار استعمال مین آتی رہین، تو انشاءاللہ جہاز کی بیماری سے نجات رہیگی، ایک اور ضروری شے تازہ ہوا ہی، تھرڈ کلاس والے بیچارے ایک بڑی حدتک اس نعمت سے محروم رہتے ہین، تاہم جس حدتک بھی ممکن ہو اسکی طرف انھین سبقت کرتے رہنا چاہئے، میرا ذاتی تجربہ ایک یہ بھی ہے کہ نگاہ کو حتی الامکان اگر جہاز کے کنارون پر نہ جمنے دیا جائے، بلکہ سمندر کے دور سے دور کنارون پر جا یا جائے تو بھی سر کے چکر سے بہت عافیت رہتی ہی،

گوری حکومت مین گوری قوم کا ہر ہر فرد اپنے کو حاکم سمجھتا ہی، اور کوئی گورا کہین اور کسی مرتبہ پر بھی ہو، ماتحت نہین، حاکم اور خادم نہین، آقا بنکر رہتا ہی، حاجیون کے جہاز اس کلیہ سے مستثنیٰ نہین ہوتے، ظاہر ہے کہ یہ کمپنیان حاجیون کے روپیہ سے زندہ ہین، اور انکا مقصد وجود حاجیون کی خدمت ہی، تاہم جہاز کے جتنے بڑے عہدہ دار تھے، سب فرنگی ہی تھے، کپتان انگریز، چیف آفیسر انگریز، سکنڈ آفیسر انگریز، انجنیر انگریز، میکنیک انگریز، وایرلیس سپرنٹنڈنٹ انگریز، جونیر آپریٹر انگریز وغیرہ وغیرہ، اور غیر مسلم تو چھوٹے بڑے تقریباً سب ہی عہدہ دار تھے، اور سب کا برتاؤ حاجیون کے ساتھ وہی تھا، جو گورون کا، کالون کے ساتھ اور صاحب کا نیٹو کے ساتھ ہر جگہ رہا کرتا ہی، تاہم یہ شاید حاجیون کی طویل صحبت کی برکت تھی، یا کیا، کہ برتاؤ فی الجملہ نرم و مہذب تھا، اور سختیان نسبتۃً کم تھین، جہاز کا سب سے بڑا افسر کمانڈر یا کپتان کہلاتا ہی، فرنگیون سے بات چیت کرنے کو اب مدت سے جی نہین چاہتا، تاہم اس جہاز کا کپتان پی ایچ، وارڈ ایک نیکدل و سادہ مزاج انگریز ہی، جو حاجیون سے ہمدردی بھی خاصی رکھتا ہے،

ہین، یہان تک کہ بعض لوگون کی حالتین خراب ہو ہو جاتی ہین، ہم لوگون نے اُنکی
پیش بندی مین کاغذی لیموں بہت سے ساتھ رکھ لئے تھے، ایفنون کے ساتھ
املیان تھین، ہلکے ترش میوے اکثر متلی اور دوران سفر مین مفید ثابت ہوتے ہین،
بعض لوگون نے ایک پیٹنٹ دوا (MOTHER SEIGATS ANTI SEA-
SICKNESS) کے قرص بھی جو خاصے گران ملتے ہین بمبئی سے خرید کر ہمراہ لیلئے
تھے، لیکن بحمد اللہ ان چیزون کے استعمال کی ضرورت اکثرون کو مطلق نہین پیش آئی
اس کی ایک خاص وجہ ماہرین سفر دریائی نے یہ بیان کی کہ موسم خشک و خوشگوار تھا،
اور سمندر مین تلاطم بالکل نہ تھا، مارچ اور اپریل کا مہینہ سفر بحری کے لئے خاص
طور پر موزون ہین، سمندر اس زمانے مین خاموش و پرسکون رہتا ہی، البتہ برسات
کے موسم مین خصوصاً اُس کے آغاز مین اور اُس کے اختتام پر، سمندر مین شدید تلاطم
برپا رہتا ہے، اور طاقتور موجین ہولناک حد تک بلند ہو ہو کر جہاز سے ٹکراتی
رہتی ہین، ان سے جہاز ہنڈولے کی طرح ڈانواڈول ہونے لگتا ہی، یعنی داہین
اور بائین پہلوؤن پر جھکنے اور اُٹھنے لگتا ہی، اسی سے آلات ہضم مین ہیجان پیدا
ہوجاتا ہی، اور انسان دوران سر اور متلی مین مبتلا ہوجاتا ہی، ہمارا جہاز تقریباً
بالکل محفوظ رہا، اور بجز معدودے چند اشخاص کے اور کسی کو قابل ذکر شکایت
نہین پیدا ہوئی، ایک بات تجربہ سے یہ معلوم ہوئی، کہ پرخوری اور خلوی معدہ
دونون اس حالت مین مضر ہین، اور ایک طرف اگر ثقیل، دیرہضم غذاؤن سے
بچنے کی ضرورت ہی، تو دوسری طرف بالکل بھوکے رہنے سے بھی، بجائے اسکے
کہ ایک یا دو بار کھانا خوب شکم سیر ہو کر کھالیا جائے یا محض فاقہ کیا جائے، چاہیے

اور ناشتہ کی ٹکی غذائیں اگر دن میں بار بار استعمال میں آتی رہیں، تو انشاء اللہ جہاز کی بیماری سے نجات رہیگی، ایک اور ضروری شے تازہ ہوا ہے، تھرڈ کلاس والے بیچارے ایک بڑی حد تک اس نعمت سے محروم رہتے ہیں، تاہم جس حد تک بھی ممکن ہو اسکی طرف انھیں سبقت کرتے رہنا چاہیے، میرا ذاتی تجربہ ایک یہ بھی ہے کہ نگاہ کو حتی الامکان اگر جہاز کے کناروں پر نہ جمنے دیا جائے، بلکہ سمندر کے دور سے دور کناروں پر جمایا جائے تو بھی سر کے چکر سے بہت عافیت رہتی ہے،

گوری حکومت میں گوری قوم کا ہر ہر فرد اپنے کو حاکم سمجھتا ہے، اور کوئی گورا کہیں اور کسی مرتبہ پر بھی ہو، ماتحت نہیں، حاکم اور مخدوم نہیں، آقا بنکر رہتا ہے، حاجیوں کے جہاز اس کلیہ سے مستثنیٰ نہیں ہوتے، ظاہر ہے کہ یہ کمپنیاں حاجیوں کے روپیہ سے زندہ ہیں، اور انکا مقصد وجود حاجیوں کی خدمت ہے، تاہم جہاز کے جتنے بڑے عہدہ دار تھے، سب فرنگی ہی تھے، کپتان انگریز، چیف آفیسر انگریز، سکنڈ آفیسر انگریز، انجینیر انگریز، میکینک انگریز، وائرلیس سنیر آپریٹر انگریز، جونیر آپریٹر انگریز وغیرہ وغیرہ، اور غیر مسلم تو چھوٹے بڑے تقریباً سب ہی عہدہ دار تھے، اور سب کا برتاؤ حاجیوں کے ساتھ وہی تھا، جو "گوروں" کا، "کالوں" کے ساتھ اور "صاحب" کا "نیٹو" کے ساتھ ہر جگہ رہا کرتا ہے، تاہم یہ شاید حاجیوں کی طویل صحبت کی برکت تھی، یا کیا، کہ برتاؤ فی الجملہ نرم و مہذب تھا، اور سختیاں نسبتہً کم تھیں، جہاز کا سب سے بڑا افسر کمانڈر یا کپتان کہلاتا ہے، فرنگیوں سے بات چیت کرنے کو اب مدت سے جی نہیں چاہتا، تاہم اس جہاز کا کپتان پی ایچ، وارڈ ایک نیکدل و سادہ مزاج انگریز ہے، جو حاجیوں سے ہمدردی بھی خاصی رکھتا ہے،

ہین، یہان تک کہ بعض لوگون کی حالتین خراب ہو ہو جاتی ہین، ہم لوگون نے انکی
پیش بندی مین کاغذی لیموں بہت سے ساتھ رکھ لئے تھے بعضون کے ساتھ
املیان تھین، ہلکے ترش میوے اکثر متلی اور دوران سفر مین مفید ثابت ہوتے ہین،
بعض لوگون نے ایک پیٹنٹ دوا (MOTHER SEIGATS ANTI SEA-
SICKNESS-) کے قرص بھی جو خاصے گران ملتے ہین بمبئی سے خرید کر ہمراہ لیلئے
تھے لیکن بحمد اللہ ان چیزون کے استعمال کی ضرورت اکثرون کو مطلق نہین پیش آئی
اس کی ایک خاص وجہ ماہرین سفر دریائی نے یہ بیان کی کہ موسم خشک و خوشگوار تھا
اور سمندر مین تلاطم بالکل نہ تھا، مارچ اور اپریل کا مہینہ سفر بحری کے لئے خاص
طور پر موزون ہین، سمندر اس زمانے مین خاموش و پرسکون رہتا ہی، البتہ برسات
کے موسم مین خصوصاً اُس کے آغاز مین اور اُس کے اختتام پر سمندر مین شدید تلاطم
برپا رہتا ہے، اور طاقتور موجین ہولناک حد تک بلند ہو ہو کر جہاز سے ٹکراتی
رہتی ہین، ان سے جہاز ہنڈولے کی طرح ڈانوا ڈول ہونے لگتا ہی، یعنی داہین
اور بائین پہلوؤن پر جھکنے اور اُٹھنے لگتا ہی اسی سے آلات ہضم مین ہیجان پیدا
ہوجاتا ہی، اور انسان دوران سر اور متلی مین مبتلا ہوجاتا ہی، ہمارا جہاز تقریباً
بالکل محفوظ رہا، اور بجز معدودے چند اشخاص کے اور کسی کو قابل ذکر شکایت
نہین پیدا ہوئی، ایک بات تجربہ سے یہ معلوم ہوئی، کہ پرخوری اور خلوی معدہ
دونون اس حالت مین مضر ہین، اور ایک طرف اگر ثقیل، دیر ہضم غذاؤن سے
بچنے کی ضرورت ہی، تو دوسری طرف بالکل بھوکے رہنے سے بھی، بجائے اسکے
کہ ایک یا دو بار کھانا خوب شکم سیر ہو کر کھا لیا جائے یا محض فاقہ کیا جائے، چاہے

بھی مع اپنی پارٹی کے بمبئی سے ہمراہ ہو گئے تھے، بہار ہی کے ایک مفیصف منصیر الدین صاحب بھی مع اپنے صاحبزادہ ضمیر الدین صاحب کے، جو اپنے صوبہ کی خلافت کمیٹی کے ایک پرجوش کارکن معلوم ہوتے ہین، جہاز پر ملے، اور تھوڑی ہی دیر مین ہم لوگون سے گھل مل گئے، مولوی عین الحق صاحب پنشنر جج عدالت خفیفہ، جو ایک زمانہ مین بہار ہی تھے، مگر اب لکھنوی ہو گئے ہین، والد ماجد مرحوم کے ملنے والون مین ہین، اور دو حج اس کے قبل کر چکے ہین، انکی اپنے تیسرے حج مین اسی جہاز پر ہین، انکو دیکھ کر قدرتِ خدا نظر آتی ہی، لباس اس درجہ سادہ! مزاج اس درجہ قانع! یقین ہی نہین آتا کہ یہ بی اے، بی ال ہین، اور بڑے بڑے سرکاری عہدون پر رہ چکے ہین، غازیپور کے گریجویٹ وکیل مولوی رفیع اللہ صاحب بھی اسی قبیل کے انسان نظر آئے، ان کی شب بیداری، انکی سادگی، اور انکے ذوقِ عبادت پر بار بار رشک آتا ہی، سب سے زیادہ دلچسپ ہستی ہمارے وطن کے چودھری محمد علی (محمد) تعلقدار ردولی کی ہی، جو لوگ اس ہنسنے والے اور ہنسانے والے زندہ دل رئیس سے واقف ہین، وہ خدا معلوم اُن کے سفر حج کی خبر کو باور کیونکر کرینگے! لیکن کریم کی کریمی مین کسی کا کیا اجارہ ہی، وہ جسے چاہے دم بھر مین نوازدے! ہندوستان کی شیعی جماعت کے شاید وہی تنہا نمایندہ ہین، جو اس جہاز پر مع اپنی سنی اور دیندار زوجۂ محترمہ کے حجِ بیت اللہ کے لئے چل رہے ہین، ان سب رفیقون اور جلیسون نے مل جل کر سفر مین وطن کی شان پیدا کر دی تھی،

سنتے تھے کہ جہاز مین متلی کی شکایت عام رہتی ہی، اور اکثر دن کو چکر آتے رہتے

اے خدا از فضلِ تو حاجت روا | با تو یادِ ہیچکس نبود روا،
تلخ تر از فرقتِ تو ہیچ نیست | بے پناہت غیر پیچا پیچ نیست
دستِ ما چون پائے مارا می خورد | بے امان تو کسے جان کے برد

ہر سفر کی خوشگواری و ناخوشگواری مین خاصہ دخل سفر کے رفیقون کو ہوتا ہی، رفیق اگر ہم مذاق ہین، تو ہر سفر خوشگوار بن سکتا ہی، اور اگر رفیق ناجنس ملے، تو تو [?] بھی اُسی درجہ کی ہوتی ہی، جہاز کے سفر مین، جہان ساری بیرونی دنیا سے بے تعلقی ہو جاتی ہی، اور ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو ہفتے یہ بے تعلقی قایم رہتی ہی، رفیقون کا سوال اور زیادہ اہم ہو جاتا ہی، ہمارے قافلہ کے جو اصلی اجزا تھے، انکا ذکر اوپر آچکا، مولوی عبد الباری صاحب ندوی کے والد ماجد حکیم عبد الخالق صاحب کی رفاقت بہت مفید ثابت ہوئی، وہ محض ایک عبادت گذار و درویش صفت بزرگ ہی نہین، بلکہ تجربہ کار طبیب بھی ہین[1]، اور اپنے ہمراہ مجربات کا ایک پورا بکس لے گئے تھے، راستے مین تھوڑا بہت بیمار پڑنا ناگزیر تھا، سارے قافلہ کو کم و بیش حکیم صاحب اور انکے مجربات کی ضرورت پڑی، اور سب کے دلون سے اُن کے حق مین دعاے خیر نکلی، مولانا مناظر احسن صاحب کا درد و گداز، علم و فضل، ذوق و جوش ہر موقع پر ایک نئے رنگ مین نمایان ہوتا رہا، اور اُنکی ایمان پرور تقریرین اور نظمین خدا معلوم کتنے دلون کو گرماتی، اور کتنے ایمانون کو تازہ کرتی رہین، انکے عزیز مولوی شاہ لطف اللہ مونگیری (خلف مولانا شاہ محمد علی مونگیری قدس سرہٗ)

---

[1] افسوس ہی کہ اس سفرنامہ کی ترتیب کے وقت تک حکیم صاحب کا انتقال ہو چکا،

ہی مین جہاز اکبر کا نقشہ دیکھکر ہمارے فرسٹ کلاس والے ساتھیون کے لئے دو کیبن مخصوص و نامزد ہوگئے، اور ہم میان بیوی کے لئے کمپنی والون نے سب سے اوپر کے عرشہ کا وہ کیبن مخصوص کردیا، جسکی تمنا فرسٹ کلاس والون کو بھی رہا کرتی ہی، سب سے اوپر کے عرشہ پر بجز انگریز افسرون کے اور کسی کا کیبن نہین ہوتا، صرف یہی ایک کیبن خالی ہوتا ہی جو کپتان کے کیبن سے بالکل ملا ہوا ہوتا ہی، اور خوش نصیبون ہی کے حصہ مین آتا ہے! اس طرح سب سے کم خرچ مین، مین سب سے اونچی اور ہوادار جگہ پاکر، صحیح معنی مین "کم خرچ بالانشین" بنا ہوا تھا،

کریم کی دستگیریان اور مشکل کشائیان ملاحظہ ہون، کمزورون اور ناتوانون کی کس کس طرح دستگیری کیجاتی ہی، اور بزدلون اور پست ہمتون کی ہمت کس کس طرح بندھائی جاتی ہی! جہاز بھر مین جو سب سے زیادہ کم ہمت اور مشقت سے بھاگنے والا تھا، اسی پر سب سے زیادہ الطاف و عنایات کی بارش ہوئی، اور وہ جو قدم قدم پر راحت کا حریص اور آرام کا بھوکا تھا، اُسے کیسا کیسا نوازا گیا، اور کن کن طریقون سے بہلایا گیا، کُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ۔ بیمار بچہ جب دوا سے، اور بدشوق بچہ جب مدرسہ سے بھاگتا ہی، تو دایہ کس کس طرح بہلاتی ہی، اور مان کیسے کیسے لالچ دلاتی ہی، پھر وہ جسکی رحمت و شفقت نے ہر دایہ سے بڑھکر چاہت، اور جسکی ربوبیت و کریمی نے ہر مان سے زیادہ ممتا، اپنے اوپر لازم کر رکھی ہے، کیونکر ممکن تھا کہ اپنی خلقت کے نادان اور نافہم، ضدی اور ہٹیلے بچون کو یون ہی بھٹکتا اور بہکتا چھوڑ دے!

باب (۴)

جہاز سمندر

قافلہ کے دونون جز ملا کر کل ہم لوگ سولہ آدمی تھے، سکنڈ کلاس کی حالت اوپر بیان کیجا چکی ہے، حاجیون کے جہاز پر سکنڈ کلاس کا ٹکٹ لینا نادانی ہے، ریل کے سکنڈ کلاس پر ہرگز اسے قیاس نہ کرنا چاہیئے، وہ آرام و آسایش یہان خواب و خیال ہے، ساڑھے چار سو اور ساڑھے پانچ سو کی رقم مین کچھ بہت زائد فرق نہین، جو لوگ صاحبِ استطاعت ہین، انھین چاہیئے، کہ فرسٹ کلاس کا ٹکٹ لین، ورنہ پھر تھرڈ ہی پر قناعت کرین، ہم لوگون نے چار ٹکٹ فرسٹ کے لئے، باقی بارہ تھرڈ کے تھے، انھین بارہ مین ہم میان بیوی بھی تھے، تھرڈ سے زیادہ کی بجٹ مین گنجایش نہ تھی، طے کر چکے تھے، کہ بری بھلی جس طرح بھی گذریگی، بہرحال ہزارون دوسری مخلوقِ خدا کی طرح برداشت ہی کرین گے، مگر اب خدا کی قدرت ملاحظہ ہو، شوکت صاحب خود مجھے ہمراہ لیکر ٹرنر مارسین کے دفتر مین گئے، اور لگے میرا تعارف اپنی زبان اور اپنے لہجہ مین کرنے، اُنکی زبان کون پکڑ سکتا تھا جو کچھ جی مین آیا فرماتے رہے، نتیجہ یہ ہوا، کہ تھوڑی ہی دیر کے بعد ہم میان بیوی کے ٹکٹ، تھرڈ کلاس کی قیمت کے ساتھ فرسٹ کلاس کے ہو گئے! دفتر

انانیت ہر ہر قدم پر زندہ، اور نفس پرستی سے وقت کا لمحہ لمحہ معمور! مصائب سفر کا بیشتر حصہ تو خیالی اور اپنے دماغ کا پیدا کردہ ہوتا ہے، باقی تھوڑی بہت تکلیفیں جو واقعی ہوتی ہیں سو اے عزیز! اگر یہ علم صحیح قائم ہوجائے، کہ یہ کس کی راہ میں پیش آرہی ہیں، تو معاً تکلیف آرام سے اور درد راحت سے تبدیل ہوجائے، ہر گمرہی کی بنیاد انسان کے اس جذبہ پر ہے، کہ وہ اپنی مرضی کو سب پر حکمران دیکھنا چاہتا ہے، اسلام اسی باطل پرستی کی تصحیح کے لئے ہے، اسلام کے معنی اپنی مرضی کو اپنے پیدا کرنے والے کی مرضی کے محکوم کردینے کے ہیں، اور فریضۂ حج اسی مقصد کی تکمیل کا ایک آلہ ہے، پھر اگر راستہ میں کچھ امور ناخوشگوار پیش آئیں، تو اُن پر بے صبری کا اظہار کتنی بڑی محرومی اور بدنصیبی ہے! دنیا میں کسی کے ساتھ ذرا سا دل کا لگاؤ پیدا ہوجاتا ہے، پھر دیکھئے، کہ اسکی گلی کا ہر کانٹا کس طرح پھول بنجاتا ہے، پس وہ جو سب محبوبوں کا محبوب ہے، اور سب کی محبتوں کا تاجدار ہے، اگر اسکی راہ میں کوئی بات خلافِ مزاج یا خلافِ توقع پیش آئے، تو وہ بات ہی ایسی کیا ہوسکتی ہے جس کے چرچے زبانوں پر لائے جائیں، اور جس کے تذکرے اخبارات کے کالموں میں پھیلائے جائیں!

درحقیقت فرسٹ اور سکنڈ کلاس والون کا برآمدہ ہوتا ہی، جو تھرڈ کلاس والے قلیون یا جہاز والون کو کچھ دے دلا کر یہان قبضہ کر لیتے ہین، وہ مزے مین رہتے ہین، اور مسافرون مین بہت خوش قسمت سمجھے جاتے ہین، میٹھا پانی اول تو ملتا بہت محدود مقدار مین ہے، پھر اُس کے ملنے کے اوقات معیّن و مختصر، یہی حال کھانا پکانے کی لکڑی کا ہی، جو جہاز پر بلا قیمت تقسیم ہوتی رہتی ہی، پانی اور لکڑی، دونون کی تقسیم کے وقت جو ہنگامہ برپا ہوتا ہی، جس طرح کنستر سے کنستر اور سر سے سر ٹکراتے ہین، اور بوڑھون اور کمزورون کو جس قیامت کا سامنا ہوتا ہی، اُن سب کا تعلق دیکھنے سے ہے، سننے سے نہین! ——— لیکن درحقیقت صبر و شکر کا سبق بھی اللہ کی اسی بے زبان مخلوق سے لینا چاہیے، دیکھنے والون کو ان پر ترس آرہا ہی، لیکن یہ اپنے حال مین مست، اپنی دھن مین مگن! انھین نہ برقی قمقمون کی طلب، نہ پنکھے کی ہوس، نہ برف کی خواہش، نہ لائم جوس کی تمنا، کہین تلاوت ہو رہی ہی، کہین وعظ کی محفل گرم، کہین دیگچیان مانجی جا رہی ہین، کہین کپڑے اپنے ہاتھ سے دھل رہے ہین، کہین روٹیان توے پر پڑ رہی ہین، اور تقریباً سارے کے سارے

طے کرکے اُس عام دشترکسیت الخلا تک جانا ہوتا ہے جس پر فرسٹ کلاس اور سکنڈ کلاس دونون کے کل مسافرون کا یکسان حق ہوتا ہے! پھر زنانہ و مردانہ کی بھی تفریق نہین سب کے لئے ایک ہی کافی! ایسی صورت مین اگر دروازہ پر دس دس منٹ تک لوٹا ہاتھ مین لئے امیدواری کرتی رہنا پڑے، تو حیرت کی کیا بات! طہارت کا انتظام بمنزلہ صفر! گندگی دور ہونے کے بجائے کپڑون کے نجس ہو جانے کا اندیشہ ہر وقت لگا ہوا! آرام و آسایش کا یہ معیار فرسٹ کلاس والون کے لئے ہے!

"جسکی بہار یہ ہو پھر اسکی خزان نہ پوچھ" اگر "بہار" سے "خزان" کا اندازہ کرنا ممکن ہے، تو فرسٹ کلاس کی حالت سے تھرڈ کلاس کا بھی اندازہ کرلینا ممکن نہین جہاز کے اسفل سافلین سے اوپر کے دو درجے تھرڈ کلاس والون کے لئے ہوتے ہین لیکن انھین درجہ قرار دینا، خود لفظ "درجہ" کی تحقیر کرنا ہے! یہ درجے کیا ہوتے ہین بھیڑ بکریون کے باڑے ہوتے ہین جنھین بے زبان جانورون کے بجائے بے زبان (اور شاید بے جان بھی!) "کالے" "آدمیون کو اٹے سیدھے، تلے اوپر، بھر دیا جاتا ہے! ادھر کوڑے کے ڈھیر، اُدھر غلاظت کے انبار! ادھر کھانا ایک رہا ہے، اور دھوان ہے، کہ

شب تاریک و بیم موج و گردابے چنین حائل
کجا دانند حالِ ما سبکسارانِ ساحلہا!

لیکن حقیقت یہ ہے کہ "شب تاریک" ہی نہین، روز روشن مین بھی، اور "بیم و موج" ہی کے وقت نہین، سمندر کے سکون کے وقت بھی، اور "گرداب" و تلاطم ہی کی حالت مین نہین، پوری ہمواری کی حالت مین بھی، حاجیون کے جہاز کی کیفیت کا اندازہ صرف حاجی ہی کر سکتے ہین، بغیر آپ بیتی کے "سبکسارانِ ساحل" اس کا صحیح اندازہ کرنے سے بالکل قاصر ہین! ریل کے سفر مین جو سہولتین بالعموم حاصل رہتی ہین، وہ ان جہازون مین عنقا کا حکم رکھتی ہین، تھرڈ کلاس والون کا ذکر نہین، وہ مخلوق تو شاید سختیان اٹھانے اور تکلیفین جھیلنے کے لئے پیدا ہی ہوئی ہے، سکنڈ کلاس بلکہ فرسٹ کلاس والون کو بھی قدم قدم پر یہ محسوس کرایا جاتا ہے، کہ وہ عبادت کیلئے مجاہدہ کے لئے، کسرِ نفس کے لئے گھرون سے نکلے ہین، اور خدا بننے کیلئے نہین، بندہ بننے کے لئے چلے ہین! اکبر کا شمار اچھے خاصے جہازون مین ہے، سب سے نیچے کا حصہ ریل کی مال گاڑیون کی طرح مال کے لئے مخصوص، اس "اسفل سافلین" کے مقابلہ مین "اعلیٰ علیین" یعنی جہاز کا سب سے اونچا عرشہ، اعلیٰ فرنگی افسرون، کپتان، چیف آفیسر انجنیر وغیرہ کے لئے مخصوص! چھوٹی چھوٹی کوٹھریان، جنمین نہ پنکھا، نہ ہوا کا گذر، نہ پاخانہ، نہ غسل خانہ، اوپر تلے دو بنچین، ان کا نام "سکنڈ کلاس کیبن" جنکا کرایہ تھرڈ کلاس سے ڈھائی گنا! فرسٹ کلاس بھی اسیقدر تنگ و مختصر، البتہ انکا مقام نسبۃً بہتر، اور پنکھا ان مین موجود، لیکن پاخانہ اور غسل خانہ ان کے ساتھ بھی نہین! اور پیشاب کی ضرورت کے لئے ہر مرتبہ، ہر فرسٹ کلاس کے مسافر کو خاصی مسافت

ٹھیک ۱۱ بجے شب کو جہاز مین حرکت ہوئی، اور اُس نے آہستہ آہستہ ساحل کو چھوڑنا شروع کیا، لیجئے دیکھتے ہی دیکھتے، قرب وجوار کی ساری عمارتین نظرون سے پوشیدہ ہوگئین، اور صرف اُنکی روشنیان باقی رہ گئین، اللہ اللہ! کیا وقت ہی! کیا سمان ہی! جہاز مین حرکت تو خیر جیسی کچھ بھی ہو اپنے دل کی حرکت کا کیا حال ہے؟ وطن ہر لحظہ دور ہوتا جارہا ہی وطن کی دلچسپیان ساری کی ساری پیچھے چھوٹتی جاتی ہین، بیوی بیشک ساتھ ہین، لیکن بچیان وہین ہین، والدۂ ماجدہ وہین ہین، بھائی وہین ہین، بہن وہین ہین، سارے اعزہ اور دوست وہین ہین، ساتھ کے کام کرنے والے وہین ہین لیکن بحمد اللہ دل مین اس وقت ان مین سے کسی کی فکر نہین، فکر اُنکی نہین، جو پیچھے چھوٹ رہے ہین، فکر ہے تو اُنکی جو آگے ملنے والے ہین! دوستو! اور عزیزو! خدا حافظ! خاکِ وطن کے ذرو، خدا حافظ! سب کو اسی مالک ومولا کے سپرد کیا، سب کو اُسی کریم ورحیم کی حفاظت مین دیا، جس کے در پر جبین سائی کو یہ ننگِ وطن وننگِ خاندان اس وقت روانہ ہورہا ہی، اُس کی خطائین معاف کردہ اُس کے قصورون سے درگذرو، اُسکی بیہودگیون پر خاک ڈالو! اللہ تمھارے عیبون پر پردہ ڈالیگا، اللہ تمھارے مرتبے بلند کریگا، اللہ تمھاری خطاؤن کو معاف کریگا، لبیک اللّٰھم لبیك، اللّٰھم الیك توجھتُ وعلیك توکلتُ وجھك اردت فاجعل ذنبی مغفوراً وحجی مبروراً وارحمنی ولا تخیبنی واقض بعرفات حاجاتی انك علی کل شیءٍ قدیر!

خواجہ حافظ نے مدت ہوئی فرمایا تھا ؎

اللہ اس ہونہار نوجوان کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور اسے پختہ دیندار مسلمان بنا دے، انجمن خدام النبی کے کارکن بڑی محبت اور سیرچشمی کے ساتھ حاجیوں کو برف و شربت سے سیراب کرتے ہوئے دکھائی دیئے! کاش سرکار ہند کے محکمہ محافظ حجاج میں اتنی ہی ہمدردی و انسانیت ہوتی! گھنٹوں کے انتظار کے بعد بھپارہ خانہ میں ہم لوگوں کی بھی ڈاکٹری ہوئی یعنی برائے نام ہماری نبضوں پر ہاتھ رکھکر، دو سکنڈ میں اس سوانگ کو ختم کر دیا گیا، اور عصر کے آخر وقت تک کے سب حاجی جہاز پر سوار ہو گئے، جنکی تعداد قریب پندرہ سو کے پہونچی، اس وقت سے لیکر شب کے گیارہ بجے تک جو جہاز کے چھوٹنے کا وقت تھا، انسانوں کے اتنے بڑے مجمع کو جسمیں بوڑھے اور بچے، تندرست اور بیمار، توانا اور کمزور سبھی تھے، حوائج بشری سے بالکل پاک اور منزہ فرض کر لیا گیا، گویا جہاز کا عرشہ جنت کا صحن تھا، جہاں کسی کو قضائے حاجت کی ضرورت نہ پیش آئیگی! جہاز میں پیشاب اور پاخانے کی جگہیں متعدد بنی ہوئی تھیں لیکن، اس وقت سب کی سب مقفل تھیں، اور جب تک جہاز چھوٹ نہ لیا، بدستور مقفل رہیں! تاکہ جہاز جب تک گودی (ڈاک) میں لگا رہتا ہے، اس اندیشہ سے کہ کہیں ساحل سمندر گندگی و غلاظت سے لبریز نہ ہو جائے، برابر اسی طرح جہازوں کے پاخانے مقفل رہا کرتے ہیں، ۲ بجے بھپارہ کا وقت مقرر تھا، بہت سے غریب حاجی ۲ بجے اپنے اپنے ٹھکانوں سے روانہ ہوئے تھے، اس وقت سے لیکر ۱۱ بجے تک، یعنی پورے ۹ گھنٹے کی مدت میں کمزور مثانہ والے حاجیوں پر کیا گذری، کیا اس کی تصریح کی ضرورت ہے؟!

سنتے ہین کہ بمبئی مین ہماری مہربان سرکار کی طرف سے کوئی محکمہ محافظِ حجاج بھی قائم ہے، محافظت کی نئی اور انوکھی صورت آج دیکھنے مین آئی کہ بیچارے عوام کالانعام کا ذکر نہین، اچھے اچھے معزز ذی مرتبت حاجی، فرسٹ کلاس کے ٹکٹ رکھنے والے تیز دھوپ مین حیران وپریشان، ہجوم مین دھکے کھاتے پھرتے ہین! اور عورتون بیچاریون کی حالت اس سے بھی کہین ابتر! یہ سزا ہے یاجوجی حکومت کی طرف سے اس جرم کی، کہ اس بیسوین صدی کی روشنی مین بھی لندن اور پیرس، اور روما اور ویانا، آکسفرڈ اور کیمبرج، اگلاسکو اور ایڈنبرا، نیویارک، اور واشنگٹن، کو چھوڑ کر ارک رتیلے بیابان، اور پتھریلے ویرانہ کی طرف ذوق وشوق سے رُخ کیا جارہا ہے! حدیث نبوی مین یہ بشارت ہوا ہے، کہ حج، یاجوج کے زمانہ مین جاری رہے گا، لیکن یاجوجی حکومتین حاجیون کے ساتھ کیا برتاؤ کرینگی، اور حاجیون پر کیا کچھ گذرتی رہیگی، اسکا تعلق سننے سے نہین، دیکھنے سے، مطالعہ سے نہین مشاہدہ سے، اور اخبار سے نہین تجربہ سے ہے! یہ سچ ہے، کہ اللہ کے راستہ مین نکلنے والون کے لئے ہر تکلیف عین راحت، اور ہر توہین عین عزت ہے، لیکن جو یاجوجی قومین آج اپنے دست وبازو پر نازان ہین، وہ سن رکھین، کہ یہ امتحان اللہ کی راہ مین نکلنے والون کے صبرو ضبط، کسر نفس وخود شکنی کا نہین، بلکہ خود زمین وآسمان کے پروردگار کے حلم کا امتحان ہے!

شوکت صاحب کل شب مین دہلی روانہ ہوگئے تھے، آج انکی جانشینی زاہد سلمہٗ کے حصہ مین آئی، بمبئی، پارہ اور جہاز کے سارے معرکے زاہد صاحب ہی کی مدد سے سر ہوئے، اور "اگر پدر نتواند پسر تمام کند" کے پرانے مقولہ کی آج نئی تصدیق حاصل ہوئی۔

صبر وضبط کا امتحان کافی ہو چکا تھا، اور وہ جو گھر سے یہ امید لیکر چلا تھا، کہ وسط شوال مین ارض مبارک مین پہونچ جائیگا، اسے وسط شوال تک بمبئی ہی مین رکا رہنا پڑا تھا، ۲۷و۲۸ کی درمیانی شب، خاص شوق و اشتیاق مین گذری،

جمعرات، ۲۸، مارچ، ۱۶، شوال جہاز ۱۱ بجے شب کو چھوٹنے والا تھا لیکن حاجیون کو حکم یہ ملا تھا، کہ ۸ بجے صبح اپنا سامان جہاز پر رکھدین، اور خود ۳ بجے سہ پہر کو بھپارہ (ڈس انفکشن) کے لئے حاضر ہو کر قبل مغرب جہاز پر سوار ہو جائین، اس حکم کی تعمیل مین سامان صبح روانہ کر دیا گیا تھا، لیکن اسکی روانگی مین کسی قدر دیر ہو گئی تھی، دوسرے حاجی بہت قبل سے پہونچکر ساری اچھی جگہین اپنے اسباب سے گھیر چکے تھے، حج کا سفر اللہ نے اس لئے رکھا ہی کہ بندہ کو بندہ بننے کی عادت پڑے، بندہ، بندگی، ایثار، بے نفسی کا سبق حاصل کرے، لیکن بندون مین ٹھیک اس کے برعکس خود غرضیون کا زور ہوتا ہے، اور ہر شخص اسی فکر مین لگا رہتا ہی، کہ دوسرون کو دھکا دیکر، ڈھکیل کر، ڈرا دھمکا کر، جس طرح بھی ممکن ہو، اپنے لیے بہتر سے بہتر جگہ حاصل کرے، اور دوسرون کے حقوق اور انکی تکلیفون کا مطلق لحاظ نہین رہتا، عموماً کامیاب وہی رہتے ہین، جو ہاتھ پیر کے زبردست ہوتے ہین، یا پھر وہ جو جہاز کے ملازمون کو دے دلا کر اپنا کر لیتے ہین، سہ پہر کو ہم لوگ بھپارہ گھر حاضر ہوئے، جس کی عمارت پرنس ڈاک سے ایک آدھ فرلانگ کے فاصلہ پر ہے، یہان کا سمان دیکھنے سے تعلق رکھتا ہی، حاجیون کی جماعت اس وقت انسانون کی جماعت نہ تھی، بھیڑ بکریون کا ایک غول تھا، جسے پولیس کے کانسٹبل، اور شفاخانہ کے ملازم جس طرح چاہین ہانک رہے ہین!

باب (۳)

جہاز

جہاز کی روانگی کی تاریخ خدا معلوم کتنی بار بدلی، ہماری اطلاعیں براہ راست کمپنی کے دفتر سے حاصل شدہ ہوتی تھیں، ٹرنر ماریسن کے دفتر میں ایک صاحب قاری محمد بشیر اعظم گڈھی بڑے کام کے اور مستعد آدمی ہیں، وہ بیچارے ہمارے ہر کام کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے، اس پر بھی ہر اطلاع غلط ہی ثابت ہوتی رہی، اور روانگی برابر ٹلتی رہی، اسمیں خاصہ قصور ہم لوگوں کا بھی تھا، جو اپنی ناواقفیت اور ناتجربہ کاری سے حاجیوں کے جہاز کو ریل پر قیاس کئے ہوئے تھے، ان جہازوں کے چھوٹنے میں بہت سے ایسے موثرات کام کرتے رہتے ہیں، جنکا کئی روز قبل سے صحیح اندازہ کر لینا، کمپنی کے افسروں کے اختیار سے باہر ہوتا ہے، اس لئے بہت قبل سے کوئی تاریخ قطعی طور پر متعین نہیں ہو سکتی، بہرحال ایک آدھ روز قبل متعین طور پر معلوم ہوا کہ جہاز اکبر ۱۲ مارچ کو روانہ ہوگا، یہ جہاز کچھ ایسا پرانا نہیں، سنہ ۲۲ء کا بنا ہوا ہے، اور کمپنی کے جہازوں میں اوسط درجہ کا ہے، وزن ۴۳۰۴ ٹن ہے، سنہ ۲۶ء میں خلافت کمیٹی اور جمعیۃ العلماء کے معزز ارکان وفد اسی جہاز پر گئے تھے، روانگی کی تاریخ کا بالآخر تعین سنکر مایوس اور پریشان حال حاجیوں کی جان میں جان آگئی، ہم لوگ بھی انتظار سے اکتا چلے تھے،

سکنڈ کلاس کیلئے ۳۵۰ روپیہ آمد و رفت ٹکٹ میں ہوتی ہزار در

فرسٹ کلاس کیلئے ۵۵۰ " " واپسی کی مدت ۶ مہینے ہوتی ہے

جہاز کے ٹکٹ لیتے وقت وہ منظر پیش نظر ہوجاتا ہے جو کسی میلہ کے زمانہ میں
ریلوے اسٹیشنوں پر تھرڈ کلاس کے ٹکٹ گھروں کا ہوتا ہے۔ وہی ریل پیل، وہی
دھکم دھکا، وہی انسانیت کی جگہ حیوانیت کی نمائش اور غلبہ ایجرا پاسپورٹ حاصل
کرنے کا معرکہ اس پر مستزاد۔ لیکن حاجیوں کے حق میں خلافت کمیٹی کا وجود اس
وقت ثابت ہو کر رہا۔ ع

حل این نکتہ ہم از روئے نگار آخر شد

مولانا شوکت علی اور دوسرے کارکنان خلافت کی سعی و توجہ نے اس
مشکل کو آسان کردیا۔ اور گھر بیٹھے ہم لوگوں کو پاسپورٹ اور ٹکٹ حاصل ہوگئے

بمبئی اور کراچی مین حاجیون کی جہازی کمپنیان تین ہین مغل لائن، نمازی لائن اور شوستری لائن، نمازی اور شوستری مسلمانون کی ہین لیکن ان پرمشترکہ کمپنیون کا اطلاق بمشکل ہی ہوسکتا ہی خصوصًا شوستری تو بہت ہی چھوٹی ہی مغل لائن کسی زمانہ مین مسلمانون کی تھی، اب اس پرتمامتر قبضہ اس کے ایجنٹ مسٹر ٹرنر مارسین اینڈ کمپنی کا ہی، دراصل ان سب کے جہاز مال لادنے کے ہین، اور سال کے بیشتر حصہ مین یہی کام کرتے بھی رہتے ہین حج کے موسم مین انھین مال گاڑیون کو سواری گاڑی بنادیا جاتا ہی اور ان پربے جان مال واسباب کی جگہ جاندار حاجیون کو لادا جانے لگتا ہی ٹرنر مارسن کمپنی کے چھ ڈائرکٹر ہین، ان مین صرف ایک مسلمان ہین باقی پانچون انگریز کمپنی کی شاخین رنگون سے لیکر سوئز تک خلیج بنگال، بحرہند خلیج فارس، بحرعرب، بحرروم مین ۳۲ مختلف مقامات پر قائم ہین، کارکن زیادہ تر انگریز ہی ہین لیکن بحرین، بندرعباس، بوشہر، جدہ، کراچی، کویت، مسکاٹ وغیرہ مین مسلمان ایجنٹ ہین بمبئی کا ایجنٹ براؤن نامی ایک انگریز ہے، لوگ اس کے مزاج واخلاق کی تعریف کرتے ہین، کمپنی آٹھ جہازون کی مالک ہی، اور جہازون کی تعداد نیز عام انتظامات کے لحاظ سے دوسری کمپنیون سے بڑی اور بہتر ہی، اسی کمپنی سے سفر کرنا طے پایا، اب تک اکثر ایسا ہوتا تھا کہ مقابلہ کی کشمکش کے وقت بعض کمپنیان اپنا کرایہ بہت گھٹادیتی ہین، اب کی یہ صورت اُس وقت تک نہ تھی، اور نہ آیندہ اسکی توقع رکھنی چاہیئے، ہر کمپنی کا کرایہ یکسان اور ٹھیک اسی بڑی سرکاری شرح کے مطابق تھا یعنی:-

تیسرے درجہ کیلئے ۱۹۵ روپیہ آمدورفت دکفایت واپسی ہی کے

اور عنایتین ربھی شکریہ کی حدود سے بالاتر ہین،

اکثر حاجیون کے سامنے ایک سوال، روپیہ کے رکھنے کا ہوتا ہی، نقد روپیہ سب اپنے ساتھ رکھئے، تو خواہ مخواہ ایک بار اور ہر وقت کی فکر حفاظت کا اضافہ ہوتا ہے، ہندوستان مین متعدد کوٹھیان اور ایجنسیان ایسی ہین جہان روپیہ بآسانی جمع ہو جاتا ہی اور حجاز مین بحفاظت تمام ملجاتا ہے، دہلی کے حاجی علیجان مرحوم کی کوٹھی، اس بارے مین قدیم اور سب سے زیادہ مشہور ہے، ان کا کاروبار بڑے پیانہ پر ہے، اور مکہ و مدینہ دونون جگہ ان کے معزز و دیانتدار کارکن موجود ہین، ہم لوگون کو اس توسط کی ضرورت نہین پڑی، ہم نے اپنا بیشتر روپیہ بمبئی کے مشہور سیٹھ محمد عمر بھائی چاند بھائی خازن جمعیۃ خلافت (ناگدیوی اسٹریٹ) کے حوالہ کر دیا، اور جدہ مدینہ منورہ و مکہ معظمہ، ان کے ایجنٹون کے نام چٹھیان لے لین، تھوڑا سا روپیہ شیخ ابراہیم عبد اللہ الفضل (نیو کوئنس روڈ چوپاٹی) کے پاس بھی جمع کرا دیا، یہ ذریعہ بھی بہت معتبر ہے، شیخ عبد اللہ الفضل نجدی الاصل ہین، اور سلطان ابن سعود کے خاص مقربون مین ہین، ان کے ایک بھائی شیخ عبد الرحمن الفضل، جدہ کے مشہور تاجر ہین، اور دوسرے بھائی محمد الفضل مکہ معظمہ مین نائب گورنر ہین، الفضل صاحب سے بمبئی مین ملاقات بھی ہوئی، اب کی سال یہ بھی عازم حج ہین، اور مجھ سے چند روز کے بعد روانہ ہونگے جہاز پر جو لوگ جا رہے ہین، کپتان کے پاس بھی اپنا روپیہ امانت رکھا سکتے ہین،

بمبئی اور کراچی مین حاجیون کی جہازی کمپنیان تین ہین، مغل لائین، نمازی اور شوستری، نمازی اور شوستری مسلمانون کی ہین لیکن ان پر مشترکہ کمپنیون کا اطلاق مشکل ہی ہو سکتا ہی خصوصًا شوستری تو بہت ہی چھوٹی ہی مغل لائن کسی زمانہ مین مسلمانون کی تھی، اب اس پر تمامتر قبضہ اس کے ایجنٹ مسٹر ٹرنر ماریسن اینڈ کمپنی کا ہی، در اصل ان سب کے جہاز مال لادنے کے ہین، اور سال کے بیشتر حصہ مین یہی کام کرتے بھی رہتے ہین حج کے موسم مین انھین مال گاڑیون کو "سواری گاڑی" بنا دیا جاتا ہی اور ان پر بجائے مال واسباب کی جگہ جاندار حاجیون کو لادا جانے لگتا ہی؛ ٹرنر مارسن کمپنی کے چھ ڈائرکٹر ہین، ان مین صرف ایک مسلمان ہین باقی پانچون انگریز، کمپنی کی شاخین رنگون سے لیکر سوئز تک خلیج بنگال، بحر ہند، خلیج فارس، بحر عرب، بحر روم، مین ۲۳ مختلف مقامات پر قائم ہین، کارکن زیادہ تر انگریز ہی ہین، لیکن بحرین، بندر عباس، بوشہر، جدہ، کراچی، کویت، مسکا، وغیرہ مین مسلمان ایجنٹ ہین، بمبئی کا ایجنٹ براؤن نامی ایک انگریز ہے، لوگ اس کے مزاج و اخلاق کی تعریف کرتے ہین، کمپنی آٹھ جہازون کی مالک ہی، اور جہازون کی تعداد نیز عام انتظامات کے لحاظ سے دوسری کمپنیون سے بڑی اور بہتر ہی، اسی کمپنی سے سفر کرنا طے پایا، اب تک اکثر ایسا ہوتا تھا کہ مقابلہ کی کشمکش کے وقت بعض کمپنیان اپنا کرایہ بہت گھٹا دیتی ہین، اب کی یہ صورت اُس وقت تک نہ تھی، اور نہ آئندہ اسکی توقع رکھنی چاہئے، ہر کمپنی کا کرایہ یکسان اور بڑی سی بڑی سرکاری شرح کے مطابق تھا یعنی:-

تیسرے درجہ کیلئے ۱۹۵ روپیہ آمد و رفت (کفایت واپسی ہی کے

اور عنایتیں رسمی شکریہ کی حدود سے بالاتر ہیں،

اکثر حاجیوں کے سامنے ایک سوال، روپیہ کے رکھنے کا ہوتا ہے، اگر نقد روپیہ سب اپنے ساتھ رکھئے، تو خواہ مخواہ ایک بار اور ہر وقت کی فکر حفاظت کا اضافہ ہوتا ہے، ہندوستان میں متعدد کوٹھیاں اور ایجنسیاں ایسی ہیں جہاں روپیہ یہاں جمع ہو جاتا ہے، اور حجاز میں بحفاظت تمام ملجاتا ہے، دہلی کے حاجی علیجان مرحوم کی کوٹھی، اس بارے میں قدیم اور سب سے زیادہ مشہور ہے، ان کا کاروبار بڑے پیمانہ پر ہے، اور مکہ و مدینہ دونوں جگہ ان کے معزز و دیانتدار کارکن موجود ہیں، ہم لوگوں کو اس توسط کی ضرورت نہیں پڑی، ہم نے اپنا بیشتر روپیہ بمبئی کے مشہور سیٹھ محمد عمر بھائی چاند بھائی خازن جمعیۃ خلافت (ناگدیوی اسٹریٹ) کے حوالہ کر دیا، اور جدہ، مدینہ منورہ، و مکہ معظمہ، ان کے ایجنٹوں کے نام چٹھیاں لے لیں، تھوڑا سا روپیہ شیخ ابراہیم عبداللہ الفضل (نیو کوئنس روڈ چوپاٹی) کے پاس بھی جمع کرا دیا، یہ ذریعہ بھی بہت معتبر ہے، شیخ عبداللہ الفضل نجدی الاصل ہیں، اور سلطان ابن سعود کے خاص مقربوں میں ہیں، ان کے ایک بھائی شیخ عبدالرحمٰن الفضل، جدہ کے مشہور تاجر ہیں، اور دوسرے بھائی محمد الفضل مکہ معظمہ میں نائب گورنر ہیں، الفضل صاحب سے بمبئی میں ملاقات بھی ہوئی، اب کی سال یہ بھی عازم حج ہیں، اور مجھ سے چند روز کے بعد روانہ ہونگے، جہاز پر جو لوگ جا ہیں، کپتان کے پاس بھی اپنا روپیہ امانت رکھا سکتے ہیں،

ہوتی تھین، لیکن ہر پچھلی اطلاع پہلی اطلاع کو غیر مستند و غیر معتبر ثابت کر دیتی تھی!
انسانی خودی کا سب سے بڑا مظہر اُس کا ارادہ ہوتا ہے! اسی ارادہ کو چکنا چور کیا جاتا
ہے، مغرور و نادان انسان، حج کے قصد سے نکلا ہے، پھر بھی اپنے ہی ارادہ کو غالب
و حاکم رکھنا چاہتا ہے! اپنی بے بسی کے اعتراف اور اپنی ہیچ مایگی کے اقرار کو اٹھا
ہے، پھر بھی اپنے ہی کو اختیار و قدرت والا ثابت کرنا چاہتا ہے! عبدیت و بیچارگی، بندگی
و بیکسی کا سبق لینے کو چلا ہے، پھر بھی اپنی ہی خدائی قائم رکھنا چاہتا ہے!
انکسار و افتقار، درماندگی و شکستگی کی تعلیم اگر اس سفر مین بھی نہ ہوگی، تو کب ہوگی؟

بارہ دن تک ہماری پوری پارٹی دار الخلافہ مین مہمان رہی، مہمانی کے یہ معنی
نہین کہ اتنے روز تک ہم سب کا بار خلافت فنڈ پر پڑتا رہا، اس کے برعکس ہم سب کے
کھانے پینے کے بل برابر تیار ہوتے رہے، اور چلتے وقت ہم سب اپنے اپنے حسابات
آنہ پائی سے بیباق کر کے آئے، بلکہ اکثر مہمانون نے اصلی حساب سے زائد ہی خلافت فنڈ
کی خدمت مین نذر کر دیا، جس قدر کفایت یہان ٹھہرنے مین ہوئی، بمبئی کے کسی
ہوٹل مین ممکن نہ تھی، اور جس قدر آرام یہان ملا، یہ بھی اتنے خرچ مین بمبئی کے
کسی ہوٹل مین ممکن نہ تھا، مولانا شوکت علی ہر وقت جس طرح خاطر داریون مین
لگے رہتے تھے، اور اُن کی وجہ سے ہر معاملہ مین جتنی سہولت رہی، اس کا شکریہ الفاظ
کے ذریعہ سے ادا کرنا دشوار ہے، عزیزی زاہد علیخان سلمہٗ "ز اہد خشک نہین" اس باب
مین شاید باپ سے بھی کچھ قدم آگے ہین، مولانا عرفان (ناظم مالیات خلافت) فرحت صاحب
(ایڈیٹر روزنامۂ خلافت) مولوی عزیز الرحمٰن صاحب دہلوی، ان سب کی کوششین

(تاجر چوب) اور اُن کے صاحبزادے میان سراج احمد سے ملی، جنھون نے اپنے وقت اور اپنے موٹر کوئی دن، کئی کئی گھنٹے، ہم غریب الوطنون کی خدمت کے لئے وقف رکھا اور جن کی رہبری سے ہر سودے مین بڑی کفایت رہی،

حج اور سفر حج، صحیح معنی مین ایک مجاہدہ ہے، خودی پر ضرب پوری قوت و شدت کے ساتھ پڑتی ہی، اور بندہ کو بندگی پوری طرح سکھائی جاتی ہی، اسی کا ایک کرشمہ ہے کہ بندہ کا ارادہ قدم قدم پر توڑا جاتا ہی، اور کوئی نقشۂ اوقات (پروگرام) خواہ کتنے ہی غور و فکر کے بعد تیار ہوا ہو، سالم و ثابت نہین رہنے دیا جاتا، دریاباد سے قصد یہ تھا، کہ موٹر لاری پر روانگی ہوگی، اور راستہ مین بانسہ کی مشہور و متبرک درگاہ پر حاضری دیتا ہوا لکھنؤ پہونچونگا، لاریان دریاباد سے روزانہ ایک نہین، تین تین روانہ ہوتی رہتی ہین، مگر اس روز ہر امکانی تلاش و کوشش کے بعد ایک بھی نہ مل سکی، مجبوراً ٹرین سے روانہ ہونا پڑا تھا، گاڑی اس قدر لیٹ آئی، کہ راستہ مین اتر کر بانسہ حاضر ہونے کا وقت باقی نہین رہا، یہ سب کچھ تو عین آغازِ سفر کے وقت پیش آیا تھا، لکھنؤ سے ۳ر شوال کو شب کے وقت روانگی کا قصد مصمم تھا، ۲ر کی سہ پہر کو بمبئی سے تار پہونچا کہ جہاز ابھی نہین جا رہا ہے، چند روز کے لئے ارادہ ملتوی کر دو، اُسی وقت جوابی تار دیکر مزید تفصیل دریافت کی، ۳ر کی دوپہر تک کچھ جواب نہ ملا، دفتر خلافت کو ٹیلیفون دینا چاہا، معلوم ہوا کہ ٹیلیفون کا سلسلہ ٹوٹا ہوا ہی، غرض روانگی سے صرف چند گھنٹے قبل تک تذبذب و تردد ہی رہا تھا! یہی صورت بمبئی مین بھی قائم رہی، ہر روز جہاز کے دفتر ہی سے مستند و معتبر اطلاعین موصول

بمبئی مین قیام بارہ دن کرنا پڑا، جہاز کی روانگی کی روز امید بندھتی تھی، مگر ہر صبح کی خبر شام کو غلط نکلتی تھی، یہ بارہ دن کی مدت ضروریات سفر کی فراہمی اور سامان کی خریداری مین گذری، حجاز مین اب ہر قسم کی چیزین ملنے لگی ہین، جہاز پر بھی کھانے کا فی الجملہ انتظام ہوگیا ہی، اس لئے سامان بجائے زیادہ لیجانے کے، کم سے کم لیجانا چاہئے، ورنہ ایک تو بار برداری مین خرچ اچھا خاصہ پڑجاتا ہی، دوسرے اس کی حفاظت ونگہداشت کی فکر مین قلب کو ہر وقت تشویش رہا کرتی ہے، اور پھر چیزون کے ٹوٹنے پھوٹنے سے نقصان الگ ہوتا رہتا ہی، چنانچہ یہی ارادہ تھا، کہ سامان بہت مختصر اور ہلکا لیا جائیگا، اور اسی ارادہ سے بمبئی کے بازارون مین خریداری کے لئے نکلے، لیکن پھر بھی سولہ آدمیون کی ضرورتین، پیش نظر تھین، ہوتے ہوتے کل سامان کا انبار اچھا خاصہ ہوگیا، بستر کپڑون کے کئی کئی جوڑے (اگر ایک آدھ رنگین جوڑا بھی ساتھ رہے تو بہت آسانی رہتی ہے) اور پیچش بدہضمی، بخار وغیرہ کی مجرب دوائین، گھر سے ہمراہ لیکر نکلے تھے باقی سامان بمبئی مین خرید کیا، ہر شخص کی ضروریات سفر دوسرے سے مختلف ہوتی ہین، تاہم حسب ذیل سامان بمبئی سے خرید کرنا غالبًا علی العموم مفید ثابت ہو احرام کی چادرین (یا تولئے) ڈک چیر (کپڑے کی کرسی) تھرماس، چٹائی، (بہت کام آتی ہی) ٹارچ (چوربتی) لالٹین، ہینڈ بیگ، انگیٹھی، کوئلہ، کیتلی، ٹین کا پیپا (پانی رکھنے کے لئے) مشکیزہ، منجمد دودھ، اولیا، ستو، کھچڑی، چائے، اور جنھیں، اور جنکو فرش پر سونے مین زیادہ تکلیف محسوس ہوتی ہو، وہ سفری چارپائیان بھی خرید لین، اس سارے سامان کی فراہمی مین بہت زیادہ مدد سیٹھ محمد روشن صاحب

کے ساتھ ہی ساتھ نفیس کی جانب بھی اشارہ تھا۔ جو بیت [illegible]
لکھوانا، اور اخبار کے لئے بیان لکھوانا۔ بس اور بیانات تو ان [illegible]
سے ترک کر دیا گیا ہے۔ بیان تک کہ [illegible]
کے باوجود اس بنا پر کو آج تک ہاتھ نہیں لگایا [illegible]
کی توفیق اب بھی نہیں ہوئی۔ نیز یہ بیت اللہ کی زیارت کی بہت [illegible]
جس کے دل میں اللہ نے ڈال دی ہے۔ اس کی فطرت بچپن [illegible]
تھا۔ بالآخر ان محبت کرنے والے بھائیوں کی [illegible] خود [illegible]
اپنے کاروبار کا ہرج کر کے آئے تھے، اور اپنے گھروں [illegible]
وزیری معین الدین حارث، جامعہ ملیہ کے ایک قابل فخر گریجویٹ ہیں اور اب
اپنا ایک روزانہ اخبار بھی نکال رہے ہیں۔ انہوں نے [illegible] کے ایک
نوجوان احمد عبداللہ غریب صاحب نے سادگی [illegible] کے ساتھ دعوت شیراز کا نمونہ
دکھا دیا، ان کے ہاں کی سادگی کا پورا مقابلہ [illegible] قاسم نور محمد [illegible] صاحب [illegible]
کی ضیافت کے تکلفات نے کر دیا۔ حاجی صاحب کو [illegible] تھا۔
حسن ظن پیدا ہو گیا ہو۔ پہلے قیام گاہ پر تحائف لیکر آئے، پھر اپنے ہاں دعوت [illegible]
و اہتمام سے کی، اور پھر جہاز پر مٹھائیوں کی بڑی سی ٹوکری خود لیکر آئے، اور ہر صورت
پر یہ محسوس ہو رہا تھا کہ وہ اپنی طرف سے کسی عنایت یا احسان کا احساس مطلق
نہیں رکھتے، بلکہ اپنی خدمت گزاریوں کو اپنے لئے باعث فخر و سرمایۂ سعادت
سمجھ رہے ہیں!

اس طرح مل ملا کر ہم سب سولہ آدمی ساتھ تھے، لیکن میرا اصلی قافلہ وہی چھ آدمیون کا تھا، سفر حج کا ساتھ بڑا نازک ساتھ ہوتا ہے، اچھے اچھے کھرے دوستون کی مدۃ العمر کی دوستیان اس سفر مین ٹوٹتے دیکھی ہین، اور بھائی سے بھائی کو، باپ سے بیٹے کو، پیر سے مرید کو، اس سفر مین چھوٹ جاتے سنا، اسی خوف سے مین نے شروع سے بڑی احتیاط رکھی، کہ قافلہ بہت بڑا نہ ہونے پائے، اور جو لوگ ساتھ ہون بھی، وہ حتی الامکان اپنا اپنا انتظام دوسرے سے علٰحدہ رکھین، آیندہ کے تمام عازمانِ حج کی خدمت مین مخلصانہ گذارش ہے، کہ جب تک کسی دوست یا عزیز پر یہ اعتماد نہ ہو کہ وہ غیر معمولی تحمل وبے نفسی و صفاتِ اطاعت و انقیاد کا مالک ہے، ہرگز اسے شریکِ قافلہ نہ بنایا جائے، اور کھانے پینے، رہنے سہنے کا الگ الگ انتظام تو واجبات مین سے ہے،

بمبئی مین شروع شروع بحمد اللہ اپنے کو مخفی رکھنے مین کامیاب رہا، لیکن قیام جون جون بڑھتا جاتا تھا، اخفا کا اہتمام دشوار تر ہوتا جاتا تھا، آخر ایک وزایک صاحب یہ پیام لیکر آئے، کہ انگریزی روزنامہ انڈین ڈیلی میل کے نمایندہ صاحب مع کیمرہ کے تشریف لانے کا ارادہ فرما رہے ہین، یعنی میرا بیان شایع کرنے کیساتھ ساتھ مجھ عجیب الخلقت کی تصویر سے بھی روشن خیال ناظرین کی ضیافتِ طبع کیجائیگی! گویا اکبر کے اس الہام کی ایک تازہ شرح شایع ہو کر رہیگی، ؎

عشاق کو بھی مالِ تجارت سمجھ لیا ‌ ‌ ‌ اس قہر کو ملاحظہ للہ کیجئے،
بھرتے ہین میری آہ کو فونوگراف مین ‌ ‌ ‌ کہتے ہین فیس لیجئے اور آہ کیجئے!

یہان بجائے "فونوگراف" کے "فوٹوگراف" سے کام لیا جانے والا تھا، اور پیام

باب (۲)

بمبئی۔ جہاز

سفر کا ایک اہم جزو، رفقائے سفر ہوتے ہیں، سفر حج میں یہ اہم جزو بہت زائد اہم ہوتا ہے، میں نے جس وقت سے سفر حج کا ارادہ کیا تھا، اسی وقت سے بیوی بھی آمادہ تھیں اور آمادگی محض زبان تک محدود نہ تھی، بلکہ اپنا زیور علیحدہ کر کے روپیہ کا بھی انتظام کر لیا تھا، خوشدامن صاحبہ (والدہ خان بہادر شیخ مسعود الزمان بیرسٹر باندہ) بھی عرصہ سے تیار تھیں، میرے آرام کے خیال سے انھوں نے ایک مرد ملازم میرے ہی گھر کا پروردہ ہمراہ لیا، رامپور کی ایک عزیزہ بہن ساتھ چلنے کو کہہ رہی تھیں میری درخواست پر ان کے حقیقی بھائی بھی جو حیدرآباد میں منصف ہیں بڑی تیزی و مستعدی کے ساتھ آمادۂ رفاقت ہو گئے، اس طرح میرا اصلی قافلہ کل چھ شخصوں کا ہوا، جنکا کھانا پینا ایک ساتھ تھا، لکھنؤ کی ایک اور عزیزہ (بیوہ ڈپٹی نہال الدین احمد مرحوم) بھی مع اپنے بھائی شیخ حیدر علی قدوائی کے ہمراہ ہو لی تھیں، انکے علاوہ گویہ کے مولوی عبد الباری صاحب ندوی (استاد جامعہ عثمانیہ) مع اپنے والدین اور چار دوسرے اشخاص کے ہمراہ ہو لئے، اور اسی قافلہ میں مولانا سید مناظر احسن صاحب (شیخ الحدیث جامعہ عثمانیہ) بھی شامل تھے، جنکا تعارف ناظرین سچ سے بالکل غیر ضروری ہے،

اور بے قراری، بھاگ دوڑ، شور دغل، چیخ پکار، شورش و اضطراب! دن کو چین نہ رات کو سکون، اور اسی کا نام اس دورِ یاجوجی میں "ترقی" و "تہذیب" ہے! حیرت صرف اس پر ہے، کہ اس غلبۂ یاجوجیت کے باوجود اب تک یہاں کی مسجدیں کیونکر اس قدر آباد و پُررونق ہیں، اور اتنے نمازی اور دیندار مسلمان یہاں کیسے نظر آتے ہیں!



اتنا فرق بھی نہ ہوہم پہلو کی دوسری عمارت کا بالاخانہ مولانا محمد عرفان کی فرودگاہ، اور اسلامی سادگی کی یہی تصویر، نیچے کے حصہ مین خلافت بکڈپو، اور روزنامہ خلافت کے ایڈیٹوریل اسٹاف کے لئے کمرے، مرکزی عمارت کے نیچے کے دو کمرے ہمارے قافلہ کیلئے خالی کر دیئے گئے۔ ان مین عورتین اطمینان و آرام سے رہین، مرد دن بھر ادھر اُدھر رہتے، رات کو کچھ صحن اور برآمدہ مین لیٹ رہتے، اور کچھ زبردستی مولانا عرفان کے کمرے پر قابض ہو جاتے، مولانا شوکت علی کا تار لکھنؤ ہی مین مل گیا تھا کہ کوئی اچھا جہاز شروع شوال مین نہین جائیگا بمبئی پہونچکر معلوم ہوا کہ دس بارہ روز کا انتظار ناگزیر ہے ـــــــ دل کا شوق مضطرب، مہینوں کی مدت دنوں مین اور دنوں کا وقت منٹوں مین کس طرح کٹ جائے! لیکن بلانے والا اگر خود ہی حکم بھیجدے، کہ دوڑتے ہانپتے ہوئے نہین، راستہ مین دم لیتے ہوئے، اور قدم قدم پرستاتے ہوئے دربار مین حاضر ہو، تو فرمایئے، جانے والے کا دل آخر کیون کر ٹھے؟

بمبئی، ہندوستان کا شاید سب سے بڑا "یاجوجی" شہر ہے، لنڈن اور پیرس، نیویارک اور شکاگو کی زیارت سے جو لوگ مشرف نہین ہوئے ہین، وہ ان کا ایک ہلکا سا نمونہ بمبئی مین دیکھ سکتے ہین، ویسی ہی ہر طرف آسمان سے باتین کرنے والی اونچی اونچی عمارتین وہی روپیہ کی گرم بازاری، وہی دوکانداری مین انہماک، وہی عیش کی فراوانی، وہی ہستی و نفس پرستی، وہی برق و دخان کی پرستاری، وہی لوہے، انجنون، اور کارخانون کا زور، وہی ریل، ٹریم، اور موٹر کارون کا شور، وہی صبح سے لیکر رات تک اور شام سے لیکر صبح تک چیختے اور چلاتے ہوئے، شور مچاتے اور دھوان اڑاتے، ڈھکیلتے اور کچلتے ہوئے یاجوج کی بھینی اور

زیادہ آرام دہ ہو، اس کے دارو غہ مولوی حضرت اللہ صاحب، جن کے چہرہ کی نورانیت ان کی باطنی پاکیزگی کا آئینہ ہے، اور ان کے نائب منشی عبد الستار صاحب سچ کے غایت کرم فرماؤں مین سے تھے، خیال تھا، کہ قیام اسی سافرخانہ مین ہوگا، ۱۹۱۲ء مین والد ماجد مرحوم مع والدہ ماجدہ کے جب حج کو تشریف لے گئے تھے، تو وہ بھی یہین مقیم ہوئے تھے، لیکن ابھی بڑا اسٹیشن دور تھا، اور پوری طرح صبح بھی نہین ہونے پائی تھی کہ بھائی کلہ اسٹیشن پر مولانا شوکت علی مع اپنے رفقا کے نمودار ہوئے، اور حکم ہوا کہ وکٹوریہ ٹرمنس پہنچ کر دار الخلافہ چلنا ہوگا، کس کی مجال تھی کہ بابائے خلافت کے حکم کی تعمیل نہ کرتا،

"دار الخلافۃ" کوئی مسافرخانہ یا مہمان سرا نہین، مرکزی خلافت کمیٹی کے دفتر کا نام ہو، خدا کا شکر ہے کہ کرایہ پر بیشمار روپیہ صرف کرنے کے بعد اب جمعیۃ خلافت کے پاس اپنا ذاتی مکان ہو گیا ہو، یہ مکان بھائی کلہ اسٹیشن سے دو فرلانگ پر، لولین (کسی نے اس کا ترجمہ "کوے جانان" خوب کیا ہے) مین واقع ہے، وسیع دو منزلہ عمارت، صحن کشادہ، خاموش و پر سکون فضا، بمبئی مین ایسی عمارت ہاتھ آجانا خوش قسمتی ہے، مرکزی عمارت کے حصۂ زیرین مین دفتر جمعیۃ خلافت و دفتر روزنامۂ خلافت، بالاخانہ پر مولانا شوکت علی کی فرودگاہ، نیز "معزز" "مہذب" مہمانون کے لئے آراستہ و مرصع ڈرائنگ روم، اور دوسرے کمرے (یہان یہ سوال نہ پیدا کیجئے کہ جمعیۃ خلافت کو ان پر تکلف آرایش و زیبایش سے کیا واسطہ! قرن صحابہ کی خلافت راشدہ اور چودھوین صدی ہجری کی خلافت کمیٹی مین اب کیا

ندوہ کے علماء، انگریزی کالجون کے پروفیسر اور طلبہ، فرنگی محل کا سارا خاندان، احباب و اعزہ ——— کوئی کس کس کے نام گنائے، اور سب کی مکمل فہرست یاد رکھنے کا دماغ کس کو؟ بڑے اور چھوٹے، عالم اور عامی، سب نے جس خلوص و محبت کیساتھ رخصت کیا ہے، اس کی یاد کا نقش جلد مٹنے والا نہین، احادیث نبوی مین جمعرات اور ہفتہ کا سفر مبارک بتایا گیا ہے، کریم کی کریمی ملاحظہ ہو، کہ دریاباد اسٹیشن سے گاڑی ایسے وقت چھوٹی کہ چہارشنبہ کا آفتاب غروب ہو رہا تھا، اور شب پنجشنبہ کا آغاز ہونے کو تھا، اور لکھنؤ سے روانگی کے وقت شب شنبہ کو شروع ہوئے کئی گھنٹے گذر چکے تھے! راستہ مین بھوپال اسٹیشن پر دوستون اور عزیزون ہی نے نہین، بلکہ ایسے مہربانون نے بھی جنکی خدمت مین اس کے قبل نیاز تک حاصل نہ تھا، جس مسافرنوازی کا ثبوت دیا، اُس کا معاوضہ بجز دعائے خیر کے اور کیا ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ سب کو دارین مین فائز المرام کرے!

---

۱۷ مارچ، یکشنبہ کو علی الصباح بمبئی پہونچے، ناواقفون کے لئے بمبئی کا مرحلہ بھی کچھ کم کٹھن نہین، ان پڑھ دیہاتیون کا ذکر نہین، اچھے اچھے پڑھے لکھے شہری، اگر انکا کوئی دوست یا آشنا یہان موجود نہین تو پہلی دفعہ بمبئی پہونچکر چکرا جاتے ہین، بمبئی مین حاجیون کے لئے متعدد وسیع آرام دہ مسافرخانے بنے ہوئے ہین، جہان آدمی بغیر کسی کرایہ کے ٹھہر سکتا ہے، حاجی سیٹھ صابو صدیق مرحوم کا مسافرخانہ کرافرڈ مارکٹ (جہان دنیا بھر کی چیزین بکا کرتی ہین) سے متصل اور بڑے اسٹیشن (وکٹوریہ ٹرمنیس) سے چند فرلانگ کے فاصلہ پر واقع ہے، یہ سب

کر دی تھیں ۔ یکم شوال کو بعد ادائے ظہر، ادعیۂ مسنونہ و ماثورہ پڑھتا ہوا، گھر سے باہر نکلا، مسجد سے رخصت ہوا، جد اعلیٰ حضرت شیخ محمد آبگش چشتی نظامی (م ۹۸۱ھ) اور دوسرے بزرگون کے مزارات پر فاتحہ پڑھی، قصبہ کے مسلمان، ساری دنیا کے مسلمانون کی طرح، اس وقت سخت باہمی زور آزمائی مین مصروف ہین، ہر فریق دوسرے کی عزت و آبرو کا دشمن، یہان تک کہ آج عید کا دن بھی انھین گلے نہ ملا سکا تھا، لیکن مقلب القلوب کی کارسازی، کہ اپنے ایک ناکارہ و ننگ وطن ہموطن کو رخصت کرنے کے لئے ہر فریق اپنی پوری محبت و خلوص کے ساتھ آمادہ ہوگیا، عین عید کی مشغولیت مین تیز دھوپ مین پا پیادہ، سب کا دو میل تک آنا، اور ہر ہر قدم پر اپنے جوش محبت کا ثبوت دیتے رہنا کوئی معمولی بات نہ تھی،

وطن سے روانگی کے بعد پہلی منزل لکھنؤ کی تھی، اور لکھنؤ بھی اپنے گوناگون تعلقات کے لحاظ سے بمنزلہ وطن ہی رہے، یکم شوال کو شب مین یہان پہونچے تھے، اور ۳ر شوال (۵ر مارچ) یوم جمعہ کو شب ہی مین یہان سے روانہ ہوئے، دوپہر سے بزرگون اور دوستون کی تشریف آوری کا جو سلسلہ شروع ہوا، تو ٹھیک اس لمحہ تک، کہ جب تک دس بجے شب کو گاڑی چھوٹ نہ لی، برابر جاری رہا، امام ضامن کے روپیئے اور "ناشتہ" کے خوان پر خوان چلے آرہے ہین، اور رخصت کرنے والون مین شہر کے نامور بیرسٹر اور وکلاء، اطبا، اور ڈاکٹر، اخبارات کے اڈیٹر، رسالون کے منیجر،

---

[1] مولانا سید سلیمان ندوی، پروفیسر ہارون خان شروانی (جامعہ عثمانیہ) مولوی ظفر الملک، حبیب علوی اور مولوی شاہ محمد الیاس برنی کی امداد اس سلسلہ مین شکر گذاری کے ساتھ یاد رکھنے کے قابل ہے،

تہیدستی تھی تو اسی توشۂ راہ سے، دل ہچکچایا، طبیعت رکی، ارادہ کا قدم ڈگمگایا، مگر معًا یاد آیا کہ وہ خدائے قدیر و رحیم جو ہر روز تاریکی کو نور میں بدلتا رہتا ہے، سڑے ہوئے فضلہ اور عفونت پھیلانے والی کھاد سے طرح طرح کے رنگا رنگ گل بوٹے، پھل پھول، میوے اور غلے وغیرہ اگاتا رہتا ہے، بیجانوں میں جان پھونکتا رہتا ہے، کیا وہ تباہ کاروں کو اپنے دربار میں حاضری کی نعمت سے سرفراز کرنے پر قادر نہیں؟ کیا درماندوں اور خستہ حالوں کے دامن کو گوہرِ مراد سے بھر دینا اس کے فضل و کرم سے کچھ بھی بعید ہے؟ کیا وہ صرف نیکوں اور پاکوں، پارساؤں اور پاکبازوں ہی کا والی و وارث، رب اور مالک ہے؟ اور مدہوشانِ غفلت اس کے لطف و رحمت سے، خدانخواستہ ہمیشہ محروم ہی رہیں گے؟

ٹوٹی ہوئی ہمت بندھی، دھڑکتا ہوا دل تھما، ڈگمگاتے ہوئے پیر سنبھلے۔ چند روز قبل حیدرآباد جانا ہوا تھا، وہاں کے متعدد اہلِ دل بزرگوں کی گفتگوئیں اور صحبتیں دل میں شوق اور ولولہ پیدا کر چکی تھیں، اس سے قبل دہلی کے زندہ جاوید محبوب الٰہی نظام الدینؒ کے دربار سے اجازت مل چکی تھی، ماہ رمضان المبارک میں دیوبند اور تھانہ بھون کے دو زندہ خاصانِ حق کی زبان سے مزید حوصلہ افزائی ہو گئی، اتنی سازی تائیدات غیبی کے بعد بھی اگر کوئی بدبخت ازلی سوچتا اور ہچکچاتا رہتا، تو وہ انسانوں کے بجائے جمادات میں شمار کرنے کے قابل تھا، اعظم گڑھ، لکھنؤ اور حیدرآباد سے بعض کرمفرماؤں نے اپنے اپنے تجربوں کے مطابق ضروریاتِ سفر سے متعلق یادداشتیں بھی مرتب کر کے روانہ

سفر سیر و تفریح کے لئے نہ تھا، تحصیلِ علوم و تکمیلِ فنون کے لئے نہ تھا، علمی و ادبی تحقیقات تاریخی و اثری تفتیش کے لئے نہ تھا، کشمیر و شملہ کا نہ تھا، لندن و پیرس، آکسفورڈ و کیمبرج کا نہ تھا، ہاں وہاں کے لئے بھی نہ تھا، جہاں گرج گرج کر تقریریں کیجاتی ہیں اور جھگڑ جھگڑ کر رزولیوشن پاس ہوتے ہیں! سفر جلبلاتی ہوئی ریگ والی زمین کی طرف تھا، گرمی کے موسم میں اس آسمان کی چھت کے نیچے تھا جس کا آفتاب تمتایا ہوا ہوتا ہے، ٹولوں اور پہاڑکوں، آبشاروں اور سبزہ زاروں کی طرف نہ تھا، خشک اور چٹیل میدانوں، بے آب و گیاہ ویرانوں، اور آگ اور خاک برسانے والے ریگستانوں کی جانب تھا! ایک گنہگار امتی، اپنے شفیع اور شفیق آقا کے آستانے پر حاضر ہو رہا تھا، بندے کی حاضری اپنے مولا کے دربار میں تھی، بھاگا ہوا غلام، تھک کے اور ہار کر، بچھتا کر اور شرما کر، پھر اپنے مالک کی طرف رخ کر رہا تھا، ذرہ آرزومند تھا، کہ آفتاب کی تابش سے جگمگا اٹھے، قطرے کو ہوس ہوئی کہ بحرِ بیکراں کے وصل کا لطف اٹھائے، مشتِ خاک کو یہ دماغ ہوا کہ نورِ پاک کے جاروب کشوں کی فہرست میں اپنا نام لکھائے، جو کچھ نہ تھا اسے یہ ولولہ ہوا کہ جو سب کچھ ہے، اس سے تعلق و پیوند پیدا کیجئے!

ہے آرزو کہ ابروِ پرخم کو دیکھئے!
اس حوصلے کو دیکھئے اور ہم کو دیکھئے!

حاضری کا حکم دینے والے کا حکم ہے، کہ زادِ راہ ساتھ لے کر چلو و تزودوا! اور خود ہی زادِ راہ کی تشریح بھی فرمادی ہی، کہ بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے، فان خیر الزاد التقوی، یہاں قحط تھا، تو اسی جنس کا، محرومی تھی تو اسی سرمایہ سے

باب (۱)

روانگی بمبئی

عید ہر سال آتی ہے، اب کی عید ہر سال کی معمولی عید نہ تھی، کسی کے آستانے پر ذوقِ جبین سائی دل کو بیتاب کئے ہوئے تھا کسی کے دربار مین حاضری کا دن ایک ایک کرکے گنا جا رہا تھا، رمضان ختم ہوا عید آئی، انتظار کی گھڑیان کٹین، وعدۂ دیدار پورا ہونے کی ساعت آئی، ہجر کے بعد وصل مہجوری کے بعد حضوری، انتظار کے بعد دیدار، پیاس کے بعد سیرابی، جس کارفرمائے فطرت نے ازل سے یہ قانون رکھدیا ہی اسی نے ماہِ مبارک کا خاتمہ موسمِ حج کے آغاز پر رکھا ہی، الحج اشھر معلومات، حج کا مشہور و معروف موسم عین اس وقت سے شروع ہوتا ہے، جب آخری روزہ اور آخری افطار آخری تراویح اور آخری سحری سے فراغت ہو چکتی ہے، مبارک ہین ماہ مبارک کی راتون کی وہ بیداریان، جو کسی کی آرزوے دید مین بسر ہون، اور مبارک ہین ماہ مبارک کے بھوک اور پیاس ضعف اور تڑپ والے وہ دن، جنکا خاتمہ کسی کی گلی کے طواف و سعی پر ہو!

انبساطِ عید دیدن روے تو!
عیدگاہِ ما غریبان کوے تو!

کو سرفراز کیا جا رہا ہے! شاعر نے صدیوں پیشتر اپنی تخیل کی رو میں کہا تھا ؎

بطواف کعبہ رفتم بہ حرم رہم نہ دادند | تو بروں در چہ کردی کہ درون خانہ آئی!

وہاں تو شاعری تھی یہاں اپنی طرف دیکھ کر دل دھڑک رہا ہے، اور ہمت جواب دے رہی ہے کہ کہیں اپنے حق میں یہ شاعری ماجرائے حقیقت نہ بنجائے! مولیٰ ہر بیکس کی لاج تیرے ہاتھ میں ہے! ہر مفلس کا آسرا تیرا ہی دست کرم ہے! بلایا ہے تو اپنے در سے محروم نہ واپس کرنا! اپنے اس قہر و غضب سے پناہ میں رکھنا کہ اس آستان پاک تک پہونچکر بھی تیرا بھکاری خالی ہاتھ واپس آئے! اندھے کی آنکھیں روشن کر کے رہنا، نہ ہو کہ خانہ تک پہونچکر صاحب خانہ کے دیدار سے محروم رہے، نہ ہو کہ مکان پر حاضری کے بعد بھی لامکان والے مکین کی تجلیات حجاب ہی میں رہیں! بیت کے ساتھ رب البیت کے انوار جمال کی زیارت نصیب ہو! مردوں کو جلانے والے مالک! مایوسوں کو خوشخبری دینے والے مولیٰ! بیکسوں کی دستگیری کرنیوالے آقا! دلوں کے زخم پر مرہم رکھنے والے پروردگار! تجھ سے بھاگا ہوا تیرا نافرمان غلام تیرے اور تیرے حبیب کے آستان پاک پر سر رکھنے کو حاضر ہو رہا ہے! دعاؤں کا قبول کرنا تیرے ہی ہاتھ میں ہے، اور دعاؤں کی توفیق دینا بھی تیرے ہی ہاتھ میں!

اے خدا پاک بے انباز و یار، | دست گیر و جرم ما را درگذار

یاد دہ ما را سخنہائے رقیق | کہ ترا رحم آورد آن اے رفیق

ہم دعا از تو اجابت ہم ز تو | ایمنی از تو، مہابت ہم ز تو،

گر خطا گفتیم اصلاحش تو کن | مصلحی تو اے تو اصلاح سخن

سبحان اللہ الحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر

آداب سفر حج سے ہے، کہ اس سفر کو سفر آخرت کا نمونہ سمجھے، احرام کی چادرون کو کفن کی چادرون کا نمونہ تصور کرے، اور چلتے وقت اپنے تمام ملنے والون اور اپنے سے تمام تعلق رکھنے والون سے اپنی خطاؤن کی معافی طلب کرے، ناظرین سچ تک فرداً فرداً پہونچنا ممکن نہین، ان کے حقوق کی ادائی مین مدیر سچ کی جانب سے خدا معلوم کتنی غفلتین اور کتنی کوتاہیان ابتک ہوئی ہونگی، اور خدا معلوم کتنون کی دل آزاریان اوراق کے ذریعہ سے ہو چکی ہونگی، سب کی خدمت مین بمنت و لجاجت گذارش ہے کہ اپنے اس خادم کی بڑی اور چھوٹی، دانستہ اور نادانستہ ساری خطاؤن کو اللہ کے واسطے صدق دل سے معاف فرمائین، وہ جو حاکمون کا حاکم ہے، ان کی خطاؤن کو بھی معاف فرمائیگا، اس دربار کے سچے سفیرؐ کی بشارتین اور وعدے موجود ہین،

التماس عفو کے بعد دوسری گذارش سچ کی برادری سے یہ ہے کہ اس خادم کو دعاے خیر سے محروم نہ رکھا جائے اور زاہد و فاسق سب کی سننے والے کی بارگاہ مین باربار عرض کیا جائے، کہ اس گنہگار کو حج مبرور اور زیارت مقبول نصیب ہو! حکم ملا ہے کہ توشۂ سفر کا سامان رکھو، اور پھر خود ہی ارشاد ہوا ہے، کہ بہترین توشۂ سفر تقویٰ ہی ہے، (و تزودوا فان خیر الزاد التقویٰ) یہان تقویٰ کا سایہ بھی نہین پڑنے پایا، سہارا جو کچھ ہے وہ کسی رؤف و رحیم کی رحمت بے حساب اور کرم بے انداز کا ہے، اور اس کے بعد اگر کسی توشہ کی طلب و ہوس ہے، تو وہ اہل دل کی دعائین ہین، زہے نصیب، اس کے، جس کے نصیب مین یہ توشہ آجائے!

شان کریمی کے حوصلے دیکھنا! کیسے نامۂ سیاہ کو نوازا جا رہا ہے! کس ننگ خلائق

کے پروردگار و مالک کا چاہا ہوگا، کیا ایک مشتِ خاک اور کیا اُس کے ارادے! ارادہ کا حق تو اُسی کو ہے، جس کے ہاتھ مین موت و زندگی، عافیت و سلامتی کی کنجیان ہین، مولا کی شانِ کریمی دیکھئے، کہ مولانا مناظر احسن صاحب جیسے صاحب ذوق و صاحب علم بزرگ اور بعض اور عزیزون اور مخلصون کی معیت کی سعادت اور رفاقت کی دولت بھی نصیب مین آرہی ہے، انشاء اللہ العزیز،

سچ اس مدت مین کیونکر جاری رہ سکے گا؟ افسوس ہے کہ اسکی کوئی قابلِ اطمینان صورت نہ نکل سکی، مجبوراً یہ فیصلہ کرنا پڑا، کہ اسکی اشاعت بارہ تیرہ ہفتون کے لئے بند رہے، وسطِ جون تک اس خادم کی واپسی کی توقع ہے، ایک آدھ ہفتہ کے آرام کے بعد شروع جولائی سے پھر اسی خدمت کا اجراء ہوسکتا ہے، البتہ وسطِ مارچ سے آخر مارچ تک کے پرچون کے مضامین فراہم کئے جاتا ہون، میری عدم موجودگی مین مولوی ظفر الملک صاحب ان پرچون کو شایع فرمادین گے، اس حساب سے ناظرین کو صرف تین مہینے کے لئے زحمت انتظار برداشت کرنی ہوگی، سچ سے محبت و حسن ظن رکھنے والے بھائیون کے لئے یہ مدت بھی بہت ہے، اور خوب جانتا ہون، کہ انھین اس قدر انتظار بھی نہایت شاق گذریگا، لیکن سچ پوچھئے، تو التوا کی مدت کون ایسی بڑی مدت ہے، اور سچ کا نکلتے رہنا ہی کیون اتنا اہم اور ضروری فرض کر لیا گیا ہے، جو اس کی سہ ماہہ التوا پر اس قدر رنج و غم کیا جائے! آخر

غالب خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہین!

دوران سفر مین کچھ لکھنے کی نوبت ہی کیون آنے لگی، لیکن اگر کچھ لکھنے کی نوبت آئی تو اسکی اشاعت کے اولین حقدار روزنامہ ہمدرد (دہلی) کے صفحات ہین،

ایاز قدرِ خود بشناس عقل اس خوش قسمتی پر دنگ، خرد اس بوالعجبی پر حیران!

ہے آرزو کہ ابروِ پُرخم کو دیکھئے!
اس حوصلہ کو دیکھئے اور ہم کو دیکھئے!

لیکن ربوبیت کے عجائب کاروبار ہین، اپنا نام رب العالمین ارشاد فرمایا ہی، رب الصالحین نہین فرمایا، مرتبۂ کمال پر صرف اتقیا، وصالحین، ابرار و اخیار ہی نہین پہونچائے جاتے، ربوبیت کا تعلق اشرار و فجّار سے بھی ہے، دستگیری صرف نیکون ہی کی نہین، بدون اور بدتر سے بدتر بدون کی بھی ہوتی رہتی ہے، ہوائے بہار جب چلتی ہے تو چمن کے خوشبودار پھولون اور چراگاہ کی گھاس کی پتیون دونون کو مہکا دیتی ہے، ؎

اے بدر ماندگی پناہ ہمہ، کرمِ تست عذر خواہِ ہمہ!

غرض نیت قائم ہو چکی ہے، حج کے مہینے تین ہین، شوال، ذیقعدہ و عشرۂ اول ذی الحجہ، الحج اشہر معلومات، جس تاریخ کو ماہ مبارک رمضان ختم ہوتا ہی، ٹھیک اسی تاریخ سے موسم حج کی ابتدا ہو جاتی ہے، انشاء اللہ تعالیٰ یکم شوال کو گھر سے نکلنا ہوگا، اور ۳ شوال کو ۱۰ بجے شب کے اکسپرس سے لکھنؤ سے بمبئی کے لئے روانگی، اور ۵ شوال کو بمبئی پہونچ کر مغل لمبئی کے پہلے جہاز سے عزم سفر، پہلے زیارت دیارِ حبیبؐ و حاضری روضۂ انور، جتنے دنون تک بھی قسمت یاوری کرے، پھر آغازِ ذی الحجہ مین فریضۂ حج کیلئے مکہ معظمہ، بعد ادائے فریضہ قصدِ مراجعت، اور اگر زندگی باقی ہے، تو انشاء اللہ اول عشرۂ محرم مین واپسی وطن، یہ سارے ارادے اپنے ہین، اور بندون کو اپنے ارادون کے نفاذ پر جو قدرت ہی، اُس کا حال معلوم! ہوگا وہی جو کچھ بندہ کا چاہا نہین، بلکہ بندون

ہے، جہان کھڑے ہو کر اللہ کے خلیل (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے اپنے رب کی توحید کی منادی کی تھی، اور جس کی ریگ کے ذرون پر اللہ کے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نقش قدم آج تک ثبت ہین!

محرومیون کی حکایت دراز، اور کوتہ بختیون کا سلسلہ طویل، لیکن، رحمت باری بے حساب اور فضل خداوندی بیکران، بڑے بڑے مجرم اپنی سیہ کاریون کی پوٹ لیکر آئے اور اور بحر کرم کے ایک قطرہ نے سارے دفترون کی سیاہیان دم بھر مین سفیدی سے بدل دین روتے کانپتے آئے اور ہنستے کھلکھلاتے واپس گئے، اقلیم سخن کے تاجدار خسرو نامدار نے اسی مضمون کو یون ادا کیا ہے، ؎

قطرۂ زآب رحمت تو بس است　　　　　شستن نامۂ سیاہ ہمہ!

اور ایک دہقانی کج مج زبان نے اپنی بولی مین یون عرض کیا ہے، ؎

سمجھے تھے سیہ کاری اپنی بڑھ کر دن حد سے　　　　　دیکھا تو کرم تیرا اس سے بھی سوایا پایا!

بالآخر، جس کی رحمت ابر کرم بنکر سوکھی کھیتیون کو آن کی آن مین سرسبز و شاداب کر دیتی ہے، اسکی مشیت اسکی متقاضی ہوئی، کہ ایک محروم عمل، مردہ قلب کو اپنے حرم محترم کی حاضری وطواف، اور اپنے حبیب پاک صلعم کی آرامگاہ کی زیارت سے مشرف فرمادے! چنانچہ ارادہ ہوا، منصوبہ بندھے، اور زبان پہلی بار لبیک اللھم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک کے تلفظ پر کھلی!

اللہ اللہ! کجا ایک ننگ خلائق اور کہان وہ قدوسیون اور نورانیون والی سرزمین! کہان ایک روسیاہ کے ناپاک قدم اور کہان وہ معصومون اور ملکوتیون کی سجدہ گاہ!

یہ الوداع، ماہ رمضان کی سالانہ الوداع نہین، ناظرین سچ سے ان کے خادم مدیر سچ کی الوداع ہے،

حج بیت اللہ، چند شرائط کے جمع ہوجانے پر، ہر مسلمان پر اُسی طرح فرض عین ہی جسطرح ہر روز پانچ وقت کی نماز، یہان نماز ہی کا فریضہ کب ادا ہو پاتا ہی، جسمین نہ کچھ خرچ ہے اور نہ کوئی خاص محنت، کہ فریضۂ حج کے نہ ادا کرنے کا رونا رویا جائے! عمر کی گھڑیان خاموشی اور تیزی کے ساتھ گذرتی ہین، دن ہفتون مین، ہفتے مہینون مین، مہینے برسون مین تبدیل ہوتے رہے، اور اس فریضہ کی ادائی کا خیال تک نہ آیا، کلام مجید کی آیات مین اور رسول برحق کی احادیث مین، خدا معلوم کتنی بار ادائے حج کی فرضیت اور تاکید نظر سے گذری، اور عدم ادائے حج کی وعیدین بار بار پڑھین، پر قلب کی غفلتون نفس کی شرارتون اور ہوش وخرد کی ہرزہ کاریون نے ہمیشہ مشورہ یہی دیا، کہ یہ اوامر واحکام دوسرون ہی کے لئے ہین، اپنے کو ان سے کیا تعلق! اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے، کہ عمر کی کتنی بیش بہا فرصتین، اور زندگی کی کتنی جاکر نہ آنے والی مہلتین، اسی غفلت، اسی بے حسی، اور اسی قساوتِ قلب کی نذر ہوگئین!

ہندوستان کے طول وعرض مین بے شمار سفر، بہ ضرورت اور بلا ضرورت کر ڈالے، لیکن جو ایک ہی جگہ سفر کرنے اور حاضری دینے کی تھی، وہان سر کے بل چلنا کجا، پیرون کے بل بھی جانا نصیب مین نہ آیا، بنگلون اور کوٹھیون، حویلیون اور ڈیوڑھیون کے گرد چکر لگانے مین ایک عمر گذر گئی، پر وہ آستان پاک، جو اس قابل تھا کہ اس کے گرد طواف کرنے مین ساری عمر تمام کردی جاتی، اور اسی پر پروانہ وار اپنی جان نثار کردی جاتی، گردش تقدیر نے محروم رکھا تو اسی کی جبین سائی سے! ملک کے گوشہ گوشہ کی سیر کر ڈالی، پر نہ توفیق ہوئی تو ایک اس سرزمین کی زیارت سے مشرف ہونے کی، جس کی سربلندی پر آسمان کو بھی رشک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الوداع[1]

واتموا الحج والعمرۃ للہ (بقرہ ع ۲۴) الحج اشہر معلومات (بقرہ ع ۲۵) ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدی للعالمین فیہ آیات بینات مقام ابراھیم ومن دخلہ کان آمنا وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین (آل عمران۔ رکوع ۱)

عن عائشۃ انھا قالت یا رسول اللہ نری الجھاد افضل العمل افلا نجاھد قال لا لکن افضل الجھاد حج مبرور (بخاری) عن ابن مسعودؓ قال رسول اللہ صلعم تابعوا بین الحج والعمرۃ فانھما ینفیان الفقر والذنوب کما ینفی الکیر خبث الحدید والذھب والفضۃ ولیس للحجۃ المبرورۃ ثواب الا الجنۃ (ترمذی) عن ابی امامۃ قال رسول اللہ صلعم من لم تمنعہ من الحج حاجۃ ظاھرۃ او سلطان جائر او مرض حابس فمات ولم یحج فلیمت ان شاء یھودیا وان شاء نصرانیا (جمع الفوائد)

لبیک اللھم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک، ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک

---

[1] منقول از سچ، مورخہ ۔ مارچ ۱۹۲۶ء

پختہ ہوتا جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ کہیں کہیں صوفیانہ "رواداری اور صلح کل" کی وسیع شاہراہ سے نکل کر فقیہانہ تشدد کے تنگ کوچہ میں کھڑے نظر آتے ہیں، کیا عجیب بات ہے کہ ایک پرانی تعلیم گاہ کا مولوی دوست نئی تعلیم گاہ کے گریجویٹ دوست کی حد سے زیادہ "دلویت" کی شکایت کر رہا ہے، وتلک الایام نداولھا بین الناس۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ، اپنے حبیب کے صدقے ان صفحات کے لکھنے والے کو اجر جزیل اور پڑھنے والوں کو بیش از بیش توفیق نیک عطا فرمائے،

سید سلیمان ندوی
۴ر شوال ۱۳۴۹ھ

یہ تمام معلومات اس مین یکجا ہین،

لیکن اس سفرنامہ کی اصلی حیثیت اور حقیقی عزت میری نگاہ مین دو باتون سے ہے ایک اسکی انشاپردازی کہ مصنف کے قلم نے اسمین انتہائی سادگی کا کمال حسن دکھایا ہی سہل الفاظ سادہ ترکیبین اور پھر شاعرانہ تخیل اس لئے انشا کی حیثیت سے اس کی اہمیت بہت کافی ہی، دوسری چیز وہ تاثرات اور وجدانیات ہین، جو اس کتاب کے فقرہ فقرہ سے نمایان ہین، ایسا معلوم ہوتا ہی کہ صاحب دل مصنف نے کاغذ کی سطح پر اپنے دل کے ٹکڑے پھیلا دیئے ہین،

مین توسفرِ حجاز کی یہ بھی برکت سمجھتا ہون کہ اُن کے قلم نے ان کے دل کی ایسی ترجمانی کی ہی، اور روح نے جسم کا ایسا قالب اختیار کیا ہی، کہ باطن ظاہر محجوب منکشف، اور نادیدہ، دیدنی ہوگیا ہی، مجھے امید ہی کہ فاضل مصنف کی تصنیفات مین ان کے قلم کی یہ سرسری تحریرین، سب سے زیادہ دیرپا، سب سے زیادہ سودمند، اور سب سے زیادہ مقبول ہونگی،

مسئلہ حجاز مین موصوف کے سیاسی مسلک سے ہرچند ہمکو پورا اتفاق نہ ہوتاہم اس سے انکار نہین ہو سکتا، کہ انھون نے یہ صفحات لکھکر ہماری زبان، ادب تاریخ جغرافیہ فقہ اور تصوف سب پر احسان کیا ہی، اور ظاہر و باطن، لفظ و معنی اور روح و جسم کے مختلف مناظر و مظاہر کا ایک ایسا دلکش نظارہ گاہ تیار کیا ہی، کہ ہر خیال و ذوق کا آدمی اپنے اپنے خیال و ذوق کے مطابق اس سے بہرہ ور ہو سکتا ہے،

ہمارے فاضل فلسفی، اور لایق انشاپرداز دوست کا مذہبی رنگ روز بروز

پسند اور دل بستگی کی باتین لکھتے ہین، خصوصیت کے ساتھ قاضی سلیمان صاحب پٹیالوی مرحوم کا سفرنامہ سبیل الرشاد اور برنی صاحب کا سفرنامہ صراط الحمید ذکر کے قابل ہین

ہمارے صاحب دل اور درد آشنا دوست مولینا عبد الماجد صاحب دریابادی کی زندگی مین، مدت سے بتدریج جو انقلاب ہورہا تھا، میرے خیال مین اسکی تکمیل ۱۹۲۹ء مین ہوئی جب وہ حجاز کے سفر کے لئے روانہ ہوئے اور جو احوال و مشاہد اُنھون نے کتابون مین پڑھے تھے، اُنکا سفرِ حج مین جاکر برای العین مشاہدہ کیا، اور وہان جو عینی مشاہدات قلبی کیفیات، اور روحانی تاثرات ان پر وارد ہوئے، انھون نے اپنے اخبار سچ کے صفحات مین خطوط کی صورت مین منعکس کیا، موجودہ مجموعہ انھین مسلسل مضامین کا یکجا ذخیرہ ہی،

اس سے پہلے جو سفرنامے لکھے گئے تھے، یا وہ صرف عالم جذبات کی باتین تھین یا محض ایک سیاح و وقائع نگار کے روزنامچے تھے، یا فقیہانہ مسائل اور حج و مناسک کے ہدایت نامے تھے، یا حجاز و سفرِ حج کے لئے مسافرون کی گائڈ بکین تھین، اس سفرنامہ کی خصوصیت ان سب متفرق حیثیتون کی دلکش جامعیت ہی، سفرنامہ کے مختلف ابواب اور مباحث مین اسکا مصنف کہین مورخ ہی، کہین فقیہ، کہین محدث، کہین صوفی، کہین شاعر اور کہین سیاسی، غرض اس کتاب مین وہ سب کچھ ہی، جسکی حاجی کو اپنے سفر کے اتار چڑھاؤ کی مختلف حالتون اور کیفیتون مین ضرورت پیش آتی ہی، سفر کے واقعات، حج و مناسک کے مسائل، مختلف مقامات کی دعائین، سفر کے ضروری ہدایات، حجاز کے ملکی حالات، آمد و رفت اور سفر کے وسائل، سواری، پانی، کرایہ، امکانات، مطوفین، راستے مکہ معظمہ، اور مدینہ منورہ کے شہری حالات، امکنہ مقدسہ، اور وہان کے ضروری آداب

پھر جب سیر و سیاحت کی چاٹ لگ گئی تو دنیا کے گوشہ گوشہ کو چل پھر کر دیکھ لیا، اور اپنے مشاہدات کو سفرنامہ کی صورت مین قلمبند کر دیا،

تمام دنیاے اسلام مین ہر سال ہزارون حاجی کرۂ زمین کے مختلف دائرون سے بخط مستقیم یہان آتے ہین اور جاتے ہین، اُن مین سے بیسیون صاحب قلم ہر سال اپنے اپنے مشاہدات کو ہر زبان مین حوالۂ قرطاس کرتے ہین، اس سے اندازہ ہوگا کہ ہر سال مشاہدات ارضی کا کتنا بڑا ذخیرہ ہر سال دنیا مین اضافہ ہوتا ہے،

ہندوستان سے کم و بیش بیس ہزار حاجی ہر سال مکہ معظمہ جاتے ہین، ان مین دو چار ایسے صاحب ذوق ضرور ہوتے ہین، جو اپنے سفر کے واقعات اور اپنے دل کے جذبات کو کاغذ کے منظر عام پر لاتے اور دوسرون کو سناتے اور دکھاتے ہین، اور اُن سے اہل ضرورت حسب ضرورت فائدہ اٹھاتے ہین،

ہندوستان مین شاید شیخ عبدالحق محدث دہلوی پہلے بزرگ ہین جنھون نے ۹۹۸ھ مین اس سفر کی یادگار مین "جذب القلوب الی دیار المحبوب" کا تحفہ اہل وطن کے سامنے پیش کیا، اور جو کچھ وہان دیکھا تھا، وہ یہان آکر دوسرون کو دکھایا، اس کے بعد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ۱۱۴۴ھ مین "فیوض الحرمین" وغیرہ رسائل مین اپنے روحانی مناظر و مشاہدات کی کاغذ کے صفحون پر تصویر کھینچی، لیکن سفرنامہ کی حیثیت سے شاہ صاحب کے ایک ذی رتبہ شاگرد مولانا رفیع الدین مرادآبادی قابل ذکر ہین جنھون نے ۱۲۰۲ھ مین حرمین کا سفر کیا اور احوال الحرمین کتاب لکھی،

اس نئے عہد مین ہر سال حاجیون مین سے کوئی نہ کوئی بزرگ واپس آکر اپنا سفرنامہ عموماً ترتیب دیتے ہین، اور ان مین مختلف پہلوؤن سے ہر صاحب ذوق اپنی

دنیا کے گوشہ گوشہ کو جہان تک اسلام کی روشنی پہونچی وہ اُس کے پرتو مین آگے بڑھتے گئے، مگر اُن کی یہ تمام گوشہ نشین اور سرگرمیان قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ کے تحت مین تھین اور اس کے بعد جو جاذبہ شوق اُن کو بیتاب رکھتا تھا، اور دیوانہ وار اُن کو اپنے گھرون سے بے قرار نکال لیتا تھا، اور سفر کی تمام مشکلات کو اُن کی نگاہون کے سامنے ہیچ بلکہ اس راہ کی تمام تکلیفون کو راحت بنا دیتا تھا، وہ وہ ندائے عام تھی جو حضرت ابراہیمؑ کی زبانی سنائی گئی تھی، وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ الآیۃ،

جب سے یہ ندا دی گئی، ہر زمانہ مین لاکھون شیدائیون کی زبانون نے اُس پر لبیک کہا، اور جب موسم آیا لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کہتے ہوئے اپنے گھرون کو اپنے اہل و عیال، اپنے آرام و آسایش کو چھوڑ کر مسافرانہ اٹھ کھڑے ہوئے اور صحرا و بیابان دشت و جبل، دریا اور سمندر کو طے کر کے بادیہ حجاز پہونچے اور اس بے آب وگیاہ صحرا کی زیارت سے اپنی روح کی پیاس بجھائی،

مسلمانون مین جو بھی بڑا سے بڑا سیاح گذرا ہے اُس کے دل کی اصلی منزل اور سفر کا کعبۂ مقصود یہی سرزمین تھی، وطن سے حج و زیارت کے لئے نکلے، راستہ کے عجائب و غرائب، ملکون کے دلکش مناظر اور قومون کے عجیب و غریب احوال مشاہدہ کرتے ہوئے اس خطۂ پاک مین پہونچے، فرائض سے فرصت پائی، تو آگے کا رستہ لیا، اور پھر موقع ملا، تو اسی مرکز پر لوٹ کر آ گئے، اور پھر کسی دوسری سمت کو نکل گئے، ابن حوقل بغدادی، اصطخری فارسی، حکیم ناصر خسرو، ابن جبیر اندلسی، ابن بطوطہ مغربی، اور بیسیون سیاح اسی قسم کے ہین، جنھون نے اپنے سفر کا آغاز اسی نیت سے کیا، اور

کر دی تھیں[1]، یکم شوال کو بعد ادائے ظہر، ادعیہ مسنونہ و ماثورہ پڑھتا ہوا، گھر
سے باہر نکلا، مسجد سے رخصت ہوا، جد اعلیٰ حضرت شیخ محمد الٰہ بخش چشتی نظامی (م ۹۵۸ھ)
اور دوسرے بزرگوں کے مزارات پر فاتحہ پڑھی، قصبہ کے مسلمان، ساری دنیا کے
مسلمانوں کی طرح، اس وقت سخت باہمی زور آزمائی میں مصروف ہیں، ہر فریق دوسرے
کی عزت و آبرو کا دشمن، یہاں تک کہ آج عید کا دن بھی انھیں گلے نہ ملا سکا تھا،
لیکن مقلب القلوب کی کارسازی، کہ اپنے ایک ناکارہ و ننگ وطن ہموطن کو رخصت کرنے
کے لئے ہر فریق اپنی پوری محبت و خلوص کے ساتھ آمادہ ہوگیا، عین عید کی مشغولیت
میں تیز دھوپ میں پاپیادہ، سب کا ڈیڑھ میل تک آنا، اور رہ رہ کر قدم قدم پر اپنے جوش محبت
کا ثبوت دیتے رہنا کوئی معمولی بات نہ تھی،

وطن سے روانگی کے بعد پہلی منزل لکھنؤ کی تھی، اور لکھنؤ بھی اپنے گوناگون
تعلقات کے لحاظ سے بمنزلہ وطن ہی ہے، یکم شوال کو شب میں یہاں پہونچے تھے،
اور ۳ر شوال (۵ مارچ) یوم جمعہ کو شب ہی میں یہاں سے روانہ ہوئے، دوپہر سے
بزرگوں اور دوستوں کی تشریف آوری کا جو سلسلہ شروع ہوا، تو ٹھیک اس
لمحہ تک، کہ جب تک دس بجے شب کو گاڑی چھوٹ نہ لی، برابر جاری رہا، امام ضامن
کے روپیئے اور "ناشتہ" کے خوان پر خوان چلے آرہے ہیں، اور رخصت کرنے والوں
میں شہر کے نامور بیرسٹر اور وکلاء، اطباء، اور ڈاکٹر، اخبارات کے اڈیٹر، رسالوں کے منیجر

[1] مولانا سید سلیمان ندوی، پروفیسر ہارون خان شروانی (جامعہ عثمانیہ) مولوی ظفر الملک صاحب علوی
اور مولوی شاہ محمد الیاس برنی کی امداد اس سلسلہ میں شکر گذاری کے ساتھ یاد رکھنے کے قابل ہے،

تہیدستی تھی تو اسی توشۂ راہ سے! دل ہچکچایا، طبیعت رکی، ارادہ کا قدم ڈگمگایا، مگر معاً یاد آیا کہ وہ خدائے قدیر و رحیم جو ہر روز تاریکی کو نور مین بدلتا رہتا ہی؛ سڑے ہوئے فضلہ اور عفونت پھیلانے والی کھاد سے طرح طرح کے رنگا رنگ گل بوٹے، پھل پھول میوے اور غلے وغیرہ اگاتا رہتا ہی، بیجانون مین جان پھونکتا رہتا ہی، کیا وہ تباہ کارون کو اپنے دربار مین حاضری کی نعمت سے سرفراز کرنے پر قادر نہین ؟ کیا درماندون اور خستہ حالون کے دامن کو گوہرِ مراد سے بھر دینا اس کے فضل و کرم سے کچھ بھی بعید ہے؟ کیا وہ عرش نیکون اور پاکون، پارساؤن اور پاکبازون ہی کا والی و وارث، رب اور مالک ہے؟ اور مدہوشانِ غفلت اس کے لطف و رحمت سے، خدانخواستہ ہمیشہ محروم ہی رہین گے ؟

ٹوٹی ہوئی ہمت بندھی، دھڑکتا ہوا دل تھما، ڈگمگاتے ہوئے پیر سنبھلے چند روز قبل حیدر آباد جانا ہوا تھا، وہان کے متعدد اہلِ دل بزرگون کی گفتگوئین اور صحبتین دل مین شوق اور ولولہ پیدا کر چکی تھین، اس سے قبل دہلی کے زندہ جاوید محبوب الٰہی نظام الدینؒ کے دربار سے اجازت مل چکی تھی، ماہ رمضان المبارک مین دیوبند اور تھانہ بھون کے دو زندہ خاصانِ حق کی زبان سے مزید حوصلہ افزائی ہوگئی، اتنی ساری تائیداتِ غیبی کے بعد بھی اگر کوئی بدبخت ازلی سوچتا اور ہچکچاتا رہتا، تو وہ انسانون کے بجائے جمادات مین شمار کرنے کے قابل تھا، اعظم گڈھ، لکھنؤ اور حیدر آباد سے بعض کرمفرماؤن نے اپنے اپنے تجربون کے مطابق ضروریاتِ سفر سے متعلق یادداشتین بھی مرتب کر کے روانہ

کر دی تھی یکم شوال کو بعد ادائے ظہر، ادعیۂ مسنونہ و ماثورہ پڑھتا ہوا، گھر سے باہر نکلا، مسجد سے رخصت ہوا، جد اعلیٰ حضرت شیخ محمد آ[1] بخش چشتی نظامی (م ۲۰۰۵ھ) اور دوسرے بزرگون کے مزارات پر فاتحہ پڑھی، قصبہ کے مسلمان، ساری دنیا کے مسلمانون کی طرح، اس وقت سخت باہمی زور آزمائی مین معروف ہین، ہر فریق دوسرے کی عزت و آبرو کا دشمن، یہان تک کہ آج عید کا دن بھی انھین گلے نہ ملا سکا تھا، لیکن مقلب القلوب کی کارسازی، کہ اپنے ایک ناکارہ و ننگ وطن ہموطن کو رخصت کرنے کے لئے ہر فریق اپنی پوری محبت و خلوص کے ساتھ آمادہ ہوگیا، عین عید کی مشغولیت مین تیز دھوپ مین پاپیادہ، سب کا دو میل تک آنا، اور ہر ہر قدم پر اپنے جوش محبت کا ثبوت دیتے رہنا کوئی معمولی بات نہ تھی،

وطن سے روانگی کے بعد پہلی منزل لکھنؤ کی تھی، اور لکھنؤ بھی اپنے گوناگون تعلقات کے لحاظ سے بمنزلہ وطن ہی ہے، یکم شوال کو شب مین یہان پہونچے تھے، اور ۳ر شوال (۵ر مارچ) یوم جمعہ کو شب ہی مین یہان سے روانہ ہوئے، دوپہر سے بزرگون اور دوستون کی تشریف آوری کا جو سلسلہ شروع ہوا، تو ٹھیک اس لمحہ تک، کہ جب تک دس بجے شب کو گاڑی چھوٹ نہ لی، برابر جاری رہا، امام ضامن[1] کے روپئے اور "ناشتہ" کے خوان پر خوان چلے آرہے ہین، اور رخصت کرنے والون مین شہر کے نامور بیرسٹر اور وکلاء، اطبا، اور ڈاکٹر، اخبارات کے اڈیٹر، رسالون کے منیجر

---

[1] مولانا سید سلیمان ندوی، پروفیسر ہارون خان شروانی (جامعہ عثمانیہ) مولوی ظفر الملک صاحب علوی اور مولوی شاہ محمد الیاس برنی کی امداد اس سلسلہ مین شکر گذاری کے ساتھ یاد رکھنے کے قابل ہے،

تہید ستی تھی تو اسی تو شۂ راہ سے! دل ہچکچایا، طبیعت رکی، ارادہ کا قدم ڈگمگایا، مگر معًا یاد آیا کہ وہ خدائے قدیر و رحیم جو ہر روز تاریکی کو نور میں بدلتا رہتا ہے، سڑتے ہوئے فضلہ اور عفونت پھیلانے والی کھاد سے طرح طرح کے رنگا رنگ گل بوٹے پھل پھول میوے اور غلے وغیرہ اُگاتا رہتا ہے، بیجانوں میں جان پھونکتا رہتا ہے، کیا وہ تباہ کاروں کو اپنے دربار میں حاضری کی نعمت سے سرفراز کرنے پر قادر نہیں؟ کیا درماندوں اور خستہ حالوں کے دامن کو گوہرِ مراد سے بھر دینا اس کے فضل و کرم سے کچھ بھی بعید ہے؟ کیا وہ صرف نیکوں اور پاکوں، پارساؤں اور پاکبازوں ہی کا والی و وارث، رب اور مالک ہے؟ اور مدہوشانِ غفلت اس کے لطف و رحمت سے، خدانخواستہ ہمیشہ محروم ہی رہیں گے؟

ٹوٹی ہوئی ہمت بندھی، دھڑکتا ہوا دل تھما، ڈگمگاتے ہوئے پیر سنبھلے، چند روز قبل حیدرآباد جانا ہوا تھا، وہاں کے متعدد اہلِ دل بزرگوں کی گفتگوئیں اور صحبتیں دل میں شوق اور ولولہ پیدا کر چکی تھیں، اس سے قبل دہلی کے زندہ جاوید محبوب الٰہی نظام الدینؒ کے دربار سے اجازت مل چکی تھی، ماہ رمضان المبارک میں دیوبند اور تھانہ بھون کے دو زندہ خاصانِ حق کی زبان سے، مزید حوصلہ افزائی ہو گئی، اتنی ساری تائیداتِ غیبی کے بعد بھی اگر کوئی بدبخت ازلی سوچتا اور ہچکچاتا رہ جاتا، تو وہ انسانوں کے بجائے جمادات میں شمار کرنے کے قابل تھا، اعظم گڈھ، لکھنؤ اور حیدرآباد سے بعض کرمفرماؤں نے اپنے اپنے تجربوں کے مطابق ضروریاتِ سفر سے متعلق یادداشتیں بھی مرتب کر کے روانہ

اور بے قراری، بھاگ دوڑ، شور و غل، چیخ پکار، شورش و اضطراب! دن کو چین نہ رات کو سکون، اور اسی کا نام اس دو دریا جو جی میں "ترقی" و "تہذیب" ہے! حیرت صرف اس پر ہے، کہ اس غلبۂ یاجوجیت کے باوجود اب تک یہاں کی مسجدیں کیونکر اس قدر آباد و پر رونق ہیں، اور اتنے نمازی اور دیندار مسلمان یہاں کیسے نظر آتے ہیں!



اتنا فرق بھی نہ ہو۔ ہم پہلو کی دوسری عمارت کا بالاخانہ مولانا محمد عرفان کی فرودگاہ، اور اسلامی سادگی کی سچی تصویر، نیچے کے حصہ میں خلافت بکڈپو، اور روزنامہ خلافت کے ایڈیٹوریل اسٹاف کے لئے کمرے، مرکزی عمارت کے نیچے کے دو کمرے ہمارے قافلہ کیلئے خالی کر دیئے گئے۔ ان میں عورتیں اطمینان و آرام سے رہیں، مرد دن بھر ادھر ادھر رہتے، رات کو کچھ صحن اور برآمدہ میں لیٹ رہتے، اور کچھ زبردستی مولانا عرفان کے کمرے پر قابض ہو جاتے، مولانا شوکت علی کا تار لکھنؤ ہی میں مل گیا تھا، کہ کوئی اچھا جہاز شروع شوال میں نہیں جائیگا، بمبئی پہونچکر معلوم ہوا کہ دس بارہ روز کا انتظار ناگزیر ہے —— دل کا شوق مضطرب، مہینوں کی مدت دنوں میں اور دنوں کا وقت منٹوں میں کس طرح کٹ جائے! لیکن بلانے والا اگر خود ہی حکم بھیجے، کہ دوڑتے ہانپتے ہوئے نہیں، راستہ میں دم لیتے ہوئے، اور قدم قدم پر ستاتے ہوئے دربار میں حاضر ہو، تو فرمایئے، جانے والے کا دل آخر کیوں کر ٹھہرے؟

بمبئی، ہندوستان کا شاید سب سے بڑا "یاجوجی" شہر ہے، لندن اور پیرس، نیویارک اور شکاگو کی زیارت سے جو لوگ مشرف نہیں ہوئے ہیں، وہ ان کا ایک ہلکا سا نمونہ بمبئی میں دیکھ سکتے ہیں، ویسی ہی ہر طرف آسمان سے باتیں کرنے والی اونچی اونچی عمارتیں وہی روپیہ کی گرم بازاری، وہی دوکانداری میں انہماک، وہی عیش کی فراوانی، وہی حسیتی و نفس پرستی، وہی برق و دخان کی پرستاری، وہی ملوں، انجنوں، اور کارخانوں کا زور، وہی ریل، ٹریم، اور موٹر کاروں کا شور، وہی صبح سے لیکر رات تک اور شام سے لیکر صبح تک چیختے اور چلاتے ہوئے، شور مچاتے اور دھواں اڑاتے، اڈھکیلتے اور کچلتے ہوئے یاجوج کی تیزی اور

زیادہ آرام دہ ہی، اس کے دارونغہ مولوی حضرت اللہ صاحب، جن کے چہرہ کی نورانیت ان کی باطنی پاکیزگی کا آئینہ ہے، اور اُن کے نائب منشی عبدالستار صاحب سچ کے غایت کرم فرماؤن مین تھے، خیال تھا، کہ قیام اسی مسافرخانہ مین ہوگا، ۱۹۱۲ء مین والد ماجد مرحوم مع والدہ صاحبہ کے جب حج کو تشریف لے گئے تھے، تو وہ بھی یہین مقیم ہوئے تھے، لیکن ابھی بڑا اسٹیشن دور تھا، اور پوری طرح صبح بھی نہین ہونے پائی تھی کہ بھائی کلہ اسٹیشن پر مولانا شوکت علی مع اپنے رفقا کے نمودار ہوئے، اور حکم ہوا کہ وکٹوریہ ٹرمنس پہنچ کر دارالخلافۃ چلنا ہوگا، کس کی مجال تھی کہ بابائے خلافت کے حکم کی تعمیل نہ کرتا،

"دارالخلافۃ" کوئی مسافرخانہ یا مہمان سرا نہین، مرکزی خلافت کمیٹی کے دفتر کا نام ہی، خدا کا شکر ہے کہ کرایہ پر بیشمار روپیہ صرف کرنے کے بعد اب جمعیۃ خلافت کے پاس اپنا ذاتی مکان ہوگیا ہی، یہ مکان بھائی کلہ اسٹیشن سے دو فرلانگ پر، لولین (کسی نے اس کا ترجمہ "کوے جانان" خوب کیا ہے) مین واقع ہے، وسیع دو منزلہ عمارت، صحن کشادہ، خاموش و پرسکون فضا، بمبئی مین ایسی عمارت ہاتھ آجانا خوش قسمتی ہے، مرکزی عمارت کے حصۂ زیرین مین دفتر جمعیۃ خلافت و دفتر روزنامۂ خلافت، بالاخانہ پر مولانا شوکت علی کی فرودگاہ، نیز "معزز" "مہذب" مہمانون کے لئے آراستہ و مرصع ڈرائنگ روم، اور دوسرے کمرے (یہان یہ سوال نہ پیدا کیجئے کہ جمعیۃ خلافت کو ان پرتکلف آرائش و زیبائش سے کیا واسطہ؛ قرن صحابہ کی خلافت راشدہ اور چودھوین صدی ہجری کی خلافت کمیٹی مین اب کیا

ندوہ کے علماء، انگریزی کالجوں کے پروفیسر اور طلبہ، فرنگی محل کا سارا خاندان، امام حماد و اعزّہ ـــــ کوئی کس کس کے نام گنائے، اور سب کی مکمل فہرست یاد رکھنے کا دماغ کس کو، بڑے اور چھوٹے، عالم اور عامی، سب نے جس خلوص و محبت کیساتھ رخصت کیا ہے، اس کی یاد کا نقش جلد مٹنے والا نہیں، احادیث نبوی میں جمعرات اور ہفتہ کا سفر مبارک بتایا گیا ہے، کریم کی کریمی ملاحظہ ہو، کہ دریاباد اسٹیشن سے گاڑی ایسے وقت چھوٹی کہ چہارشنبہ کا آفتاب غروب ہو رہا تھا، اور شب پنجشنبہ کا آغاز ہونے کو تھا، اور لکھنؤ سے روانگی کے وقت شب شنبہ کو شروع ہوئے کئی گھنٹے گذر چکے تھے، راستہ میں بھوپال اسٹیشن پر دوستوں اور عزیزوں ہی نہیں، ایک ایسے مہربانوں نے بھی جنکی خدمت میں اس کے قبل نیاز تک حاصل نہ تھا، جس مسافرنوازی کا ثبوت دیا، اُس کا معاوضہ بجز دعاے خیر کے اور کیا ہوسکتا ہے، اللہ تعالیٰ سب کو دارین میں فائز المرام کرے!

۱۷، مارچ، یکشنبہ، کو علی الصباح بمبئی پہونچے، ناواقفوں کے لئے بمبئی کا مرحلہ بھی کچھ کم کٹھن نہیں، اَن پڑھ دیہاتیوں کا ذکر نہیں، اچھے اچھے پڑھے لکھے شہری، اگر انکا کوئی دوست یا آشنا یہاں موجود نہیں تو پہلی دفعہ بمبئی پہونچکر چکرا جاتے ہیں، بمبئی میں حاجیوں کے لئے متعدد وسیع آرام دہ مسافرخانے بنے ہوئے ہیں، جہاں آدمی بغیر کسی کرایہ کے ٹھہر سکتا ہے، حاجی سیٹھ صابو صدیق مرحوم کا مسافرخانہ کرافرڈ مارکٹ (جہاں دنیا بھر کی چیزیں بکتی ہیں) سے متصل اور بڑے اسٹیشن (وکٹوریہ ٹرمینس) سے چند فرلانگ کے فاصلہ پر واقع ہے، یہ سب

کردی تھین[1] یکم شوال کو بعد ادائے ظہر، ادعیۂ مسنونہ و ماثورہ پڑھتا ہوا، گھر
سے باہر نکلا، مسجد سے رخصت ہوا، جد اعلیٰ حضرت شیخ محمد آلمش چشتی نظامی (م ۸۸۲ھ)
اور دوسرے بزرگون کے مزارات پر فاتحہ پڑھی، قصبہ کے مسلمان، ساری دنیا کے
مسلمانون کی طرح، اس وقت سخت باہمی زور آزمائی مین مصروف ہین، ہر فریق دوسرے
کی عزت و آبرو کا دشمن، یہان تک کہ آج عید کا دن بھی انھین گلے نہ ملا سکا تھا،
لیکن مقلب القلوب کی کارسازی، کہ اپنے ایک ناکارہ و ننگ وطن ہم وطن کو رخصت کرنے
کے لئے ہر فریق اپنی پوری محبت و خلوص کے ساتھ آمادہ ہوگیا، عین عید کی مشغولیت
مین تیز دھوپ مین پاپیادہ، سب کا دو میل تک آنا، اور رہ رہ کر ہر قدم پر اپنے جوش محبت
کا ثبوت دیتے رہنا کوئی معمولی بات نہ تھی،

وطن سے روانگی کے بعد پہلی منزل لکھنؤ کی تھی، اور لکھنؤ بھی اپنے گوناگون
تعلقات کے لحاظ سے بمنزلۂ وطن ہی ہے، یکم شوال کو شب مین یہان پہونچے تھے،
اور ۳ر شوال (۱۵ر مارچ) یوم جمعہ کو شب ہی مین یہان سے روانہ ہوئے، دوپہر سے
بزرگون اور دوستون کی تشریف آوری کا جو سلسلہ شروع ہوا، تو ٹھیک اس
لمحہ تک، کہ جب تک دس بجے شب کو گاڑی چھوٹ نہ لی، برابر جاری رہا، امام ضامن
کے روپیئے اور "ناشتہ" کے خوان پر خوان چلے آرہے ہین، اور رخصت کرنے والون
مین شہر کے نامور بیرسٹر اور وکلاء، اطباء، اور ڈاکٹر، اخبارات کے اڈیٹر، رسالون کے منیجر،

---

[1] مولانا سید سلیمان ندوی، پروفیسر ہارون خان شروانی (جامعہ عثمانیہ) مولوی ظفر الملک صاحب علوی
اور مولوی شاہ محمد الیاس برنی کی امداد اس سلسلہ مین شکرگذاری کے ساتھ یاد رکھنے کے قابل ہے،

تہیدستی تھی تو اسی توشۂ راہ سے! دل ہچکچایا، طبیعت رکی، ارادہ کا قدم ڈگمگایا، مگر معاً یاد آیا کہ وہ خدائے قدیر و رحیم جو ہر روز تاریکی کو نور مین بدلتا رہتا ہی، سڑے ہوئے فضلہ اور عفونت پھیلانے والی کھاد سے طرح طرح کے رنگا رنگ گل بوٹے، پھل پھول، میوے اور غلے وغیرہ اگاتا رہتا ہی، بیجانون مین جان پھونکتا رہتا ہی، کیا وہ تباہ کارون کو اپنے دربار مین حاضری کی نعمت سے سرفراز کرنے پر قادر نہین؟ کیا درماندون اور خستہ حالون کے دامن کو گوہرِ مراد سے بھر دینا اس کے فضل و کرم سے کچھ بھی بعید ہے؟ کیا وہ عرش نیکون اور پاکون، پارساؤن اور پاکبازون ہی کا والی و وارث، رب اور مالک ہے؟ اور مدہوشانِ غفلت اس کے لطف و رحمت سے، خدانخواستہ ہمیشہ محروم ہی رہین گے؟

ٹوٹی ہوئی ہمت بندھی، دھڑکتا ہوا دل تھما، ڈگمگاتے ہوئے پیر سنبھلے۔ چند روز قبل حیدرآباد جانا ہوا تھا، وہان کے متعدد اہلِ دل بزرگون کی گفتگوئین اور صحبتین دل مین شوق اور ولولہ پیدا کر چکی تھین، اس سے قبل دہلی کے زندہ جاوید محبوب الٰہی نظام الدینؒ کے دربار سے اجازت مل چکی تھی، ماہ رمضان المبارک مین دیوبند اور تھانہ بھون کے دو زندہ خاصانِ حق کی زبان سے مزید حوصلہ افزائی ہو گئی، اتنی ساری تائیداتِ غیبی کے بعد بھی اگر کوئی بدبخت ازلی سوچتا اور ہچکچاتا رہ جاتا، تو وہ انسانون کے بجائے جمادات مین شمار کرنے کے قابل تھا، اعظم گڈھ، لکھنؤ اور حیدرآباد سے بعض کرمفرماؤن نے اپنے اپنے تجربون کے مطابق ضروریاتِ سفر سے متعلق یادداشتین بھی مرتب کر کے روانہ

سفر سیر و تفریح کے لئے نہ تھا، تحصیل علوم و تکمیل فنون کے لئے نہ تھا، علمی و ادبی تحقیقات تاریخی و آثری تفتیش کے لئے نہ تھا، کشمیر و شملہ کا نہ تھا، لندن و پیرس، آکسفورڈ و کیمبرج کا نہ تھا، ہاں وہاں کے لئے بھی نہ تھا، جہاں گرج گرج کر تقریرین کیجاتی ہین اور جھگڑ جھگڑ کر رزولیوشن پاس ہوتے ہین! سفر جلجلاتی ہوئی ریگ والی زمین کی طرف تھا، گرمی کے موسم مین اس آسمان کی چھت کے نیچے تھا جس کا آفتاب تمتایا ہوا ہوتا ہے، ہوٹلون اور پارکون، آبشارون اور سبزہ زارون کی طرف نہ تھا، خشک اور چٹیل میدانون، بے آب و گیاہ ویرانون، اور آگ اور خاک برسانے والے ریگستانون کی جانب تھا! ایک گنہگار امتی، اپنے شفیع اور شفیق آقا کے آستانے پر حاضر ہو رہا تھا، بندے کی حاضری اپنے مولا کے دربار مین تھی، بھاگا ہوا غلام، تھک کے اور ہار کر، پچھتا کر اور شرما کر، پھر اپنے مالک کی طرف رخ کر رہا تھا، ذرہ آرزومند تھا، کہ آفتاب کی تابش سے جگمگا اٹھے، قطرے کو ہوس ہوئی کہ بحر بیکران کے وصل کا لطف اٹھائے، مشتِ خاک کو یہ دماغ ہوا کہ نور پاک کے جاروب کشون کی فہرست مین اپنا نام لکھائے، جو کچھ نہ تھا اسے یہ ولولہ ہوا، کہ جو سب کچھ ہے، اس سے تعلق و پیوند پیدا کیجئے!

ہے آرزو کہ ابروے پر خم کو دیکھئے!
اس حوصلے کو دیکھئے اور ہم کو دیکھئے!

حاضری کا حکم دینے والے کا حکم ہے، کہ زادِ راہ ساتھ لے کر چلو، و تزودوا! اور خود ہی زادِ راہ کی تشریح بھی فرمادی ہی، کہ بہترین زادِ راہ تقوی ہے، فان خیر الزاد التقوی، یہان قحط تھا، تو اسی جنس کا، محرومی تھی تو اسی سرمایہ سے

باب (۱)

روانگی بمبئی

عید ہر سال آتی ہے، اب کی عید ہر سال کی معمولی عید نہ تھی، کسی کے آستانے پر ذوقِ جبین سائی دل کو بیتاب کئے ہوئے تھا کسی کے دربار مین حاضری کا دن ایک ایک کرکے گنا جا رہا تھا، رمضان ختم ہوا عید آئی، انتظار کی گھڑیان کٹین، وعدۂ دیدار پورا ہونے کی ساعت آئی، ہجر کے بعد وصل مہجوری کے بعد حضوری، انتظار کے بعد دیدار، پیاس کے بعد سیرابی، جس کارفرمائے فطرت نے ازل سے یہ قانون رکھدیا ہی اسی نے ماہِ مبارک کا خاتمہ موسمِ حج کے آغاز پر رکھا ہی، الحج اشہر معلومات، حج کا مشہور و معروف موسم عین اس وقت سے شروع ہوتا ہے، جب آخری روزہ اور آخری افطار آخری تراویح اور آخری سحری سے فراغت ہو چکتی ہے، مبارک ہین ماہ مبارک کی راتون کی وہ بیداریان، جو کسی کی آرزوے دید مین بسر ہون، اور مبارک ہین ماہ مبارک کے بھوک اور پیاس ضعف اور تڑپ والے وہ دن، جنکا خاتمہ کسی کی گلی کے طواف و سعی پر ہو!

انبساطِ عید دیدن روے تو!
عید گاہِ ما غریبان کوے تو!

کو سرفراز کیا جا رہا ہے! شاعر نے صدیوں پیشتر اپنی تخیل کی رو میں کہا تھا ؎

بطواف کعبہ رفتم بہ حرم رہم نہ دادند ۔۔۔ تو بروں در چہ کردی کہ درون خانہ آئی!

وہاں تو شاعری تھی پر اپنی طرف دیکھ کر دل دھڑک رہا ہے! اور بہت جواب یہ ہی ہے کہیں اپنے حق میں یہ شاعری ماجرائے حقیقت نہ بنجائے! مولیٰ ہر بیکس کی لاج تیرے ہاتھ میں ہے! ہر مفلس کا آسرا تیرا ہی دست کرم ہے! بلایا ہے تو اپنے در سے محروم نہ واپس کرنا! اپنے اس قہر و غضب سے پناہ میں رکھنا کہ اس آستان پاک تک پہونچکر بھی تیرا بھکاری خالی ہاتھ واپس آئے! اندھے کی آنکھیں روشن کر کے رہنا، نہ ہو کہ خانہ تک پہونچکر صاحب خانہ کے دیدار سے محرومی رہے، نہ ہو کہ مکان پر حاضری کے بعد بھی لامکان والے مکین کی تجلیات حجاب ہی میں رہیں! بیت کے ساتھ رب البیت کے انوار جمال کی زیارت نصیب ہو! مردوں کو جلانے والے مالک! مایوسوں کو خوشخبری دینے والے مولیٰ! بیکسوں کی دستگیری کرنیوالے آقا! دلوں کے زخم پر مرہم رکھنے والے پروردگار! تجھ سے بھاگا ہوا تیرا نافرمان غلام تیرے اور تیرے حبیب کے آستان پاک پر سر رکھنے کو حاضر ہو رہا ہے! دعاؤں کا قبول کرنا تیرے ہی ہاتھ میں ہے، اور دعاؤں کی توفیق دینا بھی تیرے ہی ہاتھ میں ہے!

اے خدا پاک بے انباز و یار ۔۔۔ دست گیر و جرم ما را درگذار

یاد دہ ما را سخنہائے رفیق ۔۔۔ کہ ترا رحم آورد آں اے رفیق

ہم دعا از تو اجابت ہم ز تو ۔۔۔ ایمنی از تو، مہابت ہم ز تو،

گر خطا گفتیم اصلاحش تو کن ۔۔۔ مصلحی تو اے تو اصلاح سخن

سبحان اللّٰہ الحمد للّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر

آداب سفرِ حج سے ہے، کہ اس سفر کو سفرِ آخرت کا نمونہ سمجھے، احرام کی چادرون کو کفن کی چادرون کا نمونہ تصور کرے، اور چلتے وقت اپنے تمام ملنے والون اور اپنے سے تمام تعلق رکھنے والون سے اپنی خطاؤن کی معافی طلب کرے، ناظرین سچ تک فرداً فرداً پہونچنا ممکن نہین، ان کے حقوق کی ادائی مین مدیر سچ کی جانب سے خدا معلوم کتنی غفلتین اور کتنی کوتاہیان ابتک ہوئی ہونگی، اور خدا معلوم کتنون کی دل آزاریان اوراق کے ذریعہ سے ہوچکی ہونگی، سب کی خدمت مین بمنت و لجاجت گذارش ہے کہ اپنے اس خادم کی بڑی اور چھوٹی، دانستہ اور نادانستہ ساری خطاؤن کو اللہ کے واسطے صدق دل سے معاف فرمائین، وہ جو حاکمون کا حاکم ہے، ان کی خطاؤن کو بھی معاف فرمائیگا، اس دربار کے سچے سفیرؐ کی بشارتین اور وعدے موجود ہین،

التماسِ عفو کے بعد دوسری گذارش سچ کی برادری سے یہ ہے کہ اس خادم کو دعائے خیر سے محروم نہ رکھا جائے اور زاہد و فاسق سب کی سننے والے کی بارگاہ مین باربار عرض کیا جائے، کہ اس گنہگار کو حجِ مبرور اور زیارتِ مقبول نصیب ہو! حکم ملا ہے کہ توشۂ سفر کا سامان رکھو، اور پھر خود ہی ارشاد ہوا ہے، کہ بہترین توشۂ سفر تقوی ہی ہے (وتزودوا فان خیر الزاد التقوی) یہان تقوی کا سایہ بھی نہین پڑنے پایا، سہارا جو کچھ ہے وہ کسی رؤف و رحیم کی رحمتِ بے حساب اور کرمِ بے انداز کا ہے، اور اس کے بعد اگر کسی توشہ کی طلب و ہوس ہے، تو وہ اہلِ دل کی دعائین ہین، زہے نصیب، اس کے، جس کے نصیب مین یہ توشہ آجائے!

شانِ کریمی کے حوصلے دیکھنا! کیسے نامۂ سیاہ کو نوازا جارہا ہے! کس ننگِ خلائق

کے پروردگار و مالک کا چاہا ہوگا! کیا ایک مشتِ خاک اور کیا اُس کے ارادے! ارادہ کا حق تو اُسی کو ہے، جس کے ہاتھ مین موت و زندگی، عافیت و سلامتی کی کنجیان ہین، مولا کی شانِ کریمی دیکھئے، کہ مولانا مناظر احسن صاحب جیسے صاحب ذوق و صاحب علم بزرگ اور بعض اور عزیزون اور مخلصون کی معیت کی سعادت اور رفاقت کی دولت بھی نصیب مین آرہی ہے، انشاء اللہ العزیز!

سچ اس مدت مین کیونکر جاری رہ سکے گا؟ افسوس ہے کہ اسکی کوئی قابلِ اطمینان صورت نہ نکل سکی، مجبوراً یہ فیصلہ کرنا پڑا، کہ اسکی اشاعت بارہ تیرہ ہفتون کے لئے بند رہے۔ وسطِ جون تک اس خادم کی واپسی کی توقع ہے، ایک آدھ ہفتہ کے آرام کے بعد شروع جولائی سے پھر اسی خدمت کا اجراء ہو سکتا ہے، البتہ وسطِ مارچ سے آخر مارچ تک کے پرچون کے مضامین فراہم کئے جا رہا ہون، میری عدم موجودگی مین مولوی ظفر الملک صاحب ان پرچون کو شایع فرما دین گے، اس حساب سے ناظرین کو صرف تین مہینے کے لئے زحمتِ انتظار برداشت کرنی ہوگی، سچ کے محبت و حسن ظن رکھنے والے بھائیون کے لئے یہ مدت بھی بہت ہے، اور خوب جانتا ہون، کہ انھین اس قدر انتظار بھی نہایت شاق گذریگا، لیکن سچ پوچھئے تو التوا کی مدت کون ایسی بڑی مدت ہے، اور سچ کا نکلتے رہنا ہی کیون اتنا اہم اور ضروری فرض کر لیا گیا ہے، جو اس کی سہ ماہہ التوا پر اس قدر رنج و غم کیا جائے! آخر

غالبؔ خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہین!

دورانِ سفر مین کچھ لکھنے کی نوبت ہی کیون آنے لگی، لیکن اگر کچھ لکھنے کی نوبت آئی تو اسکی اشاعت کے اولین حقدار روزنامہ ہمدرد (دہلی) کے صفحات ہین،

ایاز قدرِ خود بشناس عقل اس خوش قسمتی پر دنگ، خرد اس بوالعجبی پر حیران!

ہے آرزو کہ ابرو پُر خم کو دیکھئے!
اس حوصلہ کو دیکھئے اور ہم کو دیکھئے!

لیکن ربوبیت کے عجائب کاروبار ہین، اپنا نام رب العالمین ارشاد فرمایا ہی، رب الصالحین نہین فرمایا، مرتبہ کمال پر صرف اتقیاء و صالحین، ابرار و اخیار ہی نہین پہونچائے جاتے، ربوبیت کا تعلق اشرار و فجار سے بھی ہے، دستگیری صرف نیکون ہی کی نہین، بدون اور بدتر سے بدتر بدون کی بھی ہوتی رہتی ہے، ہوائے بہار جب چلتی ہے تو چمن کے خوشبودار پھولون اور چراگاہ کی گھاس کی پتیون دونون کو مہکا دیتی ہے، ؎

اے بدر ماندگی پناہِ ہمہ، کرمِ تست عذر خواہ ہمہ!

غرض نیت قائم ہو چکی ہے، حج کے مہینے تین ہین، شوال، ذیقعدہ، عشرۂ اول ذی الحجہ، الحج اشہر معلومات، جس تاریخ کو ماہ مبارک رمضان ختم ہوتا ہی، ٹھیک اسی تاریخ سے موسم حج کی ابتدا ہو جاتی ہے، انشاء اللہ تعالیٰ یکم شوال کو گھر سے نکلنا ہوگا اور ۳ر شوال کو ۱۰ بجے شب کے اکسپرس سے لکھنؤ سے بمبئی کے لئے روانگی، اور ۵ر شوال کو بمبئی پہونچ کر مغل کمپنی کے پہلے جہاز سے عزم سفر، پہلے زیارت دیارِ حبیبؐ و حاضری روضۂ انور، جتنے دنون تک بھی قسمت یاوری کرے، پھر آغازِ ذی الحجہ مین فریضۂ حج کیلئے مکہ معظمہ، بعد ادائے فریضہ قصدِ مراجعت، اور اگر زندگی باقی ہے، تو انشاء اللہ اول عشرۂ محرم مین واپسیٔ وطن، یہ سارے ارادے اپنے ہین، اور بندون کو اپنے ارادون کے نفاذ پر جو قدرت ہی، اُس کا حال معلوم! ہوگا وہی جو کچھ بندہ کا چاہا نہین، بلکہ بندون

ہے، جہان کھڑے ہو کر اللہ کے خلیل (علیہ الصلوۃ والسلام) نے اپنے رب کی توحید کی منادی کی تھی، اور جس کی ریگ کے ذرون پر اللہ کے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نقشِ قدم آج تک ثبت ہیں!

محرومیون کی حکایت دراز، اور کوتہ سنجیون کا سلسلہ طویل، لیکن، رحمت باری بے حساب اور فضل خداوندی بیکران، بڑے بڑے مجرم اپنی سیہ کاریون کی پوٹ لیکر آئے اور اور بحرِ کرم کے ایک قطرہ نے سارے دفترون کی سیاہیان دم بھر مین سفیدی سے بدل دین روتے کانپتے آئے اور ہنستے کھلکھلاتے واپس گئے، اقلیم سخن کے تاجدار، خسرو نامدار نے اسی مضمون کو یون ادا کیا ہے، ؎

قطرۂ زآب رحمت توبس است شستنِ نامۂ سیاہ ہمہ!

اور ایک دہقانی کج مج زبان نے اپنی بولی مین یون عرض کیا ہے، ؎

سمجھے تھے سیہ کاری اپنی ہر فزون حد سے دیکھا تو کرم تیرا اس سے بھی سوا پایا!

بالآخر جس کی رحمت ابرِ کرم بنکر سوکھی کھیتیون کو آن کی آن مین سرسبز و شاداب کر دیتی ہے، اسکی مشیت اسکی متقاضی ہوئی، کہ ایک محرومِ عمل، مردہ قلب کو اپنے حرم محترم کی حاضری وطواف، اور اپنے حبیب پاک صلعم کی آرامگاہ کی زیارت سے مشرف فرمادے!

چنانچہ ارادہ ہوا، منصوبہ بندھے، اور زبان پہلی بار لبیک اللھم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک کے تلفظ پر کھلی!

اللہ اللہ! کجا ایک ننگ خلایق اور کہان وہ قدسیون اور نورانیون والی سرزمین! کہان ایک روسیاہ کے ناپاک قدم اور کہان وہ معصومون اور ملکوتیون کی سجدہ گاہ!

یہ الوداع، ماہ رمضان کی سالانہ الوداع نہین، ناظرین سچ سے ان کے خادم مدیر سچ کی الوداع ہے،

حج بیت اللہ چند شرائط کے جمع ہوجانے پر، ہر مسلمان پر اُسی طرح فرض عین ہی جسطرح ہر روز پانچ وقت کی نماز، یہان نماز ہی کا فریضہ کب ادا ہو پاتا ہی، جسمین نہ کچھ خرچ ہے اور نہ کوئی خاص محنت، کہ فریضۂ حج کے نہ ادا کرنے کا رونا رویا جائے! عمر کی گھڑیان خاموشی اور تیزی کے ساتھ گذرتی ہین، دن ہفتون مین، ہفتے مہینون مین، مہینے برسون مین تبدیل ہوتے رہے، اور اس فریضہ کی ادائی کا خیال تک نہ آیا، کلام مجید کی آیات مین اور رسول برحق کی احادیث مین، خدا معلوم کتنی بار ادائے حج کی فرضیت اور تاکید نظر سے گذری، اور عدم ادائے حج کی وعیدین بار بار پڑھین، پر قلب کی غفلتون نفس کی شرارتون اور ہوش و خرد کی ہرزہ کاریون نے ہمیشہ مشورہ یہی دیا، کہ یہ اوامر و احکام دوسرون ہی کے لئے ہین، اپنے کو ان سے کیا تعلق! اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے، کہ عمر کی کتنی بیش بہا فرصتین، اور زندگی کی کتنی جا کر نہ آنے والی مہلتین، اسی غفلت، اسی بے حسی، اور اسی قساوتِ قلب کی نذر ہوگئین!

ہندوستان کے طول و عرض مین بے شمار سفر، بہ ضرورت اور بلا ضرورت کر ڈالے، لیکن جو ایک ہی جگہ سفر کرنے اور حاضری دینے کی تھی، وہان سر کے بل چلنا کجا، پیرون کے بل بھی جانا نصیب مین نہ آیا، بنگلون اور کوٹھیون، حویلیون اور ڈیوڑھیون کے گرد چکر لگانے مین ایک عمر گذر گئی، پر وہ آستان پاک، جو اس قابل تھا کہ اس کے گرد طواف کرنے مین ساری عمر تمام کر دی جاتی، اور اسی پر پروانہ وار اپنی جان نثار کر دی جاتی، گردشِ تقدیر نے محروم رکھا تو اسی کی جبین سائی سے! ملک کے گوشہ گوشہ کی سیر کر ڈالی، پر نہ توفیق ہوئی تو ایک اس سرزمین کی زیارت سے مشرف ہونے کی جس کی سربلندی پر آسمان کو بھی رشک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الوداع[1]

واتموا الحج والعمرۃ للہ (بقرہ ع ۲۴) الحج اشہر معلومات (بقرہ ع ۲۵) ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکاً وھدی للعالمین فیہ آیاتٌ بیناتٌ مقام ابراھیم ومن دخلہ کان آمناً وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلاً ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین (آل عمران رکوع ۱۰)

عن عائشۃ انھا قالت یارسول اللہ نری الجہاد افضل العمل افلا نجاھد قال لا لکن افضل الجہاد حج مبرور (بخاری) عن ابن مسعودؓ قال رسول اللہ صلعم تابعوا بین الحج والعمرۃ فانھما ینفیان الفقر والذنوب کما ینفی الکیر خبث الحدید والذھب والفضۃ ولیس للحجۃ المبرورۃ ثواب الا الجنۃ (ترمذی) عن ابی امامۃ، قال رسول اللہ صلعم من لم تمنعہ من الحج حاجۃ ظاھرۃ او سلطان جائر او مرض حابس فمات ولم یحج فلیمت ان شاء یھودیا وان شاء نصرانیا (جمع الفوائد)

لبیک اللھم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک، ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک

---

[1] منقول از سچ، مورخہ ۵ مارچ ۱۹۲۶ء

پختہ ہوتا جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ کہیں کہیں صوفیانہ "رواداری اور صلح کل" کی وسیع
شاہراہ سے نکلکر فقیہانہ تشدد کے تنگ کوچہ میں کھڑے نظر آتے ہیں، کیا عجیب بات ہے کہ آج ایک
پرانی تعلیم گاہ کا مولوی دوست نئی تعلیم گاہ کے گریجویٹ دوست کی حد سے زیادہ
"ملویت" کی شکایت کر رہا ہے، وتلک الایام نداولہا بین الناس،

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ، اپنے حبیب کے صدقے ان صفحات کے لکھنے والے کو اجر جزیل
اور پڑھنے والوں کو بیش از بیش توفیق نیک عطا فرمائے،

سید سلیمان ندوی

۴ر شوال سنہ ۱۳۴۹ھ

یہ تمام معلومات اس مین یکجا ہین،

لیکن اس سفرنامہ کی اصلی حیثیت اور حقیقی عزت میری نگاہ مین دو باتون سے ہے، ایک اسکی انشا پردازی کہ مصنف کے قلم نے اسمین انتہائی سادگی کا کمال حسن دکھایا ہے، سہل الفاظ، سادہ ترکیبین، اور پھر شاعرانہ تخیل، اس لئے انشا کی حیثیت سے اس کی اہمیت بہت کافی ہے، دوسری چیز وہ تاثرات اور وجدانیات ہین، جو اس کتاب کے فقرہ فقرہ سے نمایان ہین، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صاحب دل مصنف نے کاغذ کی سطح پر اپنے دل کے ٹکڑے پھیلا دیئے ہین،

مین تو سفرِ حجاز کی یہ بھی برکت سمجھتا ہون کہ اُن کے قلم نے ان کے دل کی ایسی ترجمانی کی ہے، اور روح نے جسم کا ایسا قالب اختیار کیا ہے، کہ باطن ظاہر، محجوب منکشف، اور نادیدہ، دیدنی ہوگیا ہے، مجھے امید ہے کہ فاضل مصنف کی تصنیفات مین ان کے قلم کی یہ سرسری تحریرین، سب سے زیادہ دیرپا، سب سے زیادہ سودمند اور سب سے زیادہ مقبول ہونگی،

مسئلہ حجاز مین موصوف کے سیاسی مسلک سے ہرچند ہمکو پورا اتفاق نہ ہو تاہم اس سے انکار نہین ہوسکتا، کہ انھون نے یہ صفحات لکھکر ہماری زبان، ادب تاریخ، جغرافیہ، فقہ اور تصوف سب پر احسان کیا ہے، اور ظاہر و باطن، لفظ و معنی اور روح و جسم کے مختلف مناظر و مظاہر کا ایک ایسا دلکش نظارہ گاہ تیار کیا ہے، کہ ہر خیال و ذوق کا آدمی اپنے اپنے خیال و ذوق کے مطابق اس سے بہرہ ور ہوسکتا ہے،

ہمارے فاضل فلسفی، اور لایق انشا پرداز دوست کا مذہبی رنگ وزیرد

پسند اور دل بستگی کی باتین لکھتے ہین، خصوصیت کے ساتھ قاضی سلیمان صاحب پٹیالوی مرحوم کا سفرنامہ سبیل الرشاد، اور برنی صاحب کا سفرنامہ صراط الحمید ذکر کے قابل ہین،

ہمارے صاحب دل اور درد آشنا دوست مولینا عبد الماجد صاحب دریابادی کی زندگی مین مدت سے بتدریج جو انقلاب ہو رہا تھا، میرے خیال مین اسکی تکمیل ۱۳۴۸ھ مین ہوئی جب وہ حجاز کے سفر کے لئے روانہ ہوئے، اور جو احوال و مشاہد اُنھون نے کتابون مین پڑھے تھے، اُنکا سفر حج مین جاکر برای العین مشاہدہ کیا، اور وہان جو عینی مشاہدات قلبی کیفیات، اور روحانی تاثرات ان پر وارد ہوئے، انھون نے اپنے اخبار سچ کے صفحات مین خطوط کی صورت مین منعکس کیا، موجودہ مجموعہ انھین مسلسل مضامین کا یکجا ذخیرہ ہے،

اس سے پہلے جو سفرنامے لکھے گئے تھے، یا وہ صرف عالم جذبات کی باتین تھین یا محض ایک سیاح و وقائع نگار کے روزنامچے تھے، یا فقیہانہ مسائل اور حج و مناسک کے ہدایت نامے تھے، یا حجاز و سفر حج کے لئے مسافرون کی گائڈ بکین تھین، اس سفرنامہ کی خصوصیت ان سب متفرق حیثیتون کی دلکش جامعیت ہے، سفرنامہ کے مختلف ابواب اور مباحث مین اسکا مصنف کہین مورخ ہے، کہین فقیہ، کہین محدث، کہین صوفی، کہین شاعر اور کہین سیاسی، غرض اس کتاب مین وہ سب کچھ ہے، جسکی حاجی کو اپنے سفر کے اتار چڑھاؤ کی مختلف حالتون اور کیفیتون مین ضرورت پیش آتی ہے، سفر کے واقعات، حج و مناسک کے مسائل، مختلف مقامات کی دعائین، سفر کے ضروری ہدایات، حجاز کے ملکی حالات، آمد و رفت اور سفر کے وسائل، سواری، پانی، کرایہ، مکانات، مطوفین، راستے مکہ معظمہ، اور مدینہ منورہ کے شہری حالات، امکنہ مقدسہ، اور وہان کے ضروری آداب

پھر جب سیر و سیاحت کی چاٹ لگ گئی تو دنیا کے گوشہ گوشہ کو چل پھر کر دیکھ لیا، اور اپنے مشاہدات کو سفرنامہ کی صورت مین قلمبند کر دیا،

تمام دنیاے اسلام مین ہر سال ہزارون حاجی کرۂ زمین کے مختلف دائرون سے بخط مستقیم یہان آتے ہین اور جاتے ہین، اُن مین سے بیسیون صاحب قلم ہر سال اپنے اپنے مشاہدات کو ہر زبان مین حوالۂ قرطاس کرتے ہین، اس سے اندازہ ہوگا کہ ہر سال مشاہدات رضیی کا کتنا بڑا ذخیرہ ہر سال دنیا مین اضافہ ہوتا ہی،

ہندوستان سے کم و بیش بیس ہزار حاجی ہر سال مکہ معظمہ جاتے ہین، ان مین دو چار ایسے صاحب ذوق ضرور ہوتے ہین، جو اپنے سفر کے واقعات اور اپنے دل کے جذبات کو کاغذ کے منظرِ عام پر لاتے اور دوسرون کو سناتے اور دکھاتے ہین، اور اُن سے اہل ضرورت حسب ضرورت فائدہ اٹھاتے ہین،

ہندوستان مین شاید شیخ عبدالحق محدث دہلوی پہلے بزرگ ہین جھون نے ۹۹۸ھ مین اس سفر کی یادگار مین جذب القلوب الی دیار المحبوب کا تحفہ اہل وطن کے سامنے پیش کیا، اور جو کچھ وہان دیکھا تھا، وہ یہان آکر دوسرون کو دکھایا، اس کے بعد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ۱۱۴۴ھ مین فیوض الحرمین وغیرہ رسائل مین اپنے روحانی مناظر و مشاہدات کی کاغذ کے صفحون پر تصویر کھینچی، لیکن سفرنامہ کی حیثیت سے شاہ صاحب کے ایک ذی رتبہ شاگرد مولانا رفیع الدین مرادآبادی قابل ذکر ہین جھون نے ۱۲۰۱ھ مین حرمین کا سفر کیا، اور احوال الحرمین کتاب لکھی،

اس نئے عہد مین ہر سال حاجیون مین سے کوئی نہ کوئی بزرگ واپس آکر اپنا سفرنامہ عموماً ترتیب دیتے ہین، اور ان مین مختلف پہلوؤن سے ہر صاحب ذوق اپنی

دنیا کے گوشہ گوشہ کو جہان تک اسلام کی روشنی پہونچی وہ اُس کے پرتو مین آگے بڑھتے گئے، مگر اُن کی یہ تمام گوشہ نشین اور سرگرمیان قُلْ سِيرُوا فِي الْاَرْضِ کے تحت ہین یقین اور اس کے بعد جو جاذبہ شوق اُن کو بیتاب رکھتا تھا؛ اور دیوانہ وار اُن کو اپنے گھرون سے بے قرار نکال لیتا تھا، اور سفر کی تمام مشکلات کو اُن کی نگاہون کے سامنے ہیچ بلکہ اس راہ کی تمام تکلیفون کو راحت بنا دیتا تھا، وہ وہ ندائے عام تھی جو حضرت ابراہیمؑ کی زبانی سنائی گئی تھی، وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ الآیۃ،

جب سے یہ ندا دی گئی، ہر زمانہ مین لاکھون فدائیون کی زبانون نے اس پر لبیک کہا، اور جب موسم آیا لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کہتے ہوئے اپنے گھرون کو اپنے اہل و عیال؛ اپنے آرام و آسایش کو چھوڑ کر مسافرانہ اٹھ کھڑے ہوئے اور صحرا و بیابان دشت و جبل، دریا اور سمندر کو طے کر کے بادیہ حجاز پہونچے، اور اس بے آب و گیاہ صحرا کی زیارت سے اپنی روح کی پیاس بجھائی،

مسلمانون مین جو بھی بڑا سے بڑا سیاح گذرا ہی اُس کے دل کی اصلی منزل اور سفر کا کعبۂ مقصود یہی سرزمین تھی، وطن سے حج و زیارت کے لئے نکلے، راستہ کے عجائب و غرائب، ملکون کے دلکش مناظر، اور قومون کے عجیب و غریب احوال مشاہدہ کرتے ہوئے اس خطۂ پاک مین پہونچے، فرائض سے فرصت پائی؛ تو آگے کا راستہ لیا، اور پھر موقع ملا، تو اسی مرکز پر لوٹ کر آ گئے؛ اور پھر کسی دوسری سمت کو نکل گئے، ابن حوقل بغدادی، اصطخری فارسی، حکیم ناصر خسرو، ابن جبیر اندلسی، ابن بطوطہ [illegible] اور سینکڑون سیاح اسی قسم کے ہین، جنھون نے اپنے سفر کا آغاز اسی نیت سے کیا، اور

موٹرین روانہ ہوئین اور شب کی تاریکیون مین سفر شروع ہوا، کس کا سفر؟ کہان کا شروع ہوا؟ ــــــ کون بتائے؟ کسکی زبان جواب دے؟ حاضری کی اجازت اُسے مرحمت ہو رہی ہی، جس کے نامۂ اعمال کی سیاہیان، شب تار کی تاریکیون سے بھی سیاہ تر ہین! حضوری اُس کے آستانہ پر ہو رہی ہی، جو خود طارق بنکر رات کی تاریکیون کو منور کرنے آیا، جس کا ظہور اُس گھڑی ہوا، جب دنیا پر تاریکیون اور سیاہیون کے ایک سے ایک گھرے پردہ پڑے ہوئے تھے، اور جو اپنے ہمراہ نور اور اجالا لیکر آیا، ــــــ این! یہ دل کیون دھڑکتا جاتا ہی؟ یہ آنکھین کیون پرنم ہو رہی ہین،؟ یہ زبان کیون خشک ہوئی چلی جاتی ہی؟ سامنا اُس کا تو نہین جو انصاف کی میزان ہاتھ مین لئے بیٹھا ہے، جو دودھ کا دودھ، پانی کا پانی الگ کرنیوالا ہی، حاضری تو اُس کے دربار کی ہے، جو ہمہ رحمت در ہمہ مرحمت ہے، جو بدکارون کی پردہ پوشی کرنے والا ہے، جس کا نام شفیع المذنبین ہی یعنی نیکون اور پاکون کا نہین گنہگارون کا نجات دلانے والا، تباہ کارون کا سہارا! یہ سب کچھ سہی، یہ سب صحیح، پر دل اب بھی اپنے قابو مین نہین نفس کی شرارتین، اندر کی خباثتین، قلب کی فسادتین، ایک ایک کرکے بے پردہ و بے نقاب سامنے آرہی ہین! اور ریا اور نفاق کا جامہ ہر ہر لمحہ چاک ہو رہا ہی، جدہ سے نکلتے ہی ریت شروع ہو جاتی ہی، راستہ کا بیشتر حصہ بالکل ریتیلا ہے، اور جب مدینہ طیبہ کی مسافت بقدر ایک ثلث کے رہجاتی ہے، تو پہاڑیون کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہی، اور زمین بالکل پتھریلی ملنے لگتی ہی، ان ناہمواریون کا قدرتی نتیجہ یہ ہے، کہ لاریان گویا اچھلتی ہوئی چلتی ہین، اور دھکے اور جھٹکے قدم قدم پر لگتے رہتے ہین، ادھر جھٹکا لگا، اور اُدھر زبان

پیٹ کی آگ ہر جگہ بجھائی جا سکتی ہی، لیکن اگر زبان کا ذائقہ بھی مطلوب ہی، تو ان منزلون کے کھانے کے بھروسے پر ہرگز نہ رہنا چاہئے، بلکہ اپنے مذاق و پسند کے مطابق کچھ ناشتہ ضرور ساتھ رکھنا چاہئے، بعض منزلون مین تربوز اور بعض مین کھجور بھی ملجاتے ہین، بڑی بڑی منزلون مین رات کو سونے یا دن کو لیٹنے بیٹھنے کے لئے بان کے اونچے اونچے تکیہ دار کھاٹ مناسب کرایہ پر مل جاتے ہین، گوشت کی بنی ہوئی چیزین تو گرم موسم مین زیادہ ٹھہر نہین سکتین، البتہ ستو، بسکٹ، مکھن، وغیرہ اگر اس سفر مین ساتھ رہین، تو کھانے کا مسئلہ بآسانی حل ہوتا رہتا ہی، سڑکین اچھی بری کیا معنی، کہنا چاہئے کہ سرے سے ہین ہی نہین، چلتے چلتے جو راستے بن گئے ہین، اُنھین کا نام سڑک رکھ لیا گیا ہی، حیرت ہے کہ سعودی حکومت جو موٹرون کی سرپرستی مین اتنی عالی ہمتی دکھا رہی ہی (شاید اس لئے کہ موٹر کمپنیون سے خوب بھاری ٹیکس وصول ہوتے رہتے ہین) سڑکون کی تعمیر کی طرف سے اس درجہ غافل و بے پروا ہے (شاید اس لئے کہ سڑک کوئی آمدنی کی مد نہین محض خرچ ہی خرچ کا کام ہی) حالانکہ بہتر سے بہتر سواری بھی بغیر اچھی سڑک کے بیکار ہی، راستہ کی اسی ابتری کا نتیجہ ہے، کہ سواری کی دو دو لاریون کے ساتھ، حوادث ناگہانی کے خطرہ سے، ایک ایک خالی لاری بھی رکھی جاتی ہی، اور یہ خطرہ محض موہوم نہین، اکثر ایسے واقعات ہوتے رہتے ہین، خود ہمارے ساتھ جو لاری زنانہ قافلے کی تھی، دوپہر کے وقت ایک جگہ ریت مین دھنس گئی، اور کسی طرح نہ ہِس سکی، مجبوراً سواریون کو اسی خالی لاری مین منتقل کرنا پڑا،

ٹال دیا جائے یہی صورت ہمارے ساتھ بھی پیش آنی شروع ہوئی،

جدہ مین منشی احسان اللہ صاحب (نائب قنصل برائے حجاج ہند) کی ذات ہندوستانی حاجیون کے حق مین بڑی کارآمد ہی، جہاز پر ان سے تعارف ہوچکا تھا، سہ پہر کو ان سے ان کے گھر پر ملاقات ہوئی، اخلاق ومحبت سے پیش آئے ہمارے وکیل صاحب کو مہمانون کی کثرت وہجوم کی بناپر ہم لوگون کی جانب توجہ کرنے کی فرصت کم ملتی تھی، اور سواری کے جلد ہم پہونچنے کی طرف سے تو انھون نے بالکل قطعًا مایوس کردیا تھا، منشی صاحب سے جب ملاقات ہوئی اور ان چیزون کا تذکرہ آیا، تو انھون نے ٹیلیفون دیکر وکیل صاحب کو فورًا طلب کیا، وکیل صاحب کا اخلاق اسی لمحہ سے بدل گیا، اب ہم لوگون پر توجہ کرنے کی فرصت بھی انھین نہ اند تھی، اور سواری کے لئے بھی وعدہ ہوگیا کہ کل ملجائیگی، جدہ مین حکومت حجاز کی طرف سے جو حاکم اعلیٰ رہتے ہین، انکا اسم شریف حاجی عبد اللہ رضا زینل ہے جدہ مین ٹرنر ماریسن کمپنی کے ایجنٹ بھی یہی ہین، بڑے متمول تاجرون مین انکا شمار ہے، بمبئی مین ان کے بھتیجے محمد علی زینل موتیون کی تجارت لاکھون روپیہ کی کرتے ہین، انھون نے ازراہ عنایت اپنے چچا صاحب کے نام ایک تعارف نامہ دیدیا تھا، سہ پہر کو منشی صاحب اپنے ہمراہ ان کے ہان لے گئے، حج کمیٹی کا اجلاس ہورہا تھا، اور دقیل صاحبون کو بدعنوانیون پر سزائین مل رہی تھین، زینل صاحب کو دیکھا، مسن سفید داڑھی، چہرہ شرافت ونورانیت کی ایک تصویر، بڑی خاطر سے پیش آئے، پوچھا کہ کسی قسم کی تکلیف تو نہین؟ جدہ بھر مین صحیح وپاکیزہ عربی بولتے

وفدِ خلافت، جو سلطانی مہمان تھا، وہ بھی جدہ مین شیخ موصوف ہی کے ہان ٹھہرایا گیا تھا
بسیونی کے ہان، بند کمرون مین، شب بسر کرنے مین دقت تھی، شب مین مین نے
اور مولنا مناظر صاحب نے شیخ موصوف سے اُن کے کھلے ہوئے ہوادار چبوترہ پر لیٹ
رہنے کی اجازت مانگی، شیخ نے اپنے لطف و کرم سے بمسرت تمام اجازت دیدی،
اور ہم دونون کی رات بڑے آرام سے اور شیخ کی شکر گذاری کیساتھ بسر ہوئی۔

جدہ اترتے ہی سفر مدینہ کے لئے روپیہ کی ضرورت پڑی، عمر بھائی چاند بھائی
نے جدہ مین ہنڈیان ایک ہی نام کے دو ساہو کارون، شیخ جمال الدین اور
سیٹھ جمال الدین ٹپنی کے نام کی دی تھین، دونون سے ملاقات ہوئی، اول الذکر
نے بڑی مستعدی اور مستعدی سے بھی بڑھکر ہمدردی و دلسوزی کے ساتھ سارا کام
کر دیا، یہی نہین کہ رقم فوراً ادا کر دی، بلکہ یہ صحیح و ضروری مشورہ دیکر کہ اندرون
حجاز، انگریزی نوٹ اور روپیہ سے کہین بڑھ کر انگریزی گنّیان کام دیتی ہین،
رقم کو نوٹ سے گنّیون مین تبدیل کر دیا، روپیہ ہاتھ مین آتے ہی چلنے کی فکر
ہوئی، جدہ اور مدینہ منورہ کے درمیان اونٹ کے قافلے بھی چلتے ہین، اور اب
موٹر بھی کثرت سے چلنے لگے ہین، ہم لوگون نے موٹر ہی پر چلنا طے کیا، حجاز مین
قدم رکھتے ہی مسافر بالکل معلم یا اُن کے وکیل کے ہاتھ مین آجاتا ہے، اور بغیر انکی
وساطت کے کسی سواری کے لئے معاملت نہین کر سکتا، وکیل صاحبون کے مصالح
واغراض قدرۃً اس کے مقتضی ہوتے ہین، کہ جتنے دن بھی ممکن ہو حاجیون
کو جدہ مین پڑا رہنے دیا جائے، اور جب وہ سواری کے لئے تقاضا کرین، تو انھین

زیادہ دور دور نہین، جہان ہم ٹھہرے ہین، بازار یہان سے قریب ہین، ڈاکخانہ بھی زیادہ فاصلہ پر نہین، اور مسجد تو بالکل پڑوس ہی مین ہے، اتفاق سے آج ہی ہندوستان کی ڈاک روانہ ہونے کا دن ہو، خطوط لکھ کر ڈاک مین ڈالے نہین گئے، بلکہ پوسٹماسٹر صاحب کے ہاتھ مین دیدیئے گئے،

سامنے ایک لق و دق، شاندار و آراستہ عمارت کھڑی ہوئی ہو، معلوم ہوا کہ شیخ محمد نصیف صاحب کا مکان ہو، یہ یہان کے ایک امیر کبیر ہین، بمبئی سے ایک صاحب نے اپنی کسی ضرورت کے متعلق ایک خط اُن کے نام کا مجھے دیا تھا، اسے لیکر مولانا مناظر احسن صاحب کے ہمراہ دوپہر کو ان کے ہان گیا، عربی وسعت اخلاق اور حجازی شان مسافر نوازی کے ساتھ پیش آئے، اردو نہین جانتے، صرف عربی مین گفتگو کر سکتے ہین، چنانچہ مولانا سے عربی ہی مین گفتگو ہوتی رہی، ایک عظیم الشان کتبخانہ کے مالک ہین، بڑی بڑی الماریون مین نفاست و سلیقہ کے ساتھ کتابین چنی ہوئی، اور گفتگو کے بعد معلوم ہوا، کہ کتابون کا ذخیرہ محض الماریون کی زینت کے لئے نہین، بلکہ دل و دماغ مین بھی اپنا گھر بنا چکا ہو، ظہر کی نماز انھین کے مکان پر جماعت کے ساتھ نجدی امام کے پیچھے پڑھی، یہین ایک صاحب سے یہ کہکر ملایا گیا کہ وہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کے پوتے ہین، اور یہ بھی کہا گیا، کہ نجد کے مشاہیر علماء مین ہین، مولانا مناظر نے ان سے کچھ سوالات کئے، جوابات اُس معیار پر نہ نکلے، جس کی توقع ایک صاحبِ نظر عالم سے ہو سکتی ہو، سنا ہے کہ سلطان ابن سعود جب جدہ آتے ہین، تو شیخ محمد نصیف ہی کے ہان فروکش ہوتے ہین، ۱۳۲۶ھ مین ہندوستان کا

باب ۸

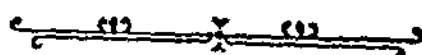
جدّہ ۔ راہ مدینہ

صالح بسیونی نے ہمین اپنے ذاتی مکان مین ٹھہرایا، یہان عموناً کئی کئی منزلون کے مکانون کا رواج ہی، یہ مکان بھی کئی منزل کا ہی، ہم لوگون کو جگہ دوسری منزل مین ملی، اسمین دو کمرے ہین، ایک بڑا اور ایک اوسط درجے کا، عورتون کو بڑے کمرہ مین کر دیا، چھوٹے کمرے کو مردانہ رکھا ہی، سامان زیادہ تر نیچے کی منزل مین رہنے دیا، سولہ آدمیون کے لئے دو کمرون کی گنجایش ناکافی معلوم ہو رہی ہی، صحن نہ ہونے سے گرمی علی الخصوص محسوس ہو رہی ہی —— لیکن یہ بھی درحقیقت اللہ کی ناشکری ہی، سیکڑون ہزارون، اللہ کے بندے ایسے بھی ہین، جنھین اتنی جگہ کیا معنی، اس کی آدھی بلکہ چوتھائی بھی نصیب نہین، اور وہ صبر و شکر کے ساتھ، تیز دھوپ مین تپتی ہوئی زمین کے اوپر، سڑکون اور راستون مین، بستر جمائے بیٹھے ہین، وہ بھی آخر انسان ہی ہین، وہ بھی حاجی ہین، وہ بھی پردیسی ہین، وہ بھی اللہ ہی کی راہ مین گھر بار، عزیزون، دوستون کو چھوڑ کر نکلے ہین، اور ان مین سب کے سب مفلس اور کنگلے ہی نہین، کیا انھین آرام کی خواہش نہین؟ کیا انھین موسم کی سختیون کا احساس نہین ہوتا؟ —— جدّہ کا رقبہ کچھ بہت بڑا نہین، اس لئے مقامات

ہوکر رہتی تھی، سو ہوکر رہی، مسجد مین نماز کئی وقت پڑھی، پر شہر کے عمائد وا کابر ایک وقت بھی مسجد کے اندر نہ دکھائی دیئے، اور دل نے تاسف کے ساتھ کہا کہ حضرت اکبر مرحوم کا تجربہ ع

"کونسل مین بہت سید مسجد مین فقط جمّن!"

صرف ہندوستان ہی تک محدود نہین، دریاے جمنا کا کنارہ ہو، یا بحر احمر کا ساحل، آج مسجد کی آبادی جہان کہین بھی قایم ہے، بیان جمّن ہی کے دم سے ہے!



جدہ، سرزمین عرب کا پھاٹک ہی، حکومت اسلام کا پہلا شہر ہے، بُرا یا بھلا جیسا بھی ہے، اپنا ہے، اور اپنون اور اپنے والون کی چاہت کسے نہین ہوتی ؟ لیکن ——— اے سب عزتون کے مالک! ایک گستاخ مشتِ خاک کو یہ کہنے کی اجازت دے کہ ——— اب تو کسی کو بھی "اپنا" کہتے ہوئے دل لرزتا ہے، اور زبان ہچکچاتی ہے، خیر، قرطبہ، غرناطہ کو تو مدت ہوئی بھول چکے، لیکن ابھی کل کی بات ہے، کہ بصرہ اپنا تھا، بغداد اپنا تھا، حلب اپنا تھا، بیروت اپنا تھا، دمشق اپنا تھا، بیت المقدس اپنا تھا، قاہرہ اپنا تھا، اسنبول اپنا تھا، اور کچھ ہی قبل شاہجہان آباد اپنا تھا، اکبرآباد اپنا تھا، لاہور اپنا تھا، ملتان اپنا تھا، لکھنؤ اپنا تھا، مرشدآباد اپنا تھا، عظیم آباد اپنا تھا، ڈھاکہ اپنا تھا، بیجاپور اپنا تھا، کرناٹک اپنا تھا، آج ان مین سے کوئی "اپنا" ہی؟ پھر جدہ غریب کی خیر کب تک منائی جا سکتی ہی؟ یاجوج کا پھریرا گو آج ضابطہ و رسم کے ساتھ وہان نہ لہرا رہا ہو، لیکن جدہ کے کوچہ و بازار، در و دیوار سب یاجوج ہی کی عظمت کے نقیب بن چکے ہین! دوکانون مین مال ہے تو ولایتی، بازارون مین سودا ہے تو ولایتی، مکانون مین سامان ہے تو ولایتی، جسمون پر لباس ہے تو ولایتی، عقلین مرعوب، قلوب مفلوج! کوئی کس چیز سے دل کو سمجھائے، اور کیا کہکر اپنے کو دھوکا دے!

سرزمین اسلام کا اسلامی شہر، اور دل ترستا رہ گیا، کہ کسی محدث کی زیارت سے آنکھین روشن ہون، کسی بزرگ صاحب باطن کی نگاہِ کرم دل کو گرما دے، کسی فقیہ کے حلقۂ درس و افتار کی تازگی و شگفتگی تھکے ماندے مسافر کی خستگی و ماندگی کو دور کر دے! پر، آہ، یہ کچھ بھی نہ ہوتا تھا! ہر تمنا ناکام، ہر آرزو منفعل،

شرح پر ملتا ہی، کھاری سمندری پانی البتہ بہ افراط، مکانات کی وضع بمبئی کے
مکانات سے ملتی جلتی، یعنی صحن کا رواج برائے نام، اور اوپر تلے چار چار پانچ
پانچ منزلون کا رواج عام! انھین کر دن کو کھڑکیون کی مدد سے خاصا ہوادا
بنا لیا جاتا ہی، ہندوستان کے لوگون کو جس شے کی زیادہ تکلیف ہوتی ہے، وہ یہان
کے پاخانے ہین، بہترون کی قسم سے کوئی قوم یہان موجود نہین، نتیجہ یہ ہے کہ
ہر مکان مین بہت گہرے سنڈاس، کنوین کی طرح گہرے بنے ہوئے ہین،
انھین مین رفع حاجت کی جاتی ہے، اور ان کی عفونت مکان کے دوسرے
حصون تک پھیلی رہتی ہے، زبان، موجودہ بگڑی ہوئی عربی ہی، جسے قرآن مجید کی
عربی سے کوئی نسبت نہین، تاہم اردو بھی اچھی خاصی سمجھ لیجاتی ہی، اور محض اردودان
بھی اپنا کام نکال ہی لیتے ہین، حاجیون کے ہجوم کے زمانے مین ہر ہر گھر
مسافر خانہ بنا ہوا، ہزار ہا غریب حاجی سڑکون پر اور گلیون پر پڑے ہوئے،
مملکت آصفیہ حیدرآباد، ریاست بھوپال اور ریاست ٹونک کی طرف سے
مکہ و مدینہ مین رباطین (قیامگاہین) بنی ہوئی ہین، اگر جدہ مین بھی ہندوستانیون
کے لئے دو ایک بڑی رباطین بنجائین اور انتظام اچھے ہاتھون مین رہے،
تو کم سے کم حاجیون کی ایک جماعت کو تو بڑی سہولت حاصل ہو جائے! آبادی
مین ہندوستانیون کا عنصر بالکل غائب نہین، حاجی اور تجارت کے سلسلے مین
صوبہ بمبئی خصوصاً علاقہ گجرات و کاٹھیاوار کے لوگ اکثر نظر آئے انگریزی
قنصل خانہ مین نیز موٹر کمپنیون مین صوبہ پنجاب کی نمایندگی ممتاز ہی، جہازی
کمپنیون کے دفتر مین بمبئی، بہار، اور اودھ کے چہرے اور قیافے نظر پڑے

اور دوپہر ہوتے ہوتے "چار درویش" کے چار چند یعنی پورے سولہ درویش انکے
مکان مین اکٹھا ہوگئے ا

جدہ، ہندوستان کے شہرون کے میعار سے کوئی بڑا شہر نہین، کوئی
پندرہ ہزار کی آبادی ہوگی، لیکن اپنی جغرافی ہیئت کے لحاظ سے اہمیت
بہت خاصی رکھتا ہے، بازار اچھا بڑا ہے، ہر قسم کی چیزین مل جاتی ہین، اور
گرانی کچھ ایسی زائد نہین سکہ ہر ملک کے چل جاتے ہین، ہندوستان کے چاندی
کے سکے بے تکلف چلتے ہین، البتہ نکل کی ریزگاری نہین چلتی، ہندی سکہ کا تبادلہ
حجازی سکہ سے باسانی ہوجاتا ہی کھانے کی دوکانین بکثرت، اور پیٹ بھرنے
کے قابل کھانا قدم قدم پر مل جاتا ہی، البتہ اچھے ہوٹل ذرا تلاش کے بعد ہی
ملتے ہین، اور اُن کے نرخ کا تحمل بھی ہر شخص کے بس کی بات نہین، ڈاکخانہ
ہے، اسپتال ہے، مہینہ مین تین مرتبہ ہندوستان کی ڈاک نکلتی ہے لیکن ہندوستان
کے ڈاکخانون سے یہان کے ڈاکخانہ کو کوئی نسبت نہین، ہر کام توکل پر چلتا
ہے، صفائی کا انتظام خاطر خواہ نہین، یہان کی مکھیان اپنی کثرت کے لحاظ سے
خاص طور پر مشہور ہین، عرب کی سرزمین شروع ہوچکی ہی، اس لئے گرمی کی
بابت کچھ کہنا تحصیل حاصل ہے، برف ملجاتی ہی، اگرچہ گران قیمت پر، پانی کی
قدر جہاز ہی سے شروع ہوجاتی ہی، اور عرب پہونچکر تو پانی کے بارے مین
ہندوستان کی پڑی ہوئی مسرفانہ عادتون کی اچھی خاصی اصلاح ہوجاتی
ہے، جدہ مین میٹھا یعنی سمندر کا صاف شدہ پانی تلاش سے اور خاصی گران

"عقل کل" اُس کا "معلم" ہوتا ہی، ہندوستان کے لئے حکومت حجاز کی طرف سے سیکڑوں
بلکہ شاید ہزاروں کو "معلمی" کی اجازت حاصل ہی، ادھر حاجی نے مکہ مین قدم رکھا اُدھر
اُس کی زندگی کا ہر ہر قدم معلم کے حدود اختیار مین آگیا، مکہ مین قیام کا انتظام، طواف
کا انتظام، سعی کا انتظام، منیٰ، عرفات، و مزدلفہ مین رہنے کا انتظام، قربانی کا انتظام
سواری کا انتظام، غرض چھوٹی بڑی ہر شے معلم ہی کے ذریعہ سے طے پاتی
ہے، جدہ مین ہر معلم کی طرف سے ایک نمایندہ یا ایجنٹ مقرر رہتا ہی، جو یہان کی
اصطلاح مین اُس کا "وکیل" کہلاتا ہی، اور جس طرح مکہ مین حاجی کے لئے معلم
ہی سب کچھ ہوتا ہے، وہی حیثیت اور وہی مرتبہ یہان جدہ مین "وکیل" کو حاصل
رہتا ہے، ہم سے ساحل پر اترتے ہی قبل اس کے کہ محصول خانہ اور رہ جنگی گھر
کے مرحلے طے ہون، دریافت کیا گیا تھا کہ تمھارا معلم کون ہے؟ اور جب جواب
مین عبدالقادر سکندر کا نام بتایا گیا تھا تو اُن کے وکیل جدہ، صالح بسیونی نے
بڑھکر ہمارے پاسپورٹ کو بلکہ خود ہم کو اپنے قبضے مین کیا، سکندر کے وکیل کا
نام محمود بسیونی ہے، مگر اب وہ کبرسنی کی بنا پر خانہ نشین ہوگئے ہین، صالح
بسیونی اُن کے لڑکے ادھیڑ عمر کے ہین، اور چونکہ ہندوستان مین عرصہ تک
رہ چکے ہین، اس لئے اردو بخوبی سمجھ لیتے، اور الٹی سیدھی بول بھی لیتے
ہین، انکا نوجوان لڑکا مصطفےٰ بسیونی گو بے تکلف ہونے سے قبل اردو بولتے
ہوئے شرماتا ہی، لیکن حاجیون کا کام نکالنے اور انھین آرام پہونچانے مین
اپنے والد سے کہین بڑھکر ہے، ہم کو انھین وکیل صاحب کے مکان مین لایا
گیا، تھوڑی دیر کے بعد ہمارے سارے قافلہ کے لوگ بھی یہین پہونچ گئے

ہوا، وہ لوگ نہ فارسی بول سکتے تھے، نہ انگریزی نہ اردو، نہ ہی عربی۔ سو عربی اول یہان آتی ہی کیا ہی، اور غلط سلط، ٹوٹی پھوٹی، ایک آدھ فقرے بولنے کی جو کوشش کیجاتی، سو اسکو وہان کے لوگ "نحوی" کہتے، اور سرے سے عربی ہی نہین تسلیم کرتے۔ پاسپورٹ کی دکھائی یہین ہوتی ہی، اور اس کی اصلی ضرورت سارے سفر بھر مین اسی موقع پر پیش آتی ہی، بہرحال چنگی خانہ کے مختلف عمال کے سامنے حاضری دینی پڑی، میرے پاس اسباب مطلق نہ تھا، صرف گلے مین ایک تھیلا پڑا تھا، اسمین چند خطوط اور ہنڈیان وغیرہ تھین، محکمۂ چنگی کے مختلف عمال اپنی ساری قوت تفتیش و تحقیق انھین کاغذات کی الٹ پلٹ مین صرف فرماتے رہے اور ادھر یہ اندازہ ہوتا رہا، کہ "سرخ فیتہ" (RED TAPE) خواہ بحر ہند کے ساحل پر ہو، یا بحر احمر کے، ہر جگہ کچھ یکسان ہی سا ہوتا ہی! چودھری صاحب کے ساتھ چونکہ بکس وغیرہ بھی تھے، اس لئے قدرۃً اُن بیچارہ سے بازپرس بھی زائد ہوتی رہی، اور غالبًا بکس کھلوا کر دیکھے گئے، اس گیرودار مین مین اور وہ علحدہ بھی ہوگئے، اور مین بغیر کسی رفیق و رہنما کے اس اجنبی مقام مین بالکل تنہا رہ گیا، بارے تھوڑی ہی دیر کی حیرانی و سرگشتگی کے بعد ہمارے وکیل کا ایک ملازم مل گیا اور وہ وکیل صاحب کے مکان تک لے آیا، فاصلہ گو دو تین فرلانگ سے زائد نہ تھا، لیکن ایک تو عرب کی دوپہر، اور پھر مقام کی اجنبیت، اس لئے مسافت اس وقت زائد محسوس ہوئی،

سفر حجاز مین جہان تک حج و متعلقات حج کا تعلق ہے، ہر حاجی کی

اخلاق سے ملے چند ہی منٹ کے بعد ایک اُن سے بھی زیادہ کارآمد اور صاحب اختیار افسر منشی احسان اللہ صاحب سے ملاقات ہوئی، جو عرصہ سے جدہ کے انگریزی قنصل خانہ مین ہین اور اس وقت شعبۂ حجاج کے ذمہ دار افسر ہین، انکی بابت مختلف روایات وحکایات سننے مین آئی تھین، تاہم اتنے جزو پر سب کا اتفاق تھا کہ یہ جس پر مہربان ہوجاتے ہین، اُسکا کام اپنے اثر واقتدار سے خوب نکال دیتے ہین، آدمی باخبر ہین، اخبارات وغیرہ پڑھتے رہتے ہین، مجھ سے واقف نکلے، اور بڑی خندہ جبینی سے پیش آئے، بعض احباب نے اُن کے نام کے تعارف نامے بھی دیدیئے تھے لیکن انکی خوش اخلاقی کے بعد یہ تعارف نامے غیر ضروری تھے، ان دونون جدید مہربانون نے صلاح یہ دی، کہ اپنی پارٹی کو مع اسباب کے سردست جہاز پر چھوڑے جاؤن، اور خود ان کے ساتھ انکی سرکاری کشتیون پر چلا چلون، بالآخر یہی طے پایا، اور اپنے قافلہ کو جہاز پر چھوڑ کر، مین تن تنہا قاضی عزیز الدین صاحب کے ہمراہ، ٹرزمارلین کمپنی کے موٹر لانچ پر سوار ہوکر ساحل کو روانہ ہوا، اسی موٹر لانچ پر ہمارے جہاز کے کپتان پی، ایچ، واوڈ، اور چودھری محمد علی ردولوی بھی آگئے،

ساحل پر قدم رکھتے ہی، قاضی صاحب تو "روکردہ از ما یکطرف" بغیر ہمین کوئی ہدایت دیئے کپتان کو ساتھ لئے، اپنے دفتر کی طرف چلے گئے، اور ہم نو وارد اجنبیون کو بالکل ہماری قسمت پر چھوڑ گئے، مین تنہا تھا، چودھری صاحب کیسا تھ مستورات بھی تھین اور کچھ سامان بھی، اب محکمۂ بحری کے مختلف لوگون نے ہم سے سوالات شروع کئے، اور زبان کی اجنبیت کا عملاً احساس اس وقت سے شروع

ہی صبر و ضبطِ نفس کی تعلیم ہے ایہ مین اُس گھڑی پیش آرہا ہے جس وقت دوسرون کی خدمت و اعانت ہی سب سے بڑا مقصود ہوتا تھا ـــــ غیرون کے جو مظالم آپ پر ہوتے چلے آئے ہین اور اس وقت ہو رہے ہین، اُنکا دکھڑا تو آپ بڑے درد کے لہجہ مین روتے ہین لیکن لللہ ایک مرتبہ ذرا آئینہ ہاتھ مین لیکر ارشاد ہو، کہ خود آپ نے اپنے اوپر ظلم کرنے مین کون سی کسر اٹھا رکھی ہے؟ وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر۔

جہاز کے رکتے ہی دو موٹر لانچ (دخانی کشتیان) نمودار ہوئین ایک مین جہازی کمپنی (ٹرنر مارسین) کے کچھ عہدہ دار تھے، اور دوسری مین انگریزی قنصل خانہ کے افسر، ان کے علاوہ کچھ سعودی حکومت کے نمایندے بھی تھے، ڈاکٹر وغیرہ مسافرون کو اترنے کی اجازت ملنے سے قبل ان سب حضرات کو اپنے اپنے سرکاری خدمات کے ضابطے اور رسوم پورے کرنے تھے، اور ان کے لئے خاصہ وقت درکار تھا، ٹرنر مارسین کے دفتر مین ہمارے جوار وطن اسیدن پور ضلع بارہ بنکی کے رہنے والے قاضی عزیز الدین صاحب سالہا سال سے کارکن اور بڑے کارگذار ہین، انکی کارگذاریون کے واقعات اپنے جوار کے بعض حاجیون کی زبانی سن چکا تھا، یہ جہاز پر اپنی سرکاری ضرورتون سے آتے ہی رہتے ہین کپتان کے کمرے سے نکلے ہی تھے، کہ مجھ سے تعارف ہوا، پردیس مین دیس کے آدمی کی شکل دیکھ کر طبیعت کو قدرۃً جو خوشی حاصل ہوتی ہے، اسکا اندازہ وہی کر سکتے ہین، جنھین خود کبھی ایسی صورت پیش آچکی ہے، بیچارہ لطف و

ڈھائی تین میل دور ہی، نو بجے بجے جہاز لنگر انداز تھا، مگر بمبئی کی طرح جدہ مین جہازون کے لئے کوئی پلیٹ فارم نہین اور کیون ہونے لگا تھا؟ جدہ مین آخر حاجیون ہی کے جہاز تو ٹھہرتے ہین نہ؟؛ اور حاجی کیون یہ ہر مرتبہ بھول جاتے ہین، کہ اس دورِ علم و تمدن مین اُنکا وجود جانورون اور چوپایون سے کچھ ہی بہتر ہے!؛ ساتوین صدی عیسوی کے کہنہ و فرسودہ احکام و شرایع پر عمل کرنیوالے آخر اس کی توقع ہی کیون قایم کرتے ہین، کہ زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے پر بھی اُن کے نصیب مین بیسوین صدی عیسوی کی سہولتین اور آسایشین آسکینگی

جہاز کی حرکت رُکی، اور جہاز پر حرکت شروع ہوئی، چیخ پکار، غل و شور، دوڑ بھاگ، ظاہر ہو کہ جہاز کہین بھاگا نہین جارہا ہی، ٹھہرنے ہی کے واسطے رکا ہی، اور نہ جدہ کی زمین کہین پھسلی جارہی ہی، لیکن اتنا صبر کس کو، اور اتنے انتظار کی توفیق کسے؟، جہاز سے کشتیون پر اترنے کے لئے زینے صرف دو، اور ان دو زینون پر ڈیڑھ ہزار کے مجمع کا ہجوم! ہر شخص بیتاب، کہ سب سے پہلے خود ہی اتریگا، اور اپنا اسباب اتاریگا، یہ اسے گھسیٹ رہا ہی، وہ اسے ڈھکیل رہا ہی، یہ اسے دھکا دیرہا ہے، وہ اسے کہنیان مار رہا ہو طاقتورون اور چیرہ دستون کی بن آئی ہے، باقی کمزورن اور ناتوانون، بیمارون اور بچون، بوڑھون، اور بوڑھیون پر جو کچھ گذر رہی ہی، اس کی بجز خدائے علیم و بصیر، سمیع و خبیر کے اور کسے خبر! ایک نفسی نفسی کا عالم، ہر سمت محشرِ اضطراب! یہ ان لوگون کا حال ہی، جو ایثار و بے نفسی کا سبق لینے کو نکلے ہین، ! یہ اس سفر مین پیش آرہا ہی، جسکا مقصد

باب ۷

جدّہ

۸ ر اپریل ، دوشنبہ ، آج جدہ پہونچنے کا دن ہے ، آج دلون کے شوق و اشتیاق
کا کیا پوچھنا ؟ اسباب کی بندش رات ہی سے شروع ہو گئی تھی ، صبح سویرے سے
جہاز کی بالائی عرشون پر حاجیون کے پرے جمے ہوئے سب کی نگاہین ساحل کی
طرف لگی ہوئی ، ساحل جون جون قریب آتا جاتا ہی ، پانی کا رنگ بجائے نیلے کے
سبز ہوتا جاتا ہی ، اور بحری پہاڑیان کثرت سے نمودار ہوتی جاتی ہین . دن نکلنے
کے بعد ساحل سے ایک کشتی جہاز کی طرف آتی ہوئی نظر آئی ، اس کشتی پر عرب
کپتان سوار ہی ، اندرون ساحل جہاز کی رہنمائی بھی عرب کپتان کریگا ، لیجیے ! وہ
کشتی جہاز سے آکر لگی ، اور عرب کپتان دم بھر مین کھٹ کھٹ کرتا ہوا جہاز کے
سب سے بالائی حصہ مین کپتان کے پاس پہونچ گیا ، اب اس وقت سے جہاز کی
رہنمائی کا مالک و مختار بھی عرب ہی ، ——— شاید کارکنان قضا و قدر کو
بھی موزونیت اسی مین نظر آئی کہ ملک عرب مین داخلہ کے وقت رہنمائی کا
فرض ایک عرب رہنما ہی کے ہاتھون انجام پاتا ہے ، ——— آٹھ بجے
ساڑھے آٹھ بجے اب جدہ کی عمارتین صاف نظر آنے لگین ، مگر شہر اب بھی

لیکن بحمد اللہ ایک مختصر گروہ آخر تک اس فریب مین نہ آیا، اور مدینۂ پاک کی حاضری سے ابتدا کرنے کی نیت پر قایم رہا، موجودہ حالات حجاز کی جو طلسم ہوشربا سکندر صاحب نے سنانی شروع کی تھی، یہ اس کی پہلی حکایت تھی، آیندہ کیلئے تمام عازمانِ حج کی خدمت مین بڑے اصرار کے ساتھ گذارش ہی کہ اپنے معلمون کی صداقت و دیانت کے متلق زیادہ حسن ظن ہرگز نہ قایم فرمایا کرین، اور انکی بہم پہونچائی ہوئی اطلاعات کی تحقیق دوسرے ذرائع سے ضرور کرلیا کرین،



کی بابت منقول ہو اکہ آپ حج کے ساتھ ضمناً و طبعاً مدینہ منورہ کی زیارت خلاف ادب اور اپنے لئے ناجائز سمجھتے تھے، بلکہ اس کے لئے ایک مستقل سفر، تازہ احرام کے ساتھ اختیار فرماتے تھے، خیر، یہ تو بڑے مرتبہ کے لوگون کی باتین ہین لیکن اگر کسی ہستی کو وہین سے سفرِ حج اختیار کرنے کی سعادت حاصل ہو، جہان سے اُس کے رسولِ برحق نے کیا تھا، اور اسی مقام سے احرامِ حج باندھنے کی دولت نصیب ہوجائے جہان سے خود مرشدِ اعظم نے باندھا تھا، تو اس مین شریعت و طریقت، ظاہر و باطن حنفیت و حنبلیت، کسی کو کچھ گفتگو کی گنجایش ہی؟ اور اگر کسی کو ہو بھی، تو بہرحال اپنا اپنا ذوق اور اپنا اپنا مسلک ہی،

معلمون کی ایک خاص جماعت (خدا اُن پر رحم فرمائے اور انھین راہِ ہدایت دکھائے) جو بمبئی سے جہاز پر ہمراہ ہوگئی تھی، اس نے کامران سے غل مچانا شروع کر دیا کہ جدہ سے کسی کو براہ راست مدینہ منورہ جانے کے لئے سواری نہ ملیگی اور سعودی حکومت نے براہ راست مدینہ کا سفر حاجیون کے لئے بند کر رکھا ہی، اس لئے سب کو مکہ کے قصد سے یلملم ہی مین احرام باندھ لینا چاہیئے، اس جماعت مین سب سے پیش پیش خود ہمارے معلم عبد القادر سکندر تھے، جو شاید کسی زمانہ مین عرب یا ترک رہے ہون، مگر اب تو سالہا سال سے لکھنوی ہی ہین، اور بمبئی سے جہاز پر ہمراہ تھے، بہت سے نیکدل و سادہ مزاج احباب جو اپنے ہی ظرف پر معلمون کو بھی قیاس فرما رہے تھے، دھوکے مین آگئے اور معلمون کے ہنگامہ سے متاثر ہو کر جہاز پر سب کے ساتھ احرام بند ہو گئے،

ہین، مبارک ترین وہ جو زندگی مین اپنے نفسون کو مردہ کر چکے ہین! آج انکا لباس ہی مردون کا لباس نہین انکا نفس بھی مردون کا نفس بن چکا ہے، لا رفث و لا فسوق و لا جدال فی الحج، لڑنا جھگڑنا شہوتون اور خواہشون مین مبتلا ہونا زندون کا کام ہے، مردون کو بھی کسی نے رفث اور فسوق اور جدال مین مبتلا دیکھا ہی؟

لبیك اللّٰھم لبیك لا شریك لك لبیك، ان الحمد و النعمة لك و الملك لا شریک لك لبیك الہ الحق لبیك لبیك و سعدیك و الخیر بیدیك، نماز کے بعد صدائین ہین تو یہی، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، چڑھتے اترتے، ایک دوسرے سے ملتے جلتے، صاحب سلامت کرتے صدائین ہین تو یہی، ملائکہ کو اگر رشک کا موقع ہو سکتا ہی، تو یہی، آج حاجیون سے بڑھکر خوشی کس کو ہو سکتی ہی؟ جس محبوب کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑا، وطن چھوڑا، دوست چھوڑے، عزیز چھوڑے سفر کی ساری کڑیان جھیلین، اس کے شہر کا پہلا پھاٹک کھل گیا، داخلہ کی اجازت مل گئی، حاجیون سے زیادہ خوش نصیب آج کون ہو گا؟ اور ان سے زیادہ خوشی اس وقت کس کو ہو گی؟ ڈیڑھ ہزار حاجیون مین سے تقریباً سب کے سب احرام پوش ہو گئے، البتہ دیوانون کی ایک مختصر جماعت ایسی تھی جس نے اس وقت احرام نہین باندھا، اس جماعت کا ایک خادم گھر سے یہی نیت کر کے نکلا تھا، کہ جدہ پہونچ کر پہلے سیدھے آستانۂ نبوی پر حاضری دیجائیگی، اور پھر وہان سے انشاء اللہ حج بیت اللہ کی نیت کیجائے گی، حضرت بایزید بسطامی

دربار کی سرحدین شروع ہوگئین، اب نہ کوئی بڑا ہی نہ کوئی چھوٹا، نہ کوئی امیر ہی نہ کوئی وزیر، نہ کوئی حاکم ہی، نہ کوئی عالم، نہ کوئی خان بہادر ہی، نہ کوئی لیڈر، سارے کے سارے غلام ہین، اور سب کے سب بیکس اور بے بس بندے! اب نہ ہیٹ ہی نہ پگڑی، نہ عمامہ ہی، نہ شملہ، نہ ترکی ٹوپی ہے، نہ گاندھی کیپ، نہ قمیص ہے، نہ عبا، نہ کوٹ ہے، نہ شیروانی، نہ کالر ہے، نہ ٹائی، نہ پتلون ہی، نہ پاجامہ، سب کی زبانون پر لبیک لبیک کے ترانے ہین، اور سب کے جسمون پر بے سلی ہوئی دو دو چادرین! یہ وائسرائے کا دربار نہین، لاٹ صاحب کا ڈنر نہین، ہائیکورٹ کی عدالت نہین، یہان نہ ایوننگ ڈریس کی ضرورت، نہ گاؤن کی حاجت، نہ پاتابہ اور دستانہ کی احتیاج! یہ اللہ کے دربار کی حاضری ہے، یہ اُس قدرت اور حکومت والے، اُس عزت اور جلالت والے کے دربار کی حاضری ہے، جو کلکٹر صاحب اور کمشنر صاحب، جج صاحب اور ڈاکٹر صاحب، لاٹ صاحب، اور بڑے لاٹ صاحب، قیصر جرمنی اور شاہ برطانیہ، فرانس کے وزیر اعظم اور جمہوریۂ امریکہ کے صدر، اٹلی کے مسولینی اور انگلستان کے لائڈ جارج، مصطفےٰ کمال، اور جواہر لال، سب کی جانون اور سب کی زندگیون کا یکسان مالک ہی! اس دربار کی وردی سب سے انوکھی، سب سے نرالی، سب سے الگ ہے، یہان قدر زرین کلاہون کی نہین، یہان عزت رنگین قباؤن کی نہین، یہان طلب صرف کفن پوشون کی ہے! ——— اُن کی جو جیتے جی مُردون کا لباس پہن چکے ہین، انکی جو اس لباس کی یاد تازہ کیے ہوئے ہین، جس کے زیب تن کرنے کے بعد پھر قطعاً کوئی دنیوی لباس جسم کو مس نہ کرسکے گا، مبارک ہین وہ جو زندگی مین موت کا لباس پہن چکے

جب ڈیڑھ دو ہزار انسانون کا مجمع، جسمین بدتہذیب اور گنوار مرد بھی شامل ہوتے ہین، اور پردہ نشین شریف خاندانون کی حیادار اور شرمیلی بہو بیٹیان بھی، لوٹا ہاتھ مین لئے ہوئے ان چند پاخانون پر حملہ آور ہوتا ہی، تو اس وقت کی کشمکش اور چقلپش دیکھنے کے لائق ہوتی ہی! ——— لیکن اس کی شکایت ہی کیا، اور اسکا شکوہ کیون؟ یہ کیمپ آخر حاجیون ہی کا کیمپ ہوتا ہی، اور حاجی غریب کسی یا جوجی حکومت سے راحت و آسایش کی توقع ہی کیون رکھے؟! اس کا کام تو فی کس ؏ کے حساب سے قرنطینہ کامران کی فیس دیدینا ہی، اور بس، راحت و آسایش ہی کا اگر خیال ہی، تو اس روشنی اور روشن خیالی کے زمانہ مین حج وغیرہ، طواف و سعی، زیارت و عبادت کے لئے سفر ہی کیون اختیار کیا جائے؟

جسکو ہو دین و دل عزیز اسکی گلی مین جائے کیون!

کیمپ کا وسیع احاطہ لوہے کے تارون سے گھرا ہی جس کے باہر قدم رکھنا ممکن نہین، کامران مین انگریزی ڈاکخانہ بھی ہی، بہت سے لوگون نے خطوط لکھکر میان وطن روانہ کئے، شب یہین بسر کی، ۱۹ اپریل کی صبح کو اس "قید فرنگ" سے نہی قرنطینہ فرنگ سے نکلنے کی اجازت ملی، اور خاص عنایت و اہتمام سے کام لیکر سب سے پہلی کشتی ہماری ہی ٹکڑی کو دلائی گئی، سب مسافرون کے جہاز تک پہونچنے مین کوئی چار گھنٹے لگے ہون گے، دس بجے کے قریب جہاز نے لنگر اٹھا دیا، اور روانہ ہوا،

کامران کی بے احتیاطیان، اب رنگ لائین، سرکاری غسلخانے مین ہر ہر فن

کا برتاؤ تمام حاجیون کیساتھ اچھا دیکھنے مین آیا ڈاکٹر، فقیر اللہ بھی بھلے آدمی معلوم
ہوئے، جزیرہ کا بڑا حاکم برٹش ملٹری ایڈمنسٹریٹر کہلاتا ہی، اس وقت جو حاکم ہی اس کا
نام اے ڈیکم ہے، فوجی کپتان کا عہدہ رکھتا ہی خلیق اور خوش مزاج ہی، مین غسل کر کے
بھیگی لنگی باندھے ہوئے ابھی جامہ خانہ مین کھڑا اپنے کپڑے تلاش کر رہا تھا، کہ
ایک انگریز کو مین نے اپنے پاس کھڑا ہوا پایا، جو اردو مین مجھ سے پوچھ رہا تھا کہ "سب
اچھا ہی؟" ڈاکٹر چوہان بھی پاس ہی ٹہل رہے تھے، انھون نے بتایا کہ یہ انگریزی
جانتے ہین، اس کے بعد انگریزی مین باتین ہونے لگین، اور تھوڑے تھوڑے وقفہ
کے ساتھ بہت دیر تک جاری رہین، بڑی بے تکلفی سے سیاسیات حاضرہ سے لیکر
اپنے بیوی بچون تک ہر مسئلہ کو اپنا موضوعِ گفتگو رکھا، علی برادران کا بھی ذکر آیا،
اور "بڑے بھائی" خدا معلوم اس خبر کو کس دل سے سنین گے، کہ جتنی دیر تک ان کا
ذکر خیر رہا، اس سے کہین زیادہ دیر تک "چھوٹے بھائی" اور ان کے اخبار ہمدرد
کا رہا!

کیمپ مین ایک چھوٹی سی مسجد بھی بنی ہوئی ہی جمعہ کی نماز اسی مین پڑھی، عرب
کی سرزمین پر یہ پہلی نماز اور پہلا جمعہ نصیب ہوا، سہ پہر تک کیمپ کے "بازار" مین سناٹا
تھا، یعنی بجز خشک روٹی اور چاے کے کوئی شے نہین ملتی تھی، شام سے کچھ قبل کچا
گوشت فروخت ہونے لگا، جو قیمت مین خاصا گران تھا، اور جسے پکانا صرف انھین
لوگون کے لئے ممکن تھا، جو پکانے کا پورا سامان اپنے ہمراہ لیکر جہاز سے اترے
تھے، کیمپ کے ایک گوشہ مین پانچ یا چھ پاخانے بنے ہوئے ہین، صبح کے وقت

بد تہذیبی بھی ان کے ساتھ بے تکلف روا رکھی جاتی ہی، چنانچہ ہمارے قافلہ کی جتنی عورتین غسل خانہ سے نکلین، سب نہایت برہم و نالان، گویا روتی ہوئی نکلین، وہ تو کہئے کہ حجِ بیت اللہ کا شوق ہر مومن اور ہر مومنہ کو کچھ ایسا مست رکھتا ہی کہ اس مقصد کے آگے اپنی کسی تکلیف و توہین کی پرواہی نہین رہتی، ورنہ اگر کوئی دوسرا موقع ہو، تو ہمارے ہان کی بے زبان عورتین بھی، اس برتاؤ پر، اتنی بے زبان اور اس قدر بے دست و پا ثابت نہ ہون! — سنا ہی، کہ اسمبلی کے بعض مسلمان ممبرون کی تحریک پر حج کمیٹی، حاجیون کی مشکلات کے رفع و انسداد کے لئے قایم ہوئی ہے، امید ہی کہ اس کمیٹی کے سامنے حاجی صاحبان کامران سے متعلق اپنے ذاتی تجربات تفصیل سے بیان کرین گے، اور اسکی لغویتون کے مٹانے مین جد و جہد کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھین گے،

لیکن کیسی تکلیف، اور کہان کی مصیبت! ایک اہلِ دل مدت ہوئی ہندوستان سے سفرِ حج کے لئے تشریف لے گئے، بمبئی اور کامران دونون جگہ قرنطینہ کی بلائین پیش آئین، اور وہ بزرگ باوجود اس کے کہ ریاضات و مجاہدات کے خوگر تھے، تاہم انھین کہنا پڑا کہ یہ قرنطینے حاجیون کیلئے "سخت قید خانے" ہین، جب لوگون نے یہان کی دقتین زیادہ بیان کرنا شروع کین، تو انھون نے فرمایا کہ "میان سفرِ حج سے ملکون کا سیر و تماشہ

لہ سنہ ۲۹ء کے آخر مین، حج کی تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے معزز حاجیون نے اپنی آپ بیتی سنا سنا کر قرنطینہ کامران کی شدید و پرزور مخالفت کی، اس متحدہ صدائے احتجاج کا نتیجہ اس قدر تو بہرحال ظاہر ہوا کہ سنہ ۳۱ء سے حاجیون کے ہر جہاز کے لئے یہان کا قرنطینہ لازمی نہین رہا، بلکہ صرف حسبِ ضرورت رکھ دیا گیا، میر نیرنگ صاحب (انبالہ) کی کوششیں اس باب مین خاص شکریہ کی مستحق ہین،

کی جوگت اس وقت بنی ہوتی ہے، ذرا اس کا تصور کیجئے! اور اپنی شفیق و مہربان "سرکار" کو دل سے دعائیں دیجئے! پانچ پانچ دس دس منٹ اس تلاشی میں لگجاتے ہیں، اور اس کے بعد اگر سب کپڑے، بغیر کھوئے ہوئے مل بھی گئے، تو انھیں بھیگے ہوئے کپڑوں کو بھیگے ہوئے جسم پر پہنکر، ہوا اور دھوپ میں حاجیوں کو اپنے اپنے خس پوش بارکوں میں جانا پڑتا ہی، جو قریب سے قریب بھی نصف فرلانگ کے فاصلہ پر ہیں، ورنہ عموماً ایک ایک فرلانگ پر! قرنطینہ جہاں کہیں بیماری بھگانے کے لئے ہوتا ہوگا، ہوتا ہوگا، کامران میں حاجیوں کے لئے تو یقیناً بیماری بھگانے کی نہیں بیماری بلانے کی پوری کوشش ہوتی ہی، اور یہ سنکر ذرا بھی حیرت نہ کیجئے، کہ یہ کوشش عموماً کامیاب رہتی ہی! چنانچہ ہمارے جہاز کے حاجی دو چار نہیں، خدا معلوم کتنے، کامران سے واپس آتے ہی بیمار پڑے ایک صاحب کو دمہ کا دورہ پڑگیا، لکھنؤ کی ایک صاحبہ کو اتنا شدید بخار چڑھا، کہ ان کی جان ہی لیکر اترا، اور نزلہ، زکام، و حرارت سے تو شاید ہی کوئی بچا ہو!

یہ جو کچھ کیفیت بیان ہوئی، مردانہ غسلخانہ کی تھی، جو پھر بھی غنیمت ہی، اصلی بیہودگی زنانہ غسلخانہ کے لئے اٹھا رہتی ہی، یہاں نہلانے والیاں شاید خاص طور پر اپنی مہیب صورتوں اور مہیب ترسیرتوں کی بنا پر انتخاب کرکے رکھی گئی ہیں، ان کے ہاتھوں شریف و حیادار خاتونوں پر جو کچھ گذرتی ہے، اسکا تذکرہ اخبارات کے صفحات پر لانا آسان نہیں، نہلاتے وقت یہی نہیں کہ انکے جذبات حیا و شرافت کی مطلق کوئی پرواہ نہیں کیجاتی، بلکہ ہر قسم کی سختی، درشتی، اور

حقیر اور کیسی بے حقیقت چیز ہیں اجل جلالہٗ! جس سمندر کو دیکھتے دیکھتے آنکھیں تھکی جاتی ہیں، جو معلوم ہوتا ہی کہ اب کبھی ختم نہ ہوگا، وہ دنیا کے پانچ بڑے سمندروں میں سے صرف ایک سمندر ہی! اور اُن پانچوں میں بھی سب سے بڑا نہیں، بلکہ دوسے چھوٹا ہی! پھر ظاہر ہی کہ وہ بھی پورے کا پورا بیک وقت پیشِ نظر نہیں، بلکہ اسکا ایک مختصر جزو آنکھوں کے سامنے ہے! اللہ اکبر! جب جزو اور ادنیٰ اجزو میں یہ ہیبت رکھ دی گئی ہی، تو کُل کے مشاہدہ سے کیا کیفیت طاری ہوتی ہوگی! آج یہ مہیب اور لق ودق سمندر، اور کرۂ ارض کے سارے معلوم سمندر "یاجوج" کے قبضہ میں ہیں، وہ جسے چاہے انمیں جہاز اور کشتی چلانے کی اجازت دے، اور جب اور جس کو چاہے، اللہ کی کاریگری کے اس نادر نمونہ سے فائدہ اُٹھانے سے روک دے! خلقِ خدا کی ہو تو ہو، لیکن سمندر اور سمندروں کے بندرگاہ، جہاز اور انکے بیڑے محکمۂ بحری (ایڈمرالیٹی) اور خداوندانِ بحر (SED LORDS) تارپیڈو اور ڈریڈ ناٹ کروزر اور ڈسٹرائر، آج ہانکے پکارے کہہ رہے ہیں، کہ "امر" اور "حکم" (نعوذ باللہ) یاجوج کا ہی —— پھر اگر ایسے حال میں آپ کسی سچے کا قول سنتے ہیں کہ "یاجوج و ماجوج سمندر کا پانی پی جائیں گے" تو آپ اس پیشینگوئی کے پورے ہونے کے لئے کسی زمانۂ مستقبل کا کیوں انتظار کرنے لگتے ہیں!

قُل لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا، دل نے کہا کہ یہی وہ سمندر ہے، جس کی بابت ارشاد ہوا ہے، کہ اگر سارا سمندر روشنائی بنجائے، اور اسی جیسا ایک اور سمندر بھی روشنائی

اپنی اس خوش نصیبی پر نازان، کہ کس کی کشش کس کو کہاں سے کہاں لئے جا رہی ہے! اور ابھی اس خوف سے لرزان کہ اپنی محرومیوں اور شور بختیوں سے دیکھئے! اب بھی نجات ملتی ہے، یا نہیں! ابوجہل اور ابولہب آخر عمر بھر اسی بیت اللہ کے جوار میں رہے، پھر انھیں تو کچھ بھی حاصل نہ ہوا، مدینہ کے منافق روزانہ دیدار رسول سے مشرف ہوتے رہے، پھر ان کے دلوں کے پتھر تو نہ پسیجے! ــــــــ لیکن یہ کیا وہم آرائی و پریشان خیالی ہے، وہ کریم، جو اپنے بحر مہمان بار رہا ہے، کیا اپنے در کے گداگروں کی جھولی میں بھیک بھی نہ ڈالے گا؟ اسکی رحمت کی فراوانی اور کرم کی ارزانی نہ حق کو دیکھتی ہے نہ استحقاق کو، اسے تو محض عطا و بخشش، محض نوازنے اور سرافراز کرنے سے سروکار ہے، اور بس!

گھنٹہ دو گھنٹہ نہیں، دن دو دن بھی نہیں، پورا ایک ہفتہ ہو گیا، اور خشکی کا کہیں نشان نہیں! جنگل کے درندے نہ سہی، باغ و صحرا کے چرندے نہ سہی، ہوا کے پرندے تک نہیں! ادھر پانی، ادھر پانی، آگے، پیچھے، داہنے، بائیں، ہر سمت پانی ہی پانی! اوپر نیلا آسمان، نیچے نیلا سمندر! زمین کی بے بساطی اب جا کر محسوس ہوئی! خشکی کے بڑے بڑے شہر اور صوبے، آبادیاں، اور بستیاں، جنگل اور پہاڑیاں، سڑکیں اور ریل کی پٹریاں، ریگ کے تودے، اور پہاڑوں کی چوٹیاں، جنکی وسعت اور کثرت، عظمت و ہیبت اب تک دماغوں میں رچی، اور آنکھوں میں بسی ہوئی تھی، اب معلوم ہوا، کہ خالق کے بحر قدرت کے سامنے نہیں، بلکہ اپنی ہی جیسی، ایک دوسری مخلوق کے سامنے کتنی

باب ۵

سمندر - کامران

۲۹ مارچ، ساحل بمبئی سے جہاز ۱۱ بجے شب کو چھوٹا تھا، رات تو خیر جون تون کٹ گئی، صبح اٹھ کر دیکھا، تو ہر طرف عالم آب، جہان تک بھی نظر کام کرتی ہے، بجز پانی کے اور کچھ نہین دکھائی دیتا، اپنی عمر مین یہ منظر کبھی کا ہے کو دیکھا تھا، بڑے سے بڑے دریا جو ابتک دیکھے تھے، وہ بھلا سمندر کے مقابلہ مین کیا حیثیت رکھتے ہین! صبح سے دوپہر، دوپہر سے شام اور شام سے پھر صبح، نہ کہین جہاز رکتا ہے، نہ کوئی اسٹیشن آتا ہے، ہر وقت ایک ہی فضا محیط، ہر سمت ایک ہی منظر قائم! دن طلوع ہوتے ہین، اور ختم ہو جاتے ہین، راتین آتی ہین اور گذرتی جاتی ہین، نہ کوئی خط نہ کوئی تار، نہ اخبارات نہ ڈاک کے انبار! نہ کسی عزیز کی خبر نہ دوست کی، نہ اپنون کا حال معلوم نہ بیگانون کا! اپنا مٹی کا گھروندا ہے، کہ ہر لحظہ پیچھے چھوٹتا جا رہا ہے، پردہ گھر جسے لامکان کے مکین نے اپنا گھر کہکر پکارا ہے، ہر آن نزدیک سے نزدیک تر ہوتا جا رہا ہے! زمین چھوٹ گئی، لیکن آسمان نہین چھوٹا، اُدھر جہاز ہوا اور پانی سے ہچکولے کھا رہا ہے، ادھر دل کی کشتی ہے، کہ یاس وامید کی کشمکش مین ابھی ڈوبی اور ابھی ابھری (خدا نہ کرے کہ کبھی بھی ڈوبے!) دل ابھی

تعلیمیافتہ ہین، آسودہ حال ہین، اور دنیوی وجاہت ومنصب رکھتے ہین، باقی عموماً بیچارے ایسے ہین، جو بوڑھے ہین، کمزور وبیمار ہین، غریب ہین، لکھنے پڑھنے سے معذور ہین، جاہ ومنصب سے محروم ہین، گمنام ہین، اور خود دنیا کو ترک نہین کرتے ہین، بلکہ دنیا انھین ترک کر رہی ہے، کیا حج بیت اللہ انھین بیچارون کے لئے فرض رہگیا ہی؟ اور وہ جو اونچی اونچی کوٹھیون مین رہتے ہین، جو سجے سجائے بنگلون مین بستے ہین، جو نفیس نفیس موٹرون پر سوار پھرتے رہتے ہین، جنکے بڑے بڑے کھاتے بینکون مین کھلے ہوئے ہین، جو دو دو ہزار اور چار چار ہزار ماہوار کی تنخواہین رکھتے ہین، جو بڑے بڑے تعلقون اور زمینداریون کے مالک ہین، جو یورپ اور ہندوستان کی یونیورسٹیون کی بڑی بڑی ڈگریان رکھتے ہین، جو نامور بیرسٹر ہین، جو مشہور ڈاکٹر ہین، جو نامی انجنیر ہین، جو کامیاب ایڈیٹر ہین، جو خان بہادر ہین، جو سی، آئی، ای ہین، جو نواب اور نوابزادے ہین، جو کونسلون کے ممبر ہین، جو تھیٹر اور سینما، اور ناچ اور رہر فرنگی "آرٹ" کے شیدائی ہین، جو اپنی اولاد کو لندن اور پیرس، برلن اور ویانا، آکسفرڈ اور کیمبرج بھیجتے رہتے ہین ——— شاید ان سب سے فریضۂ حج ساقط ہوگیا ہی!

اور ناشتہ کی ہلکی غذائین اگر دن مین بار بار استعمال مین آتی رہین، تو انشاءاللہ جہاز کی بیماری سے نجات رہیگی، ایک اور ضروری شے تازہ ہوا ہی، تھرڈ کلاس والے بیچارے ایک بڑی حد تک اس نعمت سے محروم رہتے ہین، تاہم جس حد تک بھی ممکن ہو، اسکی طرف انھین سبقت کرتے رہنا چاہئے، میرا ذاتی تجربہ ایک یہ بھی ہے کہ نگاہ کو حتی الامکان اگر جہاز کے کنارون پر نہ جمنے دیا جائے، بلکہ سمندر کے دور سے دور کنارون پر جا یا جائے تو بھی سر کے چکر سے بہت عافیت رہتی ہی،

گوری حکومت مین گوری قوم کا ہر ہر فرد اپنے کو حاکم سمجھتا ہی، اور کوئی گورا کہین اور کسی مرتبہ پر بھی ہو، ماتحت نہین، حاکم اور خادم نہین، آقا بنکر رہتا ہی، حاجیون کے جہاز اس کلیہ سے مستثنیٰ نہین ہوتے، ظاہر ہے کہ یہ کمپنیان حاجیون کے روپیہ سے زندہ ہین، اور انکا مقصد وجود حاجیون کی خدمت ہی، تاہم جہاز کے جتنے بڑے عہدہ دار تھے سب فرنگی ہی تھے، کپتان انگریز، چیف آفیسر انگریز، سکنڈ آفیسر انگریز، انجینئر انگریز، میکنک انگریز، وایرلیس سنیر آپریٹر انگریز، جونیر آپریٹر انگریز وغیرہ وغیرہ، اور غیر مسلم تو چھوٹے بڑے تقریباً سب ہی عہدہ دار تھے، اور سب کا برتاؤ حاجیون کے ساتھ وہی تھا، جو "گورون" کا "کالون" کے ساتھ اور "صاحب" کا "نیٹو" کے ساتھ ہر جگہ رہا کرتا ہی، تاہم یہ شاید حاجیون کی طویل صحبت کی برکت تھی، یا کیا، کہ برتاؤ فی الجملہ نرم و مہذب تھا، اور سختیان نسبتہً کم تھین، جہاز کا سب سے بڑا افسر کمانڈر یا کپتان کہلاتا ہی، فرنگیون سے بات چیت کرنے کو اب مدت سے جی نہین چاہتا، تاہم اس جہاز کا کپتان پی ایچ، وارڈ ایک نیکدل و سادہ مزاج انگریز ہی، جو حاجیون سے ہمدردی بھی خاصی رکھتا ہے،

ہین، یہان تک کہ بعض لوگون کی حالتین خراب ہو ہو جاتی ہین، ہم لوگون نے اکی
پیش بندی مین کاغذی لیموں بہت سے ساتھ رکھ لئے تھے بعضون کے ساتھ
املیان تھین، ہلکے ترش میوے اکثر متلی اور دورانِ سفر مین مفید ثابت ہوتے تھے
بعض لوگون نے ایک پیٹنٹ دوا (- MOTHER SEIGATS ANTI SEA
SICKNESS -) کے قرص بھی جو خاصے گران ملتے ہین بمبئی سے خرید کر ہمراہ لیلئے
تھے لیکن بحمد اللہ ان چیزون کے استعمال کی ضرورت اکثرون کو مطلق نہین پیش آئی
اس کی ایک خاص وجہ ماہرین سفر دریائی نے یہ بیان کی کہ موسم خشک و خوشگوار تھا
اور سمندر مین تلاطم بالکل نہ تھا، مارچ اور اپریل کا مہینہ سفر بحری کے لئے خاص
طور پر موزون ہین، سمندر اس زمانے مین خاموش و پرسکون رہتا ہی، البتہ برسات
کے موسم مین خصوصاً اس کے آغاز مین اور اس کے اختتام پر، سمندر مین شدید تلاطم
برپا رہتا ہے، اور طاقتور موجین ہولناک حد تک بلند ہو ہو کر جہاز سے ٹکراتی
رہتی ہین، ان سے جہاز ہنڈولے کی طرح ڈانوا ڈول ہونے لگتا ہی، یعنی داہنے
اور بائین پہلوؤن پر جھکنے اور اُٹھنے لگتا ہی اسی سے آلاتِ ہضم مین ہیجان پیدا
ہو جاتا ہی، اور انسان دورانِ سر اور متلی مین مبتلا ہو جاتا ہی، ہمارا جہاز تقریباً
بالکل محفوظ رہا، اور بجز معدودے چند اشخاص کے اور کسی کو قابلِ ذکر شکایت
نہین پیدا ہوئی، ایک بات تجربہ سے یہ معلوم ہوئی، کہ پرخوری اور خلوی معدہ
دونون اس حالت مین مضر ہین، اور ایک طرف اگر ثقیل، دیر ہضم غذاؤن سے
بچنے کی ضرورت ہی، تو دوسری طرف بالکل بھوکے رہنے سے بھی، بجائے اسکے
کہ ایک یا دو بار کھانا خوب شکم سیر ہو کر کھا لیا جائے یا محض فاقہ کیا جائے، چاہیے

بھی مع اپنی پارٹی کے بمبئی سے ہمراہ ہوگئے تھے، ہمارا ہی کے ایک منفعت نصیر الدین صاحب بھی مع اپنے صاحبزادہ ضمیر الدین صاحب کے، جو اپنے صوبہ کی خلافت کمیٹی کے ایک پرجوش کارکن معلوم ہوتے ہین، جہاز پر ملے، اور تھوڑی ہی دیر مین ہم لوگون سے گھل مل گئے، مولوی معین الحق صاحب پنشنر جج عدالت خفیفہ، جو ایک زمانہ مین بہاری تھے، مگر اب لکھنوی ہوگئے ہین، والد ماجد مرحوم کے ملنے والون مین ہین، اور دو حج اس کے قبل کرچکے ہین، ابکی اپنے تیسرے حج مین اسی جہاز پر ہین، انھین دیکھ کر قدرتِ خدا نظر آتی ہی، لباس اس درجہ سادہ! مزاج اس درجہ قانع! یقین ہی نہین آتا، کہ یہ بی اے، بی ال ہین، اور بڑے بڑے سرکاری عہدون پر رہ چکے ہین، غازیپور کے گریجویٹ وکیل مولوی رفیع اللہ صاحب بھی اسی قبیل کے انسان نظر آئے، ان کی شب بیداری، انکی سادگی، اور انکے ذوقِ عبادت پر بار بار رشک آتا ہی، سب سے زیادہ دلچسپ ہستی ہمارے وطن کے چودھری محمد علی (حیدر؟) تعلقدار ردولی کی ہی، جو لوگ اس ہنسنے والے اور ہنسانے والے زندہ دل رئیس سے واقف ہین، وہ خدا معلوم اُن کے سفرِ حج کی خبر کو باور کیونکر کرینگے! لیکن کریم کی کریمی مین کسی کا کیا اجارہ ہی، وہ جسے چاہے دم بھر مین نوازدے! ہندوستان کی شیعی جماعت کے شاید وہی تنہا نمایندہ ہین، جو اس جہاز پر مع اپنی بہن اور دیندار زوجۂ محترمہ کے حج بیت اللہ کے لئے چل رہے ہین، ان سب رفیقون اور جلیسون نے مل جل کر سفر مین وطن کی شان پیدا کردی تھی،

سنتے تھے کہ جہاز مین متلی کی شکایت عام رہتی ہی، اور اکثر دلن کو چکر آتے رہتے

اے خدا از فضلِ تو حاجت روا | با تو یادِ ہیچکس نبود روا
تلخ تر از فرقتِ تو ہیچ نیست | بے پناہت غیرِ پیچا پیچ نیست
دستِ ما چون پائے ما را می خورد | بے امانِ تو کسے جان کے برد

ہر سفر کی خوشگواری و ناخوشگواری مین خاصہ دخل سفر کے رفیقون کو ہوتا ہی، رفیق اگر ہم مذاق ہین، تو ہر سفر خوشگوار بن سکتا ہی، اور اگر رفیق ناجنس ملے، تو جنت بھی اُسی درجہ کی ہوتی ہی، جہاز کے سفر مین، جہاں ساری بیرونی دنیا سے بے تعلقی ہو جاتی ہی اور ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو ہفتے یہ بے تعلقی قایم رہتی ہی، رفیقون کا سوال اور زائد اہم ہو جاتا ہی، ہمارے قافلہ کے جو اصلی اجزا تھے، انکا ذکر اوپر آچکا، مولوی عبد الباری صاحب ندوی کے والد ماجد حکیم عبد الخالق صاحب کی رفاقت بہت مفید ثابت ہوئی، وہ محض ایک عبادت گذار و درویش صفت بزرگ ہی نہین، بلکہ تجربہ کار طبیب بھی ہین، اور اپنے ہمراہ مجربات کا ایک پورا بکس لے گئے تھے[1]، راستے مین تھوڑا بہت بیمار پڑنا ناگزیر تھا، سارے قافلہ کو کم و بیش حکیم صاحب اور انکے مجربات کی ضرورت پڑی، اور سب کے دلون سے اُنکے حق مین دعاے خیر نکلی، مولانا مناظر احسن صاحب کا درد و گداز، علم و فضل، ذوق و جوش ہر موقع پر ایک نئے رنگ مین نمایان ہوتا رہا، اور اُنکی ایمان پرور تقریرین اور نظمین خدا معلوم کتنے دلون کو گرماتی، اور کتنے ایمانون کو تازہ کرتی رہین، انکے عزیز مولوی شاہ لطف اللہ مونگیری (خلف مولانا شاہ محمد علی مونگیری قدس سرہٗ)

[1] افسوس ہی کہ اس سفرنامہ کی ترتیب کے وقت تک حکیم صاحب کا انتقال ہو چکا،

ٹھیک ۱۱ بجے شب کو جہاز مین حرکت ہوئی، اور اُس نے آہستہ آہستہ ساحل کو چھوڑنا شروع کیا، لیجئے دیکھتے ہی دیکھتے، قرب و جوار کی ساری عمارتین نظر دن سے پوشیدہ ہوگئین، اور صرف اُنکی روشنیان باقی رہ گئین، اللہ اللہ کیا وقت ہے! کیا سمان ہی! جہاز مین حرکت تو خیر جیسی کچھ بھی ہو اپنے دل کی حرکت کا کیا حال ہے؟ وطن ہر لحظہ دور ہوتا جارہا ہی وطن کی دلچسپیان ساری کی ساری پیچھے چھوٹتی جاتی ہین، بیوی بیشک ساتھ ہین لیکن بچیان وہین ہین، والدہ ماجدہ وہین ہین، بھائی وہین ہین، بہن وہین ہین، سارے اعزہ اور دوست وہین ہین، ساتھ کے کام کرنے والے وہین ہین لیکن بحمد اللہ دل مین اس وقت ان مین سے کسی کی فکر نہین، فکر اُنکی نہین، جو پیچھے چھوٹ رہے ہین، فکر ہے تو اُنکی جو آگے ملنے والے ہین! دوستو! اور عزیزو! خدا حافظ! خاکِ وطن کے ذرو، خدا حافظ! سب کو اسی مالک و مولا کے سپرد کیا، سب کو اُسی کریم و رحیم کی حفاظت مین دیا، جس کے در پر جبین سائی کو یہ ننگ وطن و ننگ خاندان اس وقت روانہ ہو رہا ہی، اُس کی خطائین معاف کرو، اُس کے قصوروں سے درگذرو، اُسکی بیہودگیون پر خاک ڈالو، اللہ تمھارے عیبون پر پردہ ڈالیگا، اللہ تمھارے مرتبے بلند کریگا، اللہ تمھاری خطاؤن کو معاف کریگا، لبیک اللھم لبیک، اللھم الیک توجھت و علیک توکلت و وجھک اردت فاجعل ذنبی مغفورا و حجی مبرورا ولا ترحمنی ولا تخیبنی واقض بعض فات حاجاتی انک علی کل شیٔ قدیر،

خواجہ حافظ نے مدت ہوئی فرمایا تھا ؎

اللہ اس ہونہار نوجوان کو اپنے حفظ و امان مین رکھے، اور اسے پختہ دیندار مسلمان
بنادے، انجمن خدام النبی کے کارکن بڑی محبت اور سیرچشمی کے ساتھ حاجیون کو
برف و شربت سے سیراب کرتے ہوئے دکھائی دیئے، کاش سرکار دولتمدار کے
محکمہ محافظ حجاج مین اتنی ہی ہمدردی و انسانیت ہوتی! گھنٹون کے انتظار کے
بعد بھپارہ خانہ مین ہم لوگون کی بھی "ڈاکٹری" ہوئی، یعنی برائے نام ہماری نبضون
پر ہاتھ رکھکر، دو سکنڈ مین اس سوانگ کو ختم کردیا گیا، اور عصر کے آخر وقت تک سب
کے سب حاجی جہاز پر سوار ہوگئے، مجموعی تعداد قریب پندرہ سو کے پہونچی، اس وقت
سے لیکر شب کے گیارہ بجے تک جو جہاز کے چھوٹنے کا وقت تھا، انسانون کے اتنے
بڑے مجمع کو جسمین بوڑھے اور بچے تندرست اور بیمار، توانا اور کمزور سبھی تھے، حوائج
بشری سے بالکل پاک اور منزہ فرض کرلیا گیا، گویا جہاز کا عرشہ جنت کا صحن
تھا، جہان کسی کو قضائے حاجت کی ضرورت نہ پیش آئیگی! جہاز مین پیشاب
اور پاخانے کی جگہین متعدد بنی ہوئی تھین لیکن، اس وقت سب کی سب مقفل
تھین، اور جب تک جہاز چھوٹ نہ لیا، بدستور مقفل رہین! سنا کہ جہاز جب تک
گودی (ڈاک) مین لگا رہتا ہے، اس اندیشہ سے کہ کہین ساحل سمندر گندگی و
غلاظت سے لبریز نہ ہوجائے، برابر اسی طرح جہازون کے پاخانے مقفل رہا
کرتے ہین، ۲ بجے بھپارہ کا وقت مقرر تھا، بہت سے غریب حاجی ۲ بجے اپنے اپنے
ٹھکانون سے روانہ ہوئے تھے، اُس وقت سے لیکر ۱۱ بجے تک یعنی پورے ۹ گھنٹے
کی مدت مین کمزور مثانہ والے حاجیون پر کیا گذری، کیا اسکی تصریح کی
ضرورت ہے؟

اپنے اپنے مشاہدات کو ہر زبان مین حوالۂ قرطاس سرعیم

کہ ہر سال مشاہدات (ضبط) کا کتنا [illegible]

اس عہد سے جب سے خدا نے اس وادی [illegible] کو اپنی [illegible] فرمایا اور

عالم کے بتکدہ مین اپنا یہ سب سے پہلا گھر بنایا، اور اپنے سب سے پہلے [illegible]

[illegible] باقی آئندہ تمام دنیا کے عشاق کے نام یہ پیام بھیجا کہ سال مین ایک دفعہ ان کی گلیان

ان [illegible] اریان ان کے ہجوم وازدحام کا روز بازار بنین، خدا جانے حسنِ ازل کے کتنے

[illegible] یہان آئے اور چلے گئے، اور محبوبِ نادیدہ کے کتنے طلبگار، اس کو ڈھونڈھنے

آئے، اور واپس پھرے، ہر ایک کو یہان جو کچھ نظر آیا اس نے چاہا کہ وہ دوسرون کو بھی

دکھائے، اور جو اس پر گذری ہر وہ دوسرون کو بھی سنائے، طور کا جلوہ دنیا نے

بعد [illegible] دفعہ دیکھا ہی، تاہم اسکی داستانِ حسن وعشق ابتک دہرائی جارہی ہی، اور ہمیشہ

[illegible] گی، اگر یہان تو یہ جلوہ ہر سال نظر آتا ہی، پھر اگر اس کی داستان ہر ملک، ہر زبان

[illegible] ادا مین سال بسال دہرائی جاتی رہے تو تعجب انگیز کیا ہی؟

نے [illegible] دنیا کے ہر علم وفن کو حاصل کیا، مگر جس کو حاصل کیا اپنے دین

[illegible] راہ سے حاصل کیا، اسکا نقطۂ نظر ہر علم وفن کی خدمت مین کتاب الٰہی ہی کی

سفرنامہ عنوان کے حکم کی تعمیل رہی، مسلمانون نے جغرافیہ کے فن کو بیحد وسعت دی،

سلسلۂ آصفیہ

سفر حجاز

حج و زیارت کا مفصل و مکمل ہدایت نامہ

از

عبد الماجد

مصنف "تصوف اسلام" و مرتب "ملفوظات مولانا روم"

و ایڈیٹر سچ (لکھنؤ)

مولوی مسعود علی ندوی

پریس اعظم گڈھ